چونکا دینے والی خوفناک کہانیوں کا انتخاب
ماہنامہ
ڈر ڈائجسٹ
کراچی
مارچ 2015
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چونکا دینے والی خوفناک کہانیوں کا انتخاب

ماہنامہ ڈر ڈائجسٹ کراچی

جلد نمبر 16 شمارہ نمبر 6 مارچ 2015ء

ای میل ایڈریس: Dardigest01@gmail.com

مینجنگ ایڈیٹر خالد علی

چیف ایڈیٹر آصف حسن

ایڈیٹر شاہد علی

سب ایڈیٹر محمد ذیشان

قیمت-/60 روپے

سالانہ قیمت-/1000 روپے

ادارہ کا کسی بھی رائٹر کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ڈر ڈائجسٹ میں چھپنے والی تمام کہانیاں فرضی ہوتی ہیں کسی کی ذات یا شخصیت سے مماثلت اتفاقیہ ہو سکتی ہے۔

تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔ ادارہ اس معاملے میں کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہوگا۔

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

خط وکتابت کا پتہ: ماہنامہ ڈر ڈائجسٹ نورانی آرکیڈ نیواردو بازار کراچی: 32744391

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
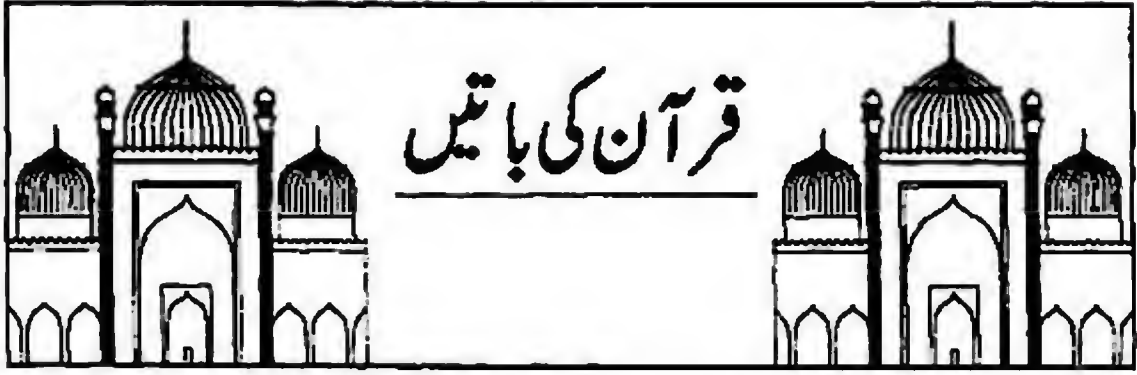
☆ مومنوں اللہ اوراس کے رسولؐ کا حکم قبول کرو جبکہ رسول تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اوراس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے۔ (سورۃ انفال 8 آیت 24)

☆ مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اوراس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۃ نور 24۔ آیت 51)

☆ اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں، دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت کافی ہے یا کنیز جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔ (سورۃ نساء 4 آیت 3)

☆ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کو ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہاں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔۔ بے شک منافق نافرمان ہیں۔ (سورۃ توبہ 9 آیت 67)

☆ اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر یعنی مدینے میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ (سورۃ حشر 59 آیت 90)

☆ مگر جس روز تمہارے رب کی نشانیاں آ جائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہو گا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کئے ہوں گے تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہو گا اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ (سورۃ انعام 6 آیت 158)

☆ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟! اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے تو غیبت نہ کرو اور اللہ کا ڈر رکھو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ حجرات 49 آیت 12)

☆ جو کوئی اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی۔ اور جو برائی لائے گا اسے سزا ویسی ہی ملے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گی اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(سورۃ انعام 6 آیت 160)

☆ وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام تک لے گیا، جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور یہ بھی دعا کرنا کہ اے رب ہم کو مبارک جگہ اتاریو۔ اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔(سورۃ مومنون 23 آیت 29)

☆ مومنوں جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد یعنی نماز کے لے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کردو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔(سورۃ جمعہ 62 آیت 9)

☆ بھلا دیکھو تو کہ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ہم اسے کھاری کر دیں۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔(سورۃ واقعہ 56 آیت 68 سے 70)

☆ اے پیغمبرؐ جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات چیت پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی، نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اوران کے لئے اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ ممتحنہ 60 آیت 12)

☆ یاان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چڑھی چلی آتی ہو اور اس کے اوپر اور لہر آرہی ہو اور اسکے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک چھایا ہوا، جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے، اس کو کہیں بھی روشنی نہیں مل سکتی۔(سورۃ نور 24 آیت 40)

☆ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی کیونکہ اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی دے گا وہ تو بخشنے والا اور قدر دان ہے۔(سورۃ فاطر 35 آیت 29 سے 30)

☆ اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں پہلے ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔(سورۃ زمر 39 آیت 6)

☆ قسم انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی کہ جس نے اپنے نفس یعنی روح کو پاک رکھا اور وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔(سورۃ شمس 91 آیت 7 سے 10)

☆ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم پر رہو ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور نیک انجام اہل تقویٰ کا ہے۔(سورۃ طٰہٰ 20 آیت 132)

(کتاب کا نام "قرآن مجید کے روشن موتی" بشکریہ شمع بک ایجنسی کراچی)

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

خطوط

بلقیس خان پشاور سے، 23 مارچ ایک خوب صورت دن، جس کا مجھے پورے سال سے انتظار رہتا ہے، مارچ ایک خوب صورت مہینہ جس کا موسم انتہائی حسین اور بہر کیف پر لطف ہوتا ہے۔ بہار کا موسم، دل کی کلی کھل جاتی ہے۔ آسمان پر اڑتے، گاتے، پنچھی ایسے خوب صورت لگتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ صبح سے شام تک صرف نیلے فلک کو دیکھوں۔ 23 مارچ میری زندگی کا سب سے خوب صورت دن، ایک بار پھر میری زندگی میں آرہا ہے، ڈیئر قارئین جیسے کل ہی کی بات ہے۔ ڈر اور میرا ایک سال مزید گزر گیا۔ ڈر کے ساتھ یہ میرا دوسرا سال ہے اور میں بہت خوش ہوں، کیونکہ ہمارا یہ ساتھ مزید گہرا اور پکا ہو گیا ہے۔ 23 مارچ کی سنہری کرن، جب طلوع ہوتی ہے تو پاکستان کی سرزمین پر سر سبز پرچم لہرائے جاتے ہیں، قرارداد پاکستان کے لئے 21 توپوں کی سلامی پیش کی جاتی ہے، سارے ملک کی چھٹی ہوتی ہے۔ اور ٹی وی چینل شاندار پریڈ پیش کرتے ہیں۔ بچپن سے 23 مارچ کا دن میرا پاکستان کے نام ہوتا ہے اور ان یادوں کو جی بھر کے یاد کرتی ہوں۔ تب کہیں رات کو کیک کاٹ لیتی ہوں، ہمارا وطن بہت پیارا، بہت خوب صورت ہے، اللہ اسے امن کا گہوارہ بنائیں اور دہشت گردی جیسے گندے موذی نام سے اسے پاک صاف فرمائیں، آمین۔ ادارہ سے گزارش ہے کہ ڈر ڈائجسٹ میں رائٹر حضرات کے غزل، نظم زیادہ سے زیادہ شائع کریں۔ سب رائٹرز کی کہانیاں بہت ہی اچھی، پیاری نائس، زبردست انوکھی، اچھوتی تھیں، قسط وار بھی ٹھیک جا رہی ہیں۔ نئی رائٹر، وجیہہ سحر کی ختاس نے متاثر کیا، تھینکس، ٹو ڈر کہ میرا مان رکھا گیا، میں چاہتی تھی نئے رائٹر کی قسط وار تحریر شروع کی جائے اور آپ سب نے میرا مان رکھا، ویری ویری تھینکس۔ "مارچ میں میری برتھ ڈے ہے۔ کہانی شائع کر کے تحفہ لینا تو میرا حق بنتا ہے۔ اس امید کے ساتھ نئی کہانی "جیت" خط کے ساتھ بھیج رہی ہوں کہ "جلد جیت" بھی ڈر کے صفحات پر جگمگائے گی۔ ڈر کی ترقی کے لئے شب و روز دعا گو ہوں۔

☆☆ بلقیس صاحبہ: سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، ہماری اور قارئین کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل و کرم رکھے اور ہر پل پر بہتر لمحات سے نوازے، گفٹ کی صورت میں کہانی موت کا قلعہ حاضر خدمت ہے۔

ساحل دعا بخاری بصیر پور سے، السلام علیکم فروری کا ڈر ڈائجسٹ ملا پڑھ کر خوشی ہوئی، اگر دیکھا جائے تو مجموعی طور پر تمام کہانیاں اپنی اپنی جگہ اچھی ہیں، عمران قریشی ہر ماہ پرچے میں نظر نہیں آتے، مگر جب آتے ہیں تو بہت خوب، زبردست کہانی لے کر آتے ہیں، ایک کمی جو کہ بہت زیادہ محسوس ہو رہی ہے وہ ہے ناصر محمود صاحب کی امید ہے ناصر صاحب اس معاملے میں سنجیدگی سے غور کریں گے، بلقیس سسٹر 23 مارچ آپ کا برتھ ڈے ہے، میری برتھ ڈے ٹو یو گفٹ میں "ابھی اک رات باقی ہے" قبول کریں اور ہاں یاد رہے کہ کیک کھلانا بھولنا نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب کو خوش و خرم رکھے۔

☆☆ ساحل صاحب: خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے تھینکس، امید ہے ناصر صاحب اپنے پڑھنے والوں کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے ضرور غور فرمائیں گے، لگتا ہے پنجاب کی بارشیں اور سردیوں نے بہت اثر کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا خط اس سے متاثر ہو کر چند لائنوں کا ہو گیا ہے اور آپ کی خوشی کے پیش نظر بلقیس صاحبہ اپنی سالگرہ کا کیک کھلانا بھولیں گی نہیں۔ بلقیس صاحبہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

بشریٰ بلوچ کنڑی جام شورو سے، فروری 2015 کا ڈر ڈائجسٹ پڑھ کر دلی خوشی ہوئی، تمام رائٹر نے خوب سے خوب تر لکھا ہے اور اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ویسے تو ساری کہانیاں اپنی مثال آپ ہیں۔ لیکن جن کہانیوں نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا وہ ہیں دہقان لو، شک اور پراسرار سانپ، ان کہانیوں نے مجھے ماضی میں کھینچ لیا اور پھر ایک پر اثر تحریر کی یاد آ گئی جو ڈر میں "پاگل خانہ" کے نام سے شائع ہوئی تھی، کبھی کبھار ایسی کہانی بھی نظر سے گزرتی ہے جو کہ پڑھی ہوئی ہوتی ہیں یا پھر کچھ کہانیاں ڈرامہ یا فلموں سے ملتی جلتی ہیں۔ بہر حال کہانی وہی اچھی ہوتی ہے جو کہ اپنے پڑھنے والوں کو متاثر کرتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کہانی لکھنے والوں کو تاک جھانک کی کہانی لکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ خیر میں ڈر ڈائجسٹ کی مزید ترقی کے لئے شب و روز دعا گو ہوں۔

☆☆ بشریٰ صاحبہ: آپ کی بات حقیقت پر مبنی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اچھی کہانیاں برسوں ذہن سے محو نہیں ہوتی ہیں اور رائٹر حضرات کو کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی سوجھ بوجھ سے کہانیاں لکھا کریں اور اس کہانی میں سبق ضرور ہو، نہ کہ کسی کی دل آزاری ہو، اچھے رائٹر کے قلم

Scanned By Bookstube
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سے ایسے الفاظ تحریر میں نظر نہیں آتے جس سے کسی کو دکھ پہنچے دل آزاری ہو، یا اخلاقی پستی ظاہر ہو، خیر آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے خط لکھا اور اپنی رائے سے نوازا، آئندہ ماہ بھی آپ کے نوازش نامہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔ شکریہ۔

مریم فاطمہ حیدرآباد سے۔ السلام علیکم! میں فرسٹ ٹائم ڈر ڈائجسٹ میں ایک کہانی کے ساتھ شرکت کر رہی ہوں اور امید ہے کہ ضرور حوصلہ افزائی ہوگی اور حوصلہ افزائی کے تحت آئندہ بھی ہمارا اور ڈر ڈائجسٹ کا رشتہ قائم و دائم ہوگا۔ ویسے تو میں ایک طویل عرصہ سے ڈر ڈائجسٹ پڑھ رہی ہوں، ڈر کی کہانیوں نے ہی مجھے متاثر کیا تو میں نے خود بھی کہانی لکھ دی، پلیز نوک پلک سنوار کر کہانی شائع کر دیجئے گا، میری دعا ہے کہ ڈر ڈائجسٹ شب و روز ترقی کے افق پر چمکتا رہے، اپنے پڑھنے والوں کی خوشیوں کو مدنظر رکھے، پلیز! کہانی ضرور شائع کر کے میرے حوصلے کو مزید بڑھایئے گا، تاکہ میں آئندہ بھی کہانی لکھ کر ارسال کروں۔

☆☆ مریم صاحبہ: ڈر ڈائجسٹ میں موسٹ ویلکم، کہانی آپ نے ارسال کی اس کے لئے بہت بہت شکریہ، آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں، اچھی ہوئی تو ضرور شائع ہوگی علاوہ ازیں ایک بات کا خیال رکھئے گا کہ آئندہ فوٹو اسٹیٹ نہ بھیجئے گا۔

فلک زاہد لاہور سے۔ السلام علیکم! ڈر کی محفل میں ایک بار پھر حاضر ہوں۔ سب سے پہلے تو میں بھائی عثمان غنی اور آپی بلقیس خان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے مجھے ڈر میں ویلکم کیا۔ آپ دونوں کے سپورٹ کی وجہ سے میں نے ڈر کے لئے دوبارہ قلم اٹھایا ہے۔ کہانیوں میں پچھلے کئی ماہ سے میری فیورٹ رائٹر ایس حبیب خان غائب ہیں جو کہ اچھی بات نہیں پلیز غائب نہ ہوا کریں ہر ماہ نئی تحریر کے ساتھ حاضر ہوا کریں، مجھے آپ کی تحریروں کا انتظار رہتا ہے۔ عثمان غنی اور بلقیس خان کی بھی کہانیاں جلدی شائع کیا کریں۔ ایس حبیب خان سے گزارش ہے کہ کیا وہ اپنی فین کی فرمائش پر انگریزی کرداروں پر کوئی نئی کہانی لکھ سکتی ہیں؟؟ ایس امتیاز احمد انگریزی کرداروں کے ساتھ بھرپور انصاف کرتے ہیں آپ کی کہانی ''روح کی بے چینی'' لاجواب رہی۔ ''نحوست اور ''میرشپ'' ساجدہ راجہ آپ نے کمال کر دیا۔ میں نے پہلے ایک کہانی ''شراب'' اور اب دوسری ''راستہ'' ارسال کر رہی ہوں۔ یہ دونوں کہانیاں ضرور شائع کر دیں پلیز! کہانیوں پر تبصرہ آئندہ ارسال کروں گی۔ خدا حافظ۔

☆☆ فلک صاحبہ: خط لکھنے اور کہانی ارسال کرنے کے لئے تھینکس، وقت ملتے ہی ''شراب'' اصلاح کے بعد شائع ہو جائے گی مگر ''راستہ'' شائع نہیں ہو سکتی، اس کے تین صفحات ہیں جو کہ ڈر کے ڈیڑھ صفحات بنیں گے آج کل ڈر میں ''منی'' کہانیاں شائع نہیں ہو رہی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ خیال رکھیں گی۔ چھوٹی کہانی کے لئے۔

رابعہ لاہور سے۔ تمام اسٹاف اور قارئین کو السلام علیکم! آپ نے میرا خط شائع کیا اس کے لئے تھینکس..... جنوری 2015ء کا شمارہ بہت مشکل سے ملا۔ بیسیوں بار دکاندار کی دکان کے چکر کاٹنے پڑے اور پھر جا کر کہیں شمارہ ملا تو لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی، سوچ بڑھے یا آدمی آئے دیا جلائے رکھنا ہے..... گھر کی خاطر سو دکھ جھیلے گھر آخر اپنا ہے۔ ڈر ڈائجسٹ کے خاص نمبر کا سرورق بہت اچھا اور ہارر تھا۔ قرآن کی باتیں پڑھیں اور پھر خطوط پر سرسری نگاہ ڈالی۔ کہانیاں پڑھنے کے بعد پھر سے واپس آئی اور خطوط کو زیر مطالعہ لاتے ہوئے بڑے دھیان سے پڑھا۔ سب کے خطوط بہت اچھے تھے۔ اور جواب بھی اتنے ہی اچھے تھے۔ اگر اس طرح حوصلہ افزائی ہوتی رہی تو میں اپنی لکھی ہوئی کہانی بھی ضرور ارسال کروں گی۔ تمام کی تمام کہانیاں بہت اچھی ہیں اور دل موہ لینے والی ہیں۔ میں ڈر کی ترقی کے لئے شب و روز دعا گو ہوں۔

☆☆ رابعہ صاحبہ: خوش ہو جایئے کیونکہ دوسری مرتبہ بھی حوصلہ افزائی ہو گئی یعنی خط شائع ہو گیا۔ کہانی بھی لکھنے کی کوشش کریں کیونکہ لکھتے لکھتے آدمی لکھاری بن جاتا ہے، آپ ایک لائن چھوڑ کر کہانی لکھئے گا اور کم از کم 20 صفحات ہونے چاہئیں۔ امید ہے آئندہ ماہ بھی نوازش نامہ بھیجنا بھولیں گی نہیں۔ تھینکس۔

شرف الدین جیلانی ٹنڈو الہ یار سے۔ ادارہ ڈر کے لکھنے والے رائٹر حضرات اور ڈر کے قارئین سے گزارش ہے کہ میری شریک حیات کا 20 جنوری فجر کے وقت رضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہر دور رکھنے والے قارئین و رائٹر حضرات ایک ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر بخشش فرمائیں۔ (میرا جیون ساتھی بچھڑ گیا لو ختم کہانی ہو گئی)

☆☆ شرف الدین صاحب: ادارہ ڈر ڈائجسٹ، رائٹر حضرات اور تمام قارئین آپ کے اس غم کی گھڑی کو اپنا سمجھتے ہوئے بدست دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو درگزر کر کے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

آپ سمیت تمام قلبی لگاؤ رکھنے والوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ شرف الدین صاحب یہی نظام قدرت ہے ہر ایک نے ایک نہ ایک دن چلے جانا ہے۔ اور یہی حقیقت ہے کہ "ہر ساتھی اپنے ساتھی سے بچھڑ گیا اور ختم کہانی ہوگئی۔" انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضرغام محمود کراچی سے، تسلیمات! فروری 2015ء کا ڈر ڈائجسٹ ملا سرورق پر نظر پڑتے ہی ہم حیرت کے سمندر میں غرق ہوگئے قسمت اچھی تھی جو حیرت کے سمندر میں تیرتے ہوئے کنارے آ گئے۔ آج تک ہم سمجھتے تھے کہ چائنا کے باسی چوڑے چہرے، چھوٹی آنکھیں اور چپٹی ناک کے مالک ہوتے ہیں جہاں حسن مفقود ہے مگر سرورق پر موجود چائنا کے حسن نے ہمیں مبہوت کردیا دل تو چاہ رہا تھا کہ ہم سرورق سے نظر نہ ہٹائیں مگر سرورق سے نظریں ہٹا کر ڈر ڈائجسٹ کے اندر جھانکا خطوط پڑھتے ہوئے آگے بڑھے خطوط میں علیہ زاہرہ نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ دنیا کے ہر موضوع پر لکھا جاچکا ہے بس مصنف کے اپنے الفاظ ہوتے ہیں جو خیالات یا موضوع کو نیا لباس پہناتے ہیں ورنہ شاید دنیا کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس پر لکھا نہ جاچکا ہو۔ لہٰذا اکثر ہماری دوسری کہانیوں سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں اسے حالات کا ٹکرانا کہتے ہیں..... ایس امتیاز احمد کا تبصرہ بھی خوب ہوتا ہے وہ ہر ایک تحریر پر باریک بینی کے ساتھ تبصرہ کرتے ہیں ان کا خط پڑھنے میں واقعی مزا آتا ہے۔ جس طرح ان کی کہانیوں کا انتظار رہتا ہے اب ان کے تبصرے کا بھی انتظار رہا کرے گا۔ فروری 2015ء کے شمارے میں سب سے بہترین تحریر بھی ایس امتیاز احمد کی پراسرار جزیرہ رہی۔ تجسس، سسپنس اور خوف میں لپٹی یہ ایک بہترین تحریر تھی بہت سے سرپھرے ڈاکٹرز اور سائنسدان اس طرح کے تجربے کرتے رہے ہیں۔ سیدہ علیہ زاہرہ صاحبہ کی کہانی حویلی کا راز نے بھی بہت متاثر کیا خوف اور پراسرار واقعات میں لپٹی ایک اچھی کہانی تھی جس میں پوزیشن پل پل میں تبدیل ہوتی رہی۔ عامر ملک کی کہانی بلا عنوان اور مدثر بخاری کی انوکھا ہمسفر نے بھی کافی متاثر کیا۔ طاہرہ آصف صاحبہ کی تحریر محافظ بھی اچھی رہی۔ وجیہہ سحر کی کہانی خناس پر تبصرہ محفوظ، کہانی مکمل ہونے کے بعد تبصرہ کرنے میں سہولت رہے گی۔ سلسلے وار کہانیاں عشق ناگن اور رزند صدیاں بھی عمدگی کے ساتھ اپنا سفر طے کررہی ہیں اور ساتھ ہی قارئین کو اسرار کے نئے معنوں سے روشناس کروارہی ہیں۔ آخر میں راحل بخاری صاحب سے التماس کرنا چاہوں گا کہ راحل بخاری صاحب آپ اور آپ کی بہن ساحل بخاری بہت اچھی رائٹرز ہیں اور قارئین آپ دونوں کا نام دیکھ کر کہانیاں پڑھتے ہیں ان ہی لوگوں میں میں بھی شامل ہوں مگر اس مرتبہ آپ کی تحریر موت کا سایہ میں آپ نے بلاوجہ شاعری کا جوڑ لگایا ہے وہ کہانی پڑھتے ہوئے کافی ناگوار محسوس ہوا کہانی کی ضرورت کے تحت اشعار کا استعمال ضرور ہونا چاہئے مگر بلاوجہ کہانی میں اشعار شامل کرنے سے کہانی کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے جو طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔ بات ناگوار گزرے تو پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔ باقی رسالہ بہترین تھا جو اسٹاف کی محنتوں کا ثمر ہے ڈر کے تمام اسٹاف کو فرداً فرداً سلام۔

☆☆ ضرغام صاحب: بہت خوب دلکش انداز میں تبصرہ ارسال کرکے دل خوش کردیا اور اب قوی امید ہے کہ آپ ہر ماہ اسی طرح شکریہ کا موقع دیتے رہیں گے اور ہاں راحل صاحب سنجیدگی سے غور کریں گی۔

ایس امتیاز احمد کراچی سے، السلام علیکم! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا! ماہ فروری 2015ء کا دلفریب شمارہ ہمارے سامنے ہے۔ خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ تمام تر سلسلے خوب رہے۔ اسٹوریز اور غزلوں کا جواب نہیں۔ آرٹیکلز لگانے کا شکریہ۔ میٹر آپ کے پاس ہے۔ پلیز دیکھئے گا! مزید Ad میٹر میں۔ کیا وہ کٹوتی تھی۔ مراسلہ، غزل، ارسال خدمت ہیں، پلیز قریبی اشاعت میں جگہ دیں۔ ایک ناول نما بار را اسٹوری زیر قلم ہے۔ جلد بھیجیں گے۔ تجزیہ اگلے ماہ... ہماری طرف سے آپ کو اور دیگر اسٹاف اور "ڈر ڈائجسٹ" کے تمام خوب صورت لکھنے والے رائٹرز اور تمام خوب صورت پڑھنے والے ودیوز کو دعا سلام پلیز اپنا خیال رکھئے گا۔

☆☆ امتیاز صاحب: لگتا ہے اس ماہ تبصرہ اور تجزیہ پر پنجاب کے موسم کا اثر ہوگیا ہے ورنہ تبصرہ پچھلے ماہ کی طرح ضرور ہوتا، خیر آئندہ ماہ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔

طارق محمود اٹک سے، السلام علیکم! سب کو دعا سلام، ہماری دعا ہے کہ یہ سال اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خیر و عافیت کا بنا دے، پہلے کب سے سن رہے ہیں کہ ملک بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے لیکن اب واقعی ایسا ہی نظر آرہا ہے پاکستان کتنے ہی کرائسس کا شکار ہوچکا ہے۔ بجلی، گیس، پیٹرول اور دہشت گردی اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام کرائسس سے بچائے اور ملک میں ترقی و خوشحالی آئے، آمین۔ جنوری کا رسالہ بہت ہی اچھا تھا۔ ایس امتیاز، اے وحید اور ایم اے راحت بہت ہی اچھے باقی رائٹرز بھی بہتر۔ فروری کا رسالہ ابھی تک ملا نہیں۔ اس دفعہ ایک کہانی اور نظم ارسال ہے۔ دیکھ لیجئے گا پلیز۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

☆☆ طارق صاحب: خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے شکریہ، کہانی آئی مگر بہت لیٹ، کوشش ہوگی کہ آئندہ ماہ شائع ہوجائے، امید ہے کہ آئندہ ماہ بھی نوازش نامہ بھیج کر شکریہ کا موقع ضرور دیں گے۔

محمد ابوہریرہ بلوچ بہاولنگر سے۔ السلام علیکم! امید کرتا ہوں کہ تمام اسٹاف ڈر رائٹرز اور قارئین خیر و عافیت سے ہوں گے۔ دعا ہے کہ خدا سب کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے۔ اب بات ہوجائے ذرا فروری 2015ء کے شمارے کی تو جناب فروری کا رسالہ ملا، سب سے پہلے قرآن کی باتیں پڑھیں اور معلومات میں اضافہ کیا۔ اس کے بعد خطوط کی محفل میں حاضری ہوئی، دھڑکتے دل کے ساتھ، پہلے لگا کہ خط کے ساتھ اسٹوری بھی لگی ہوگی لیکن دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ صرف خط لگا ہے چلو کوئی بات نہیں صبر کرلیتے ہیں مگر اگلے مہینے تک، سنا ہے صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اب دیکھتے ہیں کتنا میٹھا ہوتا ہے۔ اب بات کرتا ہوں شمارے میں لگی اسٹوریوں کی تو سب سے پہلے عمران قریشی صاحب کی دہقان نو پڑھی، کمال کردیا عمران صاحب ویلڈن زبردست لکھا۔ اس کے بعد سیدہ عطیہ زاہرہ صاحبہ کی حویلی کا راز پڑھی، واقعی منفرد اور لاجواب کہانی تھی۔ پھر قسط وار کہانیوں کی طرف متوجہ ہوا تو اے وحید صاحب کی رولوکا، ایم اے راحت صاحب کی زندہ صدیاں اور عشق ناگن پڑھی، سب نے اچھا لکھا۔ باقی شک، بلاعنوان بھی ٹھیک تھیں۔ اشعار بھی عمدہ تھے۔ امید کرتا ہوں کہ اگلے ماہ خط کے ساتھ اسٹوری شائع کرکے بندہ کی خوشی کو دوبالا کردیں گے۔

☆☆ ابوہریرہ صاحب: خوش ہوجایئے، خواب "خواب پریشاں" شائع ہوگی آئندہ ایک لائن چھوڑ کر ہائی لکھئے گا کیونکہ بہت اصلاح طلب تھی، پڑھ کر اندازہ کرلیجئے گا۔

طاہر اسلم بلوچ سرگودھا سے، السلام علیکم! ماہ دسمبر 2014ء کا ڈر ڈائجسٹ کا شمارہ ہاتھ میں آیا اس ماہ کا ٹائٹل مجھے بہت اچھا لگا، ماہ دسمبر 2014ء اس دفعہ مجھے 23 نومبر کو موصول ہوا، پڑھ کر دل کو بہت کم خوشی محسوس ہوئی وہ اس لئے کہ میں اپنا قیمتی وقت نکال کر اپنے پیارے ڈر ڈائجسٹ کے لئے زیادہ سے زیادہ اشعار غزلیں اور کافی ساری پیاری کاوشیں روانہ کرتا ہوں اور ان بہت ساری کاوشوں میں سے بس ایک عدد غزل اور ایک عدد شعر ہی شائع ہوتے ہیں اور باقی ردی والی ٹوکری میں چلی جاتی ہیں پلیز ایسا نہ کیا کریں میرے اشعار غزلیں اور تحریریں مکمل شائع کیا کریں۔ ماشاءاللہ ڈر ڈائجسٹ کی تمام کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ میری طرف سے تمام ڈر اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کو اتنی سی دعا سلام قبول ہو۔

☆☆ طاہر اسلم صاحب: آپ نے کہانی بھیجی جو کہ شائع ہوئی اور دیگر تحریریں زیادہ تر پنجابی میں ہوتی ہیں اور یہاں کمپوزیٹر پنجابی پڑھ نہیں پاتے اور ہر تحریر الگ الگ کاغذ پر ارسال کیا کریں۔ چنے چھنے کچھ تو شائع ہوتا ہے ہے نا۔

شاہد رفیق کبیروالا سے، السلام علیکم! ماہ فروری کا شمارہ خریدا۔ بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا۔ بہت مزہ آیا بہت ہی اچھا ڈائجسٹ ہے۔ میں پہلی بار ڈر کی محفل میں شرکت کررہا ہوں۔ امید ہے حوصلہ افزائی ہوگی۔ کہانیوں میں موت کی وادی رضوان قیوم، حویلی کا راز عطیہ زاہرہ، موت کا سایہ راحیل بخاری، عشق ناگن ایم الیاس، انوکھا ہمسفر مدثر بخاری، بلاعنوان عامر ملک، محافظ طاہرہ آصف، یہ تمام کہانیاں بہت پسند آئیں۔ میری طرف سے ان تمام کہانیوں کے رائٹر کو مبارکباد۔ اور تمام لکھنے پڑھنے والوں کو خلوص دل سے سلام۔ دعا ہے کہ ڈر ڈائجسٹ کا کارواں چلتا رہے۔ اور مزید ترقی کے لئے دعا گو ہوں۔

☆☆ شاہد صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید، خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے ڈھیروں شکریہ چلئے حوصلہ افزائی ہوگئی، لہٰذا امید ہے کہ آپ ہر ماہ نوازش نامہ بھیجنا بھولیں گے نہیں۔

محمد اسلم جاوید فیصل آباد سے، السلام علیکم! خیر و عافیت اور نیک دعاؤں کے ساتھ حاضر ہوں، ماہ فروری کا تازہ پرچہ دیکھ کے دل بہت خوش ہوا سرورق خوب صورت رنگوں سے سجا ہوا تھا اندر جب جھانکا تو رنگ برنگی تحریروں سے ملاقات ہوگئی۔ غزل اور خط شائع کرنے کا شکریہ، آپ کا خلوص اور نظر عنایت ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ پرچہ پہلے سے کامیابی سے ہمکنار ہے۔ اداریہ قرآن کی باتیں، تمام کہانیاں اپنی اپنی جگہ پر اچھی تھیں قوس قزح کے اشعار بہت خوب تھے غزلوں کا اپنا جدا معیار ہے، الغرض ڈر ڈائجسٹ ہر لحاظ سے کامیاب ہے۔ میری دعا ہے کہ ہمارا ڈر ڈائجسٹ خوب ترقی کرے، آئندہ ماہ پھر ملاقات ہوگی، اللہ حافظ۔

☆☆ اسلم صاحب: ڈر ڈائجسٹ کی دل کی گہرائی سے تعریف اور قلبی لگاؤ سے نوازش نامہ بھیجنے کے لئے بہت بہت شکریہ، آپ تمام قارئین سے ہر ماہ ملاقات کرکے دل کو بہت سکون ملتا ہے۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام قارئین و رائٹرز حضرات پر اپنا فضل و کرم کرے اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ڈھیروں خوشیوں سے نوازے۔

عرفان اللہ جہانگیرہ سے، السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے میں آپ سب کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے پہلی فرصت میں میرا خط شائع کر دیا۔ اپنے خط کو ڈر کے صفحات پر دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی، تب مجھے پتہ چلا کہ ڈر نہ صرف پرانے لکھاریوں کو جگہ دیتا ہے بلکہ نئے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ آپ نے حوصلہ افزائی کی اس لئے ایک دفعہ پھر شکریہ۔ یقین کریں آپ کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے میرے دل میں ڈر کا مقام مزید بلند ہو گیا ہے۔ اب ایک اور کہانی "خونی پجاری" بھیج رہا ہوں امید ہے کہ اس دفعہ بھی حوصلہ افزائی ملے گی۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف، ہماری نظر میں جو کہانیاں سب سے اچھی تھیں۔ وہ مدثر بخاری کی کہانی "انوکھا ہمسفر" اور عطیہ زاہرہ کی "حویلی کا راز" دل کو بھا گئی اس کے علاوہ پراسرار جزیرہ، محافظ اور بلاعنوان زبردست تحریریں تھیں، امتحانات سر پر آ گئے ہیں، پلیز میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اچھے نمبروں سے پاس کرے۔ انشاءاللہ آئندہ خط اور کہانی امتحانات کے بعد ارسال کروں گا۔ خونی پجاری کا شدت سے انتظار کروں گا۔

☆☆ عرفان صاحب: چلئے دوسری مرتبہ بھی آپ کا خط شائع ہو گیا۔ خوش ہو جائیں اور دل لگا کر امتحانات کی تیاری کریں، ہماری اور قارئین کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے نمبروں سے کامیاب و کامران کرے۔ مگر خط لکھنا بھولئے گا نہیں۔ شکریہ۔

میر اعوان ایبٹ آباد سے، السلام علیکم! امید ہے پورا اسٹاف خیریت سے ہوگا، جنوری کا ڈر ڈائجسٹ خاص نمبر دسمبر کے اینڈ میں مل گیا تھا۔ سب کہانیاں اچھی تھیں، عشق ناگن کہانی بہت ہی مزے کی جا رہی ہے، اس کے بعد مسکراہٹ، آسیب زدہ، ذہنی اذیت سب کہانیاں بہت ہی مزے کی تھیں۔ عثمان غنی صاحب آپ ہر ماہ کوئی نہ کوئی اسٹوری لکھا کریں، آپ کی اسٹوری بہت ہی دلکش ہوتی ہے۔ میں ایک کہانی بھیج رہا ہوں بہت جلد شائع ہو جائے گی مجھے امید ہے ڈر ڈائجسٹ میں پہلی بار لکھنے کی جسارت کی میں نے پہلے صرف پڑھتا ہی تھا۔

☆☆ میر اعوان صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں ویلکم، کہانی لکھتے رہیں، ایک دن آپ بھی رائٹر بن جائیں گے اور ہر تحریر الگ الگ کاغذ پر لکھ کر بھیجا کریں۔ اور کہانی ایک لائن چھوڑ کر لکھئے گا۔ دوبارہ کہانی لکھنے کی کوشش کریں۔

شہزاد الرحمن مردان سے، السلام علیکم! سلام کے بعد امید ہے کہ ڈر ڈائجسٹ پڑھنے والے اور لکھنے والے تمام بخیریت و عافیت ہوں گے۔ فروری کا شمارہ 20 جنوری کو ملا اور خطوط پر سرسری نگاہ ڈالی جس میں اپنا خط پا کر بہت خوشی ہوئی۔ اس پر میں ادارے کا بہت شکر گزار ہوں۔ میرے پاس شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں کہ میں کس زبان سے آپ حضرات کا شکریہ ادا کروں، اب آتے ہیں خطوط کی طرف چونکہ فروری میں ساحل دعا بخاری اور قاسم رحمان بھائی کی بر تھ ڈے ہے، میری طرف سے دونوں کو بہت زیادہ ہیپی برتھ ڈے، کہانیاں تو سب بہت اچھی تھیں لیکن مجھے عمران قریشی کی دہشت نو، قیصر جمیل کی خونی مات، ضرغام محمود کی نشان عبرت، ساحل بخاری کی موت کا سایہ، مدثر بخاری کی انوکھا ہمسفر اور طاہرہ آصف کی محافظ بہت اچھی لگیں۔ لیکن میرے اندازے کے مطابق ان کہانیوں میں "نشان عبرت" اور "محافظ" ٹاپ پر رہیں۔ قوس قزح بھی بہت اچھی رہی اس میں بلقیس خان پشاور کا شعر بہت اچھا لگا۔ غزل بھی بہت اچھے تھے لیکن اس میں فریدہ خانم لاہور اور الیاس امتیاز احمد کراچی کی غزل بھی بہت پسند آئی، ڈر کی ترقی کے لئے بہت بہت دعا گو ہوں۔

☆☆ شہزاد صاحب: خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے ویری ویری تھینکس، آئندہ ماہ بھی آپ نوازش نامہ بھیجنا بھولئے گا نہیں۔ تھینکس۔

محمد قاسم رحمان ہری پور سے، السلام علیکم! فروری کا ڈر نہیں ملا سو کوئی بھی تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں۔ میں نے آپ کو ایک کہانی ارسال کی تھی۔ "مدد" بہت ہی محنت اور انتہائی پیار و محبت سے اپنے ڈر کے لئے لکھی تھی۔ اس کے شائع ہونے کا بہت شدت سے ویٹ کر رہا ہوں۔ ساتھ ہی میں نے کچھ ماہ پہلے دو چھوٹی کہانی کالا کفن اور پراسرار سائے ارسال کی تھیں تو آپ نے کہا تھا کہ جلد شائع ہوں گی۔ اب ایک انتہائی مختصر سی تحریر "کوئی نہیں آئے گا" کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مارچ تا اپریل میں میری تحریروں کو رسالے میں جگہ دی جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو میں اپنا مکمل ناول "آسیبی کھوپڑی" ارسال کر دوں گا۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ میں ریگولر ہونا چاہتا ہوں یعنی ڈر کے لئے ریگولر رائٹر بننا چاہتا ہوں۔ اب دو ماہ کے لئے اجازت دیں کیونکہ بورڈ کا امتحان سر پر ہے۔ ڈر کی ترقی کے لئے شب و روز دعا گو۔

☆☆ قاسم صاحب: آپ کی چند صفحات کی کہانیاں ہوتی ہیں جو کہ ڈر کے ڈیڑھ دو صفحات بنتے ہیں اب آپ خود ہی بتائیں اتنی بھی چھوٹی کہانی نہیں ہونی چاہئے۔ ابھی چھوٹی کہانی ہی لکھتے رہیں، ناول نہ لکھیں، کیونکہ ناول کے لئے بہت دل گردے کا کام ہے، آپ کی شہر خوشاں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بہت زیادہ اصلاح کے بعد چھپی تھی۔ خیر ہماری اور قارئین کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیاب کرے۔

عثمان غنی پشاور سے۔ السلام علیکم، ماہنامہ ڈر ڈائجسٹ نے ماشاءاللہ ایک اور کامیابی کا سال طے کرلیا ہے۔ ابتدائی صفحات کی کہانی دہقان تو، عمران قریشی کی بہترین کہانی تھی۔ ایس حبیب عمدہ لکھ رہی ہیں، ساجدہ راجہ نے بھی میر شب لکھ کر اچھی لکھاری کا ثبوت فراہم کیا اور ایس امتیاز احمد کا صرف نام ہی کافی ہے۔ ایس امتیاز احمد کا تفصیلی تبصرہ دیکھ کر دل خوشی سے باغ و بہار ہوگیا۔ نئے رائٹروں میں راحل بخاری موت کا سایہ لے کر آئے ہیں، جو بہت عمدگی کے ساتھ راحل صاحب نے لکھی تھی۔ ویلکم نو راحل بخاری! آپ جلد سے جلد مزید کچھ نیا لکھ کر بھیجیں، شائستہ سحر نے اچھی کہانی لکھی، سب رائٹر محنت و لگن سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایم اے کاوش، اللہ آپ کے والد صاحب کو جنت عطا فرمائیں اور جلد سے جلد آپ اس سانحے سے باہر نکل آئیں۔ اور جلد سے جلد آپ اس سانحے سے باہر نکل آئیں۔ آمین۔ ایک پیاری رائٹر، بلقیس خان کی برتھ ڈے ہے، اسے وش نہ کرنا زیادتی والی بات ہوگی۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو بلقیس خان، اللہ آپ کو ایسی ہزاروں خوشیاں نصیب فرمائیں، اور آپ کو خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ ڈر کے سب قارئین کو سلام و دعا، آپ شیلی مائی سسٹر ساحل دعا بخاری، آپ زیادہ غیر حاضر ہورہی ہیں اور آپ کے بنا محفل پھیکی پھیکی سی لگتی ہے۔ پلیز فروری میں آپ کا خط دیکھ کر دل کو ٹھنڈک ملی، آپ ہر ماہ کچھ نہ کچھ اپنے قارئین سے کہہ دیا کریں۔ اور آخر میں اتنا کہنا چاہوں گا۔ سب دوست خوش و خرم رہیں اور زندگی کو اچھے طریقے سے آگے بڑھائیں۔ ہر کسی کی ترقی اور خاص طور سے ڈر ڈائجسٹ کی ترقی کے لئے دعا گو ہوں۔

☆☆ عثمان صاحب: کوشش اور زیادہ کوشش کریں کہ آپ بھی بہت اچھا اور نامور لکھاری بن جائیں اور آپ کی کہانی ''خواہش ناتمام'' کمپوز ہوچکی ہے۔ آئندہ ماہ ضرور جلوہ گر ہوگی۔ پلیز ! ویٹ!

مدثر بخاری شہر سلطان سے۔ پھر بہت خلوص کے ساتھ ایک بار بزم یاراں میں حاضر ہیں! جہاں دھنک کے سارے رنگ، بارش جیسی برستی محبت، تراشے ہوئے رشتے چھاؤں جیسے میٹھے لوگ، مہکتی کلیاں، لطیف جذبات سے سجائے دل...... ! ان تمام فرینڈز کا دلی شکریہ! جو میری ناپختہ تحریروں کو پڑھتے ہیں، سراہتے ہیں اور میرے مزید لکھنے کی وجہ بنتے ہیں۔ ایک شوق ہے جو لکھنے پر مجبور کرتا ہے ورنہ ہم تو اس قابل ہی نہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ انسان زندگی بھر مکمل نہیں ہوسکتا۔ ادھورا ہی رہتا ہے۔ نہ تو مکمل سیکھ پاتا ہے اور نہ سمجھ پاتا ہے...... قدرت کے راز وسیع ہیں ہماری محدود عقل ان ننھی چیزوں کو سمجھ ہی نہیں پاتی...... فروری کا ڈر 22 جنوری کی دلکش صبح کو موصول ہوا، سرورق دیدہ زیب، واقعی وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ.. ! خطوط کی محفل میں سارے خطوط ہی اچھے تھے۔ .... ضرغام صاحب کا پرتڑ وقت پاگیا۔ افسوس...... امتیاز صاحب نے کمال کردیا...... ساری قسمیں اور معروفیات توڑ چھوڑ کر مستقل طور پر تبصرہ لکھنا شروع کردیا۔ کاشف بھائی رنجیدہ نظر آئے تو میں کہوں گا کہ ڈر ہر کسی کی برابر عزت کرتا ہے۔ محنت کرتے جائیں اور دیکھیے گا ایک دن آپ بھی کامیاب ہوجائیں گے۔ انشاءاللہ۔ قاسم رحمان نے طاہرہ آصف کو عطیہ زاہرہ کا پارٹ نو قرار دے دیا، واہ بھئی واہ، مکمل طور پر تو نہیں، مگر کچھ کچھ اتفاق ضرور ہے ان سے ..... طاہرہ بلاشبہ اچھا لکھتی ہیں، عطیہ کی گرفت کہانی پر زیادہ مضبوط ہے۔ .. عمران قریشی دہقان تو پر مسکراتے، ڈراتے نظر آئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ عمران کو لکھنے کا فن خوب آتا ہے۔ جس کا وہ بھرپور استعمال کررہے ہیں۔ شائستہ سحر بے شک جیسے ڈراؤنے موضوع پر لکھ کر ثابت کردیا ہے کہ محبت کی کشتی میں پہلا سوراخ شک کا ہوتا ہے..... اور سوراخ ہونے کے بعد محبت کی کشتی ڈوب جاتی ہے۔... پراسرار سانپ، خلیل جبار، کوشش اچھی رہی۔ ساجدہ راجہ نے میر شب لکھ کر ثابت کیا کہ وہ کسی سے کم نہیں۔ بلاشبہ ڈر میں لڑکیوں کا ہاتھ مضبوط ہے۔ عطیہ زاہرہ حویلی کا راز بتاتی نظر آئیں..... بہت خوب..... راحل بخاری موت کا سایہ کے ساتھ نظر آئیں۔ بہادری کی مثال قائم کی آپ نے..... انداز تحریر جاندار مگر اشعار سے بھرپور وہ کیوں جی، پاکستان کی تاریخی ہجرت اور پھر طاہرہ آصف نے محافظ کو جس انداز سے describe کیا، جواب نہیں طاہرہ جی.... اچھا جی..... ایک خصوصی شکریہ ادا کرنا ہے آپ کا...... میری نظم شائع کرنے کا..... مجھے تو یاد ہی نہیں تھا کہ میں نے نظم بھی بھیجی تھی آپ کو...... اتو کا ہمسفر لگانے کا شکریہ..... میری کہانیاں تو موجود ہیں آپ کے پاس، جو وقت کے ساتھ لگتی رہیں گی، ان کی کوئی فکر نہیں، البتہ میرا خط اور غزلیں، نظمیں بھی آپ کو ملتی رہیں گی۔ انشاءاللہ۔ میری ساری دعاؤں کا مرکز ہو تم...... ڈر تم پھولو، پھلو، آمین سانسوں میں رہی روانی تو ہوگی ملاقات آئندہ.....

☆☆ مدثر صاحب: قلبی لگاؤ سے لکھا ہوا تبصرہ پڑھ کر خوشی ہوئی، کہانی شامل اشاعت ہے، آئندہ ماہ بھی نوازش نامہ کا انتظار رہے گا۔

☆☆

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تہی دست

ملک این اے کاوش۔ سلانوالی سرگودھا

نوجوان بدلتے منظر کو انگشت بدنداں دیکھ رہا تھا کہ پھر اچانک ایک اور بھیانک منظر اس کی نظروں کے سامنے آیا، خوفناک چہروں والی بلائیں اس کی طرف لپکنے لگیں جیسے اسے کچا ہی چبا ڈالیں گی اور پھر......

ایک جنونی کا عبرتناک واقعہ جو کہ گھر کا رہا نہ گھاٹ کا، لہولہان اور خوفناک دل گرفتہ کہانی

حقیقت کو جھٹلانا ممکن نہیں ہے لیکن پھر بھی ہم حقیقت سے انکاری کیوں ہوتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیشہ ہم ان خواہشات کے پیچھے دوڑتے ہیں جن کے پورے ہونے تک ہم اپنی زیست سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ سرابوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے ہم حقیقت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ایک دن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گمراہی کے راستوں پر چلنے لگ جاتے ہیں۔ جب خواہشات کی تکمیل میں خالق کائنات کی طرف سے دیر ہوتی ہے تو ہم جذبات کے گھوڑے پر بیٹھ کر ہوش وحواس سے بیگانے ہو کر اندھیروں میں کھو جاتے ہیں اور جب آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں تو خود کو دکھ درد کے دروازے کے پاس ایستادہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، واپسی کے تمام تر راستے مفقود پڑ جاتے ہیں۔ ''دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا'' کے مترادف ہم کہیں کے نہیں رہتے۔

نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے، نہ ادھر کے رہے

میرا نام ملک علی زمان ہے۔ شاہ صاحب نے رکھا تھا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کون شاہ صاحب تو ان کا مختصر سا تعارف کروائے دیتا ہوں۔ شاہ صاحب ہمارے پیر صاحب تھے۔ میرے آباؤاجداد، شاہ صاحب اور ان کے آباؤاجداد کے مرید چلے آرہے ہیں۔ میں اپنے والدین کا اکلوتا ہوں۔ میری پیدائش پر بہت کچھ غریبوں میں بانٹا گیا تھا۔ لوگ ابا کے بڑے گرویدہ تھے۔ پیسے کی ریل پیل تھی۔ ضروریات زندگی کی ہر چیز گھر میں میسر تھی۔ ملازموں کی گنتی بے شمار تھی۔

میرے دادا ملک رحیم بخش بہت اللہ والے تھے۔ جب وہ قریب المرگ تھے تو انہوں نے ابا کو نصیحت کی تھی کہ ''کبھی بھی اپنی جائیداد، پیسے اور جاہ وجلال پر گھمنڈ نہیں کرنا۔ غرباء ومساکین کو نگاہ حقارت سے نہ دیکھنا۔ خلق خدا کی جس حد تک ممکن ہو مدد کیا کرنا اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔'' اور پھر واقعی ابا نے اپنے ابا کا حکم مانا۔ ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ ہماری زمینیں سونا اگلتی تھیں۔ اندرون وبیرون سب کچھ جاتا تھا۔ ہمارے پاس اللہ پاک کا دیا اتنا کچھ تھا کہ سات پشتیں بنا کچھ کیے دونوں ہاتھوں سے لٹاتی رہتیں تو کم نہ پڑتا۔

میرے ابا سیدھے سادھے سے انسان تھے۔ شریف النفس اور احساس مند لیکن نبھانے میں کس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

پڑ گیا تھا۔ مجھے غریبوں سے بڑی نفرت تھی۔ خاص کر ملازم اور ملازمائیں جو میری طرف بڑی حسرت بھری نگاہ سے تکتی تھیں۔ خدائے بزرگ و برتر نے مجھے حسن کی دولت سے نوازا تھا اور شاید یہ اسی کا گھمنڈ تھا کہ میں کسی کو منہ تک لگانا گوارہ نہ کرتا تھا۔ میری خواہشیں بہت بڑی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ پوری دنیا مجھے جان لے۔ ہر کس و ناکس کی زبان پر میرا نام ہو۔ میں اتنا مشہور ہونا چاہتا تھا کہ گاؤں کی زندگی سے نکل کر شہر میں آ گیا۔

میٹرک میں نے اچھے نمبروں سے پاس کیا اور پھر ایک پرائیویٹ کالج میں ایڈمشن لیا۔ یہ کالج شہر کا مشہور و معروف اور مہنگا کالج تھا۔ اس کالج میں صرف وہی اسٹوڈنٹس ایڈمشن لے سکتے تھے جن کے ہاں پیسے کی ریل پیل ہو، پیسے سے کمزور کو تو اسے حسرت کی نگاہ سے دیکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں نے ابا کو کہہ کر ایک بلٹ پروف گاڑی رکھی ہوئی تھی یہی نہیں اپنی شخصیت کو عیاں کرنے کے لیے میں نے اپنے ساتھ تین گارڈز رکھے ہوئے تھے اور پھر میں نے محسوس کیا کہ میں جیسے ہی کالج میں آتا تھا ہر کس و ناکس کی آنکھیں مجھ پر ٹک جاتی تھیں۔ مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ غرور کی چادر میں نے اوڑھنی شروع کر دی تھی۔

میں جہاں بھی جاتا میرے گارڈز میرے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ ابا مجھ سے اس بات پر کافی نالاں تھے کہ ہم کونسا دشمنی والے لوگ ہیں جو تم اپنے ساتھ گارڈز رکھتے ہو لیکن میں صرف ایک ہی بات کہتا تھا کہ "بات دشمنی کی نہیں پیسہ ایمان تک چھین لیتا ہے۔" اور شہر کے لوگ تو ہوس کے مارے ہوتے ہیں پیسے کی خاطر تو جان تک لینے سے دریغ نہیں کرتے۔" ابا اس بات سے خاصے مطمئن ہو گئے تھے۔ میں نے ہاسٹل میں جان بوجھ کر رہائش رکھی تھی حالانکہ شہر میں اپنی چار پانچ ایک سے بڑھ کر ایک کوٹھیاں تھیں لیکن میں ہاسٹل میں رہنے والے اسٹوڈنٹس پر اپنا رعب جمانا چاہتا تھا۔

انہی دنوں کالج میں ایک نوجوان نے ایڈمشن لیا۔ وہ شکل سے بہت معصوم اور بھولا بھالا دکھتا تھا۔ نجانے اس کی شکل میں ایسی کیا کشش تھی کہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو بغور دیکھنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ جب وہ کالج میں آتا تھا تو اس کے ساتھ آٹھ دس گاڑیوں میں جدید اسلحے سے مسلح گارڈز ہوا کرتے تھے۔ لیکن وہ کالج کے باہر اسے چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے۔ حالانکہ میرے ساتھ آنے والے گارڈز چھٹی تک باہر مستعد ایستادہ رہتے تھے۔ وہ پہلے دن ہی اسٹوڈنٹس میں کافی گھل مل گیا تھا۔ جبکہ میں اس کی نسبت ہر وقت غرور و گھمنڈ کی چادر اوڑھے رکھتا تھا۔

اس کی پرسنالٹی بھی مجھ سے کئی گنا زیادہ تھی۔ کالج کی خوبصورت سے بدصورت تک لڑکی اس کے ساتھ ہوتی تھی۔ وہ سٹوڈنٹس کے ساتھ بہت اچھے سے رہتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ جلد ہی کالج میں اسٹوڈنٹس سے لے کر اساتذہ تک کا پسندیدہ سٹوڈنٹ بن گیا تھا اور اس کی یہی خو میرے اندر نفرت کی آگ کے آلاؤ جلانے لگی تھی۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کی گردن مروڑ ڈالوں۔

صبا نورین کالج کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی جس کے لیے میرے دل کے گلشن میں محبت کے پھول کھلنے لگ گئے تھے۔ لیکن اس لڑکی کی آنکھوں میں اس لڑکے کے لیے ابھرتی محبت کو دیکھ کر میں جل بھن کر رہ گیا تھا۔ اور اب کی بار میں نے اس لڑکے کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے پلان بنانا شروع کر دیا۔ جلد ہی مجھ پر آشکار ہو گیا کہ وہ لڑکا جس کا نام محمد اصغر تھا۔ وہ مجھ سے کئی درجے زیادہ امیر کبیر تھا۔ میرے ابا کے پاس ستر اسی مربع زمین تھی جبکہ اس کے ابا کے پاس تو گنتی ہی نہ تھی۔ اندرون و بیرون ان کے کاروبار چل رہے تھے۔ کئی فیکٹریوں اور ملوں کے وہ مالک تھے۔ اس کے ابا کے ملک کے اندر کئی فائیو سٹار ہوٹلز بھی چل رہے تھے۔ یہی نہیں امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بھی تھا۔ نجانے کیا کیا ان کے کاروبار تھے میں تو حیران و ششدر رہ گیا تھا۔

Scanned By Bookstube

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

صبا نورین کا باپ ایک سکن اسپیشلسٹ ڈاکٹر تھا۔ شہر کا مشہور و معروف ڈاکٹر جسے ہر شخص جانتا تھا۔ صبا نورین حقیقت میں بہت خوبصورت تھی۔ اس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ گوہر ہائے آبدار تھی۔ عشق کی وادی سے آئی ایک خوبصورت تتلی۔ دور فلک سے ٹوٹ کر زمین پر کرنیں بکھیرنے والا ایک چمکتا ہوا ستارہ۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ میں اس کی تعریف کن الفاظ میں کروں۔

☆......☆......☆

میں تین ماہ بعد گھر آیا تو گھر میں جیسے خوشیاں لوٹ آئی تھیں۔ اماں اور ابا کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ لیکن میرا دل اب گاؤں کی فضا میں نہیں لگتا تھا۔ ایک ایک سیکنڈ ایک ایک سال کے برابر دکھائی دے رہا تھا۔ صبا کا دل موہ لینے والا چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا اور دل کرتا کہ ابھی اڑ کر اس کے پاس چلا جاؤں۔ اب کی بار میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جیسے ہی واپس گیا تو صبا سے اظہار محبت کروں گا اور اگر اس نے اگنور کیا تو اسے بتاؤں گا کہ میں کیا چیز ہوں کیونکہ میں جس چیز کو پانے کی خواہش کرتا ہوں اگر وہ مجھے نہ ملے تو دوسروں سے چھین لیتا ہوں، اس کے لیے چاہے مجھے اس کی جان ہی کیوں نہ لینی پڑ جائے۔

غرور و گھمنڈ کی چادر میں لپٹا میں ملک علی زمان نجانے ایک لڑکی کی وجہ سے کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ گاؤں میں واپس آئے میری پہلی رات کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دل مضطرب ساری رات صبا کی یاد میں لگی آتش عشق میں سلگتا رہا۔ سچ بتاؤں تو ایک بار تو آنکھیں نم آلود ہو گئی تھیں۔ نجانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ اس دو ٹکے کی لڑکی نے نجانے مجھ پر ایسا کیا سحر کر دیا تھا کہ میں اپنا آپ یکسر فراموش کر چکا تھا۔ میں اپنی ذات سے بے گانہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس سے قبل کہ مچھلی جال میں پھنسنے کی بجائے کسی اور کے جال میں پھنس جاتی مجھے اپنا کام کر دکھانا چاہیے تھا۔

محمد اصغر کے آنے سے قبل جو اپنائیت میں نے صبا کی آنکھوں میں اپنے لیے دیکھی تھی اس سے کئی گنا زیادہ اپنائیت اب اصغر کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اور یہی بات مجھے مرغ بسمل کی طرح تڑپائے جا رہی تھی۔ ماہئی بے آب کی سی کیفیت سے دوچار میں نے علی الصبح اٹھ کر واپسی کے لیے رخت سفر باندھنا شروع کیا تو سب نے ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو کر مجھے دیکھا۔

''پتر کیا بات ہے کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔؟'' اماں جو حیرت کا مجسمہ بنی مجھے تک رہی تھیں بالآخر بول پڑیں۔

''اماں ہمارے فائنل ایگزامز ہونے والے ہیں اور زیادہ چھٹیاں کر نہیں سکتا۔ اب آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ میں پڑھوں گا نہیں تو سب سے پیچھے رہ جاؤں گا۔۔۔۔'' میں نے بناوٹی مسکراہٹ لبوں پر عیاں کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن پتر کل تو تو کہہ رہا تھا کہ تجھے پورے ہفتے کی چھٹیاں ملی ہیں۔۔۔۔؟'' اب کی بار ابا نے لقمہ دیا۔ نجانے کیوں میرا دل کر رہا تھا کہ زور زور سے چلاؤں اور انہیں کہوں کہ مجھے واپس جانے دو میں صبا نورین کے بغیر نہیں رہ سکتا جب تک اس کا مکھڑا آنکھوں کے سامنے نہ آئے کسی کام میں من نہیں لگ رہا تھا۔ شاید میری کیفیت کو اماں نے بھانپ لیا تھا۔

''پتر کیا بات ہے کوئی مسئلہ تو نہیں ہے کسی نے کوئی بات تو نہیں کی۔۔۔۔؟'' اماں نے میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوال داغا پھر ابا کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ''کہیں آپ نے تو میرے پتر کو کچھ نہیں کہا۔''

''کیسی بات کر رہی ہو زلیخا بھلا میں اپنے پتر کو کیا کہوں گا۔۔۔۔'' ابا اماں دونوں کی آنکھیں مجھ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"پتر کیا بات ہے بتاؤ تو۔۔۔۔۔؟" اماں نے ایک بار پھر وہی سوال دہرایا۔

اماں میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھ سے آگے بڑھ جائے اور پھر آپ کی بھی تو خواہش ہے کہ میں پڑھ لکھ کر ایک بڑا افسر بنوں یوں مشٹنڈوں اور لوفروں کی طرح چھٹیاں کرتا رہا تو فیوچر داؤ پر لگ جائے گا۔ عادت پڑ جائے گی چھٹیوں کی تو کیا کروں گا۔۔۔۔۔" میرا یہ تیر نشانے پر جا لگا۔ ابا نے میری اس بات پر ساتھ دیا۔

"ہاں زلیخا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے دیکھو تو کتنا چاؤ ہے ہمارے پتر کو پڑھنے کا تم دیکھنا وہ دن دور نہیں جب ہمارا پتر ہماری دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنائے گا۔۔۔۔" ابا کی بات سے اماں مطمئن تو نہ ہوئیں لیکن دوبارہ کوئی سوال بھی نہ کیا اور پیچھے ہٹ کر صوفے پر براجمان ہو گئیں۔

میں اماں ابا سے بلائیں لیتا فوراً سے بھی پیشتر وہاں سے نکلا۔ نو بجے کالج ٹائم تھا اور ابھی آٹھ بجے تھے۔ آدھے گھنٹے میں، میں نے ہاسٹل میں پہنچ جانا تھا اور پھر آرام سے تیار ہو کر میں کالج جا سکتا تھا۔ میری گاڑی فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔ ڈرائیور کے علاوہ آج میرے ساتھ دو گارڈ تھے۔ تیسرے گارڈ کو میں ہاسٹل میں ہی چھوڑ آیا تھا تاکہ میری عدم موجودگی میں ہر چیز کی دیکھ بھال کرے۔ شہر میں داخل ہوئے تو پہلے اشارے پر رکنا پڑ گیا تھا۔ اشارہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے۔ میں ایسے ہی ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا تبھی میری نگاہیں ایک طرف لگے ایک سائن بورڈ پر جا ٹکیں۔ وہ کسی عامل نے لگوایا تھا۔ میں نے صرف یہی پڑھا کہ "دنیا کا کوئی بھی ایسا کام نہیں جو ممکن نہ ہو، محبوب آپ کے قدموں میں، دشمن آپ کے تلوے چاٹنے پر مجبور" مزید اس سے آگے پڑھنے سے قبل ہی اشارہ کھلا اور گاڑی چل پڑی۔

☆......☆......☆

میں کالج پہنچا تو ایک نئی نوید سننے کو ملی۔ ہمارے کالج کا ایک ٹرپ لاہور شہر جا رہا تھا۔ جس کے لیے پرنسپل صاحب نے کہا کہ جو جو جانا چاہتا ہو اپنا اپنا نام لکھوائے۔ مجھے پتا چلا کہ صبا نورین اور باقی دیگر اسٹوڈنٹس بھی جا رہے ہیں تو میں نے جھٹ پٹ اپنا نام لکھوا دیا۔ اب اس سے سنہری موقع اور کونسا ہو سکتا تھا۔ لاہور جیسے خوبصورت شہر میں، میں صبا نورین کو پرپوز کرنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری پرسنالٹی سے مرعوب ہو کر صبا میرے پرپوزل کو فوراً قبول کرتے ہوئے مجھے اپنا جیون ساتھی بنانے میں تاخیر نہیں کرے گی۔

ٹھیک تین دن بعد ہم سب ٹرپ پر جانے کے لیے تیار تھے۔ کالج انتظامیہ نے ہمیں اپنی سیکورٹی لے جانے سے منع کر دیا۔ سیکورٹی کا انتظام کالج کی طرف سے کیا گیا تھا۔ کالج کی دو بسوں میں ہم سب اسٹوڈنٹس لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ میں اسی بس میں سوار ہوا تھا جس کے اندر صبا نورین تھی۔ صبا اور محمد اصغر دونوں ہی ویسے تو میرے کلاس فیلو تھے۔ ہماری کلاس کے جو جو سٹوڈنٹس ٹرپ پہ جا رہے تھے تقریباً سب اسی بس میں سوار تھے۔ میرے ساتھ اتفاق سے محمد اصغر بیٹھ گیا تھا۔ میرا دل کر رہا تھا کہ یہیں بیٹھے بیٹھے اس کا گلا دبا دوں۔

"کیسے ہو برادر۔۔۔۔۔؟" اچانک میری قوت سماعت سے اس کے لفظ ٹکرائے تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے لبوں پر دوستانہ مسکراہٹ جلوہ گر تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا، جواباً میں نے بھی زیرلب مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ اندر سے تو میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا تھا۔

"کیسے ہو مسٹر اصغر۔۔۔۔۔؟" میں نے لفظوں کو چباتے ہوئے ادا کیا۔ لیکن اس نے میری کسی بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایک ایسا جواب دیا جسے سن کر میں انگشت بدنداں رہ گیا۔

"میرے بھائی میں ٹھیک ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ صبا نورین تمہاری بہت تعریفیں کر رہی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھی کہ بہت اچھے انسان ہو دوسروں کے منہ سے اپنی تعریفیں نکلوانا بہت مشکل ہوتا ہے۔لیکن یہ سب کچھ تو انسان کے کردار پر منحصر ہے انسان کا جیسا کردار ہوتا ہے ویسی ہی لوگ اس کے بارے میں گفت وشنید کرتے ہیں۔۔۔۔۔اصغر کا ایک ایک لفظ مجھے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کرنے کے لیے کافی تھا۔مجھے اپنی قوت سماعت پر یقین نہیں ہو پا رہا تھا کہ واقعی اصغر جو کچھ کہہ رہا ہے حقیقت پرمبنی ہے یا اپنے پلے سے کہہ رہا ہے۔

"میرے آباؤ اجداد کی بھی لوگ بہت تعریفیں کرتے ہیں۔۔۔۔۔" میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ سن کر حیران و ششدر رہ جاؤ گے کہ میں تمہارے آباؤ اجداد کو اور تمہارے گھر کے ایک ایک فرد کو جانتا ہوں۔۔۔۔" اصغر نے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر میں انگشت بدنداں رہ گیا۔

"واٹ یو مین۔۔۔۔۔؟" میں نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

"میں تمہاری ہی فیملی سے ہوں۔میرے ابو اور تمہارے ابو آپس میں کزن لگتے ہیں۔اور ان کی مناسبت سے ہم دونوں بھی آپس میں کزن ہوئے۔۔۔" اصغر نے زیرلب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر ابا نے کبھی بتایا نہیں تم لوگوں کے بارے میں۔۔۔۔؟" میں نے سوالیہ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اب کی بار اپنے والدین سے جا کے پوچھنا کہ ملک ظہراب حسین آپ کے کیا لگتے ہیں۔۔۔۔؟" اس نے متواتر زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔تو میں نے جواباً سر ہلا۔

"اصل میں زندگی کی بھاگ دوڑ میں اب ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے کے لیے وقت ہی کہاں نکلتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ابا بھی علی الصبح اٹھتے ہیں اور رات گئے تک کاموں میں ایسے الجھے رہتے ہیں کہ سر کھجانے تک کی فرصت نہیں ملتی۔۔۔۔" میں نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

ہم کالج سے آٹھ بجے چلے تھے اور دوپہر بارہ بجے ہم مطلوبہ ہوٹل میں بیٹھے پیٹ پوجا کر رہے تھے۔ٹرپ کی خوشی میں کسی نے بھی کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔کھانے سے فراغت پانے کے بعد ہم سب سے پہلے چڑیا گھر کے لیے تیار ہوئے۔چڑیا گھر میں لوگوں کا ہجوم تھا۔میری تمام تر توجہ صبا نورین پر تھی کہ وہ کسی پل مجھے اکیلی دکھائی دے اور میں اس سے اظہار الفت کرسکوں لیکن ایسا موقع میسر ہی نہیں آرہا تھا۔چڑیا گھر سے ہم بادامی باغ گئے اور پھر داتا دربار حاضری دینے کے بعد شاہی مسجد اور شاہی قلعے کا پروگرام بنا۔

شاہی مسجد میں سے ہو کر جب ہم شاہی قلعہ میں داخل ہوئے تو مجھے صبا نورین اکیلی مل گئی۔وہ پیچھے رہ گئی تھی اور تقریباً دوڑتی ہوئی آرہی تھی، جب میں نے اسے پاس سے گزرتے وقت بازو سے پکڑا تو وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر کھڑی ہوگئی۔اس کی کھا جانے والی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہو چکی تھیں۔میں اطراف سے بے گانہ ہو چکا تھا۔میں بنا کچھ سوچے سمجھے نجانے کیا کیا کہتا چلا گیا اور پتہ تب چلا جب ایک زوردار طمانچہ میرے گالوں پر پڑا تو میرے جیسے پیروں تلے سے زمین ہی کھسک گئی۔

"شکل سے تم جتنے اچھے دکھائی دیتے ہو مگر حقیقت میں اس سے کئی گنا زیادہ گھٹیا انسان ثابت ہوئے ہو،تمہاری جرأت کیسے ہوئی،مجھ سے ایسی زبان میں بات کرنے کی۔تم جیسے امیر والدین کی بگڑی اولادوں کو مجھے سبق سکھانا آتا ہے مسٹر (انگلی ہوا میں لہراتے ہوئے) آئندہ اگر میرے راستے میں بھی آئے تو جان سے مار ڈالوں گی۔۔۔۔۔اتنا کہہ کر وہ بھاگتی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہوئی شاہی قلعہ میں داخل ہوئی جبکہ میں اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھے وہیں ایستادہ رہا۔ یہ تو شکر کہ کالج کے کسی بھی سٹوڈنٹ یا ٹیچر نے یہ سب نہیں دیکھا تھا لیکن وہاں سے گزرتے کئی لوگوں نے دیکھا تھا۔

"ایسے گندے ذہنیت والوں کا ہونا بھی یہی چاہیے۔ دوسروں کی عزت کو اپنی عزت ہی نہیں سمجھتے۔ کتنے گھٹیا لوگ ہوتے ہیں یہ۔۔۔۔" نہ جانے یہ کس کے الفاظ تھے جو میری قوت سماعت سے ٹکرائے تھے۔ یہ تو جانتا تھا کہ کسی عورت کے ہیں مگر اتنی جسارت نہ تھی کہ نگاہ اٹھا کر اس عورت کو دیکھ سکوں۔

دل کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی تھی۔ ایک دو ٹکے کی لڑکی نے مجھے ،ملک زمان علی کو طمانچہ مارا تھا۔ اس کا تو میں وہ حال کروں گا کہ اس کی روح تک کانپ اٹھے گی۔ میں قلعہ کے اندر جانے کی بجائے باہر سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گیا۔ دل میں ایک عجیب ہی وہم کا جنم لے چکا تھا کہ اگر صبا نورین نے کالج انتظامیہ سے شکایت کردی تو مجھے فوراً سے بھی پیشتر کالج سے خارج کردیا جائے گا اور اگر یہ خبر میرے گھر والوں کو ملی تو ان پر کیا گزرے گی۔ لیکن ایسا کچھ نہ ہوا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک مجھے اپنے کندھوں پر کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔

میں نے فوراً نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو وہ کوئی اور نہیں اصغر تھا۔ جو حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے کے انداز نے میرے قلب میں کھٹکا پیدا کیا کہ کہیں صبا نے اسے سب کچھ بتا تو نہیں دیا۔

"ارے یار نجانے کیسے انسان ہو تم بھی۔ تم یہاں بیٹھے ہو اور میں وہاں سب سے پوچھتا پھر رہا ہوں کہ علی زمان کہاں ہے وہ تو صبا نے بتایا کہ تم باہر موبائل پر کسی سے گپ شپ میں مصروف ہو۔۔۔۔" اصغر نے ایک ہی سانس میں بات پوری کی۔ لیکن اس کی بات سن کر میں چنداں مطمئن ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے علی تم کچھ مضطرب دکھائی دے رہے ہو۔؟"

اصغر نے میرے پاس ہی سیڑھیوں پر بیٹھتے ہوتے ہوئے پوچھا۔ نجانے کیوں میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا اور میری آنکھوں میں چمکتے گوہر ہائے آبداروں کو اصغر نے دیکھ لیا۔ میں نے جتنا چاہا اس سے اپنی کیفیت کو پنہاں رکھوں لیکن نہ رکھ سکا یہ آنسو بھی بڑے بے رحم ہوتے ہیں جب چاہے آنکھوں سے چھلک پڑتے ہیں۔

"کچھ نہیں یار پتہ نہیں یہ دل یکبارگی اتنا پریشان کیوں ہو گیا۔۔۔۔؟" میں نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

ارے تم تو رو رہے ہو۔ لگتا ہے گھر والے یاد آرہے ہیں۔۔۔۔" اصغر نے ہونٹ بسورتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو اٹھو دیکھو تو یہ شاہی قلعہ مغل حکمرانوں کی یادیں تازہ کرتا ہے۔ کیا کیا دیکھنے کو ہے اس کے اندر آؤ میرے ساتھ۔"

اصغر نے زبردستی مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ میں جس شخص کے لیے اپنے دل میں کدورت کے جذبات رکھتا تھا وہ حقیقت میں کس قدر اچھا انسان تھا۔ مجھے اپنی سوچ پر حیرت ہوئے جا رہی تھی۔ وہ میرا کتنا خیال رکھ رہا تھا اور میں تھا کہ متواتر اس کے لیے اپنے دل میں نفرت کے جذبات پیدا کر رہا تھا۔ میں کتنا غلط انسان ہوں اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا تھا۔

☆......☆......☆

ٹرپ سے واپسی پر ہم سب بہت تھکے ہوئے تھے۔ میں اپنے ہاسٹل میں جانا چاہتا تھا لیکن اصغر زبردستی مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ اس کا گھر کیا تھا بہت ہی شاندار عمارت تھی۔ دور سے ہی وہ دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ اصغر نے بتایا کہ اس کی تعمیر پر پانی کی طرح پیسہ بہایا گیا تھا۔ یہ کوٹھی دو کنال زمین کے اوپر کھڑی کی گئی تھی۔ علاوہ ازیں مین گیٹ سے اس کوٹھی تک جانے کے لیے پوری ایک کنال جگہ چھوڑی گئی تھی۔ مین گیٹ کے بالکل سامنے پورچ بنایا گیا تھا۔ جب کہ دونوں طرف ہریالی ہی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہریالی دکھائی دیتی تھی۔ ایک طرف تو بالکل ہی جیسے ایک نہایت ہی خوبصورت باغیچہ بنایا گیا تھا جبکہ دوسری طرف بیٹھنے کے لیے گھاس لگا کر جگہ بنائی گئی تھی اور پھولوں کی کیاریوں میں لگے قسم قسم کے پھولوں کی خوشبو سے ماحول بہت معطر رہتا تھا۔

گاڑی پورچ میں رکی تو دو ملازم دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں نے گاڑی کے دونوں فرنٹ ڈور کھولے۔ ہم باہر نکلے اور اصغر کے ساتھ میں اس کے گھر میں داخل ہوا۔ گھر کیا تھا جتنی تعریف کی جائے کم تھا۔ اندر ایک کھلائی وی لاؤنج تھا جس کے اندر رنگا رنگ کے صوفے لگائے گئے تھے۔ دو اطراف سے فرسٹ فلور پر زینے چڑھ رہے تھے اور اوپر کمرے بنائے گئے تھے۔ نیچے بس چند ہی کمرے دکھائی دے رہے تھے۔ پورے گھر میں دبیز تہہ کا نہایت ہی خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔

اصغر نے مجھے صوفے پر بیٹھایا اور خود اوپر چلا گیا تھا۔ شاید اپنے والدین کو بلانے گیا تھا۔ میں تب تک صوفے پر براجمان اطراف کا جائزہ لینے کی سعی کررہا تھا۔ دیواروں پر جابجا پردے لٹکے ہوئے تھے جبکہ ایک طرف ایک بڑی سی اسکرین ٹی وی دیوار میں ہی نصب تھا۔ میں سادہ لوح دیہاتی کیا جانتا تھا کہ محل کیسے کہتے ہیں۔ یہ کوٹھی حقیقت میں کسی محل سے کم نہ تھی۔ صوفے اتنے نرم وگداز تھے کہ یوں لگ رہا تھا جیسے، میں اندر ہی اندر دھنستا چلا جارہا ہوں۔ دیواروں پر نہایت ہی دلکش ہاتھ سے بنائی گئی تصویریں آویزاں کی گئی تھیں۔

قبل اس کے کہ میری نگاہیں مزید اطراف کا جائزہ لیتیں میری نگاہ زینے پر پڑی جہاں اصغر اپنی فیملی کے ساتھ نیچے اتر رہا تھا۔ فیملی کیا تھی اس کے والدین اور ایک بہن۔ انہیں آتا دیکھ کر میں فی الفور ایستادہ ہوگیا۔ اس کے والدین مجھ سے بہت پیار سے ملے۔ میرے والدین کا حال دریافت کیا۔ اصغر کا ابا تو بڑا ہی باتونی تھا۔ بچپن کی باتیں لے بیٹھا اور اپنی باتیں سنانے لگ گیا۔ جلد ہی ایک ملازم نے آکر بتایا کہ کھانا لگ گیا ہے تو میں بھی ان کے ساتھ اٹھ کر ڈائننگ روم میں گیا۔ ایک بڑے سے ٹیبل کے گرد کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ ہم سب ان پر براجمان ہوگئے۔

نجانے کتنی قسموں کے کھانے تھے۔ کچھ ڈشز تو ایسی تھیں جن کے نام تک سے میں آشنا نہیں تھا۔ لیکن جو ہاتھ آتا گیا کھاتا چلا گیا۔ ہر کھانا دوسرے سے زیادہ لذیز تھا۔ کھانا کھانے کے بعد میں اصغر کے ساتھ اس کے روم میں چلا آیا۔ کچھ دیر گفت وشنید کے بعد ہم دونوں سوگئے۔ اس وقت شاید رات کے نو دس کا ٹائم تھا۔ میں تو ایسے گھوڑے بیچ کے سویا کہ صبح دیر سے آنکھ کھلی۔ اصغر روم میں نہیں تھا۔ میں اٹھا اور غسل خانے میں گھس گیا۔ جب فریش ہوکر باہر نکلا تو اصغر کو اپنا منتظر پایا۔ مجھے دیکھ کر وہ زیرلب مسکرادیا۔

"جلدی کرو صاحب بہادر کالج سے لیٹ ہورہی ہیں صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے۔۔۔۔۔" اصغر نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔ تو میں نے جلدی سے بالوں میں کنگھی کی اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد ہم جلدی سے کالج پہنچ گئے۔

☆......☆......☆

صبا نورین تو اب مجھ سے ایسے دور دور بھاگتی تھی جیسے وہ میرے قریب آئی تو میں اسے کچا ہی چبا ڈالوں گا۔ میرے دل میں آئے دن اس کے لیے محبت بڑھتی چلی جارہی تھی جبکہ وہ متواتر اصغر میں انٹرسٹڈ تھی۔ تبھی ایک دن خلوت کے لمحات میں بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں اس عامل کے سائن بورڈ والے الفاظ ظاہر ہوئے تو میں نے فوراً اپنے ملازم کو بھیجا کہ وہ جائے اور اس عامل کا نمبر لکھ کے لے آئے۔ تھوڑی ہی دیر میں اس عامل کا نمبر میرے پاس تھا۔ میں نے اس سے فون پر بات کی اور ملاقات کے لیے وقت مانگا تو اس نے کہا کہ "اتوار کے دن آنا" یہ تو میرے لیے بھی بہت بہتر تھا کہ میں اتوار والے دن جاتا۔

بالآخر اللہ اللہ کر کے اتوار کا دن آ ہی گیا۔ میں اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

عامل کے پاس پہنچ گیا۔ اتفاق سے اس وقت وہ اکیلا تھا۔ اس کا آفس روڈ پر ہی تھا۔ گارڈز کو گاڑی میں ہی بیٹھا کے میں اس کے آفس میں آیا۔ اس نے نہایت ہی اچھے طریقے سے مجھے ویلکم کیا۔ اس عامل کی عمر کم وبیش ساٹھ برس کے قریب ہوگی۔

"میں آپ کے پاس ایک نہایت ہی اہم مسئلے کی وجہ سے آیا ہوں۔۔۔۔" میں نے اس کے سامنے پڑی چیئر پر براجمان ہوتے ہوئے کہا۔ تو وہ میری بات سن کر زیرلب مسکرا دیا۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں کہ تم کس مسئلے کی وجہ سے آئے ہو لیکن تمہیں چنتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تم ٹھیک جگہ آئے ہو۔۔۔۔۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ اس کی بات سن کر میں ورطۂ حیرت میں جتلا رہ گیا کہ میں نے تو اس سے ابھی کوئی بات بھی نہیں کی تو اسے کیسے پتہ چل گیا۔

"تمہارے دل ودماغ میں جنم لیتے سوالوں سے میں آشنا ہوں لیکن تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ تم ایک عامل کے پاس موجود ہو۔"

اس نے شاید میری ذہنی کیفیت کو بھانپ لیا تھا تبھی دوبارہ گویا ہوا۔

"آپ جتنا پیسہ مانگیں گے میں دینے کو تیار ہوں لیکن مجھے وہ لڑکی ہر حال میں چاہیے میں اس کے بنا نہیں رہ سکتا۔۔۔۔" میں نے بدقت تمام اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کچھ چیزیں پیسوں سے نہیں محنت سے ملا کرتی ہیں جوان۔۔۔۔" اس نے معنی خیز نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ سمجھا نہیں۔۔۔۔؟" میں نے پہلی بار اسے بھرپور نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چھدرے پیلے دانت باہر جھانکتے دکھائی دیے۔ اس کی آنکھوں میں نجانے کیسی عیاری پنہاں تھی۔ اس کی شکل بہت ہی مکروہ تھی۔ چہرے پر جھریاں ہی جھریاں ابھری ہوئی تھیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ چند ثانیے قبل جب میں نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا تو ایسی کوئی بھی چیز اس کے چہرے پر دکھائی نہ دی تھیں اور اب اس کا مکمل چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ میرا واہمہ تھا یا حقیقت خیر میں نے واہم ہی سمجھ کر سر جھٹک دیا۔

"محبت قربانی مانگتی ہے اور کبھی کبھی اس قربانی کی نذر اپنے عزیز بھی کرنا پڑ جاتے ہیں۔ راستے میں آئے کانٹوں کو ہٹانا پڑتا ہے۔ یہ سفر بہت طویل اور کٹھن ہے شاذ ونادر ہی اس راہ کا راہی اپنی منزل کو پاتا ہے اکثر وبیشتر تو اپنی جانوں کے نذرانے دینا پڑ جاتے ہیں۔ تم میری بات کو سمجھ رہے ہو ناں۔۔۔۔؟" اس کی سوالیہ آنکھیں میرے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ حقیقت تو یہ تھی کہ ابھی بھی اس کی بات کو ٹھیک سے نہ سمجھ پا رہا تھا۔

آپ کھل کے بات کیجئے آپ نہیں جانتے کہ میں ایک ایسے گھرانے کا چشم وچراغ ہوں جہاں کسی بھی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے اور پیسے کی تو خاص کر ریل پیل ہے۔۔۔۔" میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"جوان میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ محبت پیسوں سے نہیں خریدی جا سکتی محبت ہمیشہ قربانی مانگتی ہے۔۔۔۔" اس نے اپنا پرانا فقرہ دہرایا۔

"آخر آپ کیسی قربانی کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔؟" میں نے پہلی بار پرتشویش سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان اپنوں کی قربانی جنہیں تم جان سے زیادہ چاہتے ہو۔۔۔۔" اس نے ایک بھرپور نگاہ مجھ پر ڈالتے ہوئے کہا اور پھر سامنے ٹیبل پہ رکھی بوتل میں سے پانی گلاس میں ڈال کر پینے لگا۔

میں اس کی بات کا مطلب اب سمجھ چکا تھا۔ میرے لیے سب سے زیادہ عزیز تو میرے والدین تھے۔ "اوہ میرے اللہ، یہ میرے والدین کی قربانی مجھ سے مانگ رہا ہے۔ اس کے کہنے کا آخر مطلب کیا ہے۔ کیا مجھے ان سے قطع تعلق کرنی ہے یا کچھ اور۔ اے میرے اللہ! یہ محبت بھی کیا عجب

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

نرالی چیز بنادی ہے۔کیسے عجیب گورکھ دھندے میں پھنستا چلا جارہا ہوں میں تو۔اس سے نکلنے کی کوئی راہ ہی نہیں دکھائی دے رہی۔اور صبا نورین کی محبت میں اندھا ہوتا چلا جارہا ہوں جبکہ اسے میری محبت کا کوئی احساس ہی نہیں۔وہ نجانے خودکو سمجھتی کیا ہے۔اسے کیا معلوم کہ میں اس سے کس حد تک محبت کرتا ہوں۔اس کے لیے وقت آنے پر سب کو چھوڑ سکتا ہوں چاہے وہ میرے۔۔۔۔۔۔“

میری آنکھیں نم آلود ہوگئیں۔کیا واقعی میں اپنے والدین کو ایک اجنبی لڑکی کے پیچھے چھوڑ سکتا ہوں۔وہ والدین جنہوں نے میری خوشی کی خاطر اپنی خوشیوں کو داؤ پہ لگا رکھا ہے۔میرے منہ سے لفظ بعد میں نکلتے ہیں جب کہ انہیں پورا پہلے کردیا جاتا ہے۔میں کسی طور بھی ایسا نہیں کرسکتا۔کتنا بے بس اور لاچار ہوچکا ہوں۔پنڈولیم کی طرح اپنے والدین اور صبا نورین کی محبت دونوں کے مابین لٹک کررہ گیا۔توازن برقرار رکھنا کٹھن محسوس ہورہا ہے۔سمجھ میں نہیں آتی۔محبت کا لٹکا یہ پنڈولیم کس کی طرف جھولنے لگے گا۔

”کہاں کھو گئے ہو جوان۔۔۔۔۔؟“اچانک میری قوت سماعت سے اس کے الفاظ ٹکرائے تو میں نے جھٹ سے سر کو جھٹکا اور اس کی طرف ہمہ تن گوش ہوا۔

”آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے والدین سے قطع تعلق اختیار کرلوں۔۔۔۔۔“بالآخر میں نے من میں ابھرتے سوالوں کو لفظوں کی مالا پہنائی۔

”بالکل نہیں۔۔۔۔۔“اس نے گہری لال آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”ایک وقت میں ہمیشہ انسان کو ترازو کے ایک پلڑے کا انتخاب کرنا بہتر ہوتا ہے۔ایک محبت کو تو تمہیں قربان کرنا ہوگا۔یا اپنے والدین کی یا اس لونڈی کی۔لیکن ان سب باتوں سے زیادہ اہم بات تمہیں اپنے دھرم سے کنارہ کشی کرکے شیطان دیوتا کا پجاری بننا ہوگا۔تبھی تمہاری ساری مشکلات کا اوپائے تمہیں خود بخود ملتا جائے گا۔۔۔۔۔“اس نے خالی گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔اس کی بات سن کر میرے حواس باختہ ہوگئے۔

”ہاؤ اِز پوسی بل میں اپنے مذہب کو چھوڑ دوں۔کیسے ممکن ہے یہ۔نو نیور،امپوسی بل۔ایسا کسی طور ممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔“میں نے غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

”تو یہاں کیا کرنے آئے ہو۔جاؤ چلے جاؤ یہاں سے اور میری بات کو پلے باندھ لو کہ محبت قربانی مانگتی ہے،ابھی تو آغاز ہے،آگے آگے جیسے جیسے اس کی محبت کی چنگاری بھڑک کر شعلوں کا روپ دھارے گی اور تمہارے تن بدن میں آگ لگادے گی تو پھر تم مرغ بسمل کی طرح تڑپو گے۔اس وقت ٹھنڈے دل سے سوچ لینا۔تہیہ کرلینا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔پھر یہاں آنا اور سوچ سمجھ کے آنا کہ تمہیں کانٹوں بھری اس پگڈنڈی پر چلنا ہے۔یہ کانٹے چبھیں گے تمہارے تلوؤں میں اور تکلیف محسوس ہوگی تمہاری آتما کو۔۔۔۔۔۔اس نے میری بات سن کر جواباً غصے میں کہا۔اور میں وہاں سے غصے میں پھنکارتا ہوا واپس اپنے ہاسٹل آگیا۔

☆......☆......☆

ہماری دوسرا پیریڈ خالی تھا۔صبح ناشتہ کرنے کو من نہیں چاہ رہا تھا اس لیے بنا ناشتہ کیے یونیورسٹی آگیا تھا۔اب پیٹ میں چوہے دوڑتے محسوس ہوئے تو پیریڈ ویسے خالی تھا،نہ چاہتے ہوئے بھی قدم کینٹین کی طرف بڑھے۔کینٹین میں آل ریڈی کافی اسٹوڈنٹس بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔کچھ پیٹ پوجا کررہے تھے۔کئی جوڑیاں تو آپس میں عشق و محبت کی قسمیں کھانے پر براجمان تھیں۔اچانک میری نگاہ اصغر اور اس کے ساتھ براجمان صبا پر جا پڑی۔میرے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ان دونوں کے درمیان نجانے کیا کھچڑی پک رہی تھی۔

میں دبے قدموں چلتا اس ان کے ساتھ والے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ٹیبل پر جا کر براجمان ہوگیا۔ اس طرف صبا کی پشت تھی۔ میں بھی اس کی طرف پشت کرکے بیٹھ گیا۔ لیکن ان کے مابین ہونے والی سرگوشیوں کو بھی میں بآسانی سن سکتا تھا۔ کینٹین میں کام کرنے والا چھوٹو میرے سامنے چائے اور ایک فروٹ کیک رکھ کے چلا گیا تھا۔ ابھی میں نے فروٹ کیک کا پہلا پیس اٹھایا تھا کہ میری قوت سماعت سے صبا کے وہ الفاظ ٹکرائے جنہیں میں سننے کے بے تاب و بے چین تھا لیکن وہ اس وقت اصغر سے محو گفتگو تھی۔

''میں آج اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا فیصلہ کرنے جارہی ہوں اور امید واثق ہے کہ تم مجھے اچھا ریسپونس دو گے۔ تم یقین نہیں مانو گے اصغر لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں دل و جان سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ تمہاری محبت کی آتش میں میرا من سلگنے لگا ہے۔ تمہاری ایک نظر دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ نجانے کیوں ایسا لگتا ہے کہ تم وہی میرے سپنوں کے راجکمار ہو جسے میں خوابوں کی دنیا سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔۔ ہر لڑکی کا ایک ارمان ہوتا ہے کہ اسے کوئی چاہنے والا ہو۔ کوئی اس کے ناز نخرے اٹھانے والا ہو۔ میں تمہیں کسی طور مجبور نہیں کروں گی اصغر۔ فیصلہ جذبات میں نہیں بلکہ اپنے ہوش و حواس میں رہ کر کرنا چاہیے اور یہ فیصلہ تو زندگی کا بہت ہی اہم اور کٹھن فیصلہ ہوتا ہے جس میں میں سمجھتی ہوں وقت درکار ہوتا ہے۔ تم چاہو تو کسی سے مشورہ بھی کرسکتے ہو۔ میں تمہارے جواب کی منتظر ہوں۔''

''حقیقت تو یہ ہے صبا کہ یہی بات نجانے کب سے میں تمہیں کہنے کو بے چین تھا لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ تم میرے بجائے علی زمان میں انٹرسٹڈ ہو اسی لیے میں نے کبھی اپنے من کی بات کو لفظوں کی مالا نہ پہنائی کیونکہ علی زمان میرا کزن بھی ہے اور دوست بھی۔ اور اس کی خوشی بھی مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔۔'' اصغر کی بات سن کر مجھے جہاں خوشی ہوئی وہیں ندامت بھی محسوس ہوئی کہ وہ میرے لیے اپنے من میں کیسے جذبات رکھتا ہے اور دوسری طرف میں کیسے جذبات رکھتا ہوں۔

''وہ کمینہ ایک نمبر کا ڈرامے باز۔ جتنا شکل سے معصوم دکھائی دیتا ہے اندر سے اتنا ہی کمینہ ہے۔ منہ مومناں، کرتوت کافراں۔ سرراہ کسی سے بھی عشق کا اظہار کرسکتا ہے۔ ایسے لڑکے عشق نہیں ٹائم پاس کرتے ہیں اور کسی بھی لڑکی کو اپنے چنگل میں پھنسا کر اس کی عزت کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔۔۔۔'' یہ الفاظ کسی اور کے نہیں صبا کے تھے۔

میرا دل تو چاہا کہ ابھی اور اسی وقت اٹھ کر اس کا گلا دبا ڈالوں لیکن باوجود سعی کے میں ایسا کچھ بھی کرنے سے نجانے کیوں قاصر تھا۔ یہ محبت بھی اچھے بھلے انسان کو ادھ موا کرکے رکھ دیتی ہے۔ وہ ملک علی زمان جو کبھی کسی کی بات تک نہ سنتا تھا جس کے خلاف کسی کو بولنے تک کی اجازت نہ تھی۔ آج ایک لڑکی، ایسی لڑکی جسے وہ جاں سے زیادہ محبت کرتا تھا اس کے بارے میں نجانے کیسے کیسے الفاظ یوز کررہی تھی۔ وہ علی زمان جس کے منہ سے نکلی بات کو فوراً سے بھی پیشتر پورا کیا جاتا تھا اور آج وہی علی زمان تھا جس کی محبت کا کشکول خالی تھا۔ اور اس کی محبت اس شخص کو مل گئی تھی۔ جو پتہ نہیں اسے چاہتا بھی تھا یا نہیں۔

''یہ قسمت اور مقدر بھی عجیب گورکھ دھندے ہیں۔ جو جس چیز کے قابل نہیں ہوتا اس کو سب کچھ بنا مانگے مل جاتا ہے اور جو جس چیز کے قابل ہوتا ہے چاہے وہ اس کے لیے جتنی سعی کرلے لیکن وہ تشنگی تہی دامن ہی کیوں رہتا ہے۔''

میرے ہاتھ میں پکڑا فروٹ کیک کا پیس پوری طرح مٹھی میں بھینچ چکا تھا۔ آنکھوں سے نیر وبہہ رہے تھے۔ چھوٹو نے شاید میری کیفیت بھانپ لی تھی اسی لیے فوراً میرے پاس آگیا تھا۔

''کیا ہوا دوست تم اتنے سیڈ کیوں ہو، کیا کوئی گھمبیر مسئلہ ہے۔۔۔۔؟'' اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے میرے تواتر سے گرتے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

ہاتھ میں بھینچے اس فروٹ کیک کے پیس کو ڈسٹ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

بن کی نذر کیا۔ اور میبل پر پڑے ٹشو پیپر سے جو ایک چھوٹے سے برتن میں خوبصورتی سے ہر ٹیبل پر سجائے ہوئے تھے سے ہاتھ صاف کیا۔ اور جیب سے ایک پانچ سو کا نوٹ نکالا چھوٹو کو پکڑایا۔ اور وہاں سے چلتا بنا۔ چھوٹو حیران و ششدر رہ گیا۔ مجھے اپنی پشت میں گڑتی اس کی آنکھیں واضح محسوس ہو رہی تھیں۔ اتنی زیادہ ٹپ تو شاید اسے کبھی کسی نے نہ دی ہو۔ لیکن مجھے ان سب باتوں سے کوئی لینا دینا ہی کہاں تھا۔ میں تو آج کرچیاں کرچیاں ہو چکا تھا۔ دل مضطرب نے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اپنا حسن، اپنا رعب و دبدبہ، جاہ و جلال سب کچھ نہ ہونے کے برابر معلوم ہو رہا تھا۔ میں ملک علی زمان جو خود کو نجانے کیا چیز سمجھتا تھا آج اپنی اصلیت جان کر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا تھا۔

سچ کتنا کڑوا ہوتا ہے مجھے اس کا احساس آج ہوا تھا۔ میں مزید وہاں نہ رک سکا تھا بلکہ فوراً اپنے ہاسٹل میں آ گیا تھا۔ قد آدم آئینے کے سامنے ایستادہ ہو کر میں اپنے سراپے کو تکنے لگا نجانے کیوں ہمیشہ خوبصورت دکھائی دینے والا سراپا آج مجھے بھی بدصورت دکھائی دے رہا تھا۔ تبھی میری قوت سماعت سے ایک بار پھر صبا کے الفاظ گونجے۔

''وہ کمینہ ایک نمبر کا ڈرامے باز۔ جتنا شکل سے معصوم دکھائی دیتا ہے اندر سے اتنا ہی کمینہ ہے۔ منہ مومناں، کرتوت کافراں۔ سرراہ کسی سے بھی عشق کا اظہار کر سکتا ہے۔ ایسے لڑکے عشق نہیں ٹائم پاس کرتے ہیں اور کسی بھی لڑکی کو اپنے چنگل میں پھنسا کر اس کی عزت کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔''

یہ الفاظ بار بار ہتھوڑوں کی طرح میرے دماغ پر پڑ رہے تھے۔

''تم نے ابھی میرا کمینہ پن دیکھا ہی کہاں ہے مس صبا نورین۔ اب میں دکھاؤں گا تمہیں اپنا کمینہ پن۔ تم مجھے کمینہ کہہ رہی تھی ناں۔ اور خود بڑی مومن بن رہی تھی۔ میں ایسی سزا دوں گا کہ تمہیں احساس ہو جائے گا کہ ملک علی زمان جس چیز کو پانے کی تمنا رکھتا ہو یا جسے

تیز رفتار

استاد نیکی کے بارے میں طالب علموں کو بتا رہے تھے۔ ایک بچہ بہت توجہ سے سن رہا تھا۔ استاد نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''بیٹا کیا آپ نے بھی کبھی نیکی کی ہے؟''

''جی ہاں!'' لڑکے نے جواب دیا۔

''ایک مرتبہ میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو بس میں چڑھنے کے لئے بھاگ رہا تھا مگر بے چارے سے دوڑا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے فوراً اپنا کتا اس کے پیچھے لگا دیا اور وہ بوڑھا اتنی تیزی سے بھاگا کہ بس سے بھی آگے نکل گیا۔''

(فلک زاہد۔ لاہور)

پانے کا تہیہ کر لے پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت اس سے وہ نہیں چھین سکتی۔۔۔۔'' میں قد آدم آئینے کے سامنے ایستادہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

''صحیح کہہ رہا تھا وہ عامل قربانی دیئے بنا کچھ حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا اور اب مجھے قربانی دینا پڑے گی۔ تن من دھن اور وقت پڑنے پر دھرم کی بھی۔''

یہ الفاظ میرے تو نہیں تھے لیکن نکلے میری ہی زبان سے تھے۔ مجھے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ میں ہاسٹل سے باہر نکلا اور گارڈز کو وہیں رکنے کا کہا اور خود ہی گاڑی ڈرائیو کرتا اس عامل کے آفس میں پہنچ گیا۔

☆......☆......☆

''تم نے بروقت ایک اچھا فیصلہ کیا ہے کیونکہ جلد ہی وہ دونوں ایک ہونے والے ہیں لیکن ہمیں اس سے پہلے ہی کوئی ان کا اوپائے نکالنا ہے۔۔۔۔'' عامل کی بات سن کر میرے قدموں تلے زمین سرک گئی۔ کیا بات اتنی آگے تک پہنچ بھی گئی ہے۔ آپس میں ہی کھچڑیاں پکاتے انہوں نے بات اتنی آگے بڑھا لی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تھی میں نے تو کبھی تخیل میں بھی نہ سوچا تھا۔
"تو کیا کرنا ہوگا مجھے۔۔۔۔۔۔؟" میں نے عامل کی بات سن کر اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اب چونکہ تم نے عہد کر ہی لیا ہے تو سب سے پہلے تمہیں شیطان دیوتا اور کالی ماتا کے چرنوں میں سجدہ کر کے ان کا پجاری ہونے کا انہیں وشواس دلانا ہوگا پھر ہمیں کیا کرنا ہے اس کا فیصلہ تو وہ خود ہی کریں گے۔۔۔۔۔۔" عامل نے میری طرف معنی خیز آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پہلے تو میرے ضمیر نے مجھے جھنجھوڑا لیکن جب انسان پر جذبات حاوی ہو جائیں تو وہ ہوش وحواس سے بے گانہ ہو جاتا ہے اور میں بھی ایسا ہی ہو چکا تھا۔

ہم دونوں اس وقت ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایستادہ تھے۔ یہ ہال نما کمرہ شہر سے باہر کالی پہاڑیوں کے اندر ایک غار میں بنا ہوا تھا۔ جس کے اردگرد اس عامل نے نہایت ہی سخت قسم کا کوئی عمل کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اس کے علاوہ وہاں کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ ایسا سحر پھیلایا تھا اس نے کہ اس کے علاوہ کوئی اور آنکھ اس ہال نما کمرے کو دیکھ ہی نہ سکتی تھی۔

میری آنکھوں کے سامنے ایک طرف دو دیوقامت بت اپنے مکمل بھیانک اور مکروہ چہرے کے ساتھ ماحول میں خوفناکیت پیدا کرنے کے لیے ایستادہ تھے۔ آج میں ملک علی زمان ایک مسلمان کسی کی محبت میں بہک کر اپنے لیے ایک غلط راستے کا انتخاب کرنے جا رہا تھا۔ یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ اللہ قادر مطلق کے علاوہ اس دنیا کی کوئی طاقت بھی دنیا کے نظام میں ردوبدل نہیں کر سکتی۔ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں والے مقولے کو پس پشت ڈالے میں دیر چاہتا ہی نہیں تھا۔ تیر ایک بار کمان سے نکل جائے تو بجلی کی سی سرعت سے دوڑنے والا گھوڑا بھی اس کو نہیں پکڑ سکتا۔ اسی طرح اگر صبا نورین ایک بار محمد اصغر کی زندگی کا حصہ بن گئی تو تاقیامت، میں ان دونوں کو علیحدہ نہیں کر پاؤں گا۔ اسی لیے میں نے فی الفور اس پرابلم کا اوپائے ڈھونڈھنا تھا۔ میں قطعاً یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا کا میرے علاوہ اور کوئی اس کی زندگی میں آئے قطعاً نہیں۔

"سجدہ کرو شیطان دیوتا اور کالی ماتا کے چرنوں میں جوان۔۔۔۔۔" یکبارگی میری قوت سماعت سے اس عامل کی بازگشت ٹکرائی اور نہ چاہتے ہوئے بھی میں سجدے میں گر گیا۔ دوسرے ہی لمحے میرے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے ایک عجیب ہی منظر دیکھا ایک سفید کبوتر میرے جسم سے نکل کر ہوا میں غائب ہو گیا تھا۔

"تم شیطان دیوتا اور کالی چرن کے پجاری ہونے کا شرف حاصل کرنے میں مکمل ہو چکے ہو۔ اب آگے کیا کرنا ہے یہ تمہیں شیطان دیوتا خود بتائیں گے میری طرح تم بھی آلتی پالتی مار کر براجمان ہو جاؤ۔۔۔۔" اس عامل نے میرے ساتھ ہی آلتی پالتی مار براجمان ہوتے ہوئے کہا۔ اور اس کی دیکھا دیکھی میں بھی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

پھر تھوڑی دیر نجانے وہ کسی انجانی زبان میں کیا بڑبڑاتا رہا اس کے بعد جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں گنگ رہ گیا۔ مجھے اپنی قوت بینائی پر وشواس نہیں ہو پا رہا تھا۔ دیوقامت شیطان اور کالی ماتا کے بتوں کے پتھر کے شریروں میں اچانک جنبش ہوئی یوں جیسے کوئی جھرجھری لیتا ہو۔ پھر دوسرے ہی لمحے دونوں بتوں کی بے نور آنکھوں کی پتلیوں میں جنبش ہوئی۔ پھر آنکھوں نے دیدوں نے جنبش کی اور پھر ایک ساتھ ہی دونوں کے ہونٹ حرکت میں آئے۔

"ہم تمہارا خیر مقدم کرتے ہیں جوان۔ تم نے ہمیں صرف اپنا دیوتا یعنی خدا مان کر بہت اچھا کام کیا ہے۔ اب دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں جو تم پلک جھپکنے میں کرنے کی جسارت اپنے اندر نہ رکھ سکو۔ ہر منش کے اندر بہت سی شکتیاں پنہاں ہوتی ہیں جن سے وہ تازیست ناآشنا رہتا ہے۔ اور اسی ناآشنائی کی حالت

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میں وہ سور گباش ہوجاتا ہے۔لیکن اب تم نے اپنے آپ کو ہمارا پجاری بنایا ہے تو تم ان شکتیوں سے جلد ہی آشنا ہوجاؤ گے۔اگر ہماری پوجا پاٹ میں تم کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرو گے تو ہم تمہیں ایسی ایسی شکتیوں سے نوازیں گے کہ تمہاری عقل دنگ رہ جائے گی۔۔۔۔۔" یہ آواز اس بڑے بت جسے اس عامل نے شیطان دیوتا کے نام سے تعارف کروایا تھا۔اس کے جنبش کرتے ہوئے ہونٹوں سے پیدا ہوئی تھی۔

"تم ہماری دنیا میں آگئے ہو تو یہ بھی سن لو کہ دنیا کی کوئی بھی چیز جس کی تمہیں تمنا ہو، وہ تمہارے قدموں میں ہوگی لیکن کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے اور وہ اس سب کے لیے تم پہلے ہی تیار ہوکر آئے ہو تو اب اگلا قدم تمہارا کیا ہوگا اس کے بارے میں بھی ہم تمہیں آشنا کیے دیتے ہیں۔۔۔۔۔"

یہ آواز بڑے بت کی بجائے چھوٹے بت جسے اس عامل نے کالی ماتا کے نام سے تعارف کروایا تھا اس کے ہونٹوں سے وارد ہوئے تھے۔

پھر مجھے دونوں بتوں نے کچھ ایسی شکتیاں دیں جن کی بدولت میں کسی بھی وقت کسی کے سامنے سے بھی گدھے کے سر سے سینگ کے جیسے غائب ہوسکتا تھا۔اب مجھے کیا کرنا تھا۔وہ سارا لائحہ عمل مجھے سمجھا دیا گیا تھا۔کام بہت مشکل تھا۔ ابتداء ہی بہت مشکل تھی۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ دل کے ٹکڑوں کو شیطان دیوتا اور کالی ماتا کے چرنوں میں بلی چڑھانا تھا۔

واہ ری محبت! تو نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔ایک لڑکی کی خاطر آج میں نے یہ کیسا روپ بدل لیا تھا۔اپنے آپ کو بدل دیا تھا۔انسان سے شیطان بن گیا تھا۔میرے سامنے ایک نہایت ہی کٹھن سفر تھا جس پر چل کر مجھے اپنی منزل کو پانا تھا۔ سفر دشوار گزار، کٹھن اور جان لیوا تھا۔سارا راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا تھا اور مجھے ننگے قدموں اپنی منزل کی طرف نکلنا تھا۔راستے میں آنے والے تمام رکاوٹوں سے نبرد آزما بھی ہونا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً اپنے پیاروں کو بلی بھی چڑھانا تھا صرف اور صرف "اے کم بخت محبت تجھے پانے کے لیے۔"

☆......☆......☆

مجھے تین دن کا ایک عمل کرنا تھا اگر اس عمل میں کامیابی میرے قدم چھو گئی تو اگلے راستے خود بخود آسان ہوتے جائیں۔فرسٹ امپریشن از لاسٹ امپریشن کے مواقف مجھے ہر مصیبت، پریشانی اور تکلیف کا مقابلہ کرنا تھا۔اب محبت کو پانا میری تمنا نہیں میری انا اور ضد کا مسئلہ بن چکا تھا۔اور اس کے لیے میں نے وہ قدم اٹھانے کی ٹھان لی تھی جو شاید اس دنیا میں کوئی بھی نہ اٹھائے۔

مجھے ان تین دنوں کے عمل میں ہر رات تین لوگوں کو شیطان دیوتا کے چرنوں میں بلی چڑھانا تھا۔پہلی رات اور آخری رات کو کسی مرد کو جبکہ درمیان والی رات کو کسی عورت کو کالی ماتا کے چرنوں میں بلی چڑھانا تھا۔اس عمل کے مکمل ہونے کے عوض صدیوں پرانا ایک ڈھانچہ اپنی قبر سے نکل کر میرے سامنے حاضر ہوجائے گا۔اس ڈھانچے کے بارے میں مختصر یہ بتایا گیا تھا کہ وہ ڈھانچہ اپنے دور کا مانا جادوگر تھا۔اس کے سامنے کسی کو دم ہلانے تک کی جسارت نہ ہوتی تھی۔بڑے سے بڑے عامل، سادھو اور اس کے نام سے خوف کھاتے تھے۔

وہ جہاں سے گزر جاتا تھا وہاں برسوں سبزہ نہیں اگتا تھا۔اس کی موت ایک مسلمان درویش کے ہاتھوں ہوئی تھی۔لیکن بدقسمتی سے اس کی آتما دنیا میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔اس بات کو صدیاں گزر چکی تھیں۔اس عرصے کے دوران اس آتما نے مختلف سادھوؤں، جادوگروں اور عاملوں کا خون پی لیا۔ان کے گوشت سے اپنی بھوک مٹائی جس کے عوض ان سب کی شکتیاں بھی اس کے قبضہ میں چلی گئیں۔اب وہ آتما ایک شریر حاصل کرنے کے سر توڑ سعی کر رہی تھی۔لیکن جب تک کوئی ایسا انسان جس کی پیدائش کالی راتوں میں سے کسی رات میں ہوئی ہو اگر وہ شخص ایک تین روزہ عمل کرکے آخری رات ایک نوجوان کو شیطان دیوتا کے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

چرنوں میں بھینٹ چڑھا کر اس کے شریر کو اس آتما کے سپرد کردے تو وہ آتما تازیست اس کی غلام ہو جائے گی۔ لیکن اس عمل کے دوران بہت سے ایسے واقعات رونما ہوں گے جن سے اگر وہ شخص خوف کھا گیا، ڈر گیا یا بھٹک گیا اور حصار سے باہر آ گیا تو اس کی موت اسی کے ہاتھوں ہوگی۔ اور اس کام میں نجانے کتنے ہی لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

اس آتما کے غلام بننے کی دیر ہے کہ دنیا کا ہر مشکل سے مشکل کام پلک جھپکتے میں اس شخص کے لیے بہت آسان ہو جائے گا۔ لیکن اس کے لیے جو سب سے اہم اور خاص شرط تھی وہ یہ کہ بلی چڑھنے والے سب اس کے خونی ہوں۔ اور ان لوگوں سے اس کا ریلیشن بھی۔ اس کا بھی میں نے اہتمام کر لیا تھا۔ میرے اندر کا انسان نجانے کس سے بے موت مر گیا تھا۔ انسانیت کے نام پہ شاید میں دھبہ بن چکا تھا۔ میں نے پہلی دو راتوں میں اپنے والدین کو بلی چڑھانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا حقیقت یہ تھی کہ میں ایسا نہیں چاہتا تھا لیکن نجانے کیوں اور کونسی ایسی شکتی تھی جو مجھے مجبور کر رہی تھی کہ اگر میں اپنے والدین کو بلی چڑھاؤں گا تو جلد ہی اپنی منزل تک پہنچ جاؤں گا۔ جبکہ تیسری رات میں نے محمد اصغر کو بلی چڑھانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ میرے راستے کا سب سے بڑا کانٹا تو وہی تھا۔

کئی بار خلوت کے لمحات میں تنہا بیٹھ کر میں نے سوچا بھی کہ اپنے والدین کو بلی چڑھانا بہت ہی غلط بات ہے لیکن نجانے کیوں فوراً ہی یہ بات میرے ذہن سے آٹومیٹکلی طور پر نو دو گیارہ ہو جاتی اور یہ بات بیٹھ جاتی کہ میری منزل اس طور مجھے مل سکتی ہے جبکہ میں اپنے والدین کو بلی چڑھاؤں گا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔ سب سے زیادہ میرے خونی تو وہی تھے۔ اس کے بعد محمد اصغر بھی تو میری فیملی سے تھا۔ قرب و جوار میں کہیں نہ کہیں تو ہماری رگیں آپس میں ملتی تھیں۔

☆......☆......☆

میں لگاتار تین دن یونیورسٹی نہ جا سکا تھا۔ تیسرے دن اصغر میرے ہاسٹل آ گیا اور مجھ سے یونیورسٹی نہ آنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ لگا دیا تھا۔ پھر وہ مجھے مجبوراً اپنے گھر لے گیا اس وقت شاید دن کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ جب ہم دونوں اس کے گھر کی دہلیز کراس کر کے اندر آئے۔ عین اسی وقت نجانے کیوں مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے میرے کان میں کوئی سرگوشی کی ہو۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ ہم دونوں وسیع و عریض لی وی لان میں بیٹھے آپس میں گفت و شنید کر رہے تھے جب یکبارگی اصغر کی والدہ وارد ہوئیں۔

"کیسے ہو میرے بیٹے۔۔۔؟" انہوں نے پوچھا۔ "میرے سر پر دست شفقت رکھ دیا۔

"اللہ کے فضل و کرم اور اپنوں کی دعاؤں سے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔۔۔" میں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہیں تیسرے چوتھے دن سے سخت بخار کی شکایت ہے۔۔۔۔؟" اصغر نے سوالیہ آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"بیٹے اگر تمہاری طبیعت ناساز تھی تو یہ بھی تو تمہارا اپنا ہی گھر تھا یہاں چلے آتے۔۔۔۔" اصغر کی والدہ نے پر شکوہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں ماں جی طبیعت پہلے کچھ خراب تھی پھر ڈاکٹر سے میڈیسن لی اور اس کے ریسٹ کرنے کو کہا۔ اسی لیے ہاسٹل سے باہر نکلنے کا ٹائم ہی نہ مل سکا۔۔۔۔" میں نے ایک اور سفید جھوٹ بولا جس نے انہیں کچھ مطمئن کیا۔

"بیٹے تم بھی ہمارے اپنے ہی ہو۔ اور اب تو میرے اصغر کے دوست بھی ہو ڈبل ڈبل رشتہ ہے۔ تم بلا جھجک یہاں آ جایا کرو۔۔۔۔" اصغر کی والدہ نے محبت سے کہا۔

"دوست اور وہ بھی آپ کے بیٹے کا۔ ایک دن

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آپ ہی کی زبان پہ دوست کی بجائے آستین کے الفاظ ہوں گے۔ جلد ہی آپ کا یہ لخت جگر ابدی نیند سونے والا ہے خوب جی بھر کے اس کا مکھڑا تک لیجیے۔۔۔۔۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"کہاں کھو گئے بیٹا۔۔۔۔۔؟" اصغر کی والدہ نے میری طرف سوالیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں نہیں ماں جی۔۔۔۔۔" میں نے زیرلب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا بیٹا تم لوگ آپس میں گپ شپ کرو مجھے ذرا مارکیٹ تک جانا ہے۔ تمہیں بتا تو دیا ہوگا اصغر نے نیکسٹ ویک اس کی شادی ہے۔ وہ کیا نام ہے اس کا (ذہن پر زور دیتے ہوئے) ہاں یاد آیا صبا نورین۔ شادی کے لیے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔ اور ہاں یاد رکھنا تم ہمارے مہمان نہیں بلکہ اس کے بھائی ہو اب یونیورسٹی سے مکمل طور پر چھٹیاں لے لو اور یہیں آجاؤ اس شادی کے مکمل انتظامات تم سنبھالو گے۔۔۔۔ اصغر کی والدہ نجانے کیا کیا بولتی چلی گئیں لیکن ان کا ایک ایک لفظ میرے سر پہ بم کی طرح گر رہا تھا۔

میں نے ان کی بات کا جواب نہ دیا تھا۔ اور نہ ہی جواب کی خاطر انہوں نے رکنا بہتر سمجھا تھا۔ وہ بات مکمل کر کے پلٹ چکی تھیں۔ جبکہ اصغر اوپر اپنے روم تک گیا تھا۔ اب وہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ زینے سے اتر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کیا تھا اس کی طرف مجھے توجہ دینے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ میری نگاہیں تو اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ جہاں خوشیاں ٹوٹ کر برس رہی تھیں۔ کتنا خوش قسمت ہے یہ شخص جسے سب کچھ بنا کچھ کیے مل گیا۔ اور ایک میں ہوں کہ اس محبت کو پانے کے لیے اپنے ماں باپ کو بلی چڑھا چکا ہوں۔ لیکن کوئی بات نہیں آج کا دن خوب ہنس کھیل لے یہ شخص۔ جتنی موج مستی کرنی ہے کر لے۔ اسے کیا معلوم آج کی رات اس کی آخری رات ہے۔ ایک بھیانک موت اس کا راہ تک رہی ہے۔ جہاں دو راتوں کے دوران میں بدھی سے کام لے کر دونوں راتوں میں کامیابی حاصل کر لی تھی وہاں آج کی یہ آخری رات بھلا کیا معنی رکھتی تھی۔

☆......☆......☆

دو تین بار متواتر فون کرنے کے بعد بالآخر ابا نے کال ریسیو کی۔

"اوہ سوری پتر کام میں اتنا مصروف تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا۔ آج ہمارے پتر کو ہماری یاد کیسے آگئی۔۔۔۔۔؟" بابا نے شکوہ کناں لہجے میں سوال کیا۔

"ابا، اماں اور آپ کو بہت مس کر رہا ہوں۔ آپ لوگوں کی کمی کو بہت فیل کر رہا ہوں۔ کیا آج آپ لوگ میرے پاس نہیں آسکتے۔۔۔۔۔؟" میں نے ایک ہی سانس میں ساری بات کہہ ڈالی۔ جسے سن کر ایک بار تو دوسری طرف یوں خاموشی چھا گئی جیسے ابا کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

"اوئے تو ہمارا پتر ملک علی زمان ہی ہے ناں۔۔۔۔۔؟" ابا نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

"ابا پلیز! آجائیں۔۔۔۔۔" میں نے روہانسے لہجے میں کہا۔ تو ابا کا دل کھینچ کر مٹھی میں آگیا۔

"پتر بھلا تم سے زیادہ اس دنیا میں مجھے اور کیا عزیز ہے۔ سارا کام کاج چھوڑ کے اپنے پتر کے پاس ابھی آجاتا ہوں۔۔۔۔" ابا نے خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے کہا۔ پھر رابطہ منقطع ہو گیا۔

☆......☆......☆

رات بھر کروٹیں بدلتا رہا نجانے رات کے کس پہر آنکھ لگی کچھ پتہ نہیں۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا ریگستان ہے۔ ہر طرف ریت اڑاتے ہوئے کے بگولے دکھائی دے رہے تھے۔ گرمی کی شدت کے باعث حلق سوکھ چکا تھا۔ اور سخت پیاس کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ سورج تھا کہ جیسے ایک ہی جگہ پر رکا ہوا تھا۔ پھر میں نے ایک حیران کن منظر دیکھا۔ ہوا کے ان بگولوں نے ریت اڑتی ریت کے ٹیلے بنانے شروع کر دیے۔ ان ٹیلوں نے یکبارگی عجیب و غریب روپ دھارنے شروع کر دیے۔ نہ تو انہیں انسان کہا جا سکتا تھا نہ ہی حیوان۔ ان کے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

چہرے یوں مسلے ہوئے تھے۔ جیسے وزنی پتھروں کا کسی وزنی چیز کے نیچے آ کر دب کر مسلے گئے ہوں۔ اور منہ لمبا اتنے تھے جتنے ایک عام گدھے کا منہ ہوتا ہے۔

میں حیرت کا مجسمہ بنے اس بدلتے منظر کو انگشت بدنداں دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی ایک اور بھیانک منظر نظروں کے سامنے آیا، خوفناک چہروں والی بلائیں میری طرف لپکنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی بڑھ کر مجھے کچا چباڈالیں گی۔ خوف کی ایک سرد لہر مجھے اپنے رگ و پے میں اترتی محسوس ہوئی۔ خوف سے پورے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی تھی۔ وہ خوفناک بلائیں قریب آچکی تھیں اور پھر ایک دم سے ہی سب نے مجھ پر ہلا بول دیا۔ ایک سماعت شکن چیخ میرے منہ سے نکلی اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میرا پورا جسم پسینے میں شرابور ہوچکا تھا۔ خوف سے ابھی تک میرا پورا جسم کپکپا رہا تھا۔

☆......☆......☆

جن دو راتوں کے اندر میں نے اپنے والدین کو یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس وقت دونوں کی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی بے یقینی تھی۔ شاید انہیں مجھ سے ایسے برتاؤ کی توقع نہ تھی۔ میں اس حد تک گر سکتا ہوں یہ تو میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔ میں اس قدر بے حس انسان ثابت ہوسکتا ہوں یہ تو ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی شاید نہ ہوگا۔ میرا دل بھی نہ کانپا تھا جس وقت میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے ان دونوں کو ابدی نیند سلانے کا یہ معرکہ سرانجام دیا تھا۔ کس قدر بے دردی سے میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے پہلے دن اپنے ابا اور دوسرے دن اماں کو زنجیروں میں جکڑا تھا۔ دونوں نے اپنے بچاؤ کے لیے بالکل ہاتھ پاؤں تک نہ مارے تھے بس محو حیرت سے مجھے صرف تکتے رہے تھے۔ لیکن مجھے رتی برابر ان پر ترس نہ آیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میں نے بے حسی کی انتہا کو چھوا تھا۔

میرا ضمیر مردہ ہوچکا تھا۔ میری آنکھوں سے ایک آنسو تک نہ گرا تھا۔ میں بلک بلک کر رویا تک نہ تھا۔ میرے دل کے کسی کونے میں بھی اپنے والدین کے لیے کوئی محبت کی چنگاری نہ ابھری تھی۔ کتنا بے درد تھا میں۔ جنہوں نے تا زیست اپنی خوشیوں کو میری خوشیوں کی خاطر داؤ پر لگایا ہوا تھا۔ آج اپنے ہی ہاتھوں میں نے والد، والدہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہوگا جس نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے والدین کو ابدی نیند سلایا ہوگا۔ لیکن میں نے ایک مثال قائم کر دی تھی۔ اپنے ہاتھوں سے ان کے سینے چاک کر کے ان کے دل نکال کر شیطان دیوتا اور کالی ماتا کے پھیلے ہاتھوں پر رکھ دیے تھے۔

☆......☆......☆

آج میرے عمل کی آخری رات تھی۔ اصغر میرے سامنے شیطان دیوتا کے چرنوں میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہوا تھا۔ اس کی رحم طلب نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن مجھ سے رحم کی امید رکھنا بے وقوفیت کی انتہا تھا۔ میرا اگر اس دنیا میں کوئی دشمن تھا تو یہی میرے سامنے زنجیروں میں جکڑا محمد اصغر۔ جس نے کئی بار مجھ سے زندگی کی بھیک مانگی تھی لیکن میں نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ میری محبت کے درمیان آنے والا ایک کانٹا تھا جسے ہٹانے کے لیے میرا اپنا تن من دھن، اپنے والدین اور دھرم تک کو قربان کر دیا تھا بھلا اس انسان کو میں زندہ کیسے چھوڑ سکتا تھا۔

دوسرے ہی لمحے آتش انتقام نے جوش کھایا اور میں نے اس عامل کے ذریعے صبا اور ین کو بھی حاضر کروایا۔ خود کو یکبارگی ایک بھیانک روم میں دیکھ کر وہ گنگ رہ گئی۔ نجانے اس سے وہ کیا کر رہی تھی کہ پلک جھپکتے میں اس کے سامنے کا منظر ہی یکسر بدل گیا تھا۔ اس کی حیرت دیدنی تھی۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر اپنے چہار سمت دیکھا۔ اس کی نگاہیں زنجیروں میں جکڑے محمد اصغر پر پڑیں تو دل مسوس کر رہ گیا۔ لیکن دوسرے ہی سے اس کی خون اگلتی آنکھیں مجھ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پر مرکوز ہوئیں۔

''علی زمان یہ۔۔۔۔یہ سب کیا ہے۔۔۔؟''

اس نے ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوکر مجھ سے پوچھا۔

''تم نے اصغر کو یہاں کیوں باندھ رکھا ہے۔۔۔ اور۔۔۔ یہ قد آدم بت۔۔۔ آخر یہ سب کیا ہے۔۔۔ بدبو تو ایسی ہے جیسے کوئی ذبح خانہ ہو۔؟''

''یاد کرو وہ دن جب تم نے میرے منہ پر زور کا تھپڑ مارا تھا۔ میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی مگر اس کے عوض تم نے ہمیشہ مجھ سے نفرت کی اور اس شخص سے (محمد اصغر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تم نے محبت کے وعدے اور قسمیں کھائیں۔ اور اس دن وہاں کینٹین میں میرے لیے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے کہ میری روح تک چھلنی ہوگئی۔ آج تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہاری محبت کو بھیانک موت ماروں گا، ایسی موت کہ تم اور یہ دونوں ہی محبت کے نام سے بھی خوف کھاؤ گے تمہاری آتمائیں تاقیامت محبت کے نام سے خوف کھائیں گی۔۔۔۔'' میں نے حقارت دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر میں نے نہایت ہی بے دردی سے اصغر کو شیطان دیوتا کے چرنوں میں قربان کردیا۔ خون فوارے کی مانند اس کی شہ رگ سے نکل رہا تھا۔

لیکن میں اپنی دانست میں یہ بھول چکا تھا۔ کہ میرے ساتھ میری محبت۔۔۔ اوہ سوری اس خبیث کی محبت بھی ایستادہ تھی۔

اچانک ایک سماعت شکن چیخ میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ وہ چیخ اصغر کی تو نہیں تھی کیونکہ اس کی تو چیخ اندر ہی اندر دب چکی تھی۔ وہ تو ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ وہ چیخ میرے عقب سے سنائی دی تھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو صبا نورین کی خون میں لت پت لاش مجھے منہ چڑا رہی تھی۔

''تم نے یہ کیا کردیا صبا۔۔۔ تم ایسا نہیں کرسکتی۔۔۔ دیکھو (محمد اصغر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس کو میں نے اس لیے بلی چڑھایا تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ میں تو تمہیں پانا چاہتا تھا لیکن تم۔۔۔۔'' میں نے سرعت سے صبا نورین کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کے مردہ جسم کو اپنی گود میں بھرتے ہوئے کہا۔

وہ ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔ اس نے عین دل کے مقام پر شیطان دیوتا کے ہاتھ میں پکڑا خنجر پکڑ کر مارا تھا۔ جو اس کے دل کے آر پار ہوگیا تھا اور پلک جھپکتے میں وہ موت کی نیند سو گئی تھی۔ میری آنکھیں نم آلود ہو چکی تھیں۔ تبھی میری قوت سے نسوانی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز مشترکہ تھی کسی لڑکے اور لڑکی کی۔ میں نے آواز کی سمت گھوم کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔

میری آنکھوں کے سامنے ایک نہایت ہی عجیب وغریب اور ناقابل یقین منظر تھا۔ محمد اصغر اور صبا نورین سفید کپڑوں میں ملبوس میری طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔ میں نے پہلے گود میں لیے صبا نورین کے مردہ جسم کو دیکھا پھر محمد اصغر کے پھر ان دونوں کی طرف دیکھا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

''تم ایک بار پھر محبت کی یہ بازی ہار گئے دوست۔ میں نے تو تمہیں تازیست اپنا دوست، اپنا بھائی گردانا تھا لیکن تم تو چھپے سفاک نکلے۔ ارے ایک بار مجھ سے کہا ہوتا کہ تم صبا نورین کو چاہتے ہو تو میں اپنی دوستی کی خاطر اپنی محبت کو قربان کردیتا۔۔۔۔'' یہ آواز محمد اصغر کی تھی جس کے لفظوں میں اپنائیت، طنز اور شکوہ تھا۔

''تم حقیقت میں ایک گھٹیا اور کمینے انسان ہو۔ تم نے کبھی مجھ سے محبت کی ہی نہیں تھی۔ تم مجھ سے کیا محبت کرو گے۔ تم تو محبت کے نام پہ درحقیقت ایک دھبہ ہو۔ تم نے اپنے مذہب کو ان شیطانوں کے لیے قربان کردیا اور مسلمان سے شیطان بن گئے۔ اپنے والدین کو ابدی نیند سلا دیا جنہوں نے تازیست تمہاری خوشیوں کی خاطر اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹے رکھا۔ تم اور محبت۔۔۔ دیکھ لو ہم آج بھی ایک ہیں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور تم۔۔۔۔تم پھر بھی تنہا۔۔۔ان شیطانوں کے ساتھ جہنم کا ایندھن بننے کے لیے تیار ہو جاؤ ذلیل کم ظرف انسان۔۔۔۔۔اور زبردست قہقہہ بلند ہوا یہ آواز صبا نورین کی تھی۔

میں نے گود میں لیے اس کے جسم کو وہیں لٹایا اور غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا شیطان دیوتا کی طرف بڑھا۔اور شیطان دیوتا کے دوسرے ہاتھ میں پکڑی تلوار کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور ان دونوں کی طرف سرعت سے بھاگا اور پے در پے وار کیے لیکن یہ کیا۔ان کے قہقہے متواتر خاموش فضا کا سینہ چاک کرتے رہے۔میری تلوار ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ پا رہی تھی۔میری آنکھوں کے سامنے وہ ہوا میں تحلیل ہو گئے ۔میرے عمل کا وقت ہو چکا تھا۔عین اسی لمحے وہ عامل میرے سامنے حاضر ہوا۔

”جوان جلدی کرو سے بیت گیا تو تم خود کو کھو بیٹھو گے جلد سے اپنا جاپ مکمل کرو۔۔۔۔اس نے حاضر ہوتے ساتھ ہی غصے سے کہا۔

”کون سی منزل ذلیل انسان۔۔۔۔؟“ میں نے نم آلود لہجے میں تلوار کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”تو نے تو ہر منزل مجھ سے دور کر دی ہے۔میرا مذہب، میرے والدین ، میرا دوست اور میری محبت سب کچھ۔تم کیا سمجھ رہے ہو کہ میں پھر تمہاری باتوں میں آ جاؤں گا۔“

دوسرے ہی لمحے تلوار کے ایک بھرپور وار نے اس عامل کا سر تن سے جدا کر دیا۔میری خونخوار نگاہیں اب شیطان دیوتا اور کالی ماتا کے بتوں پر جمی ہوئی تھیں۔ یکبارگی پوری غار میں جیسے زلزلہ شروع ہو گیا ہو۔ پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا نجانے کتنی دیر تک میں تلوار کے وار ان دونوں بتوں پر کرتا رہا حتیٰ کہ ان بتوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔

”کہاں گیا شیطان دیوتا اور اس کی کالی ماتا۔ جو اپنی حفاظت نہ کر سکے وہ دوسروں کا فائدہ خاک دے گا۔۔۔“ میں منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا باہر کی طرف لپکا۔زلزلے کی رفتار میں اضافہ ہونے لگ گیا تھا۔ابھی میں راستے میں ہی تھا جب ایک سماعت شکن دھماکے کی بازگشت نے میری قوت سماعت پر دستک دی۔مجھے آناً فاناً اپنا وجود ہوا میں لہراتا ہوا دکھائی دیا۔اس کے بعد کیا ہوا کچھ یاد نہیں۔

☆......☆......☆

جب ہوش آیا۔تو کانوں میں گاڑیوں کے ہارن کی بازگشت ٹکرائی۔جیسے بہت سی گاڑیاں ہارن بجاتی گزر رہی ہوں۔

یہ میں کہاں ہوں۔۔۔۔۔؟ میں اپنے آپ سے مخاطب ہوا اور آنکھیں کھول کر ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو قدموں تلے سے زمین سرک گئی۔

میں ایک فٹ پاتھ پر پڑا ہوا تھا۔میں نے جلدی سے اٹھنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے درد کی ایک تیز لہر نے رگ و پے میں ہلچل مچا کر رکھ دی۔میرے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔میرے پاس سے گزرتے لوگ مجھے بھکاری سمجھ کر جو ہاتھ میں آتا دور سے پھینکتے چلے جا رہے تھے۔میرے پورے جسم پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔تبھی میں نے دو لڑکیوں کو دیکھا۔جنہوں نے نفرت اور اپنائیت کے ملے جلے تاثرات سے میری طرف دیکھا۔ان میں سے ایک لڑکی نے میری طرف حقارت بھری نگاہ ڈالی۔

”ارے سن خبیث لڑکی! میں بھکاری نہیں ہوں۔میں۔۔۔میں ملک علی زمان ہوں۔۔۔ایک رئیس زادہ تو مجھے بھیک دے رہی ہے میں تیری جان لے لوں گا۔۔۔“ میں نے نفرت سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

”لگتا ہے مینٹل ہو چکا ہے۔دیکھو تو کیسے لاوارثوں کی طرح پڑا ہے۔یقین مانو اس کی حالت تو باؤلے کتے سے کچھ کم نہیں اسے بھی زہر دے کر مار دینا چاہیے۔یہ وبال جان بن سکتا ہے۔نجانے کہاں کہاں سے آ جاتے ہیں ایسے بھکاری۔۔۔۔“ دوسری لڑکی نے میری بات سن کر نفرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور فٹ پاتھ کے پاس ہی رکی ٹیکسی میں بیٹھ کر نو دو گیارہ ہو گئیں۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نیا رشتہ

ساجدہ راجہ۔ ہندواں سرگودھا

ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والے اندھیرے میں اچانک ایک روشنی کا جھماکہ ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے نظروں کو خیرہ کرتی موسیقی کا دور دورہ ہوگیا لیکن پھر پلک جھپکتے ہی خوف نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔

عمل سے خطا نہیں اور کرم عمل سے وفا نہیں اور پھر حقیقت سے چشم پوشی انسان کو دو گو کر دیتی ہے

ڈاک بنگلے میں جب بھی کوئی نیا فاریسٹ آفیسر آتا تو وہ فوراً ڈاک بنگلے میں پہنچ جاتا۔

نہ جانے اسے وہاں آنے والے ہر آفیسر میں کیوں دلچسپی تھی۔ ان کے کام کرتا، دن رات ڈاک بنگلے میں رہتا اور نہایت دل جمعی سے ان کی باتیں سننا ہی جونی کا دلچسپ مشغلہ تھا۔

شمالی افریقہ کا وہ چھوٹا سا قصبہ تھا اور قریب ہی نہایت گھنا جنگل شروع ہوتا جس کی انتہا کا ابھی کسی کو پتہ نہیں تھا۔ اس جنگل کے بالکل شروع میں وہ سرکاری ڈاک بنگلہ تھا جہاں پر آنے والا فاریسٹ آفیسر ٹھہرتا تھا۔

اور جس دن کسی آفیسر نے آنا ہوتا، وہ دن جونی کے لیے عید جیسا ہوتا، آئے روز آفیسرز کے تبادلے ہوتے رہتے تھے اس لئے کوئی بھی افسر زیادہ عرصہ وہاں ٹک نہیں پاتا تھا، جونی کے لئے سب افسر ایک جیسے

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

احترام کے قابل تھے وہ نہ جانے کیوں ان سب کے لئے اپنے دل میں اتنا نرم گوشہ رکھتا تھا ورنہ باقی قبیلے والے تو جیسے ڈاک بنگلے میں آنے والے ہر آفیسر کے دشمن تھے اور یہ دشمنی نسل در نسل چلی آ رہی تھی، اس کے پیچھے یقیناً کوئی وجہ بھی تھی اور وہ وجہ کیا تھی......؟

کسی کو ابھی معلوم نہیں تھا......!

جونز والسن امیر ترین خاندان کا فرد تھا۔ گلاسز کے کاروبار نے والسن خاندان کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔

جونز مارک والسن کا اکلوتا بیٹا تھا، امید تھی کہ وہ اب اپنے خاندانی کاروبار کو سنبھالے گا لیکن ان کی امیدوں کے برعکس جونز نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد فاریسٹ آفیسر بننے کی خواہش ظاہر کی، سب حیران رہ گئے لیکن اسے کوئی بھی قائل نہ کر سکا، فاریسٹ افسر بننا اس کا شوق تھا اور وہ اپنے شوق کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہیں کرتا تھا۔

بطور فاریسٹ افسر سلیکٹ ہونے کے بعد وہ شمالی افریقہ کے اس چھوٹے سے قصبے میں آ گیا۔ ڈاک بنگلے میں رہائش اختیار کی اور پوری ایمانداری سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اس وقت اس کی شادی اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی شارلیٹ سے ہو چکی تھی اور اس کا ایک بیٹا بھی تھا......رکی والسن۔

اس قصبے کے تمام لوگ سیاہ فام تھے ایک جیسے نقوش......بعض دفعہ جونز کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ انہیں کس طرح پہچانے......کس طرح الگ سے شناخت کرے۔ عورتیں بھی ایک جیسی دکھتی تھیں۔ ہاں وہ سب سے الگ تھی یا پھر جونز کو دکھتی۔ شاہو اس کا نام تھا بالکل نوعمر تھی جونز کسی اور کو پہچانتا یا نہیں لیکن شاہو کو لاکھوں میں شناخت کر سکتا تھا، سفید فاموں سے نفرت کے باوجود اسے وہ اچھا لگنے لگا، شاہو کو بھی معلوم تھا کہ اس پسند کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ لیکن وہ اسے نظرانداز نہیں کر سکی۔ اک دوجے کی زبان سے ناواقفیت کے باوجود وہ ایک دوسرے کی باتیں بخوبی سمجھنے لگے تھے یہ شاید محبت کی زبان تھی جو ناواقفیت کے باوجود بھی باآسانی سمجھ آ جاتی ہے۔

روز ان کی ملاقاتیں ہونے لگیں لیکن انہوں نے کبھی اخلاقی حدود پار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جونز تیزی سے ان کی زبان سیکھ رہا تھا۔ شاہو کی بہت سی باتیں اس کی سمجھ میں آنے لگیں۔ وہ جونز سے شادی کی خواہش مند تھی اور جونز بھی کیا چاہتا تھا اس نے شاہو کو سب کچھ بتا دیا تھا اپنی بیوی بچے کا بھی......!

شاہو کو بھلا کیا فرق پڑتا۔ یا شاید وہ ابھی جذبۂ رقابت سے ناواقف تھی!

شاہو سے شادی کرنا آسان نہیں تھا لیکن اس قبیلے میں یہ رواج تھا کہ شادی میں عورت کی پسند کو ترجیح دی جاتی تھی۔ اس سے زبردستی نہیں کی جا سکتی تھی اس لیے شاہو کی پسند نہ کرنے کے باوجود وہ انکار نہیں کر سکتے تھے وہ سفید فاموں سے سخت نفرت کرتے تھے اور اپنے قبیلے کی عورت کی شادی ہرگز ہرگز کسی سفید فام سے نہ کرتے لیکن ان کی مجبوری تھی کہ ان کے قبیلے کی عورت خود کرنا چاہتی تھی اور وہ اپنی روایات سے مجبور تھے۔ کبھی نہ کبھی وہ بدلہ لیتے۔

شاہو سے شادی کے باوجود قبیلے والے جونز کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں چھپی نفرت جونز کو واضح نظر آتی لیکن وہ شاہو کے شوہر کو مار نہیں سکتے تھے یہ ان کی مجبوری تھی بھی شاہو اور جونز بے فکر تھے لیکن یہ بے فکری زیادہ دن قائم نہ رہی......!!

☆......☆......☆

جونز اس عجیب و غریب غار کو دیکھ کر حیران رہ گیا بہت تنگ سا غار تھا اور آس پاس کی چٹانوں سے پتھر یوں نکلے ہوئے تھے جیسے کسی نے نہایت مہارت سے انہیں تراشا ہو......نہایت نوکدار کسی چھرے کی مانند، ذرا سی بے احتیاطی موت کے منہ میں لے جا سکتی تھی اور وہ پتھر جسم کے آر پار ہو سکتے تھے۔

جونز اس سفید فام کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور سب سے زیادہ حیرانگی اسے ان سیاہ فاموں کو دیکھ کر ہوئی جو اپنے اس قصبے کے کرتا دھرتا تھے جہاں جونز کی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

رہائش تھی۔ جوزز کو کسی گڑبڑ کا اندیشہ ہوا وہ احتیاط سے
ان کے پیچھے چلتا ہوا اس غار تک پہنچا جب وہ لوگ اس
غار میں جاکر غائب ہوگئے تو جوزز بھی آہستگی سے ان
کے پیچھے جانے لگا۔ کافی دیر چلنے کے بعد اسے آگے
روشنی نظر آئی۔

"یقیناً غار یہاں ختم ہو رہا ہے......؟"

جوزز نے سوچا...... کچھ انہونی کا احساس اس
کے رگ و پے میں سنسناہٹ دوڑا رہا تھا۔ خوف سے
نہیں بلکہ جوش سے، غار کا دہانہ ختم ہوچکا تھا اور آگے کا
منظر نہایت ہولناک تھا۔ وہ سب ایک مردہ ہاتھی کے
پاس کھڑے تھے جو نہایت اونچی ڈیل ڈول کا تھا۔ اس
کے سفید دانت دھوپ میں خوب چمک رہے تھے اور اسی
دانت کو حاصل کرنے کے لیے وہ لوگ ادھر آئے تھے۔

اور سب سے زیادہ دکھ جس بات نے جوزز کو
پہنچایا وہ یہ تھی کہ وہ ہاتھی قدرتی موت سے نہیں مرا تھا
بلکہ اسے گولوں سے مارا گیا تھا۔ ہاتھی کے سر سے بہتا
خون اس بات کا گواہ تھا۔ غیر قانونی شکار...... ہاتھی
دانت کے لئے......!

جوزز صدمے کے زیر اثر کھڑا رہ گیا۔ اسے کیوں
معلوم نہ ہوسکا ان سب کا...... اس نے فرائض میں
کوتاہی برتی یا وہ لوگ حد سے زیادہ محتاط تھے۔ اس بات
پر کڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بلکہ ان کے خلاف فوری
کچھ کرنا تھا تاکہ وہ ہاتھی دانت کے حصول کے لیے ان
معصوم جانوروں کا شکار نہ کریں......!

جوزز اس وقت تو واپس آگیا کیونکہ فی الحال وہ
اکیلا کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن بعد کے لیے وہ اچھی طرح
سوچنا چاہتا تھا۔!!

ان دنوں شاہو امید سے تھی۔ وہ بہت خوش تھی،
خوش تو جوزز بھی تھا لیکن اس کا ذہن مسلسل انہی چوروں
کی طرف لگا ہوا تھا۔

شاہو کے استفسار پر اس نے ساری بات اسے
بتادی اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی...... شاہو خوفزدہ سی اس کی
باتیں سن رہی تھی وہ کسی قیمت پر بھی جوزز کو کچھ ہوتے

آزمائش

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے پاس
شیطان آیا اور کہنے لگا "کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں
ہے کہ تمہیں وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے
تمہارے مقدر میں لکھی۔" "آپ نے فرمایا
ہاں۔" اس نے کہا۔ "تو اس پہاڑ سے چھلانگ
لگادو۔ اگر تمہارے مقدر میں سلامتی ہوئی تو بچ جاؤ
گے۔" آپ نے فرمایا۔ "اے ملعون...... اللہ تو
اپنے بندوں کو آزما سکتا ہے۔ لیکن بندے کیلئے یہ
مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے رب کو آزمائے۔"

(شرف الدین جیلانی۔ ٹنڈو الہ یار)

نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن وہ اسے روک بھی نہیں سکتی تھی
کیونکہ وہ اس کے مزاج کو بخوبی سمجھ گئی تھی کہ وہ فرائض کو
ہر حال میں پورا کرنے والا ہے۔

وہ اپنے قبیلے والوں کی سرشت سے بھی واقف
تھی کہ وہ اپنا بدلہ کسی صورت چھوڑنے والے نہیں۔ ابھی
تو ان کے دل میں ان دونوں کی شادی کا غصہ تھا پھر جوزز
ان کے کام میں ٹانگ اڑاتا تو وہ اسے کسی صورت نہ
بخشتے......!

وہ صرف سوچ سکتی تھی جوزز کو باز نہیں رکھ سکتی
تھی، جوزز کیا کررہا تھا، شاہو کو معلوم نہیں تھا، اتنا ضرور
ہوا کہ وہ ایک بچے کے والد بن گئے...... وہ بچہ جس کا
نام انہوں نے جوئی والسن رکھا نہ مکمل سفید فام تھا نہ سیاہ
فام......!

گندمی مائل رنگت اور کھڑے نقوش اسے کافی
پرکشش بناتے تھے جوزز اس بچے کو پاکر بہت خوش تھا۔
اس دوران وہ ایک دو بار گھر بھی جاچکا تھا اور گھر والوں کو
اپنی شادی سے بھی مطلع کرچکا تھا۔

ایک طوفان آیا اور گزر گیا۔ سب نے بے دلی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

سے ہی سہی جونز کی دوسری شادی کو قبول کرلیا۔ جونز کو اپنے دونوں بیٹوں سے محبت تھی۔

رکی اب پانچ سال کا ہو چکا تھا۔ اور اپنے باپ سے بہت مانوس تھا باوجود اس کے کے جونز بہت کم گھر آپاتا......!

اس کی دوسری شادی سب کے ذہن سے محو ہونے لگی تھی کیونکہ جونز نے اس کے بعد کبھی اس موضوع پر بات نہ کی۔

ہاں اس کے بیٹے کی پیدائش کا بھی ابھی کسی کو معلوم نہیں تھا کیونکہ جونی کی پیدائش کے بعد جونز گھر نہیں جاپایا تھا......!

☆......☆......☆

جونز کی کڑی نگرانی کے باوجود ابھی تک ہاتھی دانت کی چوری کی کوئی واردات نہیں ہوئی تھی۔ جونی بھی بڑا ہورہا تھا، جونز اب اس کے بارے میں فکر مند تھا کیونکہ وہ اسے اور شاہو کو اس ماحول سے نکالنا چاہتا تھا لیکن اس سے بھی پہلے وہ ہاتھی دانت کی چوری میں ملوث لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جو بہت آسان نہیں تھا!

اور پھر قدرت نے جونز کو ایک موقع فراہم کردیا اس نے اتفاقاً سردار لوگوں کی باتیں سن لیں۔

''کل، وہ سفید فام آدمی پھر ہاتھی دانت حاصل کرنے کی غرض سے آرہا تھا اور ہاتھی دانت کے بدلے انہیں اسلحہ فراہم کرنے والا تھا اور یہ بہت خطرناک بات تھی۔

ان کے پاس اسلحہ آنے کی صورت میں جنگلی جانوروں کی خیر نہیں تھی اور جونز یہ سب روک دینا چاہتا تھا اور اس کا صرف ایک ہی طریقہ تھا بے شک وہ طریقہ قانونی نقطہ نظر سے ٹھیک نہیں تھا لیکن جو لوگ قانون جانتے ہوئے بھی انجان تھے ان کے ساتھ غیر قانونی ہونا پڑتا ہے......!

وقت مقررہ سے پہلے جونز اس جگہ موجود تھا جہاں ان لوگوں کی ملاقات ہوئی تھی وہ ایک گھنا درخت تھا جہاں یہ جونز موجود تھا بہت غور کرنے پر بھی نیچے کھڑے لوگوں کو جونز نظر نہ آتا جبکہ وہ ان کو با آسانی نشانہ بنا سکتا تھا۔ جس کے لئے اس کے ہاتھوں میں ریوالور دبا تھا اور وہ ایسے لوگوں سے نمٹنا بخوبی جانتا تھا۔

باتوں کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ چوکنا ہوگیا وہ لوگ قریب آچکے تھے اور کسی بات پر ان کی تکرار جاری تھی جس کا اندازہ اسے ان کی تیز اور اونچی آوازوں سے ہوا۔

جونز نے نیچے جھانکا۔ وہ سفید فام آدمی آچکا تھا۔ دو آدمیوں کے پاس ایک بڑی سی پیٹی تھی جس میں کچھ تھا۔ یقیناً اسلحہ ہوگا......!

جونز کو خیال آیا۔

وہ سب جھگڑ رہے تھے اور پھر ایک غیر متوقع بات ہوئی سردار نے اپنے آدمی کو آہستگی سے اشارہ کیا۔ اس سے پہلے کوئی کچھ سمجھتا، تلوار سفید فام کے پیٹ میں اتر چکی تھی۔ وہ آدمی پھٹی پھٹی آنکھوں سے سردار کو دیکھتا ہوا نیچے گر کر مرگیا۔

آنکھیں تو جونز کی بھی پھٹی رہ گئیں لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ بھیڑیے اکثر اپنی پہچان بھول جاتے ہیں اور بھوک اور جھگڑے میں ایک دوسرے کو کھانے لگتے ہیں۔

''خس کم جہاں پاک......'' جونز نے زیر لب کہا اور اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا تو اسے موقع نہ ملا لیکن ایک اور خیال اس کے ذہن میں آیا۔

وہ آہستگی سے درخت سے نیچے اتر آیا اور سردار سمیت دونوں آدمیوں پر پستول تان لیا۔ وہ جونز کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔

''یہ پیٹی یہیں چھوڑو اور یہاں سے جانے کی کرو ورنہ اس آدمی جیسا حشر تم سب کا بھی ہوسکتا ہے۔''

سردار کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس کے آدمی جونز کی طرف لپکے اور اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتے جونز کی پسٹل سے دو شعلے نکلے اور وہ دونوں زمین بوس ہوگئے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سردار خون ریز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا اور الٹے قدموں واپس پلٹ گیا۔

بچی کافی وزنی تھی لیکن جونز نے کسی طرح اسے اٹھالیا اور لاشوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرے خیال میں تمہارا ٹھکانہ جنگلی جانوروں کا پیٹ ہی ہونا چاہئے۔"

یہ کہہ کر جونز وہاں سے پلٹ آیا......!!!

شاہو جونز سے ساری تفصیل سننے کے بعد کافی دیر تک ساکت بیٹھی رہی۔

"جونز وہ بدلہ لے کر رہے گا تم سے۔"

"یار فکر نہ کرو مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے۔"

"فضول میں دشمنی مول لینے کا فائدہ......" وہ آبدیدہ ہوکر بولی۔

"فضول نہیں یار یہ میرا فرض ہے...... اچھا اب سونے کے بارے میں کیا خیال ہے مجھے تو سخت نیند آرہی ہے!"

جونز نے محبت لٹاتی نظروں سے شاہو کو دیکھا تو وہ مسکرا کر رہ گئی۔

اور اسی رات وہ سب ہوگیا جس کا سوچ کر شاہو ہر وقت خوفزدہ رہتی تھی۔ سردار کے آدمی سوتے ہوئے جونز کو رسیوں میں جکڑ کر لے گئے۔ شاہو کے چیخنے چلانے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور جب تک جونز کی لاش نہ آگئی دو آدمی مسلسل شاہو کی نگرانی کرتے رہے۔

شاہو پاگل سی ہوگئی، اپنے محبوب شوہر کی اذیت ناک موت اس کے حواسوں پر سوار ہوگئی۔ سردار کا بدلہ پورا ہوگیا اور جونز کی موت کو ایک حادثہ قرار دے دیا گیا کسی نے بھی تصدیق کی ضرورت محسوس نہ کی۔ جونز کے گھر والوں کو جھوٹی رپورٹ سے بہلا لیا گیا کیونکہ اصل حقائق کا تو خود سرکار کو بھی نہیں پتہ تھا۔

وقت گزرتا گیا شاہو اب کچھ نارمل ہوچکی تھی۔ جونی بھی کافی بڑا ہوگیا اتنا کہ ہر بات آسانی سے سمجھ جاتا۔

سردار نے زبردستی شاہو سے شادی رچالی۔ وہ روئی، تڑپی لیکن کچھ نہ کرسکی، کیونکہ صرف پہلی شادی کی آزادی ہوتی ہے ان کو اگر کسی وجہ سے دوسری شادی کا موقع آئے تو پھر ان کو اپنی مرضی کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔

شادی کے بعد سردار نے شاہو پر ظلم وستم کی انتہا کردی، سارے قبیلے والوں کو جونز کی وجہ سے بعد میں آنے والے ہر افسر سے نفرت ہوگئی لیکن جونی کو معلوم تھا کہ اس کا باپ بھی ایک افسر تھا اس وجہ سے وہ ہر آنے والے افسر میں اپنے باپ کو تلاش کرتا۔

'شاہو' کی زبانی جونی کو ہر بات معلوم تھی، وہ قبیلے والوں کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن ان کے ساتھ رہنے پر مجبور تھا۔

وہ اپنی ماں پر ظلم ہوتے دیکھتا تو تڑپ اٹھتا لیکن چھوٹا ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہ کرسکا اور پھر سردار کے ظلم سے تھک کر شاہو بھی موت کے منہ میں چلی گئی۔

جونی کے لئے اب اس دنیا میں دلچسپی کا کوئی سامان نہیں تھا۔ سردار بھی بہت عمر رسیدہ ہوچکا تھا اور جونی جوان ہوچکا تھا......!!!

اک نیا آفیسر ڈاک بنگلے میں آکر ٹھہرا تھا بالکل جوان اور خوب صورت، ہنس مکھ طبیعت کا مالک...... جونی کو وہ بہت ہی اچھا لگا خاص کر اس کی سنہری مسکراتی آنکھیں۔

"میرے باپ کی بھی آنکھیں اسی طرح ہوں گی۔" جونی نے دل میں سوچا کیونکہ شاہو نے اسے جونز کے بارے میں سب کچھ بتایا تھا حتیٰ کہ آنکھوں کا رنگ بھی......!

وہ جونی کے ساتھ کافی گھل مل گیا۔ گندمی رنگت اور سنہری چمکتی ہوئی آنکھیں لئے وہ نوجوان بہت پرکشش تھا۔

"یار تمہاری اور میری آنکھیں کافی ملتی جلتی ہیں......؟؟"

ایک دن اس افسر نے باتوں باتوں میں جونی سے کہا۔ جونی نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا کیونکہ اس نے کبھی اپنی آنکھوں کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ "ہاں اپنی ماں کی زبانی اسے آنکھوں کی رنگت کا پتہ تھا۔"

"ایسے حیران مت ہو......لو آئینہ دیکھو۔"

جونی نے آئینے میں خود کو دیکھا اور حیران رہ گیا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اس کی آنکھیں بالکل اسی افسر جیسی تھیں وہ مسکرایا۔
"تمہاری مسکراہٹ بہت اچھی ہے۔"
جونی شرما گیا اور اس افسر نے جھٹ قہقہہ لگایا۔
"میری ماں کہتی تھی کہ میرا باپ جونز بھی اسی طرح ہنسا کرتا تھا۔"
جونی نے اسے ہنستے دیکھا تو مسرور ہو کر بولا۔
افسر حیرانگی سے جونی کی طرف دیکھنے لگا۔
"کیا نام لیا تم نے......؟"
"جونز...... جونز والسن......" جونی اطمینان سے بولا۔ لیکن اس افسر کا اطمینان رخصت ہو گیا۔
"جونز والسن...... تمہارا باپ......؟"
"ہاں...... وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"
"اور تمہاری ماں......؟"
"وہ بھی کچھ عرصہ پہلے اس دنیا سے چلی گئی۔"
جونی افسردہ ہو گیا۔
"کیا تم مجھے ساری تفصیل بتا سکتے ہو......" افسر کے کہنے پر جونی نے تمام واقعات جو اس نے اپنی ماں سے سنے تھے بیان کر دیے اور جونز والسن کی المناک موت بھی......!
نہ جانے کیوں وہ افسر یہ سن کر بہت بے چین ہو گیا۔ "کیا آپ کو یقین نہیں آ رہا......؟" جونی نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں ایسی بات نہیں...... اب میں بھی تمہیں کچھ بتانے والا ہوں۔"
"میرا نام رکی والسن ہے اور میں بھی جونز والسن کا بیٹا ہوں۔ اور اس رشتے سے ہم دونوں بھائی لگتے ہیں، اب حیران ہونے کی باری جونی کی تھی اور پھر اسے سب سمجھ آ گیا اس کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق دوڑی، رکی نے اپنی بانہیں پھیلائیں اور جونی دوڑ کر رکی سے لپٹ گیا......!!
رکی اپنے والد کی موت کا بدلہ اس سردار سے لینا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی عمر رسیدہ سردار کی موت کی خبر آ گئی۔
رکی گویا ہوا۔ "مم کی موت کے بعد میں بہت افسردہ تھا سردار پر جب میری نظر پڑتی تو سہم جاتا، مجھے ہر وقت ڈر لگا رہتا کہ کسی نہ کسی روز اندھیری رات میں یہ سردار مجھے بھی موت سے ہمکنار کرے گا، اور اس خوف کی وجہ سے میں رات میں سو نہیں پاتا تھا اور پھر ایک رات سردار کی موت واقع ہو گئی۔ اس رات مم ہیولہ کی صورت میں میرے کمرے میں آئی اور بولی۔ رکی...... میں نے تمہارا ڈر خوف ختم کر دیا۔ میں نے سردار کا ظلم و ستم سہا، لیکن سردار سے تمہیں ڈرتا اور سہم کر رہتا دیکھا نہ گیا اور تمہاری خوشی کے پیش نظر میں نے سردار کو موت سے ہمکنار کر دیا...... اب تم خوش و خرم اپنی زندگی گزارو میرے بچے...... اچھا اب میرے جانے کا وقت ہو رہا ہے...... اب میں چلتی ہوں...... تم اپنا خیال رکھنا۔" اور مم کا ہیولہ غائب ہو گیا۔"
"چلو ہم کسی کا خون اپنے ذمہ لینے سے بچ گئے۔"
رکی نے ہاتھ جھاڑے، جونی نے بھی مسکرا کر اس کا ساتھ دیا۔
"میں بالکل نہیں چاہتا کہ کسی کو بھی ڈیڈ کے قتل کا پتہ چلے۔ سالوں پہلے جو بات دب گئی اسے دبا رہنے دو۔ ہاتھ بھی کیا آئے گا سوائے مزید دکھ کے۔ قدرتی موت پر صبر آ جاتا ہے لیکن یوں قتل کر دیے جانا اور وہ بھی اتنی اذیت سے تو اس بات کا زیادہ دکھ ہوتا ہے گھر میں جس کو بھی پتہ چلے گا اسے نئے سرے سے دکھ ہوگا۔ اس لئے کسی سے بھی اس بات کا ذکر نہ کرنا تم سمجھ رہے ہو نا جونی......؟"
جونی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ رکی نے مسکراتے ہوئے جونی کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا۔
"بے شک آج سے بہت سال پہلے اس نے قصبے میں اپنا ایک خوب صورت رشتہ کھویا اور آج قدرت نے اسی سرزمین پر اسے بھائی کی صورت میں ایک اور خوب صورت رشتہ عطا کر دیا......!"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM
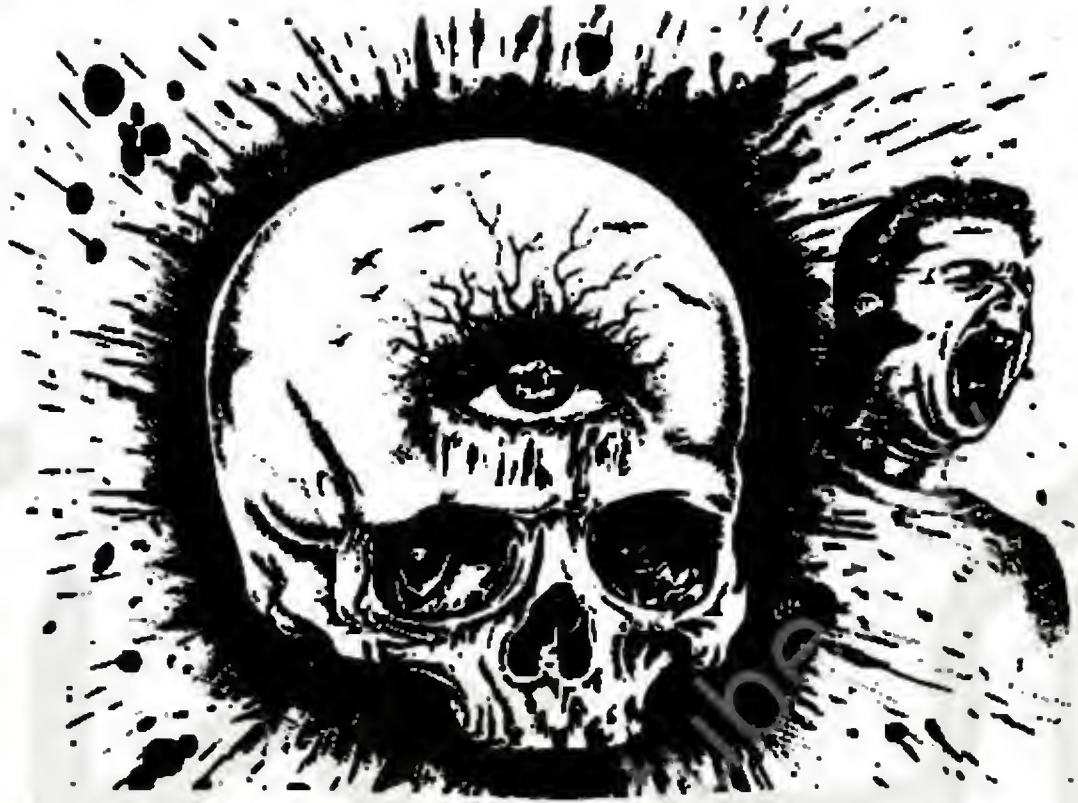
موت کا قلعہ

بلقیس خان۔ پشاور

بڑے ہال میں بے شمار لوگ کھڑے تھے کہ اچانک سفید دھوئیں کا مرغولہ اٹھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں نے ایک ہیولہ پھر ایک عفریت کی شکل اختیار کرلی اور پھر اس عفریت نے جب چنگھاڑ ماری تو……

ایک عجیب الخلقت عفریت کی کہانی جو کہ پڑھنے والوں کو خوف وہراس سے روشناس کرادے گی

سعید اب آپ بس بھی کریں! روز بروز لیٹ لاتے ہیں، میں انتظار کرتے ہوئے تھک جاتی ہوں، کیا کام واقعی زیادہ ہوتا ہے، یا پھر تمہارا انتظار کرکے سوجاتا ہے صبح اتنی جلدی چلے جاتے ہیں کہ بابر سے بھی نہیں مل پاتے!'' فلک کے لہجے میں پھر وہی شکوہ تھا۔ میں مسکرانے لگا۔ ''آپ مسکرا کر بات نہ ٹالیں عمل بھی کبھی کبھار کرلیا کریں۔ ابھی تو رات کا ایک ہی بجا ہے۔''

''ہاں اور اس وقت تک آدھی دنیا سو رہی ہوتی ہے۔'' فلک نے کہا۔

''او کے بابا؟ کھانا نکالو بہت بھوک لگی ہے، تم نے بھی نہیں کھایا ہوگا۔''

فلک کھانا میز پر لگانے لگی۔ میں نے کوٹ اتار دیا۔ ہاتھ منہ دھوایا اور ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔

اللہ کا دیا سب کچھ ہے میرے پاس فلک سے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

محبت اور زبردست رومانس کے بعد شادی ہوئی، ہمارا چار سال کا بیٹا بابر میں ذہانت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ فلک پنج گانہ نماز کی پابندی کرتی تھی مجھے بھی اکثر تلقین کرتی رہتی ہے کہ نماز پڑھا کریں! مگر ہر بار اس کی بات میں ٹال دیتا ہوں۔ میں دفتر صبح جلدی جاتا ہوں اور رات دیر سے آتا ہوں بابر میرا انتظار کر کے سو جاتا ہے اور فلک انتظار کرتی رہتی ہے۔ اکثر مجھے نصیحت بھی کرتی ہے۔ "نماز پڑھا کرو۔"

اور میں ہنس کر کہتا ہوں۔ "تم میرے لئے نماز پڑھ کر دعائیں مانگتی رہتی ہو، میرا اللہ تمہاری دعا کے بدلے میری مشکلات ختم کر دیتا ہے۔" یہ جھوٹ نہیں تھا، فلک آدھی آدھی رات تک جاگتی رہتی اور میرے لئے اللہ سے دعائیں مانگتی رہتی تھی۔

☆......☆......☆

فلک اور بابر مجھے ایئرپورٹ چھوڑنے کے بعد چلے گئے، بابر کو میں نے ڈھیر سارا پیار کیا اور فلک کو اس کا خیال رکھنے کو کہا حالانکہ وہ بابر کا خیال مجھ سے زیادہ رکھتی تھی۔

میں کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک جا رہا تھا ،جہاز میں زیادہ تعداد غیر مسلم کی تھی، وہ پاکستان میں سیر و تفریح کرنے کے بعد واپس اپنے ملک جا رہے تھے۔

ایئرپورٹ، پر بابر میرے گلے سے لگ کر بولا۔ "ابو جلدی آنا۔" میں نے بابر کو گود میں اٹھا کر فلک کے حوالے کیا پھر بابر سے کہا۔ "امی کا خیال رکھنا اور تنگ بھی نہیں کرنا!" بابر نے اثبات میں سر ہلایا، جس دن میں شہر سے باہر جا رہا ہوتا فلک میرے لئے خصوصی دعائیں کرواتی اور حفاظت کی حصار کی دعا پڑھ کر مجھ پر پھونک مار دیتی اس لئے میرا سفر خیر و عافیت سے تمام ہو جاتا۔

کچھ دیر کے بعد جہاز پرواز کر گیا، کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گزرنے کے بعد میں نے جہاز کی کھڑکی سے باہر دیکھا نیچے کی دنیا بہت چھوٹی نظر آ رہی تھی، مگر نیچے کوئی گھنا جنگل تھا ہر چیز سرسبز و شاداب تھی سب لوگ سکون سے بیٹھے تھے، جہاز ہزاروں فٹ کی بلندی پر محو پرواز تھا کہ اچانک اعلان ہوا۔

"جہاز میں تکنیکی خرابی ہو گئی ہے مسافر حضرات نہ گھبرائیں، ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ خرابی پر قابو پالیں۔"

اعلان کے بعد مسافر پریشان ہو گئے میرا سکون بھی غائب ہو گیا کچھ ہی دیر کے بعد جہاز ہچکولے کھانے لگا کمزور دل حضرات رونے لگے غیر ملکی اپنے عقیدے کے مطابق خدا سے رحم مانگنے لگے اور آج مجھے بری طرح سے اللہ یاد آیا۔

"آپ سب سے گزارش ہے کہ گھبرائیں نہیں اب ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ جہاز کو کسی مناسب جگہ پر اتار دیں۔"

کچھ دیر کے بعد جہاز میں ہلچل مچ گئی بری طرح جہاز لہرانے لگا مسافر ایک دوسرے پر گرنے لگے اور جہاز میں چیخ و پکار شروع ہو گئی شدید افراتفری پھیل گئی تھی۔

"جہاز ہمارے قابو سے باہر ہو گیا ہے اور اسے سنبھالنا ہمارے بس میں نہیں۔" اور جہاز تیزی سے زمین کی جانب جانے لگا اعلان تھا یا خطرے کا الارم! برے وقت میں سب کو اللہ یاد آ جاتا ہے، برے وقت میں ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں، اچھے وقت میں ہم حکم الٰہی سے غافل رہتے ہیں۔

جہاز پوری قوت سے زمین پر گرا، اور آدھے سے زیادہ زمین میں دھنس گیا، بہت سارے مسافر موقع پر جاں بحق ہو گئے اور جہاز کے سارے شیشے خون آلود ہو گئے۔

میری جانب کا بھی شیشہ ٹوٹا تھا میں خوش قسمتی سے ٹوٹے ہوئے شیشے سے باہر نکلا۔ میری تقلید میں کچھ اور مسافر بھی جہاز سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا پھر ہم کچھ دور ہی گئے ہوں گے کہ جہاز دھماکے سے پھٹ گیا جہاز کے ٹکڑے اور انسانی اعضاء اڑتے ہوئے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے امیں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے ہر طرف خون ہی خون تھا اور یہ بہت دل دہلانے والا منظر تھا درختوں پر بھی انسانی اعضاء چمٹ گئے تھے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

جہاز پر ڈیڑھ سو افراد سوار تھے اور اب بمشکل مجھ سمیت 10 بچے تھے ہمارا بچنا ایک طرح سے معجزہ تھا۔ ہم سب کھڑے کھڑے اپنے طریقے سے شکر ادا کر رہے تھے۔

ہم میں ایک ائیر ہوسٹس لڑکی بھی تھی وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی، مگر زندہ بچ جانے پر اللہ کا شکر گزار تھی باقی پانچ غیر ملکی عیسائی تھے جو کہ تھوڑے فاصلے پر کھڑے غم سے نڈھال تھے۔ جنگل بہت گھنا تھا اور شدید سردی کا زور تھا ہم لوگ گروپ کی صورت میں آگے بڑھے پہلے ہم نے اپنا تعارف کروایا، تعارف سے ہمیں پتہ چلا کہ میں اور علیزہ مسلم ہیں باقی آٹھ افراد غیر مذہب ہیں، عیسائیوں میں ایک لڑکی کرسٹینا تھی وہ کچھ زیادہ ڈری ہوئی تھی ہم سب محفوظ ٹھکانہ ڈھونڈنے کے لئے آگے بڑھنے لگے مگر جنگل بہت گھنا اور لمبا تھا رات کی وجہ سے اندھیرا بڑھ رہا تھا اور جنگل میں رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

کچھ دیر کے تلاش کے بعد ہمیں ایک غار نظر آیا ہم اندھیرے غار میں گھس گئے اور غار کا دہانہ بڑے پتھروں سے بند کیا، باہر کی نسبت غار میں سردی نہ ہونے کے برابر تھی اور زمین بھی ہموار تھی رات ہم نے غار میں بسر کی البتہ جنگلی جانوروں کی آوازوں سے علیزہ اور کرسٹینا بری طرح خوف زدہ تھیں۔

صبح کے وقت جب ہم جہاز کی جگہ پر گئے تو وہاں پر لاتعداد مردار خور گدھ انسانی اعضاء نوچ نوچ کر کھا رہے تھے، علیزہ یہ دیکھ کر خوف سے کانپ اٹھی جنگل بے حد گھنا تھا اور سورج کی روشنی بالکل نیچے نہیں آرہی تھی اس لئے جنگل میں اندھیرا تھا، ہم جنگل سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرتے رہے مگر جنگل شیطان کی آنت کی طرح لمبا تھا جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا ایک جگہ پر ہم نے پھلوں کے درخت دیکھے تو ہم نے خوب جی بھر کر پھل کھائے اور ڈھیر سارے توڑ کر اپنے پاس رکھ لئے راستہ تلاش کرنے میں ہم ناکام رہے ہم دوبارہ غار میں واپس چلے گئے کیونکہ پیٹ کا ایندھن بھر چکا تھا۔

اگلے دن پھر ہمت کر کے ہم نے جنگل سے نکلنے کا ارادہ باندھا اور ایک سمت چلنے لگے میں بہت پریشان تھا اگر مجھے کچھ ہوگیا تو بابر اور فلک کا کیا ہوگا۔

ہم شام تک ناک کی سیدھ میں چلتے رہے مگر جنگل تھا کہ ختم نہیں ہو رہا تھا اب واپس غار میں بھی نہیں جا سکتے تھے کیونکہ اندھیرے میں راستہ بھول جانے کا خطرہ تھا۔

ہم پریشانی سے آگے بڑھ رہے تھے کہ دور سے ہمیں دھوئیں کے مرغولے اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ہمارے چہروں پر سکون پھیل گیا ہم خوش ہونے لگے اور خوشی سے اس کی جانب تیزی سے بڑھنے لگے ہم بغیر کچھ سوچیں اسی سمت بڑھتے رہے قریب جانے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک بڑا قلعہ تھا ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا ہم قلعہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔

قلعہ کے باہر دو آدمی کھڑے تھے وہ شکل سے خوف ناک لگ رہے تھے ان دونوں نے سفید رنگ کی چادریں اپنے اردگرد باندھ رکھی تھیں ان کے اوپری دھڑ ننگ دھڑنگ تھے اور جسم پر بے تحاشہ بال تھے۔

ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے قلعے کا بڑا دروازہ کھول دیا اور ہمیں قلعہ میں جانے کا کہا۔ ہم قلعہ کے اندر چلے گئے اور ہمارے اندر جاتے ہی دروازہ تیزی سے بند ہوگیا، قلعہ بہت وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا اور دیواروں پر جگہ جگہ بھیانک صورتیں بنائی گئی تھیں، قلعے کے مختلف سمتوں سے سفید چادروں میں ملبوس 20 آدمی ہمارے سامنے آ گئے۔ ان کے جسم بھی ریچھ کی مانند بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔

ان بھیانک صورت آدمیوں نے ہمیں گھیر لیا اور پھر ایک بڑے سے لوہے کے پنجرے میں ڈال دیا اس سے پہلے کہ ہم سے کوئی کچھ کہتا ان میں سے ایک آدمی بولا۔

''کتنے عرصے بعد انسانی شکار ہاتھ آئے ہیں صبح

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سورج دیوتا آئے گا وہی ان کی زندگی کا فیصلہ کرے گا۔"

علیزہ بری طرح رونے لگی، کرسٹینا بھی ڈر کے مارے اونچی آواز میں رو رہی تھی، کچھ دیر کے بعد ایک آدمی آیا اس نے پنجرے کا تالا کھولا پھر علیزہ اور کرسٹینا کو باہر نکلنے کا کہا۔

وہ دونوں باہر نکل گئیں تو ان کو علیحدہ علیحدہ پنجرے میں قید کر دیا گیا، وہ دونوں اب بھی رو رہی تھیں۔

☆......☆......☆

صبح قلعہ کا دروازہ زور شور سے کھلا، تمام سفید چادر پہنے ہوئے سب کے سب ادب سے لائن میں کھڑے ہو گئے کچھ دیر کے بعد ایک نوجوان دروازے سے اندر داخل ہوا اس نے کسی جانور کی کھال سے اپنی ستر پوشی کی تھی وہ جوان تھا اس کی صحت قابل رشک تھی صاف خوبصورت جسم سنگی بال کندھوں پر جھول رہے تھے چہرے کے نقوش لازوال تھے۔ ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور ہمیں غصے سے کہا۔ "کھڑے ہو جاؤ، ہمارا دیوتا آ رہا ہے۔"

ہم بڑے پنجرے میں کھڑے ہو گئے دیوتا ہمارے سامنے سے گزرا اور اس نے ہمیں اک نظر دیکھا اس کی سبز آنکھوں میں سحر سا چھپا ہوا تھا اور دوسری گہری نظر دیوتا نے کرسٹینا اور علیزہ پر ڈالی۔

دیوتا شان بے نیازی سے چلتا ہوا ایک بڑے تخت پر براجمان ہو گیا اور ایک ٹانگ، دوسرے ٹانگ پر رکھ دی، قلعہ کے گیٹ کے باہر جو دو آدمی کھڑے تھے وہ دیوتا کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

سورج دیوتا نے پوچھا۔ "یہ کون ہیں؟" اشارہ ہماری طرف تھا۔

"یہ ہمارے نئے مہمان ہیں اور اب آپ نے ان سب کی زندگی کا فیصلہ کرنا ہے۔"

"ہاہا ہا..... ہمارا تو خوراک ہی انسانی خون اور گوشت ہے، ہم ان کی زندگی بخش نہیں سکتے تم لوگ بھی کافی عرصے سے مردار جانوروں کے گوشت کھا کھا کر کمزور ہو گئے ہو اب ان تگڑے انسانی جسموں کو تل کر کھائیں گے تو مزہ دوبالا ہو جائے گا۔"

"جاؤ، ان میں سے دو کو پنجرے سے باہر لے آؤ!" سورج دیوتا کا غلام باہر آیا اور اس نے ہم میں سے دو آدمیوں کو پکڑ کر باہر پھینک دیا اس کا انداز ایسا تھا جیسے مرغیوں کو ڈالے سے نکال کر ذبح کرنے کے لئے پھینکا جاتا ہے۔ دونوں نے گڑگڑانا شروع کر دیا۔

"اسے ہمارے پاس لاؤ۔" دیوتا نے ایک کی سمت اشارہ کیا وہ رام رام کر کے چلا رہا تھا، دو سفید چادر میں ملبوس بھیانک آدمیوں نے اس کو دائیں بائیں سے پکڑا اور دیوتا کے قدموں میں لٹا دیا۔

تیسرے آدمی نے پوری قوت سے ٹوکے سے ایک کا سر تن سے جدا کر دیا، دیوتا نے اسکا سر پکڑا اور اس کے ابلتے خون پر منہ رکھ دیا دیوتا کے منہ پر خون لگ گیا اس کا چہرہ خون سے لال سرخ ہو گیا جو کہ بہت بھیانک لگ رہا تھا کچھ دیر اس شخص کا دھڑ تڑپتا رہا پھر ساکت ہو گیا۔

دیوتا کے چیلوں نے باقی ایک کے ساتھ بھی یہی عمل کیا، دیوتا نے خون پینے کے بعد ان دونوں کے لاتعداد ٹکڑے کر دیئے اور اپنے ہرکاروں کو حکم دیا کہ وہ ان ٹکڑوں پر جھپٹ پڑیں دیوتا کے چیلے انسانی ٹکڑوں پر کتوں کی طرح جھپٹے ان کے منہ سے چپڑ چپڑ کی بھیانک آوازیں نکل رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد وہاں صرف انسانی ہڈیاں رہ گئی تھیں جن میں گوشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی پھر دیوتا اٹھا اور تمام چیلے ادب سے لائن میں کھڑے ہو گئے کرسٹینا اور علیزہ یہ خونی مناظر دیکھ کر بے ہوش ہو چکی تھی۔

دیوتا اپنے چیلوں سے مخاطب ہوا۔ "باقی بچا ہوا دوپہر کو کھائیں گے میں اب آرام کرنے جا رہا ہوں مجھے کوئی تنگ نہ کرے۔"

دیوتا محل کے اندر چلا گیا اور اس کے چیلے ادب سے کھڑے رہے۔

دوپہر کو دیوتا باہر آیا اور پھر انہوں نے دو مردوں کو باہر نکال کر وہی بھیانک عمل دہرایا ہمارے پنجرے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

میں اب صرف تین آدمی مجھ سمیت باقی رہ گئے تھے۔

جہاز کے حادثے میں ہم بچ گئے مگر ان آدم خوروں کے چنگل میں پھنس گئے اب میں ایک ہندو اور عیسائی پنجرے میں بند تھے اور ہمارے سامنے والے پنجرے میں کرسٹینا اور علیزہ ہوش سے بیگانہ موجود تھیں۔

☆......☆......☆

رات کے وقت قلعے میں بے شمار دیئے جل اٹھے اور دیوار کے کونوں میں مشعلیں بھی روشن ہوگئیں، مجھے فلک اور بابر بے تحاشہ یاد آرہے تھے ابھی تک تو صرف غیر مسلموں کو مار دیا گیا تھا اب مجھے لگ رہا تھا کہ میری باری ہے موت کے خوف سے میری آنکھوں میں آنسو لڈ آئے اور مجھے فلک کی باتیں یاد آنے لگیں وہ مجھے نیک کاموں کا کہتی نماز کی تلقین کرتی اور روزہ کی باتیں کرتی مگر میں ہر بار ٹال دیتا۔ میں نے نیک کاموں کو ترک کر دیا تھا شاید اسی وجہ سے مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوگئی تھی۔

رات کو دیوتا کے چیلوں نے پنجرے کا دروازہ کھولا میں خوف سے تھر تھر کانپ اٹھا اور دل ہی دل میں خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی مگر وہ دیوتا کے چیلوں نے پکڑ کر باہر پھینک دیا اور دیوتا کے قدموں میں انہیں لٹا کر وہی خطرناک عمل دہرایا گیا پھر ان کے بے شمار ٹکڑے کرکے کتوں کی مانند ان پر ٹوٹ پڑے۔

پھر دیوتا کے چیلے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے دیوتا نے گرج کر کہا۔

"میرے محل میں ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کو پہنچا دو۔" دیوتا کے چیلے کرسٹینا اور علیزہ کے پنجرے کی جانب بڑھے۔

"میں سوچ رہا تھا، علیزہ کی خیر نہیں کیونکہ وہ خوبصورتی کی شاہکار تھی جبکہ کرسٹینا صرف نقوش کی اچھی تھی اور سانولی رنگت کی تھی مگر میں حیرت زدہ رہ گیا جب چیلوں نے کرسٹینا کو پکڑ لیا اور چیختی چلاتی کرسٹینا کو محل کی جانب لے جانے لگے کرسٹینا خود کو ان سے آزاد کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

ساری رات کرسٹینا کی چیخنے چلانے کی آوازیں آتی رہیں اور علیزہ منہ ہی منہ میں غالباً قرآنی آیات کا ورد کرتی رہی میں بے بسی سے علیزہ کو دیکھتا رہا تھا۔

صبح کرسٹینا محل سے باہر پھینک دی گئی۔ اس کی برہنہ وجود سے جگہ جگہ خون کی باریک لکیریں بن کر سوکھ گئی تھیں اس کی عزت بری طرح لوٹی گئی تھی دیوتا نے اس پر ذرا رحم نہیں کھایا تھا محل سے اس کا وجود پھینک دینے کے بعد دیوتا کے چیلے خونی گدھوں کی طرح اس پر بری طرح ٹوٹ پڑے۔ انسانیت سوز سلوک کرنے کے بعد دیوتا کے خونی ہرکاروں نے کرسٹینا کے جسم کے بے شمار ٹکڑے کیے اور ان کو کھا گئے۔

"علیزہ! تم کیا پڑھ رہی ہو؟"

بڑا آدمی

بڑے آدمی کی تمام خوبیاں اور فضائل اس کی زندگی میں بھی کام کرتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد بھی اس کی عظمت کو اجاگر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ جب بڑا آدمی مرتا ہے تو اگلے دن خبر آتی ہے کہ اس کے جنازے میں شہر کے تمام بڑے آدمی شریک ہوئے...... تاہم بڑے آدمی کاروں میں قبرستان پہنچ جاتے ہیں...... کندھا دینے والے چار چھوٹے آدمی ہوتے ہیں کیونکہ ان کے کندھے چوڑے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ بڑے آدمیوں کو کندھا دیتے ہیں۔ افسوس کے بڑے آدمی بھی بھلا آخر اس جہان فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ اور انہیں بھی کنالوں کی کوٹھیوں سے نقل مکانی کرکے بقیہ عمر چھوٹے آدمیوں کے ساتھ دو گز والے پلاٹ کی قبروں میں بسر کرنا پڑتی ہے۔ بڑے آدمیوں کو چاہئے کہ وہ اس بات پر غور کریں اور یہ بات اپنے سے بڑے آدمیوں کے نوٹس میں لائیں۔" (عطاالحق قاسمی کی کتاب)

(شرف الدین جیلانی۔ ٹنڈو الہ یار)

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں مشکل سے نکلنے کی دعائیں پڑھ رہی ہوں
یہ خوف ناک موت کا قلعہ ہے اور دیوتا انسانوں پر رحم نہیں کرتا، سعید تم نے نوٹ کیا کہ ہم دونوں مسلمان ہیں اور ابھی تک ہمارے لئے ان لوگوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ورنہ جہاں اتنے لوگ لقمہ اجل بن گئے مگر کچھ تو ہے کہ یہ لوگ ہم سے دور ہیں اور مجھے وجہ سمجھ آ گئی ہے میں نے قرآنی آیات پڑھ کر اپنے گرد حصار قائم کرلیا ہے میں اب بھی حصار تمہارے اردگرد قائم کردوں گی۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ علیزہ! اللہ کرے ہم ان سے محفوظ رہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ قلعہ، موت کا قلعہ ہے دیوتا اور اس کے خونی ہرکارے ہر اس انسان کا یہی حشر کرتے ہیں جو غلطی سے موت کے قلعہ میں آ جاتے ہیں یہاں آنے والوں کے لئے صرف موت ہوتی ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد سورج دیوتا اور اس کے ہرکارے قلعہ باہر چلے گئے، قلعہ میں موت کا سناٹا پھیل گیا شام تک وہ لوگ نہیں آئے پھر رات ہوگئی نیند کی آغوش میں ہم گم ہوگئے۔

☆......☆......☆

صبح ہماری آنکھ جلدی کھل گئی علیزہ پہلے سے جاگی ہوئی تھی اور خوف سے کانپ رہی تھی، میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر قلعہ موت کی خاموشی کی طرح خالی تھی۔" کیا بات ہے علیزہ کیوں خوف زدہ ہو؟"

سعید رات کو میں نے خواب دیکھا دیوتا یہاں برسوں سے حکمرانی کررہا ہے یہ بہت زیادہ پراسرار قوتوں کا مالک ہے دیوتا کا اصلی روپ بہت بھیانک ہے خواب میں، میں نے اس کا بھیانک چہرہ دیکھا، تو کانپ اٹھی تم یقین کرو اگر کوئی نرم دل انسان اس کا وہ روپ دیکھ لے تو خوف سے اس کا دل پھٹ جائے۔

کوئی بہت نیک دل انسان، دن رات تمہارے لئے دعائیں مانگ رہا ہے، تم کسی کی دعا کے حصار میں ہو، دو ننھے ہاتھ بھی بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہیں میں نے خواب میں دیکھا جب تک دیوتا اور اس کے چیلوں کو انسانی گوشت اور خون ملتا رہے گا یہ تب تک زندہ رہیں گے مگر تم قرآنی آیات کی تلاوت کرو، شاید دعاؤں کے حصار کی وجہ سے یہ بھیانک مخلوق ہم سے دور رہیں۔"

علیزہ کی بات سن کر میرا منہ لٹک گیا مجھے قرآنی آیات یاد نہ تھی۔ میں کچھ نہ بولا۔ اثبات میں سر ہلایا۔

"علیزہ اس کا مطلب ہے کہ ہم اب یہاں سے شاید ہی زندہ جا سکیں! مجھے اپنی تو نہیں مگر فلک اور بابر کی فکر ہے۔ وہ دونوں کس حال میں ہوں گے۔"

سعید یہ دیوتا اور اس کے چیلے یقیناً شکار پر گئے ہیں اگر یہ کھانے کو تمہیں کچھ دیں تو مت کھانا یہ ہمیں دھوکے سے حرام چیزیں کھلانے کی کوشش کرسکتے ہیں۔" علیزہ بولی۔

اچانک قلعہ کا دروازہ کھلا اور دیوتا اور اس کے بھیانک صورت چیلے اندر داخل ہوئے۔ دیوتا تخت پر بیٹھ گیا اور میری طرف اشارہ کرکے بولا۔" میں کب سے بھوکا ہوں اس شخص کو میرے پاس لاؤ اور اس لڑکی کو رات کو میرے کمرے میں پہنچا دینا!

"دیوتا! ہم جب ان دونوں کے قریب جاتے ہیں تو ہمیں تپش محسوس ہوتی ہے ہم ان کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔" ایک چیلہ بولا۔

"تم لوگ بے فکر رہو میں ایک ایسا عمل کروں گا کہ ان دونوں پر سے وہ انجانا عمل کا اثر ختم ہوجائے گا پھر میں دیکھوں گا کہ ان کو ہماری خوراک بننے سے کون سا عمل روکتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ہماری رکاوٹ نہیں بنے گی کیونکہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت تو ہم خود ہیں۔ دنیا کی ساری طاقتیں ہمارے آگے بے بس ہوجاتی ہیں۔ بس میں اپنا عمل آج ہی شروع کرتا ہوں۔ تاکہ جلد ان کو خوراک بناؤں!" دیوتا نے قہر و غضب سے ہماری جانب دیکھا۔

"سورج دیوتا کی جے ہو" اس کے چیلے نعرے لگانے لگے پھر دیوتا اور اس کے چیلے قلعہ سے باہر چلے گئے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

☆......☆......☆

رات کو میری آنکھ کھل گئی آج قلعہ میں گھپ اندھیرا تھا دیئے آج نہیں جلائے گئے تھے مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا علیزہ اونچی آواز میں قرآنی آیات تلاوت کررہی تھی میں کروٹ پر کروٹ بدلنے لگا۔ نیند مجھ سے کوسوں دور تھی۔ نجانے رات کے کس پہر میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں مجھے فلک نظر آئی۔

''سعید آپ کہاں ہیں کتنے دن ہوگئے ہیں آپ گھر نہیں آئے۔ بابر ہر روز مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھتا ہے رو، روکر بیمار ہوگیا ہے۔ جلدی سے گھر آجائیں ہم بہت پریشان ہیں۔''

''فلک اب میں کبھی بھی گھر واپس نہیں آسکتا۔ میں بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں میرے چاروں سمت موت ہی موت ہے خونخوار درندے میرے چاروں طرف کھڑے ہیں اور میں ان کے درمیان بری طرح سے پھنس چکا ہوں، وہ میرے کئی ساتھیوں کو مار چکے ہیں بہت جلد وہ مجھے بھی قتل کردیں گے اب تم میرا انتظار نہ کروانا اور بابر کا بہت بہت خیال رکھنا۔''

''آپ فکر نہ کریں سعید آپ بس کثرت سے اللہ کو یاد کریں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں آپ دعا کریں اللہ ضرور آپ کی مدد کرے گا اور یہ آیت یاد کریں اور اسے کثرت سے پڑھیں کوئی درندہ کوئی بلا آپ تک نہیں پہنچ سکے گی اور جلدی سے گھر آجائیں، بابر بہت پریشان ہے وہ آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔''

میری آنکھ کھل گئی صبح ہونے والی تھی وہ آیت جو فلک نے مجھے خواب میں بتائی مجھے اب تک یاد تھی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور رو، رو کر اللہ سے اپنے خطاؤں اور گناہوں کی معافی مانگی۔

میں نے وہ آیت علیزہ کو بتائی تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

''سعید خدا اپنے بندوں کی مشکل وقت میں مدد ضرور کرتا ہے یہ آیت ہمارے لئے اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے۔''

وہ آیت علیزہ نے بھی یاد کرلی اب ہم دونوں بلند آواز سے آیت کا ورد کرنے لگے۔

قلعہ کا دروازہ کھل گیا اور دیوتا کے چیلے اندر داخل ہوگئے۔ ہم دونوں خاموش ہوگئے آج وہ بہت خوش لگ رہے تھے۔ ایک چیلہ میری طرف آیا اور تالہ کھول کر مجھے باہر نکال لیا دوسرے چیلے نے مجھے پکڑ لیا اور دیوتا کے تخت کی جانب لے گیا مجھے نیچے لٹادیا اور میں بلند آواز سے آیت پڑھنے لگا۔

ایک چیلے کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا وہ اس نے ہوا میں بلند کیا اور میں نے آیات پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو اس کے ہاتھ سے چھرا گر گیا اور اسے آگ لگ گئی اس کو آگ لگتے ہی میں اسپرنگ کی طرح اچھل پڑا اور چھرا اٹھالیا۔

اپنے ساتھی کو آگ میں جلتا دیکھ کر دوسرے درندے میری جانب تیزی سے بڑھے اور میں بلند آواز سے آیت پڑھ کر ان پر پھونکیں مارتا رہا جو میرے قریب آتا وہ آگ کے شعلوں میں گھر جاتا اور راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوجاتا۔

ان درندوں کو جلتے دیکھ کر علیزہ بہت خوش ہورہی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے دیوتا کے تمام چیلے راکھ کے ڈھیر میں بدل گئے۔

میں نے علیزہ کے پنجرے کا تالا کھولا اور اسے باہر نکالا۔

''سعید ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہئے اس سے پہلے کہ دیوتا آجائے وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''نہیں علیزہ اب ہم نہیں بھاگیں گے، مجھے یقین ہے کہ اس مبارک آیت کی وجہ سے ہم ان کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے دیوتا نے بہت ظلم و بربریت کرلی اب اس کا فنا ہونا ضروری ہے۔''

دیوتا آج غضب ناک ہوگا اپنے چیلوں کا یہ حشر دیکھ کر دوسرا روپ ضرور اپنائے گا ہمیں اپنے اعصاب قابو میں رکھنے ہوں گے اور مل کر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا، اگر اللہ نے چاہا تو جیت ہماری ہوں گی اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہتھیار سے دیوتا نے سینکڑوں بے گناہ انسانوں کو مارا ہے۔ آج اسی ہتھیار سے اس کے جسم کے سینکڑوں ٹکڑے کریں گے۔" میں نے پرعزم لہجے میں کہا۔

اور ایک گھنٹہ بعد دیوتا قلعہ میں آ گیا اس کی نظر جب راکھ پر پڑی تو وہ غصے سے چیخنے چلانے لگا خالی پنجروں کو دیکھ کر طیش میں آ گیا۔

"کہاں ہو تم دونوں میرے سامنے آؤ؟ تم نے میرے ساتھیوں کو مار کر بہت برا کیا ہے۔ میں تمہیں ایسی دردناک موت دوں گا کہ تمہاری روحیں ہمیشہ تڑپتی رہیں گی۔"

میں نے ہمت کی اور اس کے سامنے چلا گیا۔"

بس انسانوں پر تم نے بہت ظلم ڈھا لئے اب ہم تم سے ہر ظلم کا حساب بیباق کریں گے اور تمہیں دردناک موت سے روشناس کریں گے اپنے چیلوں کا انجام دیکھ لیا تم نے اب باری تمہاری ہے۔"

"ہاہاہا......تم دونوں مجھے مارو گے تم دونوں کو میں چٹکی میں مسل کر رکھ دوں گا، تمہیں پتہ نہیں کہ میں کون ہوں! تم دونوں کی موت ہوں میں۔" دیوتا کا چہرہ بگڑنے لگا دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں کی جگہ دو دہکتے آگ کے انگارے نظر آنے لگے منہ انتہائی کالا اور زبان سانپ کی طرح لمبی ہوگئی کان ہاتھی کے کانوں کی طرح بن گئے دانت بے حد بڑے اور خوفناک ہوگئے منہ سے آگ اگلنے لگا اس کے پورے جسم پر لمبے لمبے بال اگ آئے۔

اچانک اس نے ہاتھ بڑھا کر مجھے گردن سے پکڑ لیا چھرا میرے ہاتھ سے گر گیا اور میری سانس رکنے لگی میں اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا اذیت کے تاثرات میرے چہرے پر ظاہر ہوگئے۔

پھر میں نے آیت قرآنی دل میں پڑھنا شروع کر دیا، آیت کا پڑھنا تھا کہ اس کی گرفت میرے گردن پر کمزور پڑ گئی میں نے آیت مکمل کر کے دیوتا کے بھیانک چہرے پر پھونک ماری تو دیوتا کئی فٹ دور جا گرا میں نے اپنا سانس درست کیا اور چھرا اٹھا کر دیوتا کی جانب بڑھا۔ دیوتا غصے کی حالت میں علیزہ کی سمت بڑھ رہا تھا، میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور چھرا اس کے ہاتھ پر مارا جس سے اس کا ایک ہاتھ کٹ گیا، دیوتا کا ہاتھ کٹتے ہی اس سے گندا مواد نکلنے لگا وہ مڑا اور اس نے دوسرے ہاتھ سے میری گردن پکڑ لی اور مجھے اوپر کو اٹھایا میں چند فٹ زمین سے اوپر ہو گیا اور چھرا میں نے علیزہ کی جانب اچھال دیا۔

علیزہ نے پھرتی سے چھرا اٹھا لیا پوری قوت سے دیوتا کے دوسرے ہاتھ پر وار کیا علیزہ نے دیوتا کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، میں دیوتا کی گرفت سے آزاد ہو گیا علیزہ نے آیت پڑھی اور دیوتا پر پھونک ماری دیوتا شدت سے زمین پر گرا، میں نے جلدی سے چھرا اٹھایا اور اللہ کا نام لے کر دیوتا کی جانب بڑھا۔ "دیوتا تم نے بہت بے گناہ انسانوں کو مارا ہے آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے پوری قوت سے دیوتا کی گردن پر پے درپے وار کرنا شروع کر دیا اور پھر میں نے دیوتا کا سرتن سے جدا کر دیا اس کے دھڑ سے گندا مواد بہہ رہا تھا دیوتا شدت سے چیخ چلا رہا تھا۔

اس کی چیخیں اتنی بھیانک تھیں کہ درختوں پر بیٹھے پرندے اڑ کر شور کرنے لگے۔

دیوتا کی گردن کٹ چکی تھی، اس کا دھڑ زمین سے اچھل اچھل کر تڑپ رہا تھا، میں نے غصے سے اس کے دھڑ کو کئی ٹکڑوں میں بدل دیا اس کے جسم کے ٹکڑے شدت تکلیف سے اچھل اچھل کر دل دہلا رہے تھے۔

کچھ دیر وہ جسمانی ٹکڑے اچھلتے رہے پھر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئے۔

علیزہ نے جب دیوتا کو راکھ میں تبدیل ہوتے دیکھا تو دوڑتی ہوئی آئی اور میرے گلے لگ گئی۔

"سعید ہم نے دیوتا کو ختم کر دیا۔" علیزہ فرط مسرت سے بولی۔

اور مرے چہرے پر سکون کی لہریں پھیل گئیں ہم دونوں قلعہ سے باہر کی جانب چلنے لگے، قلعہ کے دروازے پر پہنچ کر ہم رک گئے۔

"ہاہا......ہاہاہا۔"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بے وقوف ہو تم دونوں! بہت بڑے بے وقوف، جو دیوتا کو مارنے چلے آئے۔ ہاہاہا..... ہاہاہا..... بے وقوف تم کیا سمجھتے ہو کہ تم نے مجھے ختم کردیا۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا مجھے مارنا اتنا آسان نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے مار نہیں سکتی! ابھی تم نے میرا جسم ختم کیا ہے میری روح ابھی باقی ہے اور اسے تم ختم نہیں کرسکتے اب میری باری ہے ابھی تک تو میں صرف کھیل کھیل رہا تھا اور میں تم دونوں کو رہتی دنیا کے لئے عبرت کا نشان بناؤں گا۔"

دیوتا نظر نہیں آرہا تھا مگر اس کی باتیں دل دہلانے کے لئے کافی تھیں۔ اچانک کہیں سے ایک تیز دھار ترشول ہوا میں اڑتا ہوا آیا اس سے پہلے کہ ترشول میرے سینے میں پیوست ہوجاتا۔

علیزہ نے مجھے دھکا دیا اور خود ترشول کے سامنے آکھڑی ہوئی ترشول آدھے سے زیادہ علیزہ کے سینے میں پیوست ہوگیا۔

"علیزہ یہ تم نے کیا کردیا۔ میری سمت آتی موت کو خود گلے لگالیا۔" میں نے کہا۔

"سعید دیوتا کی روح تب فنا ہوسکتی ہے جب اس کے بت کو ختم کردو محل میں چبوترا بنا ہے اور وہاں پر دیوتا کا ہمشکل بت ہے تم اس بت کو توڑ ڈالو تو دیوتا کی روح جہنم واصل ہوجائے گی۔ وقت بہت کم ہے۔"

"مگر علیزہ....."

"سعید وقت کم ہے جاؤ۔ تمہاری بیوی اور بچہ ہے انہیں تمہاری ضرورت ہے میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔"

مرتے وقت علیزہ کے لبوں پر کلمے کا ورد جاری ہوگیا۔

"ہاہا..... ہاہا، میں نے تمہاری ساتھی کو ماردیا۔ تمہیں مار کر، میں تمہارا جسم حاصل کرلوں گا اور پھر سے یہاں اپنے محل کو آباد کرلوں گا۔"

"میں تجھ معلون کو کبھی اپنا جسم حاصل کرنے نہیں دوں گا میں وہ بت ضرور توڑ دوں گا جس میں تیری جان ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاہا..... ہاہا..... دیوتا قہقہہ لگانے لگا۔" تم مجھے کبھی ختم نہیں کرسکتے۔ اپنے ساتھی کا حال دیکھو اس سے بدتر موت تمہاری ہوگی۔"

میں نے تیزی سے چھرا اٹھالیا اور اندر محل میں پہنچ کر دیوتا کے پر آسائش کمرے کی سمت بڑھ گیا۔

"ہاہا..... ہاہاہا..... تم مجھے نہیں مار سکتے۔" دیوتا بھیانک آواز میں چنگھاڑا، میں نے آیت پڑھی اور چھرا اٹھا کر دیوتا کے ہم شکل بت کی گردن پر پوری قوت سے چھرا مارا تو بت کی گردن ٹوٹ کر زمین پر جا گری اور اس کے ساتھ ہی بت کا دھڑ بھی ٹوٹ کر دھڑام سے زمین بوس ہوگیا اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔

دیوتا کی روح جو غائب تھی کہ اچانک ظہور پذیر ہوئی آگ کے شعلوں میں وہ لپٹی پڑی تھی۔ "تم نے میری ساری شکتیاں ختم کردیں یہ جگہ بھی ختم ہوجائے گی اور زندہ یہاں سے تم بھی نہ جاسکو گے۔"

محل کی دیواریں گرنے لگیں سب کچھ ہلنے لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو مجھے تھوڑا سا راستہ نظر آگیا وہاں سے دیوار گر چکی تھی میں نے اسی جانب دوڑ لگادی اور جمپ لگا کر اس ٹوٹی دیوار سے باہر نکل گیا۔

قلعہ بھی دھماکوں کی زد میں تھا میں دوڑتا ہوا قلعہ سے باہر نکل گیا میرے نکلتے ہی قلعہ دھماکے سے زمین بوس ہوگیا، میں خوش قسمت تھا جو باہر نکل آیا اور بچ گیا اب وہاں نہ محل تھا اور نہ خونی قلعہ سب چیزیں غائب تھیں۔

مجھے علیزہ کی موت کا بے حد افسوس تھا۔ اس نے مجھے بچانے کے لئے اپنی جان دے دی تھی، چند دنوں بعد بڑی مشکلوں سے میں اپنے گھر پہنچا جہاں فلک اور بابر میرے منتظر تھے فلک مجھے دیکھ کر میرے گلے آلگی۔

"سعید میرا دل کہتا تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔"

"تمہارا دل جھوٹ نہیں کہتا تھا۔" میں مسکرایا اور بابر کو گود میں اٹھالیا، اس کے بعد میری ساری زندگی دائرہ اسلام میں رہ کر گزرنے لگی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تحریر: اے وحید

قسط نمبر: 118

وہ واقعی پراسرار قوتوں کا مالک تھا، اس کی حیرت انگیز اور جادوئی کرشمہ سازیاں آپ کو دنگ کردیں گی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

یہ حقیقت ہے کہ جب وہ پیدا ہوئی تو سونے کے چمچ سے دودھ پیتی تھی۔ دولت اس کے والدین کے گھر کی باندی بن گئی تھی۔ دادا دادی نے اس کا نام چندا رکھا تھا کیونکہ وہ چندا آفتاب چندا ماہتاب تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ بڑی ہوتی گئی اور دیکھنے والے اس کی من موہنی صورت دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ اس کی دو بہنیں اور بھی تھیں خوشبو اور کرن لیکن وہ دونوں اس طرح کی خوبصورت نہ تھیں، اس کی اٹھتی جوانی کو دیکھ کر اسکول کی تمام طالبات اور ٹیچر کی سوچ جیسے جمود کا شکار ہوجاتی اور پھر نوجوان تو جیسے حواس باختہ ہوجاتے اور دل ہی دل میں آہیں بھرنے لگتے، جب وہ اپنی بگھی سے اسکول گیٹ پر اترتی تو ایک عجیب ہی سماں ہوتا۔ اسکول کے سامنے سڑک سے ذرا ہٹ کر بیڑی بنانے کا ایک کارخانہ تھا جس میں کئی نوجوان بیڑی بنانے کا کام کرتے تھے۔ ان نوجوانوں میں ایک کمال نامی نوجوان تھا جو کہ چندا کو دیکھ کر زیادہ آہیں بھرتا تھا، جب چندا پر اس کی نظر پڑتی تو وہ جیسے سکتے کے عالم میں آجاتا، اور اس کا دماغ جیسے بکھرا کر رہ جاتا، اس کے دیگر ساتھی اسے سمجھاتے کہ تو اپنے آپ کو کیوں اس لڑکی کے چکر میں ہلکان کرتا ہے، لیکن وہ کسی کی بات پر کان نہیں دھرتا، لہٰذا مجبوراً اس کے ساتھیوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ چندا کی اٹھتی جوانی نے قرب وجوار، محلے اور رشتہ داروں کے نوجوانوں کی نیندیں حرام کرکے رکھ دی تھیں، کسا کسا گدرایا ہوا جسمانی نشیب وفراز نے نوجوان کو آہیں بھرنے پر مجبور کرکے رکھ دیا تھا لڑکیاں اور عورتیں بھی اسے دیکھ کر دانتوں تلے انگلیاں داب لیتی تھیں اور تنہائی میں جب وہ قد آور آئینہ کے سامنے کھڑی ہوتی اور اپنے جسمانی نشیب وفراز پر نظر پڑتے ہی وہ خود بھی شرما کر رہ جاتی، خیر اس وجہ سے وہ دن رات اپنے خیالوں میں مگن رہتی، ایک شب جب وہ نیند کی گہری وادی میں تھی کہ اس نے دیکھا کہ وہ پھولوں کے ایک باغ میں موجود ہے، ہر طرف حد نگاہ رنگ برنگے پھول کھلے ہیں کہ اتنے میں اسے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دیکھا کہ دور سے آتی ہوئی ایک بگھی نظر آئی اور پھر وہ بگھی اس کے قریب آکر رک گئی تو اس نے دیکھا کہ بگھی میں ایک بہت ہی وجیہہ اور خوب صورت نوجوان سوار تھا، چندا کو دیکھ کر نوجوان گویا ہوا..... شہزادی صاحبہ تشریف لائیں اور یہ سنتے ہی چندا بگھی میں سوار ہوگئی تو بگھی جو کہ ہوا میں معلق تھی وہ آگے کو بڑھنے لگی۔ بگھی میں سوار نوجوان نے پوچھا کہ کیا ہوا تو کوچوان کی آواز سنائی دی۔ ''حضور آگے خون کا دریا ہے۔'' اس آواز کا سننا تھا کہ نوجوان حواس باختہ ہوگیا کہ اتنے میں چندا کی گہری نیند سے آنکھ کھل گئی۔ ویسے عام دنوں چندا ایک بہت ہی خوب صورت پارک میں جاتی تھی، ایک روز وہ پارک گئی اور پارک میں ایک بارہ دری تھی کہ وہ جاکر بارہ دری میں بیٹھ گئی کہ اسے محسوس ہوا کہ کوئی اور بھی ہے جو کہ وہاں موجود ہے لیکن وہ اسے نظر نہیں آرہا تھا، ایسا محسوس ہوتے ہی چندا جیسے بدحواس ہوگئی اور اس کے منہ سے نکلا۔ ''کون ہے؟'' کہ اتنے میں ایک سرگوشی سنائی دی۔ ''آپ کا محافظ'' اس لفظ کا سننا تھا کہ چندا بدحواس ہوکر بارہ دری سے باہر نکلی کہ پھر سرگوشی سنائی دی۔ ''گھبرائیں نہیں میں آپ کا محافظ ہوں۔''

(اب آگے پڑھیں)

دوبارہ سرگوشی کا سنتے ہی چندا حقیقت میں بدحواس ہوگئی اور الٹے پاؤں بارہ دری میں واپس آئی..... اور پھر اس کی نظریں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کیونکہ وہ منظر ہی ایسا تھا..... اس کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا.......

وہ جیسے یکدم ساکت ہوکر رہ گئی تھی۔ ذہن جیسے

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

معدوم ہو کر رہ گیا تھا...... آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا...... اس کے منہ سے نکلا۔ ''آ...... آ...... پ...... ک...... ک...... ون؟''

سامنے سنگی بینچ پر ایک وجیہہ اور خوبرو نوجوان بیٹھا تھا...... اس کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ موجود تھی......

چندا کی نظریں جیسے نوجوان پر گڑ کر رہ گئی تھیں۔ نوجوان کے منہ سے نکلا۔ ''شہزادی! آپ گھبرائیں نہیں...... آرام سے سامنے بینچ پر تشریف رکھیں۔''

اور یہ سنتے ہی چندا بے خودی کے عالم میں بینچ پر ڈھے سی گئی۔ چندا حقیقت میں اندرونی طور پر بہت زیادہ سراسیمہ تھی...... اس کے دماغ میں کسی صورت بھی یہ بات آ کے نہیں دے رہی تھی کہ اچانک یہ نوجوان آیا تو کدھر سے آیا۔

کیوں کہ جب وہ چاروں یعنی عائشہ، خوشبو، کرن اور وہ خود پارک میں آئی تھیں تو ان چاروں کے سوا کوئی بھی پارک میں موجود نہیں تھا۔

اور پھر جب وہ بارہ دری میں آ کر بیٹھی تھی تو اس وقت بھی کوئی وہاں موجود نہیں تھا...... تو اچانک یہ نوجوان آیا تو کہاں سے آیا۔

چندا کی نظریں یک ٹک نوجوان پر مرکوز تھیں۔

چندا کی بدحواسی دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ اندرونی اور بیرونی دونوں طور پر بہت زیادہ بیاکل ہے...... وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔

اور نوجوان تھا کہ متواتر چندا پر اپنی نگاہیں مرکوز کیے مسکرائے جا رہا تھا۔

اتنے میں چندا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا اور پھر بہت لمبا سا سانس کھینچا۔

اور نوجوان پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ چندا اس کی اچانک موجودگی پر بہت زیادہ اپ سیٹ ہے۔ نوجوان کے لب ہلے۔ ''شہزادی صاحبہ آپ پریشان نہ ہوں...... دراصل میں آیا تو آپ کی نظر مجھ پر نہیں پڑی...... اور پھر مجھے شرارت سوجھی کہ آپ کو تھوڑا پریشان کروں...... اور اگر میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی تو میں معذرت خواہ ہوں۔ برائے مہربانی مجھے معاف کر دیں اور اپنے آپ کو مزید ہلکان نہ کریں اور اگر آپ کو اعتراض ہے تو میں آپ کی خوشی کے پیش نظر آپ کے سامنے نہیں آؤں گا۔

میں ایک مرتبہ پھر معافی کا خواستگار ہوں...... اور آپ آرام کریں میں چلا جاتا ہوں۔'' اور یہ بولتے ہی وہ نوجوان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر چندا نے اپنے سیدھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آپ اپنی جگہ بیٹھ جائیں۔

اور پھر چندا کے ہاتھ کا اشارہ دیکھتے ہی نوجوان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور گویا ہوا۔ ''اب تو آپ پریشان نہیں ہیں ناں...... کیا میں سمجھ جاؤں کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا۔''

یہ سن کر چندا بولی۔ ''آپ ہیں کون؟ اور میں یوں پریشان ہوں کہ میں نے آپ کو بارہ دری میں اور باری دری کے باہر تلاش کیا مگر آپ نظر نہیں آئے اور پھر پلک جھپکتے ہی بارہ دری میں براجمان ملے۔ اور یہی بات مجھے حیران و پریشان کر رہی ہے......''

چندا پھر بولی۔ ''مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے آپ انسان نہیں چھلاوہ ہیں۔

اور پھر یہی نہیں بلکہ میں اور بھی زیادہ یوں حیران ہوں کہ میں نے آپ کو کہیں اور بھی دیکھا ہے...... اور کہاں دیکھا ہے یاد نہیں آ رہا......

ویسے میری یادداشت زیادہ کمزور نہیں...... میں نے آپ کو کسی اور جگہ بھی دیکھا ضرور ہے۔''

یہ سن کر نوجوان کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی...... پھر وہ گویا ہوا۔ ''اب میں کیا بتا سکتا ہوں...... آپ نے مجھے ضرور دیکھا ہوگا...... اس بات کو میں جھوٹ تو نہیں مان سکتا...... آپ نے دیکھا ہوگا مگر کہاں یہ تو آپ بخوبی سمجھ سکتی ہیں...... ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے ذہن پر زور ڈالیں تو آپ کو یاد آ جائے۔ اور یہی بات میں بھی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت سے پہلے میں نے بھی آپ کو کہیں دیکھا ہے اور بہت قریب سے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

دیکھا ہے..... اور میں اپنے ذہن پر زور ڈال رہا ہوں مگر مجھے بھی یاد نہیں آ رہا۔

خیر اس میں الجھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سوائے پریشانی کے..... چلئے ہم دونوں مان لیتے ہیں کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ضرور ہے مگر کہاں......

ہوسکتا ہے کہ بعد میں یاد آ جائے۔

اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ" آپ واقعی قدرت کی کاریگری ہیں یعنی سو بار بنا کر مالک نے سو بار مٹایا ہوگا تب جا کر آپ کا یہ حسن مجسم اس رنگ پر آیا ہوگا

اور نوجوان کے منہ سے اپنی تعریف سن کر چندا کی پلکیں شرم سے اچانک جھک گئیں اور اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکا تبسم عیاں ہوگیا۔ پھر فوراً وہ سنبھل گئی۔ اس کے منہ سے نکلا۔" آپ ہیں کون؟"

نوجوان بولا۔" اگر آپ کے دل کے کسی کونے میں میرے لئے نرم گوشہ پیدا ہوا تو، یہ بھی عقدہ کسی نہ کسی طور نکل جائے گا کہ میں کون ہوں اور آپ کے حسن مجسم کے پیش نظر آپ کے خواب وخیال میں رہنے لگا ہوں۔

اور میں کسی صورت بھی آپ کی رسوائی کا باعث نہیں بنوں گا۔ اگر وقت آیا تو میں اپنا دل خود اپنے ہاتھوں سینے سے نکال کر آپ کی ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔ اور آپ کے سامنے اف تک نہیں کروں گا۔

برائے مہربانی آپ پریشان نہ ہوں..... بعد میں آپ کو بتا دوں گا کہ میں کون ہوں۔ آپ قطعی اس بات کے پیش نظر پریشان نہ ہوں۔

ویسے آپ پر نظر پڑتے ہی میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوگیا ہوں..... شہزادی میرا یقین کریں کہ....."

اور پھر چندا کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا......

اس کے دماغ میں سائیں..... سائیں کی آوازیں آنے لگیں..... کیونکہ بجلی کا کوندا بن کے اس کے دماغ میں جھماکہ ہوا کہ میں نے اس نوجوان کو کہاں دیکھا ہے۔

چندا نے اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں اور پھر زور سے لمبا سانس کھینچا۔

اب اسے مکمل طور پر یاد آ گیا تھا کہ اس نوجوان کو اس نے کہاں دیکھا ہے۔ یقیناً یہ نوجوان وہی ہے جس کو کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں پھولوں کے باغ میں ہوں اور پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے میرا دماغ معطر ہو رہا تھا کہ اچانک ایک سمت سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور پھر وہ آواز بتدریج قریب سے قریب تر آتی گئی اور پھر نظر آیا کہ ایک بگھی میں گھوڑے جتے ہوئے ہیں۔

پھر وہ بگھی پلک جھپکتے ہی میرے قریب آ کر رک گئی اور جب میں نے بھرپور نظروں سے دیکھا تو بگھی میں یہی نوجوان موجود ہے۔

میں یک ٹک نوجوان کو دیکھے گئی اور نوجوان کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ موجود تھی۔

اتنے میں نوجوان کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"شہزادی بگھی میں سوار ہو جائیں۔"

اور یہ سنتے ہی میں کسی ان دیکھی طاقت کے زور پر میرا قدم اٹھا اور میں نے اپنا قدم بگھی کے پائیدان پر رکھ دیا اور جب میں بگھی میں سوار ہوگئی تو بگھی ہوا میں معلق کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہوگئی، بگھی میں آٹھ گھوڑے جتے تھے، چار ایک طرف اور چار دوسری طرف۔

اور پھر ایک ایک کر کے سارا منظر چندا کے دماغ میں فلم کی طرح چلنے لگا کہ اتنے میں نوجوان کی آواز سنائی دی۔" شہزادی کیا سوچنے لگیں؟"

" ان..... ن..... نہیں..... کی..... کچھ نہیں..... بس یونہی....." اور اس سے آگے چندا کچھ نہیں بول سکی۔

نوجوان کی آواز پھر سنائی دی۔" شہزادی اگر آپ کو میرا یہاں بیٹھنا ناگوار گزر رہا ہے تو آپ حکم کریں میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

یہ سن کر چندا بولی۔" آپ شوق سے بیٹھیں..... اس پارک میں ہر کسی کو حق ہے کہ وہ بیٹھے اور سیر کرے۔ تھوڑی دیر میں، میں بھی چلی جاؤں گی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیکن چندا کے دماغ میں یہ بات ہلچل مچا رہی تھی کہ آخر اس نے نوجوان کو خواب میں کیوں دیکھا...... یہ کہاں رہتا ہے اور آج اپنے سامنے پاکر اور بھی اچنبھے میں تھی۔

پھر چندا سے رہا نہیں گیا آخر وہ بول پڑی۔

''میں نے آج سے کئی دن پہلے آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے......اور اس میں کوئی مبہم بات نہیں اور میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایسا خواب مجھے کیوں نظر آیا......اور آج پھر آپ کو مجسم دیکھ رہی ہوں۔''

یہ سن کر نوجوان مسکرانے لگا...... پھر گویا ہوا۔

''شہزادی اس کا مطلب ہے کہ یہ دلوں کا معاملہ ہے...... آپ نے اور میں نے ایک دوسرے کو خواب میں دیکھا...... اور جب دلوں کا معاملہ ہوتا ہے تو ہر انسان بظاہر اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔''

کہ اتنے میں چندا بولی۔ ''اجی یہ خواب واب کو میں تو نہیں مانتی...... مگر اس وقت تو خواب، حقیقت کا روپ دھارے میرے سامنے......'' کہ چندا کی بات ادھوری رہ گئی۔

نوجوان بول پڑا۔ ''شہزادی دراصل خواب کو جھوٹ نہیں سمجھنا چاہئے۔ اکثر ہمارے خواب سچے ہوتے ہیں اور خواب آنے والے وقت کی خبر دیتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ خواب کو لغو سمجھتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ اکثر خواب حقیقت کا روپ دھار کر سامنے آجاتے ہیں۔

خواب کی حقیقت ہے کہ......

انسان کے جسم میں موجود جو روح ہے وہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک کا نام سیلانی روح ہے جبکہ دوسری کا نام موجودہ روح ہے۔

جب انسان سو جاتا ہے اور گہری نیند میں چلا جاتا ہے تو اکثر سیلانی روح اس انسان کا جسم چھوڑ کر باہر نکل جاتی ہے......اور اپنی طاقت کے مطابق آزادانہ پرواز کرتی ہوئی کہیں نہ کہیں چلی جاتی ہے۔

باہر جا کر وہ روح آزادانہ گھومتی پھرتی اور دوسری روحوں سے ملتی جلتی ہے اور پھر وہی ملنا جلنا خواب میں نظر آتا ہے۔ بعض اوقات ماضی میں گزرے ہوئے اشخاص سے بھی روحوں کی ملاقات ہوتی ہے اور بعض اوقات مستقبل میں پیش آنے والے حالات سے واقفیت ہوتی ہے یا پھر مستقبل میں ملنے والے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے۔

بعض اوقات ایسے ایسے راز سے پردہ اٹھتا ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس انسان کی عام زندگی یا پھر اس کے خواب وخیال میں بھی جو نہیں ہوتا وہ خواب کے ذریعہ سے نظر آتا ہے۔

جس شخص کی چھٹی حس جتنی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اسے زیادہ خواب نظر آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کبھی خواب نظر نہیں آتا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی میں پیش آنے والے حالات یا بعض اوقات انسانی زندگی میں پیش آنے والے فکر وغم اور حادثات سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔ یعنی قدرت کی طرف سے آنے والے حالات کے متعلق اس شخص کو خواب کے ذریعہ باخبر کردیا جاتا ہے تاکہ وہ شخص زندگی میں رونما ہونے والے ناقابل برداشت حالات سے بچنے کے لئے اپنی جان و مال کا صدقہ نکالے۔ صدقہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ صدقہ بڑی بڑی مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے۔

اور جب آئے دن لوگ صدقہ خیرات دیتے ہیں تو وہ مصیبت سے بچے رہتے ہیں۔

انسان کی موجودہ روح اس کے جسم میں ہر وقت موجود رہتی ہے اور جب تک سیلانی روح واپس آکر جسم میں داخل نہیں ہوتی اس وقت تک انسان بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سونے والا بے حس وحرکت ہوتا ہے اور جب کوئی سونے والے کو آواز دیتا ہے تو سونے والا کوئی حرکت نہیں کرتا۔

اور جب آواز دینے والے کی آواز سونے والے کے جسم میں موجود، موجودہ روح آواز سنتی ہے تو

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

فوراً آنا فاناً وہ سیلانی روح سے رابطہ کرتی ہے کہ فوراً واپس آؤ کیونکہ کوئی اور آواز دے رہا ہے اور پھر ایسی صورت میں سیلانی روح بھاگم بھاگ واپس آ کر جسم میں داخل ہوتی ہے تو سونے والے کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ سوتے سے جاگ جاتا ہے۔ اور پکارنے والے کی آواز کا جواب دیتا ہے۔

خواب کی یہی حقیقت ہے کہ انسان خواب دیکھتا ہے۔

اور شہزادی آپ نے بھی جو خواب دیکھا ہے ہوسکتا ہے کہ اس کی حقیقت سامنے آجائے۔

میرا آپ سے وعدہ ہے کہ اگر کسی نے آپ کی خوشیوں میں رکاوٹ ڈالی تو میں قہر بن کر اس پر ٹوٹ پڑوں گا، میں کسی صورت ایک پل کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی آپ کو دکھ پہنچائے، اگر کسی نے آپ کو دکھ پہنچانے کا تصور بھی کیا اور وہ میرے علم میں آ گیا تو میں دکھ پہنچانے والے کی گردن مروڑ کر رکھ دوں گا۔

اب آپ حکم کریں کہ آپ کی اپنی مرضی کیا ہے؟ میں آپ کی خوشی اور مرضی کا منتظر رہوں گا۔ بس آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کی خوشی میری خوشی ہے۔'' اور یہ بول کر وہ نوجوان چندا کو گہری نظروں سے دیکھنے لگا اور پھر بولا۔ ''شہزادی کچھ تو بولیں۔''

چندا بولی۔ ''محترم میرا نام شہزادی نہیں بلکہ میرا نام چندا ہے۔ اور میں کیا جواب دے سکتی ہوں..... جو بھی ہونا ہے یہ تو وقت بتائے گا..... اور ہوتا وہی ہے جو قسمت میں ہوتا ہے۔ قسمت کے لکھے کوئی ٹال نہیں سکتا.....

بہرحال خواب میں نظر آنے والے خواب کے متعلق انسان کو ضرور غور کرنا چاہئے اور اس کی حقیقت سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ خیر آنے والے وقت کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے۔

میں نظر آنے والے خواب کے متعلق بہت فکر مند ہوں اور وہ منظر میری آنکھوں میں گردش کرتا رہتا ہے کہ اللہ خیر کرے۔

محترم آپ سے ایک التجا ہے کہ برائے مہربانی میرے راستے میں آ کر یا میرے لئے کسی کے سامنے باعث رسوائی نہ بنئے گا۔

میرے والد اپنے حلقے میں بہت عزت دار ہیں..... کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے نام کے ساتھ آپ کا نام لیا جانے لگے اور لوگ ہماری عزت کا جنازہ نکال دیں۔

بہرحال میں نے آپ کو کبھی اپنے علاقے میں دیکھا نہیں اور ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں۔ بس میری باتوں کو یاد رکھئے گا۔ ہمارے گھرانے میں عزت سے بڑھ کر دھن دولت کچھ بھی نہیں۔''

یہ سن کر نوجوان بولا۔ ''شہزادی آپ بے فکر رہیں..... مجھے بھی آپ کی رسوائی کسی صورت بھی قبول نہیں ہوگی۔'' کہ پھر وہ بولا۔ ''شہزادی آپ کی دونوں بہنیں خوشبو اور کرن بھی بہت اچھی ہیں اور آپ کی یہ سہیلی عائشہ بھی کسی سے کم نہیں۔''

''ارے تو کیا آپ ان کا نام بھی جانتے ہیں اور میرا نام؟''

''میں آپ کا نام بھی جانتا ہوں کہ آپ کا نام چندا ہے مگر آپ کا شہزادی نام مجھے اچھا لگتا ہے..... آپ میرے لئے شہزادی ہیں۔

اور میرا نام تو آپ نے ابھی تک پوچھا ہی نہیں، چلئے میں خود بتا دیتا ہوں..... میرا نام شمران ہے۔''

''شمران یہ کون سا نام ہوا..... ایسا نام تو میں نے کبھی نہیں سنا۔'' چندا بولی۔

''بس کیا کروں ماں باپ نے یہی نام رکھ دیا۔ ہمارے قبیلے میں اسی طرح کا نام رکھا جاتا ہے۔''

''قبیلہ..... کیا معنی..... برادری ہوتا ہے..... خاندان ہوتا ہے..... یہ قبیلہ کا کیا مطلب؟'' چندا بولی۔

''ارے میرا مطلب یعنی ہماری برادری سے ہے۔ خیر اسے چھوڑیئے۔''

اور پھر وہ جلدی سے بولا۔ ''اچھا اب میں چلتا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہوں...... آپ کی سہیلی اس طرف آرہی ہے۔'' اور یہ بولتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور چشم زدن میں بارہ دری سے نکلا...... اور غائب ہوگیا۔

اتنے میں چندا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی...... کہ عائشہ بارہ دری میں داخل ہوئی اور چندا پر نظریں مرکوز کرتی ہوئی بولی۔ ''ارے یہاں تو کوئی نہیں......

چندا کس سے باتیں کررہی تھی؟''

''ارے بھئی ایک صاحب تھے خوامخواہ باتوں کا بتنگڑ بنا رہے تھے، ابھی ابھی تو یہاں سے باہر گئے ہیں۔''

''باہر گئے ہیں...... میں نے تو کسی کو بھی باہر جاتے ہوئے نہیں دیکھا...... سامنے سے تو میں آرہی ہوں۔''

''عائشہ تیری نظر نہیں پڑی ہوگی، تیرا دھیان کہیں اور ہوگا، وہ ابھی تو باہر نکلے ہیں۔''

''ارے تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں...... اب ایسا بھی نہیں کہ میرا دھیان کہیں اور تھا...... تیری باتوں سے اور پھر آواز تو میں نے بھی سنی تھی...... میں تو سمجھی کہ کوئی اندر ہے......

''اور تیرا کہنا ہے کہ ایک صاحب تھے جو کہ پلک جھپکتے باہر نکلے ہیں۔

مجھے تو لگتا ہے کہ وہ کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی بھوت یا پھر کوئی جن ہوگا...... تب ہی تو نظروں کے سامنے سے اوجھل ہوگیا...... خیر چھوڑ...... جو کوئی بھی تھا...... وہاں خوشبو اور کرن بیٹھی تیرا انتظار کررہی ہیں...... خوشبو بول رہی تھی کہ ''باجی تو بارہ دری کی ہوکر رہ گئی ہیں۔''

چندا تجھے ٹائم کا پتہ ہے کہ اس وقت کیا ٹائم ہورہا ہے۔ بارہ دری میں تو آکر تو دنیا مافیہا سے بالکل بے خبر ہوکر رہ جاتی ہے...... بابا جلدی نکل یہاں سے...... مجھے بھی جلدی جانا ہے...... میری امی میرا انتظار کررہی ہوں گی۔''

خیر ٹیکسی میں بیٹھ کر چاروں گھر آگئیں۔

گھر میں داخل ہوتے ہی چندا کی امی بولیں۔

''ارے چندا بیٹا! دیکھ ٹائم کیا ہورہا ہے...... ہزار بار منع کیا ہے کہ بے وقت نہ پارک جایا کرو اور نہ بے وقت آیا کرو...... بیٹا ایسی جگہیں غیر شادی شدہ لڑکیوں کے لئے ٹھیک نہیں ہوتی ہیں...... ایسی کھلی ہوئی جگہیں باغ باغیچہ میں ان دیکھی مخلوق بھی ہوتی ہیں جو کہ اللہ نہ کرے خوب صورت لڑکیوں کا پیچھا کرنے لگتی ہیں۔

اور جب ایسا ہوجاتا ہے تو لڑکیوں ہی نہیں بلکہ گھر والوں کی زندگی بھی عذاب ہوجاتی ہے۔ بیٹا آئندہ تم لوگ میری باتوں کو پلے میں باندھ لینا۔

تمہارے ابا بھی کئی بار پوچھ چکے ہیں...... اچانک ایک ایمرجنسی فون آیا تو وہ چلے گئے ورنہ تمہاری خیریت ضرور پوچھتے۔

اور میں یہ عائشہ کو تمہارے ساتھ بھیجتی ہوں کہ یہ زیادہ احساس کرنے والی ہے اور تم سے زیادہ سمجھدار بھی...... ارے عائشہ بیٹی تمہیں تو وقت کا خیال رکھنا چاہئے تھا...... مگر تم بھی ان میں مل کر ان جیسی ہی ہوجاتی ہو...... خیر آئندہ شکایت کا موقع نہیں دینا سمجھیں''

''جی خالہ...... آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔ میں اس چندا کے تو کان مروڑ کے رکھوں گی۔'' عائشہ بولی۔

''اچھا امی اب آپ خاموش ہوجائیں...... آئندہ وقت کا خیال رکھوں گی۔'' چندا بولی۔

''بس ٹھیک ہے جاکر ٹیبل پر بیٹھو...... اور ہاں منہ ہاتھ دھولو۔ میں چائے بھجواتی ہوں۔'' اور یہ بول کر چندا کی امی کچن کی طرف چلی گئیں۔

چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ملازمہ چائے لے کر آگئی تو سب نے مزے سے چائے پی۔ چائے پینے کے بعد چندا اور عائشہ نے گپ شپ شروع کردی کرن اور خوشبو اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

چندا سے عائشہ بولی۔ ''چندا تمہاری امی جو کچھ بھی بول رہی ہیں اس میں ہم سب کی بھلائی ہے...... بابا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

آئندہ ان باتوں کا خیال رکھنا..... اور آئندہ میں تمہارے ساتھ اتنی دیر تک کسی بھی حال میں پارک میں رہوں گی نہیں..... تم بھی آئندہ ان باتوں کا خیال رکھنا.....اور اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہارے ساتھ پارک میں نہیں جاؤں گی۔"

یہ سننا تھا کہ چندا اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔"اب تو مجھے بخش دو..... امی تو خاموش ہو کر چلی گئیں اور تم لگی لیکچر دینے..... بابا کہہ تو دیا کہ آئندہ ہم سب وقت کا خیال رکھیں گے، اب تو بھی خوش ہو جا.....اور ہاں رات کا کھانا کھا کر گھر چلی جانا۔"

"نا بابا..... یہ نہیں ہوسکتا..... میں تو گھر جارہی ہوں تیری امی تو خاموش ہو گئیں مگر میری امی کا تجھے تو معلوم ہے کہ کچہری لگا کر بیٹھ جاتی ہیں..... اچھا..... اب میں چلتی ہوں..... کل اسکول میں ملاقات ہوگی۔"

اور یہ بولتے ہوئے عائشہ اپنے گھر جانے کے لئے کمرے سے نکلتی چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

ادھر بیڑی بنانے والے کارخانے میں بیڑی بنانے والا لڑکا کمال..... بلاناغہ بلکہ پل پل چندا کے نام کا مالا جپتا رہتا تھا۔ بیڑی بنانے والے اس کے ساتھ اسے لاکھ سمجھاتے مگر وہ کسی کی بھی نہیں سنتا اور اپنی نظریں اسکول گیٹ پر لگائے رہتا۔

اس چکر میں وہ اپنے اور ساتھیوں سے بیڑی کم بنانے لگا تھا..... بیڑی کی کم تعداد دیکھ کر اس کے سیٹھ نے اسے کئی مرتبہ ٹوکا۔"کمال کیا وجہ ہے کہ دن بدن تیری بیڑیوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے۔ اور اس وجہ سے تیرا ہفتہ بھی کم ہورہا ہے..... ارے بھئی کام میں دل لگا تاکہ زیادہ سے زیادہ رقم بنے..... ویسے تو سب سے زیادہ بیڑی بناتا تھا..... کام میں دل لگا تاکہ تیرا زیادہ فائدہ ہو۔"

مگر کمال کے کان میں جوں تک نہ رینگتی..... اس کا دھیان تو بس چندا میں لگا رہتا۔

اس کے ساتھی اسے سمجھاتے۔"ارے تو کہاں اور وہ لڑکی کہاں..... تجھ سے بڑا بھی کوئی دنیا میں احمق ہوگا جو کہ سایہ کے پیچھے اس طرح بھاگتا ہوگا۔

ارے تجھ سے اچھے تو اس کے گھر کے نوکر ہیں..... تو ایک عام بیڑی بنانے والا..... اگر کسی کو تیری اس حرکت کا پتہ لگ جائے تو لوگ تیرے متعلق کیسی باتیں کریں گے۔"

یہ سن کر اکثر وہ بولتا۔"یار تم لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو..... کیا کسی کو دل میں بسانا جرم ہے..... میں کیا کروں..... میں اپنے دل دماغ سے مجبور ہوں..... میں لاکھ اپنے دل کو سمجھاتا ہوں مگر یہ کسی صورت بھی نہیں مانتا..... اگر میرا بس چلے تو میں اسے لے کر رفو چکر ہو جاؤں.....

اگر وہ کہے تو حقیقت میں، میں اپنا دل نکال کر اس کے قدموں میں رکھ دوں..... یہ تو مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھے نہیں ملے گی..... مگر میں تو اس پر قربان ہوسکتا ہوں....."

یہ سن کر ایک ساتھی بولا۔"ارے پاگل تو اپنا نہ سہی کم از کم اپنی بوڑھی ماں کا خیال کر کہ بے چاری نے کس قدر دکھ تکلیف سے پالا پوسا اور تجھے اتنا بڑا کیا..... تیری ماں نے تیری ذات کو سامنے رکھ کر کتنے ارمان بھرے خواب دیکھے ہوں گے۔

دیکھ کمال انسانی زندگی میں بیوی بچے مل سکتے ہیں مگر کسی صورت بھی ماں اور باپ نہیں مل سکتے..... اور پھر اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کا اولاد کے لئے رتبہ بہت اونچا کر رکھا ہے..... کیا تجھے پتہ نہیں کہ "ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔"

"یار تمہاری باتیں درست ہیں..... مجھے بھی ان باتوں کا علم ہے مگر میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں..... اور میں کون سا اس کے قریب جا کر اسے چھیڑتا ہوں..... میں تو کبھی اس کے سامنے تک نہیں گیا..... صرف دور دور سے دیکھ لیتا ہوں..... اور آہیں بھرتا ہوں تو یہ میرا فعل ہے..... میں تو اسے کسی صورت بھی رسوا ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ارے اگر میں اسے اپنا نہیں سکتا تو کیا ہوا......
اس کی یادوں کو دل ودماغ میں رکھتے ہوئے اس کے نام پر مر تو سکتا ہوں۔

بس یار تم لوگ مجھے زیادہ چھیڑا نہ کرو...... جو ہوگا دیکھا جائے گا...... اس یکطرفہ چاہت کے معاملے میں تو مجھے بھی معلوم نہیں...... بس اسے ایک نظر دیکھ کر میرے دل میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے...... بس کسی دن ایسا نہ ہو کہ۔'' اور کمال بات ادھوری چھوڑ کر بیڑی بنانے لگا۔

اس کے دوست یار، ساتھی اسے سمجھا بجھا کر تھک چکے تھے...... اور پھر سب نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا کہ جب کسی کے سمجھانے کا اثر اس پر نہیں ہوتا تو خوانخواہ اپنا وقت کیوں برباد کیا جائے۔

اور دن بدن کمال کی حالت غیر ہوتی رہی......
اب تو اس کی بھوک پیاس بھی اس سے اپنا دامن چھڑانے لگی تھی۔ وہ بیڑی بناتا رہتا...... اس کے دونوں ہاتھ بیڑی بنانے میں لگے رہتے مگر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا......

اکثر دوپہر میں کھانے کے وقت دو چار نوالے زہر مار کر اٹھ جاتا......

صبح سے اسکول ٹائم تک اس کی نظریں اسکول گیٹ پر لگی رہتیں...... جب چندا اسکول آتی یا پھر چھٹی کے بعد جب وہ اسکول سے نکل کر گیٹ پر آتی تو کمال کی نگاہوں میں ایک عجیب چمک عود کر آتی...... اور پھر جب وہ اپنی بگھی میں بیٹھ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی تو...... کمال کا دل جیسے مرجھا جاتا اور پھر اس کی گردن جھک جاتی...... پلکیں بھی اس کی ادھ کھلی رہ جاتیں۔ مگر اس کے ہاتھ چلتے رہتے۔

پھر اس کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ غمزدہ ہو گیا ہے۔ وہ بالکل مرجھا کر رہ گیا تھا۔ ایک روز شام کو گھر جاتے ہوئے اس کی حالت بہت غیر ہو رہی تھی۔ خیر وہ چھٹی کر کے گھر چلا گیا۔

صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے کارخانہ میں آ گیا۔ اور جب اس کے ساتھی کارخانہ میں آئے تو اسے دیکھ کر اچنبھے میں پڑ گئے۔ کیونکہ وہ بہت سویرے آ گیا تھا۔ ورنہ روزانہ وہ دیر سے آیا کرتا تھا یعنی اسکول ٹائم سے کوئی آدھا گھنٹہ پہلے۔

آج اس کی نظریں کچھ زیادہ اسکول کے گیٹ کا طواف کر رہی تھیں۔

اتنے میں اسے دور سے چندا کی بگھی آتی نظر آئی۔ اور جیسے ہی بگھی اسکول گیٹ پر رکی تو آناً فاناً آندھی طوفان کی طرح کمال اپنی جگہ سے اٹھا اور سرپٹ گیٹ کی طرف بھاگا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی دم بخود رہ گئے۔

جب تک وہ اسکول کے گیٹ پر پہنچا تو چندا بگھی سے اتر چکی تھی۔

کمال نے نہ آؤ دیکھا اور نہ تاؤ اس نے جھپٹ چندا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کی اس حرکت پر چندا کا رنگ بالکل فق ہو کر رہ گیا۔

کہ پھر اچانک چشم زدن میں کمال ہوا میں معلق ہوا...... ایسا لگتا تھا کہ کسی اندیکھی طاقت نے اسے اپنے ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑ کر گردن کی طرف سے اوپر اٹھالیا ہو۔

پھر وہ ہوا میں معلق پھرکی کی طرح گول گول گھومنے لگا۔

چندا اپنی جگہ کھڑی حواس باختہ تھی اور ساتھ ہی بگھی کے کوچوان کی نظریں جیسے پتھرا کر رہ گئی تھیں۔ اور گیٹ پر جتنی لڑکیاں موجود تھیں اور کچھ آ رہی تھیں سب کی سب حیرت میں تھیں اور سب کی نظریں جیسے پتھرا کر رہ گئی تھیں۔

پھر ایسا ہوا کہ گول گول گھومتے ہوئے وہ تیزی سے اسکول گیٹ کے سامنے برگد کے درخت کی سمت بڑھا اور پھر کافی زور سے اس کا سر درخت کے تنا سے ٹکرا گیا۔

اب اس کا سر کئی حصوں میں بٹ چکا تھا۔

سر کی ہڈی پاش پاش ہو کر بکھر گئی تھی اور اس وجہ سے اس کا مغز نکل کر درخت کے تنا پر چپک گیا تھا اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ساتھ ہی ساتھ سر اور جسم کے دیگر حصوں سے خون بڑی تیزی سے نکل کر بہہ رہا تھا۔

کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہوا تو کیسے اور کیوں ہوا؟

ہوا میں معلق ہو کر پھرکی کی طرح گول گول گھومنا اور پھر زوردار طاقت سے گیند کی طرح اڑتا ہوا آ کر درخت کے تنا سے سر کا ٹکرانا۔

اس جگہ جتنے لوگ اور لڑکیاں تھیں سب کی سب ششدر تھیں...... سب کی سب جیسے سکتے کے عالم میں تھیں، اور چندا کی حالت تو کچھ زیادہ ہی غیر ہو رہی تھی...... اس کی حالت سب سے زیادہ عین غین تھی کیونکہ کمال دوڑتا ہوا آیا اور چندا کا سیدھا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ سب کے سامنے تھا۔ کمال مر چکا تھا۔

کسی کی بھی سمجھ میں کچھ بھی آ کے نہیں دے رہا تھا۔

کہ اتنے میں بگھی میں جتا ہوا ایک گھوڑا اچانک ہنہنانے لگا تو اچانک چندا چونک گئی...... اس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور پھر بڑی تیزی سے وہ بگھی پر چڑھ گئی اور چیخ کر بولی۔ ''بگھی کو تیز چلاؤ...... گھر چلو۔''

چندا کی آواز سنتے ہی کوچوان نے بھی جلدی سے گھوڑوں کی لگامیں ڈھیلی کیں تو گھوڑے آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔

اور تھوڑی دیر میں ہی بگھی گھر کے دروازے پر جا کر رک گئی۔

چندا بگھی سے بدحواسی کے عالم میں اتری اور بھاگتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔ اس کی حالت ناگفتہ ہو رہی تھی...... چہرہ سرخ تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

سب سے پہلے ملازمہ زرینہ کی نظر اس پر پڑی تو اچنبھے کی حالت میں اس کے منہ سے نکلا۔ ''چندا بی بی خیریت؟''

اس آواز کو سنتے ہی چندا کی امی اپنے کمرے سے باہر کو لپکیں اور پھر چندا پر نظر پڑتے ہی وہ جیسے سکتے میں آ گئیں کیونکہ اس وقت چندا کی حالت ہی ایسی تھی۔

چندا جو کہ ساکت کھڑی تھی اچانک اپنی امی کے گلے لگ کر زار و قطار رونے لگی...... اس کی آواز چیخ کی صورت میں نکلی تھی اور پھر اچانک اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

چندا کی امی خود بھی اچنبھے میں پڑ گئی تھیں کہ آخر ہوا تو کیا ہوا۔

چندا کی حالت بتا رہی تھی کہ کچھ انہونی ہوئی ہے ضرور، ورنہ چندا اس طرح بدحواس اور حیران و پریشان کبھی نہ ہوتی کیونکہ جس طرح حال سے بے حال ہو کر زبردست چیخ کے ساتھ اپنی امی کے گلے لگی تھی۔

''چندا بیٹا ہوا کیا...... بیٹا کچھ تو بتاؤ...... کیا کسی نے کچھ بولا ہے...... کیا راستے میں کوئی حادثہ ہوا ہے؟...... بیٹا امی کو بتاؤ...... جلدی سے بتا دو...... ارے زرینہ جلدی سے پانی لا...... پانی پی کر حواس قابو میں آئیں گے۔''

میں چندا کو کمرے میں لے جا رہی ہوں۔ تو پانی کمرے میں لا۔'' اور یہ بولتے ہوئے دوبارہ بولیں۔ ''چندا بیٹا کمرے میں چلو...... اور بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟''

چندا کو وہ سہارا دے کر کمرے میں لے گئیں اور بستر پر بیٹھا دیا اور اس کے بالوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیرنے لگیں...... اتنے میں چند گلاس میں پانی لے کر آئی تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں گلاس پکڑا اور چندا کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

چندا نے پانی کے دو گھونٹ پیئے اور گلاس کو اپنے ہونٹوں سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد اس کی امی بولیں۔ ''بیٹا چلو جلدی سے بتاؤ کہ کیا ہوا...... اور تمہاری ایسی حالت کیوں ہوئی...... کیا کسی نے کچھ کہا ہے...... یا کوئی ناقابل برداشت واقعہ رونما ہوا ہے؟''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

چندا کی ابھی بھی روتے ہوئے ہچکیاں بندھی پڑی تھیں۔ اس کے منہ سے الفاظ نکل کے نہیں دے رہے تھے۔ پھر امی کے بار بار کے اصرار پر وہ بڑی مشکل سے بولی۔ ''ا...... م...... امی...... آ...... آپ...... م...... مجھے ا...... ا...... اکیلا چھوڑ دیں...... جائیں آپ یہاں سے۔''

اور یہ سنتا تھا کہ اس کی امی اسے روتا ہوا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ کمرے سے باہر آ کر انہوں نے زرینہ کو آواز دی تو زرینہ دوڑتی ہوئی آئی اور بولی۔ ''جی مالکن؟''

زرینہ تو ذرا کوچوان کو بلا کر ڈرائنگ روم میں لے آ...... میں اس سے پوچھتی ہوں کہ آخر ہوا کیا ہے؟''

زرینہ بھاگتی ہوئی گئی اور کوچوان کو بلا کر ڈرائنگ روم میں بیٹھا دیا اور اندر آ کر بتایا۔ ''مالکن مختار علی اندر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔''

یہ سن کر چندا کی امی ڈرائنگ روم میں گئیں تو مختار علی نے اٹھ کر سلام کیا۔ اس کے بعد چندا کی امی بولیں۔ ''مختار علی کیا تم بتا سکتے ہو کہ چندا اسکول سے واپس کیوں آئی؟...... اور جب سے واپس آئی ہے اس وقت سے زار و قطار روئے جا رہی ہے۔ میرے پوچھنے پر بھی کچھ نہیں بتا رہی؟''

اور پھر کوچوان مختار علی نے پورا واقعہ من وعن سنا دیا۔

جسے سن کر چندا کی امی سکتے میں آ گئیں اور لمبے لمبے سانس لینے لگیں...... پھر تھوڑا توقف کے بعد بولیں۔ ''مختار علی تم اپنی زبان بند رکھنا اور اس معاملے کا کسی اور کے سامنے ذکر نہ کرنا...... میرے دماغ میں تو کچھ نہیں آ رہا...... عجیب حیرت ناک واقعہ ہے۔ اچھا۔ اب تم جاؤ۔ میں چندا سے ہی کچھ معلوم کرتی ہوں۔''

اور پھر کوچوان اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور بولا۔ ''جی بیگم صاحبہ...... میں جا رہا ہوں میری ذات سے آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی...... اور کیا چندا بی بی کل اسکول جائیں گی؟''

چندا کی امی بولیں۔ ''شام تک یا پھر کل صبح تک پتہ چلے گا کہ چندا اسکول جاتی ہے یا نہیں۔'' اور کوچوان ڈرائنگ روم سے نکلتا چلا گیا۔

چندا کی حالت بہت زیادہ غیر تھی...... بس وہ روئے جا رہی تھی...... امی کے لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے اپنی زبان نہ کھولی۔

بس بار بار اس کے دماغ میں آتا کہ ''یہ ہوا تو کیوں ہوا؟...... اور پھر اس کوچوان کی جو حالت ہوئی وہ کیوں کر ہوئی؟'' جتنا سوچتی اس سے کہیں زیادہ اس کا ذہن الجھتا چلا جاتا۔

اس کی امی نے کھانے کے لئے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ ''مجھے بھوک نہیں۔''

امی بولیں۔ ''تھوڑا سا کھا لو...... جب کھاؤ گی تو طبیعت بہلے گی۔''

پھر وہ بولی...... ''آپ مجھے پریشان نہ کریں...... مجھے بھوک لگے گی تو میں کھا لوں گی۔''

خیر صبح سے دوپہر اور پھر شام ہوگئی۔ چندا اپنے کمرے میں لیٹی رہی...... دونوں بہنیں جب اسکول سے آئیں تو دیکھا کہ چندا اپنے کمرے میں بیٹھی ہے...... ان کے پوچھنے پر امی نے صرف اتنا بتایا کہ ''چندا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔''

رات میں چندا کے ابو گھر آئے اور کھانے وغیرہ سے جب فارغ ہوگئے تو چندا کی امی نے چندا کے ساتھ پیش آنے والے کوچوان کی زبانی سارا واقعہ گوش گزار کر دیا۔ جسے سن کر وہ چند سیکنڈ خاموش رہے پھر بولے۔

بیگم یہ انہونا واقعہ تو میری سمجھ سے بھی باہر ہے...... اگر چندا چند دن اسکول نہ جانا چاہے تو زبردستی نہ کرنا...... چند دن کی بات ہے اور چند دن میں یہ معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا...... کیونکہ انسانی ذہن اکثر بہت کمزور ہوتا ہے...... بڑے بڑے حادثے لوگ بھول جاتے ہیں۔

چندا کو تم زیادہ کریدنا نہیں...... اگر آرام سکون

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سے اس واقعے پر روشنی ڈالے تو سن لینا...... کیونکہ اصل حقیقت وہ خود ہی بتا سکتی ہے...... اچھا اب میں سونے جا رہا ہوں...... آج کئی لوگوں سے کاروباری میٹنگ تھی...... اور میں کچھ زیادہ ہی تھک گیا ہوں۔" اور یہ بول کر چندا کے والد سونے کے لئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

رات میں بھی چندا نے کچھ نہ کھایا...... امی کے بہت ضد کرنے پر تھوڑا سا چکن سوپ پیا۔ اور اپنے کمرے میں چلی گئی یہ کہہ کر کہ "میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔"

کمرے میں جا کر اس نے دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ حقیقت میں آج اس کا سر درد کی شدت سے جیسے پھٹا جا رہا تھا۔

بار بار اس کے دماغ میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ "آج میری کتنی بے عزتی ہوئی...... نہ جانے وہ کون کم بخت تھا...... اس کی اتنی دیدہ دلیری کہ میرا ہاتھ پکڑ لیا...... اور پھر اس کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ...... میں کس طرح اسکول جاؤں گی...... میں تو کسی کا سامنا بھی نہیں کر سکوں گی......" ویسے آج عائشہ بھی نہیں آئی تھی۔

رات آہستہ آہستہ دبے قدموں گزر رہی تھی...... اور سر میں درد کی شدت مزید بڑھتی جا رہی تھی...... دونوں آنکھیں بوجھل تھیں وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی اپنی آنکھیں کھولنے سے قاصر تھی۔

بار بار اپنا سر تکیہ پر پٹختی مگر چین اس کے قریب بھی نہیں آ رہا تھا۔

اور پھر رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ اس کے ماتھے پر کسی کا ہاتھ پڑا، تو پٹ سے چندا نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور پھر اسے کرنٹ سا لگا اور جھٹ بدحواسی کے عالم میں وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، اس کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وجہ یہ کہ اس کے سامنے اس کے بستر پر ایک بہت ہی وجیہہ اور خوب صورت نوجوان بیٹھا تھا۔ چندا حیران کن نگاہوں سے اس نوجوان کو یک ٹک دیکھے جا رہی تھی کہ پھر جیسے اسے ہوش آیا اور اس کے منہ سے نکلا۔ "ا...... آ...... آپ...... ا...... و...... ا...... یہاں...... دروازہ تو بند ہے...... اور یہاں آنے کی آپ نے ہمت کیسے کی...... آ...... آپ...... کوئی بھوت تو نہیں......" چندا کی حالت بہت غیر ہو رہی تھی۔

"شہزادی آپ گھبرائیں نہیں...... آج آپ اسکول ٹائم سے بہت زیادہ پریشان ہیں...... اور یہی نہیں بلکہ درد کی شدت سے آپ کا سر پھٹا جا رہا ہے اور یہ سب مجھ سے برداشت نہ ہوا تو میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آ گیا...... میں نے کہا تھا ناں کہ...... میں آپ کا محافظ ہوں۔"

لیکن چندا بہت زیادہ کشش و پنج میں تھی...... اسے یہ دھڑکا کھائے جا رہا تھا کہ کہیں کسی کی نظر نہ پڑ جائے...... اور اس کی زندگی عذاب بن جائے۔

چندا کی غیر ہوتی حالت دیکھتے ہوئے نوجوان بولا۔ "شہزادی آپ قطعی فکر نہ کریں...... کیونکہ یہاں آتے ہوئے مجھے کسی نے نہیں دیکھا...... اور نہ کوئی مجھے دیکھ سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں......" یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپ کو دیکھ نہیں سکتا؟" چندا بولی۔

نوجوان گویا ہوا۔ "شہزادی دراصل میں ایک منتر پڑھتا ہوں...... میرے استاد نے یہ منتر بتا رکھا ہے اور جب میں یہ منتر پڑھ لیتا ہوں تو میں دوسروں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہوں...... اور بلا روک ٹوک میں کہیں بھی آ جا سکتا ہوں، اور کسی کی نظر میں بھی نہیں آ سکتا۔"

"لیکن مجھے تو آپ نظر آ رہے ہیں۔" چندا نے کہا۔

"میں جسے نظر آنا چاہوں...... صرف اسے ہی نظر آ سکتا ہوں...... اس کے علاوہ مجھے کوئی کسی صورت بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لہٰذا اس معاملے میں آپ بے فکر رہیں۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شہزادی...... میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ میں کسی صورت بھی آپ کی رسوائی ہوتے نہیں دیکھ سکتا، اور چونکہ صبح کے وقت آپ کی رسوائی ہوئی...... اور میں نے اس بدبخت نوجوان کو مار دیا۔''

اور یہ سنتے ہی چندا کی حالت اور غیر ہونے لگی تو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

اتنے میں نوجوان نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک گلاس دیا اور بولا۔ ''تمہارے سر میں درد کے پیش نظر میں ایک شربت لایا ہوں، اس شربت میں یہ خوبی ہے کہ اس کے پیتے ہی سر کا درد اڑن چھو ہو جائے گا۔'' اور یہ بولتے ہی نوجوان نے جیسے چندا کی آنکھوں میں سحر طاری کر دیا۔

چندا نے نوجوان کے ہاتھ سے گلاس لیا اور پورے کا پورا شربت پی گئی۔ وہ شربت واقعی جادو اثر تھا کہ شربت کے پیتے ہی چند منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ چندا کے سر کا درد بالکل ختم ہو گیا۔ سر کا درد ختم ہوتے ہی چندا کچھ پرسکون ہوئی...... مگر پھر بھی اس کے دل میں دھڑکا لگا رہا کہ نہ جانے اس کا انجام کیا ہوگا۔

خیر تھوڑی دیر تک نوجوان بیٹھا رہا...... پھر گویا ہوا۔ ''شہزادی میرا نام شمران ہے...... اور کسی بھی ایمرجنسی کے وقت آپ میرا نام تین مرتبہ لے کر پکاریں گی تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اب میں چلتا ہوں کیونکہ چند منٹ بعد اذان فجر ہونے والی ہے۔'' اور پھر شمران پلک جھپکتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شمران کے جانے کے بعد بھی چندا کو نیند نہیں آئی۔ اس کے دماغ میں صرف یہ گردش کرتا رہا کہ ''اب کیا ہوگا؟''

خیر صبح ہوئی اور چندا نے اعلان کر دیا کہ وہ چند دن تک اسکول نہیں جائے گی۔

لیکن چندا کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا اسکول گیٹ پر...... وہ بات چھپی نہیں رہ سکی تھی کیونکہ چندا کی کلاس ٹیچر آئی اور اس نے چندا کی امی کے گوش گزار ساری حقیقت عیاں کر دی تھی۔ جسے سن کر چندا کی امی کے دماغ میں ٹھاٹھیں مارتا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا اور

پھر ساری روداد انہوں نے اپنے شوہر شرف الدین کو سنادی تھی۔ جسے سن کر شرف الدین سکتہ میں رہ گئے تھے۔ کیونکہ وہ تین بچیوں کے باپ تھے...... اور ان کے نزدیک عزت سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں تھی۔ انہوں نے بیگم کو مطمئن کر دیا اور بولے۔ ''بیگم تم فکر نہ کرو اور نا ہی ان باتوں کا خاندان میں کسی سے تذکرہ کرنا...... میں اپنے تئیں اس مسئلے کو ہینڈل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔''

ادھر روزانہ رات میں شمران آتا اور چندا کے ساتھ رات گزار کر چلا جاتا، آہستہ آہستہ چندا شمران سے بہت زیادہ بے تکلف ہو چکی تھی اور اس کے پیش نظر وہ پکے ہوئے پھل کی طرح شمران کی جھولی میں گر چکی تھی۔ شمران بلاناغہ آتا اور پھر دونوں دنیا و مافیہا سے بے خبر جذبات کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر بہت دور نکل جاتے اور پھر جب شمران کو ہوش آتا تو اس کے جانے کا وقت ہوتا یعنی اذان فجر ہونے والی ہوتی۔

شمران نے کھلے الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ''میرا تعلق قوم جنات سے ہے۔''

یہ سن کر چندا بولی۔ ''شمران تمہارا تعلق قوم جنات سے ہو یا کسی اور مخلوق سے، بس اب میں تمہاری ہوں اور تم میرے ہو، ہاں یہ ضرور کسی نہ کسی دن ہوگا کہ میرے گھر والے میرا رشتہ کہیں اور کرنا چاہیں گے تو اس صورت میں کیا ہوگا، یہی سوچ کر میں اندر ہی اندر گھٹتی رہتی ہوں۔''

اور شمران نے ٹھونک بجا کر اپنا فیصلہ سنا دیا کہ ''اگر کسی نے ایسا زبردستی کیا تو اس کی خیر نہیں...... ویسے تم گھبراؤ نہیں...... وقت کے ساتھ میں سب کچھ سنبھال لوں گا۔''

لیکن اندرونی طور پر شمران کو ایک کھٹکا رہتا تھا، کہ جب وہ ایک روز خواب میں چندا کو لے کر جا رہا تھا تو اچانک بگھی کے راستہ میں خون کا دریا آ گیا تھا، اور اس وجہ سے وہ سہم جایا کرتا تھا...... اسے خود بھی انجام کا معلوم نہ تھا...... لیکن اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ چندا کی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ذات کے لئے دنیا کی کسی بھی طاقت سے ٹکرا جائے گا...... چاہے اس کی اپنی جان ہی کیوں ناں چلی جائے۔

ادھر چندا کے جسمانی نشیب وفراز چیخ چیخ کر اعلان کرنے لگے تھے کہ چندا، اب اپنی الھڑ جوانی کو خیر باد کہہ کر بھرپور عورت بن چکی ہے۔

اور ایک دن جب اس کی امی نے اس کے سامنے شادی کی بات چھیڑی تو چندا نے واضح طور پر انکار کردیا کہ ”میں شادی نہیں کرسکتی...... کیوں کہ میں......“ اور چندا نے بات ادھوری چھوڑ کر ان کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

چندا کی امی جہاں دیدہ تھیں اور اچھی طرح ساری باتیں سمجھتی تھیں، یہ حقیقت ان پر واضح ہوگئی کہ چندا ضرور کسی اندیکھی طاقت کے زیراثر آچکی ہے۔ اور ان کے سامنے ان کی مزید دو بچیاں خوشبو اور کرن تھیں، اور ان دونوں کا تحفظ وہ چاہتی تھیں، جس کا ذکر انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے اپنے شوہر کے گوش گزار کیا۔ تو شوہر نے انہیں تسلی دی اور بولے۔ ”بیگم ایک کے چکر میں، میں مزید دو کی زندگی تباہ نہیں ہونے دوں گا، میری کوششیں جاری ہیں اور مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کرے گا۔“

اس چکر میں شرف الدین کا دن کا چین اور رات کا سکون چھن چکا تھا، وہ اندر ہی اندر گھٹنے لگے تھے، رات بھر وہ جاگتے اور گڑگڑا کر اللہ سے دعائیں کرتے کیونکہ بات عزت کی تھی...... اور مقابلہ کسی انسان سے نہیں بلکہ ایک جن سے تھا۔

ان کا ایک دوست تھا عبدالرزاق جو کہ ان کا رازدار بھی تھا اور دکھ سکھ کا ساتھی بھی۔

ایک روز اس کے سامنے وہ بیٹھے تھے اور انہوں نے دل کا حال کہہ سنایا، جسے سن کر وہ بہت افسردہ ہوا اور بولا۔ ”شرف الدین گھبراؤ نہیں...... میں بھی تین بیٹیوں کا باپ ہوں...... اور تمہارا درد سمجھ رہا ہوں، تم فکر نہ کرو...... میرے ایک جاننے والے ہیں...... میں ذرا معلوم کرلوں کہ اس وقت وہ کہاں ہیں کیونکہ وہ اکثر دوسرے شہروں میں بھی جاتے ہیں اور مصروف بھی بہت رہتے ہیں۔

دلی میں حکیم وقار کا مطب ہے اور حکیم وقار کے ایک دوست ہیں حکیم کامل...... اور سنا ہے کہ وہ بہت پہنچے ہوئے ہیں...... اور ہاں یہ بھی بتادوں کہ ان کا اصل نام رولوکا ہے۔

میں کل ساری تفصیل تمہارے گوش گزار کردوں گا...... یا پھر تمہارے ساتھ میں خود بھی حکیم وقار کے مطب چلوں گا تم فکر نہ کرو...... چندا تمہاری ہی نہیں بلکہ میں خود بھی چندا کو اپنی بیٹی سمجھتا ہوں...... تم بےفکر رہو۔“

اور پھر دوسرے دن آکر عبدالرزاق نے خبر دی کہ ”حکیم وقار کے مطب میں آج کل حکیم کامل موجود ہیں۔“ پھر شرف الدین اور عبدالرزاق حکیم وقار کے مطب میں پہنچ گئے، اور انتظارگاہ میں بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگے، آدھا گھنٹہ بعد ان کا نمبر آگیا۔

خیر دونوں رولوکا کے کمرے میں پہنچے۔ علیک سلیک کے بعد رولوکا نے دریافت کیا...... ”شرف الدین صاحب...... آپ مدعا بیان کریں۔“

رولوکا کی بات سنتے ہی شرف الدین آبدیدہ ہوگئے تو رولوکا اپنی جگہ سے اٹھا اور شرف الدین کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ اس کے بعد ایک گلاس پانی انہیں پلایا۔

پانی پینے کے بعد شرف الدین صاحب کچھ پرسکون ہوئے اور پھر رولوکا کے معلوم کرنے پر انہوں نے پوری تفصیل بتادی۔

جسے سن کر رولوکا بولا۔ ”شرف الدین صاحب بچی کا نام اور اس کی والدہ کا نام بتائیں۔“

شرف الدین نے بچی اور اس کی والدہ کا نام بتادیا۔

یہ سن کر رولوکا نے اپنی گردن نیچے کرلی اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا، ساتھ ہی ساتھ اپنا سر اور گردن بھی ہلاتا رہا یعنی کہ جیسے کسی کی سن رہا ہو اور اپنا سنا رہا ہو

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور پھر کوئی دو تین منٹ بعد رولوکا نے اپنا سر اونچا کیا اور شرف الدین صاحب کو بغور دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"شرف الدین صاحب آپ کی بچی ایک نوجوان جن کے چنگل میں پھنس چکی ہے، بات بہت آگے تک بڑھ گئی ہے اور اگر اس مسئلے کو سنجیدگی سے نہ لیا گیا تو اس کے بہت برے اثرات آپ کے پورے گھر پر پڑ سکتے ہیں، معاملہ بہت گھمبیر ہے۔"

اور یہ سنتے ہی شرف الدین صاحب کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور رندھی ہوئی آواز میں بولے۔

"حکیم صاحب میری بے بسی اور لاچاری کو دیکھتے ہوئے مجھ پر اور میرے گھرانے پر احسان کردیں......

یہ معاملہ ایک جن کا ہے اور اگر ہم نے زبان کھولی تو ہم سب یقیناً اپنی جان سے چلے جائیں گے یعنی وہ جن ہمیں ماردے گا۔ جتنے رقم درکار ہوں گے میں دینے کو تیار ہوں...... اور اگر میری جان بھی چاہئے تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ اللہ کے واسطے مجھ پر رحم کریں، اور اس مسئلے سے برائے مہربانی ہماری جان چھڑادیں۔"

رولوکا بولا۔ "شرف الدین صاحب واقعی آپ اس معاملے میں مجبور ہیں۔ خیر آپ گھبرائیں نہیں اور بے فکر ہوکر گھر جائیں، میری کوشش ہوگی کہ جلد از جلد اس موذی سے آپ سب کی جان چھوٹ جائے، آپ اپنے گھر کا پتہ لکھ دیں۔ اور آج کی ہماری ملاقات کا ذکر اپنے گھر میں بھی نہ کیجئے گا، اپنی بیگم سے بھی نہیں ..... اور ٹھیک ساتویں دن آپ میرے پاس تشریف لے آیئے گا...... جو کچھ کرنا ہوگا میں اپنے تئیں کروں گا۔" اور رولوکا نے انہیں گھر بھیج دیا۔

ٹھیک ساتویں دن شرف الدین صاحب اپنے دوست عبدالرزاق کے ساتھ رولوکا کے کمرے میں موجود تھے۔

علیک سلیک کے بعد رولوکا بولا۔ "شرف الدین صاحب شکر کریں کہ اتنی جلدی آپ لوگوں کی اور آپ کی بچی کی جان اس بدبخت جن سے چھوٹ گئی۔ بہت ضدی اور ہٹ دھرم تھا، کسی صورت بھی آپ کی بچی کی ذات سے دست بردار ہونے پر تیار نہیں تھا اور چونکہ کام بھی ایسا تھا کہ اس کا علم یا پھر اس کا جھٹکا آپ کی بچی کو نہ لگے، سب سے مشکل ترین مرحلہ اس کا آپ کی بچی سے دور رکھنا تھا، اور پھر آپ کی بچی کا ذہن بھی اس کی طرف سے صاف کرنا تھا۔

خیر بڑی تگ و دو کے بعد یہ کام اپنے انجام کو پہنچا...... "خس کم جہاں پاک۔"

یعنی اس جن کا جس کا نام شمران تھا، اب اس کا اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صفایا ہو چکا ہے اور ساتھ ہی آپ کے گھر کا تحفظ بھی۔ اب گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔

اور ہاں ایک بات میں بتادوں کہ میں جو بھی کام کرتا ہوں بغیر معاوضہ...... بس میرے حق میں دعا کردیا کیجئے گا...... اور جتنی رقم آپ مجھے دینا چاہتے ہیں وہ رقم غریب غربا اور ضرورت مندوں میں بانٹ دیجئے گا۔

یہ ایک بوتل پانی ہے اسے اپنے ساتھ لے جایئے گا اور گھر کی چھت پر چڑھ کر چاروں کونوں میں تھوڑا تھوڑا سا پانی ہاتھ کے چلو میں لے کر چھڑک دیجئے گا اور جو پانی بچ جائے اسے احتیاط سے رکھ لیجئے گا اور اپنی بیگم کو بتادیجئے گا کہ روزانہ کسی بھی وقت چند قطرے بچی کے پینے کے پانی میں ملادیں، جس کا علم آپ کی بچی چندا کو نہ ہوا......

اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں۔ چند ضرورت مند اور بھی انتظار گاہ میں بیٹھے ہیں اور اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد شرف الدین اور عبدالرزاق صاحب نے رولوکا سے مصافحہ کیا اور کمرے سے نکل گئے۔

☆......☆......☆

حکیم وقار کی میز پر ایک کتاب پڑی تھی۔ رولوکا اور حکیم وقار بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ اتنے میں رولوکا کی نظر کتاب پر پڑی تو رولوکا بولا۔ "حکیم صاحب کیا یہ کتاب کوئی اہم ہے اور اگر اچھی ہے تو ہمیں بھی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

سنائیں، کیونکہ آج میں فارغ ہوں...... کوئی ایسا کام بھی نہیں۔"

اور یہ سن کر حکیم وقار بولے۔ "حکیم صاحب کتاب تو دلچسپ لگ رہی ہے...... ذاتی صفحہ میں مصنف لکھتا ہے کہ یہ کتاب جس کا نام "چور، ٹپا اور شیر" ہے۔ نام تو عجیب ہے مگر یہ خاص طور سے بچوں کے لئے لکھی گئی اور بڑوں کے لئے اس میں سبق ہی سبق ہے۔"

"حکیم صاحب مصنف نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو یقیناً کتاب اچھی ہوگی، چلئے آپ پڑھیں میں بھی دیکھوں کہ بچوں ہی نہیں بلکہ بڑوں کے لئے بھی کیسا سبق ہے۔" رولو کا بولا۔

اور پھر چائے پینے کے بعد حکیم وقار کتاب پڑھ کر رولو کا کو سنانے لگے۔

رات زیادہ نہیں گزری تھی تو ساڑھے نو کا وقت ہوگا آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے اور رم جھم رم جھم بارش کا سلسلہ جاری تھا۔

پورے گاؤں پر سناٹے کا راج تھا، گاؤں کے کتے بھی ٹھنڈی ہوا سے بچنے کو کونے کھدروں میں چھپ گئے تھے، بارش کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ گاؤں کے باہر ایک کھپریل کے گھر میں دو نفوس جاگ رہے تھے ایک بوڑھی عورت تھی اور ایک گلشن کمہار تھا، اس کی کھپریل کے گھر کے، چاروں طرف اس کے گدھے سردی میں کانپتے کھڑے تھے۔

بوڑھی عورت نے کہا۔ "ایسا لگتا ہے آج ساری رات بارش ہوگی۔"

گلشن نے کھانس کر پوچھا۔ "ذرا زور سے کہو کس کی بات کر رہی ہو۔"

عورت بولی۔ "ارے بارش کا کہہ رہی تھی رات بھر ہوگی آج رات۔"

"ارے تو اس میں چلانے کی ضرورت کیا ہے، میں سن رہا ہوں۔" گلشن نے جواب دیا۔

"میری تو دونوں طرح مصیبت ہے آہستہ بولوں تو سنتے نہیں زور سے بولوں تو کہتے ہیں زور سے کیوں بولتی ہے۔"

"ارے تم نے پھر بڑبڑانا شروع کردیا۔"

بارش کا سلسلہ جاری تھا چراغ کی روشنی کھپریل کے اندر بڑی مدھم تھی گلشن اور اس کی بیوی کی باتیں جاری تھیں، اس بستی کے قریب ہی ایک جنگل تھا، اس میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ دن بھر کا بھوکا تھا شکار کی تلاش میں آہستہ آہستہ گلشن کمہار کی کھپریل کے پاس آگیا، اس کا ارادہ تھا کہ ذرا بارش رکے اور سردی کم ہو تو رات کے اندھیرے میں کوئی گدھا پکڑ کر لے جائے، مگر اس وقت تو سردی کی وجہ سے اس کی حالت خود خراب تھی اس لئے خاموشی سے اندھیرے میں گم۔

سردی سے سکڑتا ایک چور بھی ایک کونے میں کمہار کے سوجانے کا انتظار کر رہا تھا۔

مگر گلشن اور اس کی بیوی کی نوک جھونک جاری تھی اور چور کو موقع نہیں مل رہا تھا۔

اچانک گلشن کی آواز آئی۔ "لے یہاں پر بھی آگیا، ارے میں تو تنگ ہوں اس سے کہاں جاؤں۔"

عورت بولی۔ "میں جو آٹھ دن سے کہہ رہی تھی کہ انتظام کرلو بادل آرہے ہیں مگر تم نے میری بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی، اب کا ہے شور کرتے ہو۔"

گلشن بولا...... "ارے یہ کیسی عورت ہے میں اس ٹپکے کی بات کرتا ہوں اور یہ پتہ نہیں مور کہاں سے لے آئی۔"

عورت چلا کر بولی۔ "مور کی نہیں شور کہہ رہی ہوں۔"

گلشن بولا۔ "ارے چور کی تو فکر نہ کر میں نے سب بندوبست کر رکھا ہے۔"

چور نے یہ الفاظ سنے تو بڑا مایوس ہوا سوچا۔ "بڈھا ہوشیار لگتا ہے کام مشکل ہے کہ بنے۔"

گلشن پھر بولا...... "یہ بڑا خطرناک ہے کسی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کروٹ چین نہیں لینے دے گا۔"
عورت نے پوچھا۔"ارے تم کس کی بات کررہے ہو مجھے تو بتاؤ۔"
"ارے وہی ٹپکا اور کون بڑا خطرناک ہے سب اس سے ڈرتے ہیں۔"
عورت بولی۔"یہ بات تو تم نے ٹھیک کہی، بڑا خراب ہے جس کے پیچھے لگ جائے چھوڑتا نہیں مگر اس میں تمہاری غلطی ہے تم نے ہی آنے کو راستہ دیا ہے اس کو، اب بھگتو۔"
یہ بات سن کر شیر کے کان کھڑے ہوگئے۔"یہ ٹپکا کون ہے؟ لگتا ہے کوئی بہت خطرناک چیز ہے اب تو اپنی دال گلنا مشکل نظر آتی ہے۔"
چور بھی پریشانی میں پڑ گیا۔
"بڑھیا بڈھا سونے والا والے نہیں، میرا رکنا بھی بیکار ہے۔ کوئی اور گھر دیکھنا ہوگا۔" شیر نے بھی فرار ہونے کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔
مگر چور پھر چور تھا اس نے سوچا۔"خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کوئی تگڑا سا گدھا ہی لے چلوں کام آئے گا۔" اور وہ گدھوں کو ٹٹول کر اندھیرے میں دیکھنے لگا اور شیر کے قریب آگیا۔
شیر کی پیٹھ پر اس نے ہاتھ رکھا تو اسی کو اس نے تگڑا پایا اور وہ اچک کر اس کی پیٹھ پر سوار ہوگیا، اب شیر کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ اس کی پیٹھ پر ٹپکا سوار ہوگیا ہے۔
شیر کی ڈر کے مارے گھگھی لگ گئی، چور نے دو ہاتھ تگڑے تگڑے اس کی گردن پر جمائے، اب شیر کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا وہ جنگل کی طرف دوڑ پڑا اور ایسا بھاگا کہ چور پریشان ہوگیا۔"یہ کیسا گدھا ہے کہ اتنی تیز دوڑ رہا ہے۔" چور سوچنے لگا۔
بڈھے کمہار گلشن کی کھپریل جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی اس میں سے پانی اندر ٹپکتا تھا، اس کو گلشن ٹپکا کہتا تھا، وہ جس طرف اپنی کھاٹ کرتا وہیں پر اوپر سے پانی کی بوند اس پر آجاتی اس کو پھر اٹھنا پڑتا، پھر کھاٹ کو دوسری طرف کرتا مگر بوند وہاں پر بھی آجاتی تو یہ تھا وہ خطرناک ٹپکا جو اس کو پریشان کیے ہوئے تھا۔
ساری رات وہ اس ٹپکا سے پریشان رہا، ذرا بھی نہ سو سکا سویرے بارش بند ہوگئی۔
گلشن کمہار کھپریل سے باہر آگیا اور آسمان کی طرف منہ کرکے بولا۔
"اب تو رحم کرو، ساری رات نہیں سونے دیا، کام دھندا بھی بند پڑا ہے، ذرا تو خیال کرو، کام نہ ہوگا تو کھائیں گے کہاں سے۔" اس کے نزدیک کوئی نہ تھا مگر وہ باتیں کررہا تھا کہ اچانک اس کو لگا جیسے اس کے پاس کوئی کھڑا ہے اس نے پلٹ کر دیکھا تو "ایک گول مٹول بے تکا سا وجود اس کے سامنے کھڑا ہے، اس کو انسان بھی نہیں کہا جاسکتا اور جانور بھی نہیں اگر جانور مان لیں تو کون سا جانور، وہ گائے جیسا ہے نہ کتے جیسا نہ ہاتھی اونٹ جیسا، یہ کون ہے؟ گلشن ذرا پریشان تو ہوا بولا۔
"ارے تو کون ہے اور میرے پاس کیوں آیا ہے؟"
اس عجیب وغریب وجود کا ایک منہ بھی تھا وہیں سے بڑی رسیلی میٹھی محبت بھری آواز آئی۔"گلشن میں وہی ہوں جس کو تم نے رات بھر یاد کیا ہے اور جس کی وجہ سے تم سو نہیں سکے ہو۔"
گلشن حیرت سے بولا۔"میں نے تو رات بھر ٹپکا کو برا بھلا کہا ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے نہیں سویا۔"
پھر ٹپکا بولا......"ہاں میں وہی ہوں تم نے رات بھر میرا ورد کیا ہے، میں تمہارا غلام ہوں، میں ہر کام کرتا ہوں تم صرف مجھے حکم دو، میں وہ کام کروں گا اور تمہارے سوا کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔"
گلشن حیرت سے بولا......"کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"
ٹپکا بولا......"میں انسان نہیں کہ جھوٹ بولوں تم آزما کر دیکھ لو مگر ایک بات کا خیال رکھنا مجھ سے کوئی ایسا نہ کرانا جو ناجائز ہو، میں ٹپکا ہوں پانی بن کر بہہ جاؤں گا، اور تم بھی میری مدد نہ کرسکو گے، اپنی ہر ضرورت تم مجھ سے پوری کرواسکتے ہو۔"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گلشن خوش ہو کر بولا۔ ''تو پھر ایسا کر کہ میری کھپریل پوری نئی ڈال دے، باپ دادا نے ڈالی ہوگی اب تو بہت بوسیدہ ہوگئی ہے۔''

ٹپکا بولا...... ''یہ تو مشکل کام نہیں تو ایسا کر آج دن بھر ادھر نہ آنا، اپنے کسی رشتہ دار کے گھر چلا جا، جب واپس آئے گا تو تیرا گھر تیار ملے گا......''

گلشن بولا۔ ''میرے گدھے ادھر ادھر ہو جاتے ہیں ان کا خیال رکھنا۔''

''تیری ہر چیز کی حفاظت میں کروں گا تو فکر نہ کر۔'' ٹپکا بولا۔

گلشن نے بڑھیا کو کہا۔ ''چل بھئی نیک بخت چھوری کے گھر چلیں دن بھر وہیں رہیں گے۔''

بڑھیا اس اچانک فرمائش سے حیران ہوگئی اور بولی۔

''ارے یہ آج سویرے سویرے تم کو چھوری کے پاس جانے کی کیا سوجھی؟''

''ایک تو تیری یہ عادت کہ ہر بات میں روڑا اٹکائے گی اری نیک بخت بس دل ہوگیا ہے، تو چل اور سن میں نے مزدوروں سے بات کرلی ہے یہ کھپریل بدلنے کی، جب ہم آویں گے تو نئی کھپریل پڑی ہوگی روز روز کی پریشانی ختم، رات رات بھر کی جگائی ختم ہم آرام سے سوئیں گے چاہے جتنی برسات ہوتی رہے۔''

بڑھیا حیرت سے بولی۔ ''کیا کہہ رہے ہو چھنوں کے ابا ساری برسات تم نے کوڑی کا کام نہیں کیا اور اتنا بھاری رقم خرچ کیسے کروگے؟''

''نیک بخت تو آم کھا پیڑ مت گن جب واپس آئیں گے تو اس گھر کا نقشہ بدلا ہوا ہوگا۔''

''میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔'' بڑھیا بولی۔

''ارے تو عورت ذات، تیری سمجھ ہی کتنی ہے زیادہ کرید نہ کر تماشہ دیکھ بس اور اب چل۔''

بڑھیا بولی۔ ''ارے سب برتن بھانڈے پڑے ہیں جانور ادھر ادھر ہوگئے تو کون ڈھونڈے گا ذرا تو خیال کرو۔''

''ارے سب اللہ کے حوالے کردے اور چل سب تجھے مل جائے گا۔''

''آج تمہاری کوئی بات میری تو سمجھ میں نہیں آرہی۔'' بڑھیا بولی۔

''آگے بھی نہیں آئے گی اس لئے اب مت بولنا۔'' بڑھیا نے گردن ہلائی میدان کی طرف چل دی۔ اور دو گدھے کان سے پکڑ کر لے آئی اور بولی۔ ''دو کوس جانا ہے لے بیٹھ جا نہیں تو شام کو اٹھا نہیں جائے گا۔''

گلشن خوش ہوا اور بولا۔ ''اب ایک بات تو نے عقل کی کی ہے۔''

اور دونوں اپنی لڑکی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

غریب کمہار کی لڑکی بھی ایک کمہار کے گھر میں تھی۔ برسات کے دنوں میں اس کا داماد بھی بیکار تھا اس کے گھر بھی کھانے کو کچھ نہیں تھا اس نے جو ماں باپ کو اچانک دیکھا تو پریشان ہوگئی۔

ابھی وہ کچھ کہہ نہ پائی تھی کہ ٹپکا گلشن کے سامنے آگیا اور بولا۔ ''فکر نہ کرو تمہارے دونوں گدھوں پر اناج اور کھانے پینے کا سامان موجود ہے یہ اتار کر لڑکی کو دے دو، وہ پریشان ہے۔'' اور ٹپکا غائب ہوگیا اس کو صرف گلشن نے ہی دیکھا۔

گلشن اتر کر لڑکی کے پاس گیا اور بولا۔ ''اری چھنوں پریشان کاہے ہوتی ہے۔ دیکھ میں تیرے لئے کیا لایا ہوں۔'' اور ڈھیر سارا سامان خورد و نوش کا اس کے حوالے کردیا۔ چھنوں نے یہ سامان دیکھ کر حیرت سے کہا۔ ''ابا یہ تم نے کون سے بازار سے خریدا، رستے میں تو کوئی بازار نہیں ہے۔''

گلشن ہنس کر بولا۔ ''کرید کرنے کی عادت تجھ میں بھی ہے، اری تو کھا موج کر پوچھ مت اور جب ختم ہوجائے گا تو اور لادوں گا۔''

''مگر ابا تمہارا کام بھی تو برسات نے بند کردیا ہے۔'' وہ حیرت سے بولی۔

''اللہ کے دینے کے ڈھنگ نرالے ہوتے ہیں بس اس کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اتنے میں رحمت اس کا داماد بھی آ گیا اور وہ کھانے کا سامان دیکھ کر خوش ہوا۔ بولا۔

"ابا تم کو کیسے خبر ہوگئی کہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔"

گلشن کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا جواب دے بولا۔"ارے بیٹا دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

چھنوں بولی۔"اب تو فرصت میں ہو، دو چار دن کے بعد جانے دوں گی۔"

اس کی ماں بولی۔"نہیں بیٹا رکنا تو مشکل ہے گھر کھلا پڑا ہے۔ کھپریل بدل رہی ہے۔ مزدور کام کر رہے ہوں گے جانور بھی کھلے پڑے ہیں۔ دور بھاگ گئے تو کون لائے گا۔ بس شام کو جانا ضروری ہے۔"

"ارے ابا تم نے تو کمال کر دیا اتنا بھاری خرچ کر ڈالا۔"

گلشن بولا۔"ارے بیٹا کیا بتاؤں بس اللہ نے کرم کر دیا ہے۔"

رحمت بولا۔"ابا ضرور کوئی بات ہے بتاؤ تو۔"

گلشن بولا..... "دیکھو بھی زیادہ کرید مت کرو، کھاؤ پیو اور مست ہو جاؤ، انسان کو جہاں تک کی اجازت ہو وہیں تک جانا چاہئے، اس کے آگے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اور تم پوچھنا بھی نہیں۔"

بیٹی داماد خاموش ہو گئے اور بیٹی نے بڑے اچھے اچھے کھانے ماں باپ کے لئے پکائے اور خود بھی کھائے، بہت دن کے بعد ان کو ایسا کھانا ملا تھا۔

کھانے کے بعد رحمت بولا۔"ابا برسات ختم ہوگئی تب بھی دو مہینہ تو ہمارا کام ہوگا نہیں کیونکہ جس گڑھا سے ہم مٹی برتن بنانے کو لاتے ہیں وہ تو پورا پانی سے بھر گیا ہے، جب پانی سوکھے گا تو مٹی نکالی جائے گی۔"

گلشن بولا۔"ارے تو فکر مت کر برسات کے بعد میرے پاس آ جائیو، اسی چاک پر کام کریں گے اللہ برکت دے گا دونوں محنت کریں گے تو پھل بھی مل جاوے گا۔"

رحمت بولا۔"ہاں یہ ٹھیک ہے میں چھنوں کو لے کر آ جاؤں گا......"

شام کی روٹی کھا کر دونوں بڑھیا بڈھے واپس ہوئے اور گھر آ کر وہ حیران رہ گئے۔ پوری کھپریل نئی پڑ گئی تھی کھڑکی بھی نئی لگا دی تھی، دیواروں کی مرمت بھی ہوگئی تھی اور گھر نیا بن گیا تھا گھر کی دیواروں پر چونا کاری بھی ہوگئی اور گدھوں کو کھونٹوں پر باندھ دیا تھا اور ان کو چارہ بھی پڑا تھا گلشن اور اس کی بوڑھی بیوی حیرت سے اپنے گھر کو دیکھ رہے تھے، گلشن نے ایسا تو نہیں سوچا تھا یہ تو اس کی سوچ سے بڑھ کر ہو گیا تھا۔ وہ دیوانہ وار دروازے کے اندر گیا اور اندر کی صفائی ستھرائی دیکھ کر اور حیران ہوا۔ بے ساختہ اس نے اپنی بیوی کو آواز دی۔

"اری چھنوں کی ماں ذرا اندر تو آ۔ دیکھ تو یہ کیا جادو ہو گیا ہے۔"

رات کو پھر بارش ہونے لگی مگر ان کے گھر میں کہیں سے بھی ایک بوند پانی نہیں آیا، دونوں دروازہ بند کر کے سو گئے۔

گھر مکان بنانے کی خبر زمیندار بندے حسن کو ہوگئی اس کے کارندے گلشن کے پاس آ گئے اور بولے۔

"بڑے ٹھاٹ ہیں تیرے، کیسا اچھا گھر تو نے بنا لیا مگر رہنا اس گھر میں تیرے نصیب میں نہیں ہے زمیندار نے تجھے بلوایا ہے چل ہمارے ساتھ۔"

گلشن کے لئے یہ اچھی خبر نہ تھی وہ بولا۔"اچھا ذرا رک میں گھر والی سے کہہ کر آتا ہوں۔"

اور دروازے کے اندر گیا اندر ٹپکا موجود تھا بولا۔"گلشن گھبرانا نہیں زمیندار کے سامنے ڈٹ جانا میں تیرے ساتھ ہوں۔ پر میرا ذکر زبان پر نہ لانا۔"

گلشن کارندوں کے ساتھ زمیندار بندے حسن کے گھر روانہ ہوا۔ بندے حسن ایسا زمیندار تھا کہ کسی کارندے یا ملازم کو خوش حال نہیں دیکھ سکتا تھا اس نے گلشن کو دیکھ کر اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور بولا......

"بہت رقم تیرے پاس آ گئی ہے محل بنوا کر رہے گا تو، ابے اپنی اوقات دیکھ اور وہ گھر دیکھ، سفیدی چونا تک

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

کرالیا کوٹھی بنالی یہ نہ سوچا کہ وہ زمین میری ہے تو وہ گھر بھی میرا ہوا۔ تیرے رہنے کا وہ گھر نہیں ہے وہ گھر سلامو کو دے دے اور تو وہ کھیت اور آگے جو ببول کی جھاڑیاں ہیں کاٹ کر بنالے اپنا گھر چل جا۔" بندے حسن نے حکم سنا دیا۔

"پر زمیندار جی میرا قصور کیا ہے میں نے گھر ہی تو بنایا ہے اور وہ اس لئے کہ برسات میں ساری رات جاگنا پڑتا تھا مجھ پر رحم کرو میرا گھر نہ لو......"

بندے حسن بولا۔ "ابے بکواس نہ کر اور سلامو کو شام تک وہ مکان دے دے۔"

"پر اتنی جلدی میں کیسے گھر بناؤں گا۔" گلشن بولا۔

"میں کیا جانوں کیسے بنائے گا چل دفع ہو۔"

گلشن دروازے سے باہر آیا اور تھکے تھکے قدموں سے واپس روانہ ہوا کہ ٹپکا آ موجود ہوا۔ "گلشن فکر مت کر تیرا گھر راتوں رات بن جائے گا اور سلامو اس مکان میں نہیں رہے گا اور یہ زمیندار بھی اس کی مدد نہیں کر سکے گا۔"

گلشن کی ہمت پھر بندھ گئی اور وہ گھر آ گیا گھر والی نے پوچھا۔ "کیا کہتا تھا زمیندار؟"

گلشن بولا۔ "جل گیا میرا گھر دیکھ کر حکم دیا ہے کہ یہ گھر سلاموں کو دے دوں اور میں اجاڑ جگہ گھر بنالوں۔"

"ہائے ہائے یہ تو تم نے بری سنائی، ابھی چین سے رہنا نصیب بھی نہ ہوا تھا کہ یہ کیا ہوا۔"

"اری نیک بخت زمیندار خدا تو نہیں ہے خدا نے یہ گھر دیا تھا دوسرا بھی دے گا۔ تو کیوں فکر کرتی ہے۔"

عورت بولی۔ "فکر کی تو بات ہے پھر سے نئی زندگی شروع کرنا ہوگی۔ گھر بنانا اتنا آسان تو نہیں ہے ایک ایک اینٹ لگانی پڑتی ہے محنت کرنا پڑتی ہے۔"

گلشن بولا۔ "بات تیری درست ہے پر جب خدا چاہتا ہے تو سب آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے بات کر لی ہے مزدور لگا دیئے ہیں دوسرا گھر بن جائے گا۔"

"پر مزدوروں کو پیسہ کون دے گا؟" عورت بولی۔

"تو اتنی دور کی مت سوچ جس نے پیٹ دیا ہے، وہی روٹی بھی دیتا ہے جس نے تن دیا ہے کپڑا بھی دیتا ہے اور جس نے گرہستی بنائی ہے وہی اس کے رہنے کو ٹھکانا بھی دے گا ارے اللہ کی بندی خدا پر بھروسہ کر اور بے فکر ہو کر سو جا۔ سویرے بندے حسن کے آدمی آویں گے تو میں ان کو مکان دے دوں گا اور ببول کے ویران علاقے میں چلا جاؤں گا اگر خدا کو منظور ہوا تو وہ جگہ بھی میرے لئے گل گزار ہو جائے گی۔"

سویرے وہی ہوا بندے حسن کے آدمی آ گئے، اس کے ساتھ سلاموں تھا اور بہت خوش تھا آتے ہی بولا۔ "ابے کمہار تو نے اپنا بوریا بستر باندھ لیا جانے کو کہ میں خود باہر پھینک دوں۔"

گلشن نے اس کی طرف دیکھا اور بڑے نرم لہجے میں بولا۔

"زیادہ اونچا نہ بول سلاموں بڑی بات اللہ کو بھی پسند نہیں ہے تجھے یہ گھر مبارک میں جا رہا ہوں۔ مگر کسی کی محنت پر قبضہ کرنے والے کبھی خوش نہیں ہوتے یہ بات یاد رکھنا۔"

"ابے تو اور کیا کرے گا بددعائیں ہی دے گا۔" سلاموں بولا۔

"دعاؤں میں بڑا اثر ہوتا ہے تو پھر بددعائیں بھی اثر رکھتی ہیں میری بات کا تو یقین نہیں کرتا نہ کر۔"

اس نے اپنی بیوی کو آواز دی اور خالی ہاتھ روانہ ہونے کو تھا کہ ایک کارندہ بولا۔

"ابے اپنا بوریا بستر تو لیتا جا اور گدھوں کو کیا بھول گیا ہے۔"

گلشن پلٹ کر بولا۔ "یہ جانور خود آ جائیں گے میرے پاس اور سامان اللہ اور دے گا۔" اور چل پڑا سارے کارندے اور سلاموں زور سے ہنس پڑے ایک بولا۔ "شاید غم سے دیوانہ ہو گیا ہے۔"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

زمیندار نے جو جگہ گلشن کو مکان بنانے کے لئے دی تھی وہ بہت ہی خراب جگہ تھی۔ زمین ہموار نہ تھی اونچی نیچی تھی اور اس زمین پر بے شمار ببول اور فضول درخت کھڑے تھے اس زمین اس کی صفائی اور ہموار کرنے میں بڑی محنت اور مزدوری کی ضرورت تھی زمیندار بڑا کائیاں تھا اس نے جان بوجھ کر یہ جگہ دی تھی کہ گلشن اس کو دیکھ کر ہی کان پکڑے اور گاؤں سے چلا جائے۔ مگر ایسا نہ ہوا ایک رات میں زمین ہموار ہوگئی درخت کٹ گئے دوسری رات مکان بن گیا اس پہلے والے سے زیادہ اچھا، اور سارے جانور اس کے پاس آ گئے۔ دو تین دن گزرے تھے کہ زمیندار خود اس کے پاس آ گیا اور بولا۔

"اوئے کمہار تیرے پاس کیا جادو ہے کہ تو اتنی جلدی مکان بنالیتا ہے بتادے نہیں بتائے گا تو تیری کھال تیرے جسم پر نہیں ہوگی۔ میرا نام بندے حسن ہے تو جانتا ہی ہے۔"

گلشن نے بڑی نرم اور ٹھنڈی آواز میں جواب دیا۔

"کچھ نہیں ہے میرے پاس زمیندار تم کیوں میرے پیچھے پڑے ہو تم نے وہ مکان لے لیا میں نے اف نہیں کی اب یہ بنایا ہے تو بھی تم کو چین نہیں ہے۔"

"ہاں چین نہیں ہے اس لئے کہ اتنی خراب جگہ تو نے اتنا اچھا گھر کس طرح بنا ڈالا اور وہ بھی اتنی جلدی یہ کام تو جادو سے ہی ہوسکتا ہے۔ مجھے وہ جادو بتا کیا ہے۔"

"زمیندار ڈر اس وقت سے جب تجھ پر برا وقت آئے گا تیری زمینداری تیرے کارندے اور دھن دولت کچھ بھی تیرا ساتھ نہیں دے گی تو ایسا کام نہ کر جس سے کسی کا دل دکھے، کسی کا حق مارا جائے۔"

زمیندار غصے سے بولا۔ "تو، تو دو کوڑی کا کمہار مجھے سبق پڑھائے گا، یہ زمین بھی میری ہے۔ اس طرح یہ گھر بھی میرا ہوا، تجھے اور آگے جانا ہوگا یہاں پر میں اپنا ریسٹ ہاؤس بناؤں گا۔"

گلشن بولا۔ "دیکھ زمیندار تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے پر خدا تو دیکھ رہا ہے۔"

"ایک شرط پر تو یہاں رہ سکتا ہے مجھے اس مکان کے بنانے کا راز بتا دے۔" زمیندار بولا۔

گلشن نے کہا۔ "میں تجھے مکان دے رہا ہوں میں آگے جاتا ہوں۔"

اب کے جو زمین گلشن کو ملی وہ پہلے والی سے بھی بدتر تھی اس زمین میں سانپ بچھو بھی بہت تھے مگر بڑیا نے کہا۔ "گلشن تو فکر نہ کر ان دونوں مکانوں سے بڑھیا مکان بناؤں گا۔"

آٹھ روز نہیں گزرے تھے کہ وہ ناکارہ اور خطرناک زمین بڑی خوب صورت بن گئی۔ مکان کے چاروں طرف ہرے اور پھل دار درخت نظر آنے لگے اور ایک بہت ہی خوب صورت مکان اس بیابان میں ابھر کر آ گیا۔

زمیندار کا خیال تھا کہ اب کے کمہار کامیاب نہیں ہوگا مگر اس نے اپنے جاسوس تو لگا رکھے تھے مکان کب بنا اور کن لوگوں نے بنایا وہ بھی نہ دیکھ سکے، مگر تیار ہونے کے بعد ان سب کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں وہ دوڑے زمیندار کے پاس کہ اس کو خبر کر دیں، زمیندار نے سنا اور اسی وقت مکان کی طرف روانہ ہوا، مکان اتنا بڑا تھا کہ زمیندار کی حویلی اس کے سامنے جھونپڑی لگتی تھی اس کے اطراف کا احوال بڑا خوشگوار تھا درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ پھولوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی تھی اور کمہار گلشن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔

زمیندار اس کے سامنے چلا گیا اور نفرت سے بولا۔ "اوئے دو کوڑی کے کمہار تیری یہ اوقات کہ تو راجہ بنا ہوا ہے اٹھ کر کھڑا ہو جا اور اپنے پرانے گھر میں چلا جا مجھے تیرا یہ گھر اچھا لگا ہے میں اس میں رہوں گا اور اپنے سارے گدھے اور گندی بڑھیا کو بھی لے جا۔ تو خود کو دیکھ اور اس گھر کو دیکھ۔"

گلشن اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا اور باہر کی طرف روانہ ہوا، زمیندار اور اس کے ساتھی بڑے حیران ہوئے، زمیندار نے آواز دے کر اس کو روکا اور کہا۔ "رک جا تو اس گھر میں رہ سکتا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہے یہ گھر تیرا ہو سکتا ہے مگر میری شرط وہی ہے اس کے بنانے کا راز بتا دے۔"

گلشن نے پلٹ کر جواب نہیں دیا اور باہر آ گیا باہر ٹپکا کھڑا تھا وہ گلشن کو دیکھ کر مسکرایا اور پھر بڑے پیار سے بولا..... "آدمی تو مضبوط ہے تیرے دل میں لالچ نہیں آیا مکان کا۔"

گلشن نے جواب دیا۔ "میں نے وعدہ کیا ہے مرتے دم تک کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

ٹپکا یہ سن کر خوش ہوا اور بولا۔ "تو پھر چلتا جا اس زمینداری سے دور چلتے ہیں، میں نے تیرے لئے کچھ زمین خرید لی ہے اس پر مکان بنائیں گے، کوئی یہ نہیں کہے گا کہ یہ زمین میری ہے۔"

اور پھر ایک پہاڑی وادی میں پہنچ کر ٹپکا نے کہا۔ "یہ زمین تیرے نام پر ہے ویران جگہ ہے دو طرف پہاڑ ہیں زمین سخت ہے پتھریلی ہے مگر دو طرف زمین نرم ہے اور کاشت ہو سکتی ہے۔ آج رات سے اس زمین پر کام شروع ہو جائے گا پہاڑوں کے اوپر جانے کے راستے بنائے جائیں گے ان میں پودے اور درخت ہوں گے اور ایک طرف مکان بنایا جائے گا..... تو آرام کر اور سو جا۔"

گلشن کو ٹپکا کی بات پر اتنا بھروسہ تھا کہ اس نے کوئی سوال نہ کیا اور سکون سے سو گیا اس کی بیوی بھی سو گئی۔ اس سنسان وادی میں کام شروع ہو گیا اور چند روز میں ہی اس کی کایا پلٹ ہو گئی بڑے بڑے درخت بھی نظر آنے لگے اور نہ معلوم کہاں سے ایک پانی کا جھرنا بھی پیدا ہو گیا اور زمین پر گرنے لگا اس کی وجہ سے ہریالی چاروں طرف پھیلنے لگی اور رفتہ رفتہ کسان بھی آ گئے۔ اور چند مہینوں میں اچھی خاصی آبادی پہاڑوں کے درمیان نظر آنے لگی ان کے پاس جانور تھے، گائے، بیل، بکری، بھیڑ اور دوسرے دودھ دینے والے جانور زمین زرخیز تھی لوگوں نے یہاں کے چپے چپے پر کاشت کاری کرنا شروع کر دی۔ اور یہ ایک خوش حال گاؤں بنتا گیا۔ یہاں پر کسی کی زمینداری نہ تھی ہر کسان جتنی زمین کر سکتا تھا کاشت کر رہا تھا اور اپنے خاندان کو پال رہا تھا لوگوں نے خود ہی اس جگہ کا ایک نام رکھ دیا تھا۔ "خوشحال گاؤں۔" اس کے مالک کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا وہ صرف یہ جانتے تھے کہ اس خوب صورت مکان میں وہ رہتا ہے۔

☆......☆......☆

اب ذرا اس چور اور شیر کی سنئے۔

گدھے کے دھوکے میں چور شیر پر سوار ہو گیا تھا اندھیرے میں اس سے یہ غلطی ہو گئی تھی اور شیر خود ڈرا ہوا تھا۔ اس نے خطرناک ٹپکا کے بارے میں سن لیا تھا۔ شیر کا خیال تھا کہ اس کی پیٹھ پر ٹپکا سوار ہے اور وہ جدھر منہ اٹھا بگٹٹ بھاگ رہا تھا، چور حیران تھا کہ یہ کیسا گدھا ہے کہ بے تھکان بھاگا چلا جا رہا ہے۔ شیر اس قدر تیز دوڑ رہا تھا کہ اندھیرے میں وہ اس پر سے کود بھی نہیں سکتا تھا۔

رات ختم ہو رہی تھی اور کچھ کچھ روشنی ہو چلی تھی اب چور نے جو دیکھا کہ وہ کسی گدھے پر نہیں بلکہ ببر شیر پر سوار ہے تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اب دونوں یعنی شیر اور چور دونوں ایک دوسرے سے ڈرے ہوئے تھے۔

شیر ایک بستی کے درمیان سے بگٹٹ بھاگا جا رہا تھا لوگوں نے دیکھا کہ ایک نہتا بہادر شخص خونخوار ببر شیر پر سوار ہے اور شیر ڈر کے مارے بھاگا جا رہا ہے تو وہ بہت حیران ہوئے یہ ایک ریاست کی بستی تھی فوراً ہی ساری بستی کو خبر ہو گئی اور لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ سڑک کے دونوں طرف جمع ہو گئے، زیادہ آدمیوں کو دیکھ کر شیر اور گھبرا گیا۔

مگر چور کی کچھ ہمت ہوئی اور اس نے رسی کے بارے میں اشارہ کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے ایک رسی اس کی طرف پھینک دی اور اس نے اس کو شیر کے گلے میں باندھ دیا۔ پھر دوسری رسی بھی باندھ دی اب شیر کے گلے میں کئی رسیاں پڑی تھیں اور لوگ ان کو پکڑے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے۔ شیر کو ساری رات کی بھگائی نے کمزوری پیدا کر دی تھی۔ وہ ذرا آہستہ ہوا تو چور اس کے اوپر سے نیچے کود گیا۔

شیر نے چور کو کودتے دیکھ لیا تھا اور وہ چاہتا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا کہ کسی طرف بھاگ جاؤں مگر اس کے چاروں طرف رسیاں بندھی ہوئی تھیں وہ کسی طرف بھی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ کئی دفعہ اس نے خوفناک آوازیں منہ سے نکالیں اور لوگوں کو ڈرانا چاہا مگر آدمیوں کی تعداد زیادہ تھی لوگ ذرا نہ ڈرے اور شیر تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔

چور اس کے سامنے آ گیا اور بولا...... ''بس کر زیادہ زور نہ لگا میں تیرا مالک ہوں اگر میرا کہنا نہیں مانے گا تو کاٹ ڈالوں گا، تجھے نہیں پتہ میں کون ہوں۔''

شیر نے اشارے سے گردن ہلا کر پوچھا۔ ''تو کون ہے؟''

چور زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ ''تجھے اس بڈھے کمہار کی بات یاد ہے۔'' شیر کا ڈر اس کو ذرا نہیں تھا اور وہ ٹپکا سے خوف کھاتا تھا۔

شیر نے پھر جلدی سے گردن ہلائی کہ ''تو کیا وہی ٹپکا ہے۔''

چور سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''ہاں میں وہی ٹپکا ہوں۔ تیری حیثیت میرے لئے ایک چیونٹی جتنی ہے، اب تجھے وہ کرنا ہے جو میرا حکم ہوگا اگر تو نے ذرا اکڑ بازی کی تو تیرے ہاتھ پیر سلامت نہ ہوں گے۔''

شیر نے اقرار کیا کہ ''میں تیرا نوکر ہوں تو جو کہے گا وہی کروں گا مگر میں نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔ تو میرا آقا ہے تو میرے کھانے کا انتظام بھی تجھے کرنا ہوگا۔''

''اس شرط پر کہ تو کسی انسان پر یا کسی جانور پر حملہ نہیں کرے گا میں کہوں تو پھر کرنا تجھ پر لازم ہوگا۔'' شیر نے گردن ہلا کر اقرار کرلیا اور اس نے شیر کی ساری رسیاں کھول دیں اور لوگوں کو کہا ایک بکرا لایا جائے، بکرا فوراً ہی آ گیا اور اس کو شیر کے آگے ڈال کر چور نے حکم دیا کہ اس کو کھا جا اور پیٹ بھر لے۔''

لوگوں نے دیکھا کہ شیر نے کچھ ہی دیر میں پورا بکرا کھالیا اور منہ صاف کرکے کھڑا ہو گیا۔

اس کارروائی کے دوران کسی نے اس ریاست کے راجہ کو خبر دے دی کہ ہماری ریاست میں ایک ایسا بہادر شخص آیا ہے کہ اس کی سواری ببر شیر ہے۔''

راجہ سخت بزدل اور شیر سے ڈرنے والا آدمی تھا اس کے لئے تو یہ بہت زیادہ حیرت کی بات تھی مگر بات غلط نہ تھی لوگوں نے اس کے سامنے دیکھا حال بیان کیا تھا راجہ کی خواہش تھی کہ وہ اس بہادر آدمی سے ملاقات کرے مگر ڈرتا بھی تھا۔ کیونکہ چور جہاں جاتا تھا اپنے شیر پر سوار ہو کر جاتا تھا۔

راجہ نے چور کو کہلوایا کہ ''اگر تم شیر کے بغیر ملاقات کے لئے آؤ تو میں تم سے ملاقات کرنے پر راضی ہوں۔'' مگر چور کو تو اور زیادہ اپنا رعب جمانے کا موقع مل گیا اس نے کہہ دیا کہ ''راجہ تو ہوگا مگر میرے لئے اور میرے شیر کے لئے تو کچھ نہیں ہے میں صرف شیر پر سواری کرتا ہوں، میرے پاس ہزاروں شیر ہیں میں جب چاہوں ان سب کو طلب کرسکتا ہوں۔''

راجہ یہ سن کر گھبرایا اور پیغام دیا کہ ''میں خود تیرے پاس آ جاتا ہوں شیر کو دور رکھنا۔''

اس پر چور راضی ہوگیا اور راجہ اس کے پاس آ گیا اور اس کے ہاتھ چوم کر بولا۔ ''اے بہادر شخص تجھے ہم اپنی ریاست میں دیکھ کر بہت خوش ہیں تمہارے آنے سے ہماری طاقت بڑھ گئی ہے۔ اب ہمارے اطراف کی ہماری دشمن ریاستیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں تم ہماری فوج کے سپہ سالار ہو ہم نے تمہاری بہادری اور تمہارے شیر سے امید رکھتے ہیں کہ تم ریاست کی نگہبانی خوب کرو گے۔''

چور ریاست دونی اور راجہ بکرم چند چوہان کے سپہ سالار بنا دیئے گئے۔ اطراف کی ساری ریاستوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ دونی کا سپہ سالار شیر پر سواری کرتا ہے اور اس کے زیر کمان ہزاروں جوانوں کے علاوہ بے شمار شیر بھی ہیں۔ اب کس میں اتنی ہمت تھی کہ ریاست دونی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ چور کے ٹھاٹ اس کے ساتھ اس کے شیر کے بھی ٹھاٹ ہو گئے۔

شیر آزاد تھا وہ جنگل میں بھی چلا جاتا تھا اور پھر لوٹ کر آ جاتا تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

راجہ خوش تھا کہ ہر روز کا خطرہ اس کو جو دوسری ریاستوں سے ہوا کرتا تھا وہ ختم ہوگیا اب سارے راجہ اس کی خوشامد کیا کرتے تھے اور اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

ادھر گلشن کی بستی پھیلتی جارہی تھی، آبادی بڑھ رہی تھی، پہاڑ کے چاروں طرف آبادی ہورہی تھی، اب یہ گاؤں نہ تھا اس کا نام خود بخود خوشحال پور ہوگیا۔ یہاں پر جو آجاتا خوش ہوتا یہ ساری زمین گلشن کی تھی اس زمین کا کوئی کرایہ نہ تھا اس پر کاشت کاری کرنے پر کسی کو کچھ نہیں دینا پڑتا تھا پانی قدرتی آرہا تھا پھر لوگوں نے خود اپنی ضرورت پوری کرنے کو تالاب بنائے تھے۔ ان تالابوں میں جانور نہاتے اور بچے تیرتے تھے، عورتیں کپڑے دھوتی تھیں۔ اناج اور سبزی ترکاریاں پھل میوے اتنی پیدا ہوتی تھیں کہ خوشحال پور سال بھر کھاتا تھا لوگوں کی صحت اچھی تھی، بچے تندرست اور مرد جفاکش تھے۔

یہ سب اس لئے تھا کہ خوشحال پور کے مالک کے دل میں کسی قسم کا لالچ نہ تھا وہ عوام سے لینا نہیں دینا چاہتا تھا یہاں پر دودھ گھی کی کوئی قیمت نہ تھی کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں اور نہایت سستی ہوتی تھیں نہ یہ کسی سے طلب کرتے تھے نہ دیتے تھے جو تھا خوشحال پور کا تھا۔ گلشن خوش تھا ٹپکا کبھی کبھی گلشن کے پاس آیا کرتا تھا اور خوش ہوتا تھا اس نے گلشن کو جیسا سمجھایا تھا وہ ویسا ہی تھا۔

مگر دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں یہاں پر دولت کے پجاری اور انسانیت کے دشمن اور اپنی تجوری بھرنے والے بھی بہت ہیں وہ لوگ صرف اپنی طرف دیکھتے ہیں ان کو کسی کی دکھ پریشانی بھوک کی پرواہ نہیں ہوتی ایسے لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں جبکہ ہر دور میں آخر میں ان کو ذلالت اور بدنامی ملتی ہے، انسان بڑا ضدی ہے پرانی باتوں سے سبق حاصل کرنے کے بجائے وہی کرتا ہے جو کہ اس کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔

خوشحال پور کی خوش حالی اور اس کی پیداوار کی طرف گوپی چند مِلباری کی نظریں تھیں وہ اپنے ذہن میں ایک پروگرام بنا کر خوشحال پور آیا تھا۔

خوشحال پور میں اناج اور پھل فروٹ بہت پیدا ہوتا تھا اور نہایت سستا تھا دوسرے علاقوں میں ان کے اناج اور فروٹ کی بڑی مانگ تھی، چند روز تک گوپی چند حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

اس کے بعد اس نے آہستہ آہستہ خریداری شروع کردی اور خریدا ہوا مال اونٹوں کے ذریعہ دوسری ریاستوں میں روانہ کرنا شروع کردیا۔ خوش حال پور کے کسانوں کو زیادہ دام ملنے لگے اور وہ گوپی چند کو مال دینے لگے اور دو چار مہینوں میں ایسا ہوا کہ خوشحال پور کی منڈیوں میں مال کم پڑ گیا اور چور راستہ سے اناج اور دوسری کھانے پینے کی اشیا، غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر خوشحال پور سے باہر جانے لگیں اور خوشحال پور میں ان اشیاء کی قلت پیدا ہوگئی، کاشت کاروں اور کسانوں میں گوپی چند نے لالچ کا پودا لگا دیا اور عام آدمی پر پریشانی کے سائے آگئے۔

سودا سلف مہنگا ہوتا گیا اور خوشحال پور کی پیداوار کو دوسرے علاقے کے لوگ کھانے لگے۔ اس لالچ کے پودے نے اور ترقی کی اور لوگ اور زیادہ پریشان ہوئے، سب حیران تھے کہ زمین کی پیداواری صلاحیت اتنی ہی ہے، درختوں پر پھل اتنے ہی آرہے ہیں اور پھر یہ قلت کیوں ہے اس قسم کی خبریں گلشن کو بھی آرہی تھیں مگر وہ کیا کرسکتا تھا وہ تو ایک نہایت صاف دل کا جاہل کمہار تھا وہ سوائے حیرت کے اظہار کے اور کیا کرسکتا تھا۔

مگر اس بستی کے آباد کرنے والا ایک اور تھا وہ تھا ٹپکا گلشن نے اس کے آنے پر پورے حالات اس کو بتائے۔

ٹپکا نے کہا۔ ''گلشن تم فکر نہ کرو دنیا میں سب اچھے نہیں ہیں ایسا ہوتا ہے مگر آخر میں برے ہار جاتے ہیں اور اچھے منزل پاتے ہیں۔ اب میں تمہارے پاس نہیں آسکوں گا میری بھی کچھ مجبوریاں تو ہیں جہاں لالچ آجاتا ہے میں وہاں پر نہیں رہتا، تم میں لالچ نہ تھا میں تمہارے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ساتھ رہا اب بھی تمہارا دل صاف ہے تم میں ذاتی خود غرضی اور لالچ نہیں ہے میں تمہارے پاس اسی لئے آیا ہوں مگر اس سرزمین پر یہ موذی چیزیں آ گئی ہیں، میں اس سرزمین پر نہیں رہ سکتا مگر تم یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس زمین پر لالچ کی فصل کھڑی ہے تم اپنی جگہ مضبوط رہنا تمہارا کچھ نہیں ہوگا یہ سب صرف چند روز ہے فتح تمہاری ہو جائے گی۔'' اور ٹیکا چلا گیا۔

اور خوشحال پور کی خوشحالی پر زوال آنا شروع ہوگیا۔ لوگوں کی نیتوں میں فرق آ گیا۔ وہ زیادہ اور زیادہ کمانے کے چکر میں لگ گئے، مقامی لوگوں کی پریشانیاں بڑھتی گئیں، دولت کے آنے سے اور دوسری خرابیاں بھی پیدا ہوگئیں۔ دکھاوا اور شوبازی پر اخراجات زیادہ ہوگئے، شادی بیاہ کے موقعوں پر بلاوجہ کے اخراجات ہونے لگے، ذرا ذرا سی بات کو اپنی انا اور عزت کا مسئلہ بنایا جانے لگا...... معاشرتی خرابیوں نے جڑ پکڑلی، سادگی ورگزر ختم ہوتی گئی، اب نام کا صرف خوشحال پور رہ گیا تھا، عام آدمی مہنگائی کی چکی میں پس رہا تھا، ناجائز اور غلط کام کرنے والے اپنی دولت میں اضافہ کررہے تھے۔ اور ان کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہ تھا۔

خوشحال پور سونے کی چڑیا تھی اور اس چڑیا کو پنجرے میں بند کر دیا گیا تھا اس کو چاروں طرف سے نوچا جا رہا تھا، لوٹا جا رہا تھا گلشن کیا کرسکتا تھا اس کے بس میں کیا تھا وہ جانتا تھا کہ ٹیکا نے جو کہا ہے وہ درست ہے یہ درخت ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے، برائی کا عروج جہاں ہوتا ہے، وہیں سے اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے کچھ ایسے حالات خود بخود پیدا ہوتے ہیں کہ برائی اپنی موت خود مر جاتی ہے۔

خوشحال پور میں ہر برائی پیدا ہو چکی تھی، بے ایمانی عام تھی جھوٹ فریب کو برا نہ سمجھا جاتا تھا۔ پیسے والے غریبوں کو انسان نہیں سمجھتے تھے ان کو ذلیل کرتے تھے۔ عورتیں بے حیا ہوگئی تھیں۔ ان کو اپنی عزت عفت کی پرواہ نہ تھی۔ خوش حال پور کی دولت زیادہ قیمت پر اسمگل ہو جاتی تھی۔ اور عوام بھوکے مرتے تھے مگر لالچی لوگوں کو ان کی پرواہ نہ تھی، وہ اپنی تجوری بھرنے کی فکر میں تھے، غریب نقل مکانی کررہے تھے، پہلے لوگ یہاں آتے تھے اب جارہے تھے۔

خوشحال پور پر کئی ریاستوں کی نظر تھی ان میں راجہ بکرم چند دونی ریاست کا راجہ بھی تھا اس کی طاقت چور اور شیر کے آنے کے بعد بہت بڑھ گئی تھی۔

اور وہ خوش حال پور پر حملہ کرنے کے بارے میں کئی بار سوچ چکا تھا۔ اس کے جاسوس خوش حال پور کے حالات اس کو بتا رہے تھے۔

اور اس نے خوش حال پور پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کرلیا اور سپہ سالار چور کو طلب کرکے کہا۔ ''تم جانتے ہو خوش حال پور دولت کی کان ہے اس کان سے دوسرے لوگ سونا نکال رہے ہیں، اب اس میں سے ہم اپنا حصہ نکالنا چاہتے ہیں اور اس کو اپنی ریاست کا ایک قصبہ بنانا چاہتے ہیں بولو تمہاری کیا رائے ہے۔''

چور نے کہا۔ ''میں جو کچھ ہوں، آپ کا ملازم تو ہوں بہت دن سے میں نے اور میرے شیر نے اپنی بہادری کے جوہر نہیں دکھائے آپ فکر نہ کریں میں اکیلا ہی خوشحال پور کے لئے بہت ہوں۔ آپ وہاں کے حالات مجھے بتائیں کیا ہیں؟''

راجہ نے کہا۔ ''میرے جاسوس روزانہ خبریں لا رہے ہیں، خوشحال پور میں کوئی پرسان حال نہیں ہے، تمہارا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہے لوگ لالچی ہیں اور عیش عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہ ایک بھی تلوار اٹھانے کے قابل نہیں ہیں، ان کی تجوریوں میں سونا بھرا ہے مگر وہ اس کی حفاظت سے بے خبر ہیں اس لئے کہ خوش حال پور کے لوگ جرائم کرنا جانتے ہیں وہ غریبوں کا خون چوس چوس کر اپنے جسموں پر چربی چڑھا چکے ہیں وہ تلوار کیا اٹھائیں گے۔ تم کسی بھی رکاوٹ کے بغیر ان کے سروں پر سوار ہو جاؤ گے اور کامیاب ہوگے۔''

راجہ کے بتائے حالات چور سپہ سالار کے لئے بڑے حوصلہ افزا تھے۔ اس نے صرف چند گھوڑا سوار

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اپنے ساتھ لئے اور اپنے شیر پر سوار ہو کر خوشحال پور کی طرف ایک رات روانہ ہوا، ساری رات کے سفر کے بعد صبح دم وہ خوشحال پور کی سرزمین پر تھا۔ کسانوں نے دیکھا ایک شخص شیر ببر پر سوار ہے اس کے ساتھ گھوڑا سواروں کا ایک دستہ ہے اور وہ ہتھیاروں سے لیس ہے اور ان کے تیور دوستانہ نہیں ہیں تو وہ اپنے اپنے گھروں کو بھاگے اور یہ خبر چند لمحوں میں ہر جگہ پھیل گئی۔

شیر پر سوار شخص بڑی شان سے اس شاندار مکان کے سامنے پہنچ گیا، اس کو کسی نے نہیں روکا اس نے شیر سے اتر کر دروازے پر دستک دی تو ایک بوڑھا باہر آیا چور سپہ سالار یہ سمجھا کہ شاید یہ اس مالک مکان کا ملازم ہے کیونکہ حالت ایسی ہی تھی۔ "تم اس مکان کے مالک کو بلاؤ میں اس سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔" وہ شان سے بولا۔

بوڑھا بولا۔ "میرا نام گلشن ہے اس مکان میں صرف میں اور میری بیوی رہتی ہے تم کون ہو اور کیوں ملاقات کرنا چاہتے ہو؟"

سپہ سالار بولا۔ "اس آبادی کے بارے میں خبریں ہیں کہ یہاں پر بڑی لاقانونیت اور افراتفری ہے، یہاں کے لوگ بے راہ روی کا شکار ہیں اور ان پر کوئی کمان نہیں ہے، ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، ان حالات میں راجہ بکرم چند آگئے آئے ہیں۔"

بوڑھے گلشن نے گردن ہلا کر اقرار کیا کہ "تم نے جو کہا وہ سب درست ہے۔ میں جب اس وادی میں آیا تھا اس وقت یہ ایک ویرانہ تھا۔ کوئی درخت نہ تھا پانی نہ تھا کوئی آبادی نہ تھی سب سے پہلے میرا یہ مکان بنایا گیا اور میں اس میں آباد ہوا، اس کے بعد پانی قدرتی طور پر آ گیا اور آبادی بڑھتی گئی، اس آبادی پر کسی قسم کا لگان نہ تھا۔ کسی قسم کی پابندی نہ تھی کسان جتنی زمین آباد کر سکتا تھا کرتا تھا اور ساری محنت اس کو مل رہی تھی، یہ اس کو زمین کا کچھ دینا پڑ رہا تھا نہ پانی کا، اپنی رہنے کی جگہ اس نے خود بنائی تھی، درخت اس نے خود لگائے تھے، تالاب خود بنائے تھے ہر گھر میں خوشحالی تھی، ایمانداری تھی، مگر اس خوشحالی کو کسی کی نظر لگ گئی اور کچھ مفاد پرست اس زمین پر آ گئے اور یہاں کی پیداوار دوسرے علاقوں میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنے لگے اس طرح ان کی تجوریاں تو روپوں اور سونے سے بھر گئیں۔

مگر عام آدمی کے منہ کا نوالہ انہوں نے چھین لیا اور یہ سلسلہ اب جاری ہے ان حالات میں تمہاری آمد میرے لئے اطمینان کا باعث ہے، میں اس آبادی کا مالک نہیں ہوں مگر سب سے پہلے آنے والا ضرور ہوں تم کو میری طرف سے اجازت ہے کہ تم جو کرنا چاہو کرو مگر ان لوگوں کو نہ چھیڑو جو کہ پہلے ہی بدحال اور ستائے ہوئے ہیں۔"

چور سپہ سالار نے مکان کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر کہا۔ "اور تم نے اس مکان میں جو دولت چھپائی ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

گلشن یہ سن کر مسکرایا اور بولا۔ "تو پھر تم ابتدا میرے گھر سے کرو اور اچھی طرح تلاش کرو میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ تم کو جو چیز پسند آئے وہ تمہاری ہے۔"

"دیکھو بوڑھے تم اپنی بات پر قائم رہنا نہ قائم رہے تو میرا شیر دو منٹ میں فیصلہ کرتا ہے۔"

بوڑھا گلشن پھر مسکرایا اور بولا۔ "میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔"

چور سپہ سالار گھر کے اندر چلا گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پورے گھر میں کوئی سامان نہ تھا۔ ایک کمرے میں دو چار پائیاں پڑی تھیں۔ ایک پر ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی، دوسری خالی تھی، ہر چیز کو اس نے ٹھوک بجا کر اور اچھی طرح دیکھ ڈالا اور بڑا مایوس ہو کر باہر آ گیا اور بوڑھے سے بولا۔ "مجھے یقین تھا تمہارے پاس ضرور بہت دولت ہو گی مگر گھر تو خالی پڑا ہے صرف ایک بڑھیا اندر ہے میرے لئے یہ حیرت کی بات تو ہے۔"

"تم کو دولت کی ضرورت ہے مگر میرے پاس دنیاوی دولت نہیں ہے کہ تم کو ضرورت ہے تو یہاں پر بہت لوگ ہیں۔ ان کی تجوریاں سونے، چاندی سے بھری ہوئی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہیں وہ دولت ان کا حق نہیں ہے، مگران کے پاس ہے اور اس کو انہوں نے تجوریوں میں قید کرلیا ہے انسانوں کے منہ سے نوالہ چھین کر انہوں نے تجوریاں بھری ہیں تم ان سے وہ دولت چھین لو اور اپنے راجہ کو دے دو۔

مگر ایک بات یاد رکھنا اگر عوام کو روٹی راجہ بھی نہ دے سکا تو پھر اس کی تجوری میں بھی ڈاکہ پڑے گا۔ جس طرح تم اس کے لئے دولت حاصل کررہے ہو، اسی طرح کوئی اور حاصل کرلے گا جس طرح تمہارا یہاں پر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اسی طرح دوسری بار بھی ایسا ہی ہوگا۔''

چور سپہ سالار بولا۔ ''تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

بوڑھا بولا...... ''انسان کے پاس اگر اس کی محبت اور حلال کی کمائی ہو تو وہ اس کا مالک ہوتا ہے اگر اس کے پاس چوری اسمگل اور قمار بازی کی دولت ہو تو وہ اس کا مالک نہیں ہوتا وہ دولت چلتی پھرتی رہتی ہے آج ایک کے پاس تو پھر دوسرے کے پاس، یہ دولت انسان کو بے چین رکھتی ہے، پریشان رکھتی ہے، اس کے چلے جانے کا ڈر اس کی راتوں کی نیند اڑا دیتا ہے اس کے چوری ہونے کا خدشہ اس کو جگاتا ہے۔

مگر پھر بھی وہ ایک نہ ایک دن چلی جاتی ہے۔ یا وہ خود اس کو زمین میں دفن کرتا ہے اور خود چلا جاتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی بے چین روح اس دولت پر سانپ بن کر اس کی حفاظت کرتی ہے اور یہ سلسلہ بہت طویل ہوتا ہے۔

یہ دولت انسان کی دنیا تو خراب کرتی ہی ہے عاقبت بھی خراب کردیتی ہے، تم میرے مکان کو دیکھ کر حیران ہو مگر تمہاری حیرت بے وجہ ہے میری باتوں پر ذرا سا غور کرو تو تمہاری حیرت خود بخود ختم ہوجائے گی......''

چور نے گردن جھکادی اور غور کرنے لگا...... کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا...... ''اے مہربان انسان تیری باتیں میرے اندر ایک انقلاب برپا کررہی ہیں۔ مگر میں ملازم ہوں، راجہ بکرم کے حکم پر یہاں آیا ہوں وہ اس علاقے کو اپنی ریاست میں شامل اس لئے کرنا چاہتا ہے کہ یہ علاقہ زرخیز ہے یہاں کی پیداوار اچھی اور مقدار میں زیادہ ہے یہاں کے لوگ محنتی اور جفاکش ہیں۔ مگر تمہاری باتوں نے مجھے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔''

گلشن نے کہا۔ ''تم اپنے راجہ کا حکم پورا کرو اس میں یہاں کے لوگوں کی بھلائی ہے۔ دور سے آئے بیوپاری یہاں کی رعایا کا حق بھی بیچ رہے ہیں۔ یہاں کے لالچی لوگ ان کا ساتھ دے رہے ہیں، ان پر کوئی کمان تو ہو، کوئی تو ان سے پوچھے کہ وہ ایسا نہ کریں، جب کوئی پوچھنے والا نہ ہو تو اس قسم کے حالات پیدا ہوجاتے ہیں، تم ان پر سختی کرو اور ان کی تجوریوں سے ناجائز دولت کو عام کرو۔

ضرورت مند کو اس کی ضرورت دو، تم اور تمہارا راجہ ان کا ہیرو ہوجاؤ گے، یہ اور زیادہ ذوق شوق سے محنت کریں گے اور تمہارے راجہ کو بھی اس کی ضرورت کا ملے گا اور ان غریب کسانوں کو بھی اپنی محنت کا صلہ مل سکے گا۔''

سپہ سالار بولا۔ .... ''تم نے بہت دور کی باتیں بتائی ہیں۔ پھر تم نے یہاں کے حالات کو سدھارنے کی کوشش نہیں کی، غیروں کو قدم جمانے کا موقع کیوں دیا؟''

''تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں، میرا یہاں پر کیا ہے میں خود مسافر ہوں، میرا کہا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ بس ایک نہایت معمولی آدمی ہوں۔ دھتکارا ہوا انسان ہوں۔ میری بات میں کیا اثر ہے۔

یہ زمین خدا کی، اور اس پر رہنے والے خدا کے بندے، اس پر محنت کرنے والے وہ خود، میرا کیا حق ہے کہ ان پر اپنی مرضی چلاؤں، مرضی اس کی چلتی ہے جو مالک ہو، اپنی محنت کی کمائی سے اس نے زمین خریدی ہو اور انسانوں کو آباد کیا ہو، یہ لوگ تو خود آئے ہیں، نہ میں نے ان کو بلایا ہے نہ میں نے ان کو زمین دی ہے۔

ہاں میں اس زمین پر آنے والا پہلا آدمی ضرور ہوں، بس یہی بات میرے حق میں جاتی ہے۔''

(جاری ہے)

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اندھا قتل

شائستہ سحر۔راولپنڈی

عامل نے جیسے ہی اپنا عمل پڑھ کر نوجوان کے سر پر ہاتھ رکھا تو نوجوان کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں اور پھر جو ناقابل یقین اور دہشت ناک منظر رونما ہوا تو اس منظر کو دیکھ کر لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔

خوف کے لبادے میں لپٹی ہوئی خوفناک حیرت ناک اور جسم کے رونگٹے کھڑے کرتی روداد

آسمان پرسیاہ بادلوں نے اپنا گھیراؤ تنگ کرلیا تھا۔ ان قریب طوفانی بارش ہوسکتی تھی۔ اس امکان کے پیش نظر وہ اس راستے پر آن نکلا تھا جو اس کے گھر کے زیادہ قریب تھا وہ جلد از جلد گھر پہنچ جانا چاہتا تھا مگر یکدم شروع ہونے والی موسلا دھار بارش نے اس کی یہ کوشش حسرت میں بدل دی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر ڈھانپ لیا اور اس طوفانی بارش سے بچنے کی خاطر وہ ایک گھنے درخت کی جانب لپکا۔ مگر جیسے ہی وہ اس گھنے درخت کی چاروں طرف پھیلی ہوئی شاخوں کے نیچے آیا۔ کسی چیز سے پاؤں ٹکرانے کی وجہ سے وہ منہ کے بل زمین پر آن گرا۔

بارش کا کیچڑ زدہ پانی جیسے ہی اس کے منہ اور نتھنوں میں داخل ہوا تو وہ تڑپ کر بلبلا اٹھا اور بے ساختہ خود کو سنبھالتا ہوا اٹھ بیٹھا اسے اس شے پر شدید

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

غصہ آیا جس کی وجہ سے وہ بری طرح ٹھوکر کھا کر گرا تھا اس نے فوراً غصے سے اپنے عقب میں دیکھا تو یکلخت اس کی سانس رک سی گئی۔ اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس سرکٹی نعش کو دیکھ رہا تھا جس پر جگہ جگہ گوشت کے لوتھڑے لٹک رہے تھے جو اردگرد پھیلے بارش کے پانی کو تیزی سے سرخ کررہے تھے۔ شاید کچھ دیر پہلے ہی کسی نے اس سرکٹی نعش کو وہاں پھینکا تھا اس کے اوسان جیسے یہ بحال ہوئے اس نے سرپٹ دوڑ لگادی۔ اس وقت خوف کا اس قدر غلبہ تھا اس پر کہ اسے اب بارش کی بھی پروا نہیں تھی۔ وہ سرپٹ بھاگتا ہوا گھر پہنچا داخلی دروازے کے پاس پہنچتے ہی اس کے حواس جواب دے گئے اور وہ وہیں گر کر بے ہوش ہوگیا۔

صبح کا اجالا ہر طرف پھیل چکا تھا۔ وہ سرکٹی نعش بدستور وہیں پڑی تھی گاؤں کے کئی لوگ اس نعش کے اردگرد دائرے کی شکل میں جمع تھے گاؤں کے منشی رب نواز کے بیٹے کی نشاندہی پر لوگ اس جانب آئے تھے جبکہ وہ بے چارا لڑکا اس نعش کو دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہوا تھا کہ بخار کی وجہ سے بستر پر نڈھال پڑا تھا۔

نعش سرکٹی ہونے کے باوجود لوگوں نے شناخت کرلی تھی۔ وہ نعش اس گاؤں کے نامی گرامی عامل کی تھی۔

نعش کا سر ابھی تلاش کیا جارہا تھا چند گھنٹوں بعد اس عامل کا سر بھی تلاش کرلیا گیا جسے گہری کھائی میں پھینکا گیا تھا۔ پورا گاؤں شش و پنج میں مبتلا تھا ہر شخص کے دماغ میں یہ سوال کلبلا رہا تھا کہ ”آخر کس شخص نے اس عامل کو اس قدر بے دردی سے مارا تھا۔“

بظاہر یوں رنجش تھی جس کی بنا پر اس عامل کو اس قدر بے رحمی سے ذبح کرنے کے بعد اس کا سر تن سے جدا کردیا گیا تھا پھر اس کے جسم پر چاقو کے پے درپے وار کرکے اپنے شدید غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔

وہ عامل چند سال پہلے ہی اس گاؤں میں آکر رہائش پذیر ہوا تھا۔ اس کا نام چنگیز تھا ”چنگیز“ نام سنتے ہی کسی سخت گیر اور اڑیل مزاج شخص کا سراپا ذہن میں ابھرتا ہے جو اپنی شعلہ بار وحشت ناک اور بھیانک نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے شخص پر لرزہ طاری کردے۔

عامل چنگیز بالکل اسی سراپے کی عکاسی کرتا تھا۔ وہ سخت مزاج ہونے کے ساتھ انتہائی بدمزاج بھی تھا۔ جو شخص اس کے مزاج کے خلاف ہوتا تھا اس سے دوبارہ ملنا پسند نہیں کرتا تھا اس لئے لوگ اس کے سامنے جاتے ہوئے بڑی احتیاط برتتے تھے اور پورا دھیان رکھتے تھے کہ کہیں کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکل جائے جو عامل چنگیز کے مزاج کے خلاف ہو۔

وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں کا رہنے والا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا کیونکہ اس نے اپنے نزدیک کسی کو آنے نہیں دیا تھا وہ تنہا رہنا پسند کرتا تھا جب موڈ ہوتا تو اپنے گھر کا مرکزی دروازہ کھول دیتا تب پھر لوگ سمجھ جاتے کہ اب وہ اپنے مسائل کے سلسلے میں اس سے مل سکتے ہیں اگر اس کا موڈ نہ ہوتا تو وہ کئی کئی دن گھر میں ہی بند رہتا تھا عامل چنگیز کی پراسرار شخصیت لوگوں کے لئے کسی معمہ سے کم نہ تھی البتہ پورا گاؤں عامل چنگیز کی پراسرار صلاحیتوں کا شاہد تھا، گاؤں میں جادو ٹونے آسیب کا سایہ وغیرہ جیسے مسائل جب بھی سامنے آتے ان کو چنگیز ہی حل کرتا تھا۔

اسی گاؤں کی ایک صغراں نامی عمر رسیدہ عورت کا مسئلہ بھی بڑا گھمبیر سا تھا۔ صغراں بے اولاد اور ٹانگوں سے معذور تھی خدا کے بعد اس کا دوسرا سہارا اس کا شوہر تاجدار تھا۔ جو اس کی دیکھ بھال کرتا تھا اس کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ صغراں اپنی زندگی کے آخری ایام بڑے آرام سے اپنے شوہر کے ساتھ گزار رہی تھی۔

جوں جوں وقت گزرتا ہے توں توں انسان موت کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ عمر کی زیادتی اور بڑھاپا انسان کی صحت اور خوبصورتی کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں اور آخر یہ ہوتا ہے کہ انسان

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

بالکل بے دست و پا ہو کو موت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتا ہے تاجدار بھی ایک رات سویا، نجانے رات کے کس پہر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

صغراں نے صبح اپنے شوہر کو بستر پر مردہ حالت میں پایا تو غم اور صدمے سے خوب چیخ وپکار شروع کردی۔ شوہر کے علاوہ کوئی اور اس کا قریبی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ سوائے اپنے شوہر کی چچازاد بہن زرینہ کے جو برسوں سے اس دن کا انتظار کر رہی تھی۔ تاجدار کی موت کے بعد اس کی دلی حسرت تھی کہ صغراں کا وجود بھی اس دنیا سے اٹھ جائے اور پھر وہ ان دونوں میاں بیوی کے مکان اور زمینوں پر اپنا قبضہ جما سکے۔

اسی لالچ میں اس نے صغراں پر عامل چنگیز کے ذریعے سفلی علم کروادیا مگر قدرت صغراں کا بھلا چاہتی تھی وہ مغرب کے وقت اپنے شوہر تاجدار کی قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی کہ ایک نادیدہ طاقت نے صغراں کے وجود پر اپنا تسلط قائم کرلیا، وہ معذور بڑھیا جو اپنے قدموں پر چل نہیں سکتی تھی فوراً اٹھ کر کھڑی ہوگئی اس کے پاس موجود گاؤں کا ایک شخص جو اسے قبرستان لایا تھا یہ صورتحال دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا اور وہاں سے فوراً بھاگ گیا۔

صغراں اپنے گھر اپنے قدموں پر چل کر پہنچی اور اپنے سارے کام یوں کرنے لگی جیسے وہ کوئی جوان اور صحت مند عورت ہو۔

تمام گاؤں میں صغراں کے متعلق عجیب وغریب پراسرار باتیں پھیلنے لگیں کیونکہ صغراں کے وجود میں داخل ہونے والی نادیدہ ہستی لوگوں سے صغراں کی زبان سے باتیں بھی کرتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ”اسے اس قبرستان سے گزرتے ہوئے اس معذور بڑھیا پر رحم آ گیا تھا اس لئے جب تک یہ بڑھیا زندہ رہے گی وہ اس کے اندر رہ کر اس کی خدمت کرتی رہے گی۔“

صغراں پر کروایا گیا عامل چنگیز کا سفلی علم دھرا کا دھرا رہ گیا تھا کیونکہ صغراں کے وجود پر قابض وہ

آپ مانیں یا نہ مانیں......!

☆ انگریزی زبان کے لفظ Oblige کا دوسرا ہم قافیہ لفظ نہیں ہے۔

☆ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے ہاتھوں میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ دو انگلیوں سے رگڑ کر دینار کے نقوش مٹا دیا کرتے تھے۔

☆ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مشہور ظالم حملہ آور فاتح چنگیز خان کی موت چھپانے کے لئے اس کو جنازے کے ہر دیکھنے والے کو قتل کردیا جاتا تھا۔ اس کا انتقال 1227ء میں ہوا تھا۔

☆ مشہور مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کو مطالعے کا اس قدر شوق تھا کہ میدان جنگ میں بھی کتابیں اس کے ہمراہ رہتی تھیں۔

(ایس امتیاز احمد)

نادیدہ ہستی کسی بھی شیطانی چیز کو صغراں کے نزدیک نہیں آنے دیتی تھی۔ وہ نا صرف صغراں کی خدمت کر رہی تھی بلکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی پوری طرح سے نبھا رہی تھی۔

عامل چنگیز کے کہنے پر زرینہ کے شوہر اور بیٹوں نے زبردستی صغراں کو لے کر عامل کے پاس لائے، عامل چنگیز نے بڑے بے رحمانہ طریقے سے اس ہوائی چیز کو اذیت دے کر صغراں کے جسم سے نکالا۔

عامل چنگیز کا یہ بڑا سفاکانہ طریقہ تھا وہ اپنے عملیات سے ان ہوائی چیزوں کو اس قدر تکلیف اور اذیت دیتا تھا کہ وہ پلٹ کر بھی انسان کے پاس نہیں آتی تھیں۔

جیسے ہی وہ ہوائی چیز صغراں کے وجود سے جدا ہوئی ٹھیک اسی رات صغراں کی موت واقع ہوگئی، صغراں کی موت بھی تاجدار کی موت کی طرح انتہائی پراسرار تھی صغراں کی موت کے بعد زرینہ اپنے شوہر اور بیٹوں کے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ساتھ اس کی جائیداد پر قابض ہوگئی تھی۔

عالی چنگیز کے گاؤں کا چوہدری عثمان اپنے بیٹے عدنان کی وجہ سے سخت پریشان تھا عدنان کی عمر دس سال تھی اور وہ چوہدری عثمان کا اکلوتا چشم و چراغ تھا اس لئے چوہدری عثمان اسے اپنی جان سے بڑھ کر چاہتا تھا۔ عدنان کی ذرا سی تکلیف اسے پریشان کر دیتی تھی مگر اب کی بار چوہدری عثمان اپنے بیٹے کی تکلیف کی وجہ سے نہیں اس کی عادت کی وجہ سے سخت پریشان تھا کیونکہ عدنان کی عجیب و غریب عادت تھی وہ زیادہ تر درختوں پر چڑھ کر گم سم بیٹھا رہتا تھا وہ اس قدر قدآور درختوں پر چڑھ جاتا کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ عدنان پر کسی آسیب کا سایہ ہے جبکہ چوہدری عثمان بھوت پریت پر یقین نہیں رکھتا تھا مگر پھر ایک رات کچھ ایسا ہوا کہ چوہدری عثمان لوگوں کی باتوں پر یقین کرنے پر مجبور ہوگیا۔

اس روز چوہدری عثمان اپنی بیوی اور بیٹے کے ہمراہ اپنی بہن سے ملنے دوسرے گاؤں گیا تھا اس کی بہن نے اپنے بیٹے کی چھٹی سالگرہ کے موقع پر چھوٹی سی تقریب کا اہتمام کیا تھا جس میں نزدیکی رشتہ داروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ چوہدری عثمان کم ہی اپنی بہن کے گھر جاتا تھا اس لئے بہن نے اصرار کرتے ہوئے اس رات چوہدری عثمان اور اس کی بیوی، بچے کو روک لیا۔

آدھی رات بیت چکی تھی چوہدری عثمان کافی دیر جاگتا رہا، رات کے کسی پہر اس کی آنکھ لگی اسے کچھ خبر نہ ہوئی مگر جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے سب سے پہلے اپنے پاس سوئے عدنان کے وجود کو ٹٹولا وہ اکثر رات کو اٹھ کر یونہی عدنان کو دیکھتا تھا کیونکہ عدنان کئی بار رات کے وقت بھی درختوں پر چڑھنے نکل جاتا تھا اس وقت بھی عدنان کو بستر پر نہ پا کر وہ چونک گیا اس نے فوراً اٹھ کر کمرے کی لائٹ جلائی اور داخلی دروازے سے باہر نکل گیا اس کا رخ حویلی کے باغ کی طرف تھا وہ جانتا تھا عدنان یقیناً وہاں موجود ہوگا۔

باغ میں مختلف اقسام کے قدآور درخت موجود تھے وہ ایک ایک کر کے سب درختوں کا جائزہ لے کر آگے بڑھ رہا تھا اور اس کام میں اسے کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں ہو رہا تھا کیونکہ چودھویں رات کے چاند ہر چیز کو روشن کر دیا تھا یکدم اسے اپنے سر کے اوپر سے عدنان کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ چوہدری عثمان نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو عدنان کئی فٹ لمبے بیری کے درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا۔ مگر اس لمحے عثمان کا دھیان عدنان کی طرف نہیں تھا اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑنے لگا تھا کیونکہ اس وقت وہ اس عجیب الخلقت مخلوق کو دیکھ رہا تھا جو کہ عدنان سے کچھ فاصلے پر موجود تھی اس کے پورے جسم پر ریچھ کی طرح سیاہ بال تھے اس کا پورا جسم کسی بن مانس کی طرح لمبا تڑنگا تھا مگر اسکی شکل بلی سے مشابہت رکھتی تھی وہ کیا شے تھی چوہدری عثمان اسے کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھا وہ حیرت اور خوف کی ملی جلی کیفیات میں اس عجیب الخلقت مخلوق کو گھور رہا تھا جو اپنی شعلہ بار آنکھوں سے عدنان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہی تھی مگر عدنان تو جیسے ہر شے سے بے نیاز ہو چکا تھا وہ بس ا... پ کی طرف دیکھ کر ہنسے جا رہا تھا۔

چوہدری عثمان بے اختیار چیخ پڑا۔

''عدنان وہ آ رہا ہے۔''

عدنان بدستور ہنس رہا تھا جیسے اسے کچھ سنائی ہی نہ دیا ہو۔

''اپنے پیچھے دیکھو عدنان وہ آ رہا ہے۔''

چوہدری عثمان اشارہ کرتے ہوئے چیخا۔

تو عدنان نے اس ساعت پیچھے پلٹ کر دیکھا وہ قوی ہیکل بن مانس نما شے موت بن کر اس کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ عدنان اسے دیکھ کر بے ساختہ چیخ پڑا۔ اس خوف ناک عفریت نے عدنان کو کھینچ کر درخت سے نیچے لٹکا دیا، عدنان کی خوف ناک چیخوں سے پوری حویلی گونج اٹھی چوہدری عثمان تڑپ کر گڑگڑایا۔

''خدا کے لئے اسے چھوڑ دو، جواباً اس عجیب الخلقت مخلوق کے منہ سے ایک فلک شگاف قہقہہ نکلا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور چشم زدن میں اس نے عدنان کو درخت سے نیچے پھینک دیا۔

یہ بھیانک منظر دیکھ کر چوہدری عثمان کے منہ سے ہولناک چیخ نکلی اور وہ وہیں چکرا کر بے ہوش ہوگیا۔

اسے دو دن بعد ہوش آیا تھا، ہوش میں آتے ہی وہ چیخ پڑا۔ ''عدنان! عدنان'' کمرے میں عثمان کی بیوی سمیت دیگر رشتہ دار بھی موجود تھے جو اس کے ہوش میں آتے ہی اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

''آپ ٹھیک تو ہیں؟'' چوہدری عثمان کی بیوی فوراً اس کی طرف بڑھی اور اس کے قریب بیٹھتے ہی بولی۔

''اس نے میرے بیٹے کو مار ڈالا۔'' چوہدری عثمان پھٹی ہوئی آواز میں چیخا۔ چوہدری عثمان کی بیوی اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔ ''ہمارا بیٹا بالکل ٹھیک ہے وہ سامنے بیٹھا ہے۔''

عثمان نے سامنے دیکھا تو عدنان کرسی پر بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

چوہدری عثمان نے فوراً اسے اپنے پاس بلایا اور دو دن قبل والے واقعہ کے متعلق دریافت کیا مگر عدنان نے مکمل لاعلمی کا اظہار کیا اس ساعت چوہدری عثمان کو یقین ہو چکا تھا کہ ''عدنان کے ساتھ ضرور کوئی شیطانی شے ہے۔''

اس لئے وہ عدنان کو عامل چنگیز کے پاس لے گیا اور چنگیز کو عدنان کی تمام صورتحال سے آگاہ کیا، عامل چنگیز نے عدنان کو اپنے سامنے بیٹھا کر اس کا سر اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

عدنان کے جسم کو جھٹکے لگنے لگے اس کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی اس کے چہرے کے خدوخال متغیر ہوتے ہوئے اس قدر بگڑ گئے کہ چوہدری عثمان بھی اپنے بیٹے کی بھیانک شکل دیکھ کر لرز اٹھا تھا۔ عامل چنگیز نے عدنان کے سر پر اپنے دائیں ہاتھ کی گرفت مضبوطی سے جما رکھی تھی۔

''بول کون ہے تو؟'' عامل چنگیز آنکھیں کھولتے ہی گرجدار آواز میں بولا۔ جواباً عدنان کے منہ سے چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''چنگیز تو نہیں جانتا میں کون ہوں بہتر ہوگا کہ میرے راستے میں مت آ ورنہ نتائج کا ذمہ دار تو خود ہوگا۔

اس کا مطلب ہے تو شرافت سے دفع نہیں ہوگا، عامل چنگیز غراتے ہوئے بولا۔

عدنان کے اندر موجود وہ آسیب بڑے خطرناک اور زہریلے لہجے میں بولا ''ہرگز نہیں جاؤں گا اس سے پہلے تیرا سامنا جس مخلوق سے تھا وہ کمزور تھی اس لئے تیرے سامنے ہار مان گئی مگر میں کسی قیمت پر ہار نہیں مانوں گا بہتر یہی ہے کہ تو مجھ سے دشمنی مت مول لے ورنہ بڑی مہنگی پڑے گی تجھے یہ دشمنی۔'' عدنان کے منہ سے یہ اشتعال آمیز الفاظ سن کر عامل چنگیز کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا اس کی آنکھوں میں غیظ و غضب کی شدتیں عیاں ہونے لگی تھیں وہ غصے سے کانپتے ہوئے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں عدنان کے وجود سے دھواں اٹھنے لگا اور اس کے جسم کو یوں جھٹکے لگنے لگے جیسے اس کے جسم میں کرنٹ چھوڑ دیا گیا ہو۔ عدنان کی لاتعداد بھیانک اور ہولناک چیخوں سے پورا کمرہ گونج اٹھا تھا۔

چوہدری عثمان ایک طرف بیٹھا یہ منظر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، وہ خود پر ضبط کئے بیٹھا تھا اس کے سامنے اس کے جگر کا ٹکڑا زمین پر بری طرح سے پچھاڑیں کھا رہا تھا۔

چند ثانیے بعد عدنان کی چیخیں مدھم پڑنے لگیں اور عدنان کا تڑپتا ہوا جسم زمین پر ساکت ہوگیا اس کے چہرے کے بگڑتے ہوئے نقوش پھر سے معصومیت میں تبدیل ہوگئے تھے۔ عامل چنگیز نے بڑے فاتحانہ انداز سے عدنان کے ساکت وجود کو دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا عدنان کے قریب آن کھڑا ہوا پھر حقارت سے بولا ''تیرا سا'' غرور تہس نہس کردیا میں نے، آخر ہار تیری ہی ہوئی تھی۔''

ابھی یہ الفاظ عامل چنگیز کے منہ سے ادا ہی ہوئے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

تھے کہ یکلخت عدنان کے چہرے کے خدوخال پھر سے بگڑ گئے اور اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے عامل چنگیز کی طرف دیکھ کر تمسخر سے بولا۔ "ہرگز نہیں میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں چنگیز!" عدنان کے منہ سے بڑے بھیانک قہقہوں کا اخراج ہوا تو عامل چنگیز غصے سے تھر تھر کانپنے لگا وہ اس غیر متوقع صورتحال کے لئے ہرگز تیار نہ تھا۔ اس ڈھیٹ آسیب کے سامنے پہلی بار اس کی تمام طاقتیں اس کا سارا علم کمزور پڑ گیا تھا مگر ہار ماننے والوں میں سے وہ بھی نہیں تھا اس نے چوہدری عثمان کو سات دن عدنان کو اپنے پاس چھوڑنے کا کہا اور عدنان کے اردگرد حصار کھینچ دیا تھا۔

چوہدری عثمان اپنے دل پر جبر کر کے عدنان کو عامل چنگیز کے پاس چھوڑ کر چلا گیا، عامل چنگیز کے پاس آنے والا یہ پہلا کیس تھا جس میں اس کا سامنا انتہائی طاقت ور اور ضدی آسیب سے تھا جو کسی طرح سے بھی عدنان کے جسم کو چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔

مگر اب یہ معاملہ چنگیز کی انا کا تھا، اس آسیب نے اس کے علم اس کی طاقت کو للکارا تھا، وہ ہر صورت عدنان کو اس ضدی آسیب کے شکنجے سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ اس ضدی اسیب کو بھگانے کے لئے اس نے مسلسل سات راتوں کا عمل کیا تب جا کر عامل چنگیز کا عمل اس آسیب کی طاقت پر بھاری پڑ گیا اور اس آسیب کو مجبور ہو کر عدنان کا جسم چھوڑنا پڑا مگر اس نے جاتے جاتے چیخ چیخ کر کہا تھا۔

"تم بے شک مجھے اپنے موکلات کے ذریعے کہیں دور پھینکوا دو مگر یاد رکھنا میں اپنا بدلہ لینے ضرور آؤں گا اور بہت جلد واپس آؤں گا۔"

بظاہر اس کے لہجے میں بے بسی تھی مگر اس کا ہر لفظ نفرت میں بجھا تھا۔ عامل چنگیز حقارت سے بولا۔ "تو واپس آیا بھی تو کبھی اس بچے کے نزدیک بھی نہیں آ پائے گا۔" کیونکہ عامل چنگیز نے اس شیطانی آسیب کے جاتے ہی ایک تعویذ عدنان کے گلے میں ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے وہ آسیب عدنان کے پاس بھی بھی نہیں آ سکتا تھا۔ اس آسیب کے جاتے ہی عدنان بالکل نارمل ہو گیا۔

درختوں پر چڑھ کر بیٹھنے کی اس کی عادت بھی ختم ہو چکی تھی۔ اس قسم کے کئی واقعات سے عامل چنگیز کی زندگی بھری ہوئی تھی اس نے اپنی زندگی میں کئی لوگوں کی زندگی سنواری تھیں اور کئی لوگوں کی برباد بھی کی تھیں یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا مگر ایک رات کسی انتہائی سفاک قاتل نے عامل چنگیز کو بے دردی سے قتل کر دیا۔

عامل چنگیز کے قتل کی تفتیش کافی عرصہ جاری رہی مگر قاتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا آخر کار قتل کو اندھا قتل قرار دے کر کیس کی فائل کو بند کر دیا گیا۔

تقریباً دس سال اس واقعہ کو بیت گئے لوگ اتنے عرصہ میں عامل کو بھول گئے تھے۔ دس سال بعد ڈاکوؤں کا ایک گروہ ڈکیتی کی واردات کے دوران پکڑا گیا۔

دوران تفتیش اس گروہ نے اپنے تمام جرائم کا اعتراف کیا اور یہ بھی بتایا کہ عامل چنگیز کے قتل میں بھی ان کا ہاتھ ہے، اسی گروہ کے سردار نصیر نامی ڈاکو نے بتایا کہ اس نے اور اس کے تین ساتھیوں نے عامل چنگیز کے گھر ڈکیتی کی تھی۔

بقول اس کے "عامل چنگیز نے بنا کسی مزاحمت کے اپنی تمام جمع پونجی ہمارے حوالے کر دی تھی مگر پھر جانے ایسا کیا ہوا یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ہوا کا جھونکا میرے اندر حلول کر گیا ہو اور پھر کوئی میرے اندر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "اس شخص کو ذبح کر دو۔" میرے حواس معطل ہونے لگے تھے، میں نے کسی معمول کی طرح اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے عامل چنگیز کو سفاکی سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کا سر کاٹ کر گہری کھائی میں پھینک دیا۔"

اس ڈاکو کے بیان سے کئی لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ عامل چنگیز کی بہیمانہ موت کا باعث ضرور کوئی آسیب ہی تھا جس نے ایک انسان کے ذریعے عامل چنگیز سے بدلہ لیا تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خون کی پیاس

رضوان علی سومرو۔ کراچی

آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا اور اسی حقیقت سے دو چار نوجوان کو بالکل بھی پتہ نہیں تھا کہ موت اس کے سامنے بیٹھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسی کا انتظار کررہی ہے اور پھر اچانک موت نے......

کہا جاتا ہے کہ خودغرض اپنی موت آپ مرجاتا ہے اس حقیقت کو تو صرف کہانی ہی عیاں کرے گی

دبیز کہر میں ڈوبا ہوا وہ چھوٹا قصبہ اس وقت بے حد پراسرار لگ رہا تھا۔ شام میں بارش ہونے کے سبب خنکی میں خاصا اضافہ ہو چکا تھا۔ گلیوں میں گھومنے والے آوارہ کتے بھی سردی کی شدت اور کہر کے سبب کسی کونے کھدرے میں چھپے بیٹھے تھے۔ ہر سمت گہرا سکوت طاری تھا۔ پورے قصبے اور ہر گھر میں اندھیرا دکھائی دے رہا تھا۔ ویسے بھی قصبے کے لوگ جلد سو جانے کے عادی ہوتے ہیں۔

رات کے 10 بجے کے بعد قصبے کے لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلتے ہوئے کتراتے تھے، اگر کسی کو کوئی ضروری کام بھی درپیش ہوتا تو وہ اپنے ساتھ دو تین لوگوں کو ساتھ ضرور لے لیتا تھا، اس کی وجہ قصبے کے لوگوں میں ایک خوف پایا جاتا تھا۔ وہ خوف کیا تھا کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ جو شخص رات کے 10 کے بعد اکیلا باہر نکلتا وہ کبھی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لوٹ کر اپنے گھر واپس نہیں آتا تھا وہ کہاں غائب ہو جاتا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔

بس دوسرے یا تیسرے دن اس کی لاش ضرور ملتی تھی۔ جس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ ہوتا۔ اس قصبے میں دو سال قبل ایک خونی حادثہ ہوا تھا۔ اس حادثے نے قصبے کا امن وسکون تاراج کر دیا تھا۔

قصبے میں ایک نوجوان داخل ہوا تھا اپنی بہن کے ساتھ وہ نوجوان بہت خوبصورت تھا ساتھ ہی اس کی بہن بھی بہت خوبصورت تھی۔ وہ نوجوان اور اس کی بہن مصور تھے خوبصورت مناظر کو کینوس پر منتقل کرنا ان کا شوق تھا۔

وہ یہاں گھومتے رہتے اور تصاویر بناتے رہتے تھے۔ یہاں کافی دن لگ گئے۔

ایک روز لوگوں نے اس نوجوان کی بہن کو حاملہ دیکھا تو لوگوں نے اس نوجوان پر اپنی بہن کے ساتھ بدکاری کا الزام لگایا اور اس نوجوان کی بہن کو تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔ اور نوجوان کو ایک گھر میں بھوکا پیاسا قید کر دیا۔ نوجوان چلاتا رہا کہ ”وہ بے قصور ہے۔“

ایک ماہ بعد وہ نوجوان بھوک و پیاس کی حالت میں مر گیا۔ تب اس کی روح اپنا انتقام لینے کے لئے سرگرداں تھی۔

قصبے میں ایک ڈاکٹر تھا جو ان باتوں کو فضول مانتا تھا۔ سارے لوگ 10 بجے کے بعد اندھیرا کر کے سوتے لیکن وہ گھر میں لائٹ جلا کر جاگتا رہتا، کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ ڈاکٹر کا نام رمیش تھا۔ ڈاکٹر رمیش بہت ملنسار اور بھلا آدمی تھا۔ رات کے 4:30 بج رہے تھے وہ میڈیکل ریسرچ پر ایک نئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کے سامنے رکھی ایش ٹرے سگریٹ کے جلے ہوئے ٹوٹوں سے بھر چکی تھی۔ شراب کا گلاس لبریز تھا، ڈاکٹر ہمیشہ سے ریڈ وائن پینے کا عادی تھا۔ بقول اس کے ریڈ وائن سرد موسم میں جسم و جاں میں حرارت کا سبب بنتی ہے۔

ڈاکٹر کتاب پڑھنے میں مشغول تھا کہ اسے ایسا لگا کہ صدر دروازے کی گھنٹی بج رہی ہے، اس نے غور سے سنا تو واقعی گھنٹی بج رہی تھی۔ آرام دہ کرسی سے اٹھنے میں ڈاکٹر کو سستی سی محسوس ہو رہی تھی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اٹھے، کئی منٹ گزر گئے، اب گھنٹی کی جگہ دروازہ پیٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ڈاکٹر کو یقین ہو گیا کہ دروازہ پیٹنے والا آسانی سے نہیں ٹلے گا۔

وہ غصے سے اٹھا اور لڑکھڑاتے ہوئے صدر دروازے تک گیا۔ اور دروازہ کھول دیا دروازہ کھول کر اس نے جونہی باہر تاریکی میں جھانکا تو ایک شخص جھٹ سے اندر آ گیا اور جلدی سے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی اس نے لرزتے ہاتھوں سے ڈاکٹر کا بازو پکڑ لیا، ڈاکٹر نے اپنا بازو چھڑانا چاہا۔ مگر گرفت اور سخت ہو گئی چند لمحوں بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”مم...... میری مدد کرو......“

ڈاکٹر نے جواب دینے کے بجائے۔ آگے بڑھ کر کوریڈور کی لائٹ آن کر دی۔ وہ شخص بلیو جینز اور وائٹ جیکٹ میں ملبوس تھا۔ لیکن اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے۔ جسم کے کھلے ہوئے حصوں سے خون رس رہا تھا، جب کہ اس کی آنکھوں میں خوف وہراس کا عنصر واضح تھا۔

ڈاکٹر نے جیسے ہی اس شخص کا چہرہ دیکھا تو ڈاکٹر کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا، ڈاکٹر نے سوچا۔ ”کہیں یہ چور تو نہیں صورت سے ہی اچکا معلوم ہوتا ہے۔“

”کون ہو تم......؟“ ڈاکٹر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”مم...... مم...... رات بھر کے لیے یہاں پناہ چاہتا ہوں......“ وہ کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

”مگر کیوں؟“

”وہ اس لیے کہ میں زخمی ہوں...... مجھے طبی امداد کی ضرورت ہے......“ اجنبی نے کہا۔

”اوہ......“ ڈاکٹر نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے کتب خانے میں لے گیا۔ جہاں آتش دان میں لکڑیاں اب بھی چٹخ رہی تھیں۔ اور کمرہ خاصا گرم تھا۔ ڈاکٹر نے اسے کرسی پر بیٹھایا اور بولا۔

”تم زخمی بھی ہو...... پریشان اور خوف زدہ بھی، مجھے یقین ہے کہ تمہارے ساتھ کچھ ایسا ضرور ناقابل یقین

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہوا ہے۔"

"ہاں ڈاکٹر۔"

"ٹھہرو میں تمہارے لیے کچھ پینے کے لیے لاتا ہوں پھر سنوں گا تمہاری۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر کتب خانے سے باہر نکل گیا۔ پانچ منٹ بعد جب ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں شراب سے لبریز گلاس اور ایک بوتل تھی۔

"یہ شراب بہت نفیس اور پرانی ہے۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے شراب کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اجنبی نے ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کردیا۔

"واقعی اتنی کسیلی اور تلخ شراب کبھی نہیں پی کافی سکون مل رہا ہے۔" اجنبی پہلی بار مسکرا کر بولا۔

"اب تم اپنی داستان شروع کرسکتے ہو......"

"آپ پہلے یہ بتائیں کیا آپ روحوں کو مانتے ہیں؟"

"نہیں.... شاید تمہاری داستان کا روحوں سے ضرور تعلق ہے مگر میں سنوں گا ضرور۔" ڈاکٹر بولا۔

چند لمحوں تک خاموشی چھائی رہی اس دوران اجنبی نے اپنا دوسرا گلاس بھی ختم کردیا تھا، آخر اس نے اپنی داستان شروع کی۔

"میرا نام جگدیش ہے اور میں لندن کا رہنے والا ہوں۔ میرا پیشہ فوٹو گرافی ہے۔ میں لندن کی ایک بہت بڑی کمپنی میں ملازم ہوں۔ کمپنی کے کام سے مجھے انڈیا بھیجا گیا۔ اور اس علاقے کی تصویریں لینے کا حکم جاری ہوا کمپنی ہندوستان کی دیہی اور قصبوں کی زندگی پر ایک ڈاکیومنٹری فلم بنانا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں گزشتہ رات اپنی بائیک پر روانہ ہوا، یہ تمام راستہ ویران اور دلدلی علاقوں پر مشتمل تھا۔

رات بہت تاریک اور سرد تھی، مگر میں اپنی دھن میں برق رفتاری سے موٹر سائیکل اڑاتے جارہا تھا۔ دفعتاً بائیک کی رفتار دھیمی پڑنے لگی۔ اور بائیک جھٹکے کھانے لگی۔

تھوڑی ہی دور جاکر وہ آگے بالکل بند ہوگئی، میں نے اتر کر بائیک کو چیک کیا تو میرا دل دھک سے رہ گیا کہ پٹرول کی ٹنکی بالکل خالی ہوچکی تھی۔ حالانکہ چلتے وقت میں نے پٹرول فل کروا کے نکلا تھا۔ شاید پٹرول پمپ والے نے کوئی کاری گری دکھادی تھی۔

میں جلد از جلد اس وحشت ناک علاقے سے نکل جانا چاہتا تھا مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میں بمشکل دو فرلانگ ہی پیدل چلا ہوں گا۔ کہ مجھے اپنے عقب سے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی میں نے دیکھا کہ دور سے کسی گاڑی کی تیز روشنیاں نظر آرہی ہیں۔

جیسے ہی وہ گاڑی قریب آئی میں نے اسے رکنے کے لیے ہاتھ ہلایا مگر ڈرائیور نے گاڑی نہیں روکی۔

اس وقت جو پریشانی اور وحشت ہوئی اس کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے۔ میں نے جیسے ہی گھڑی نکال کر دیکھی تو ریڈیم ڈائل کی چمکتی سوئیوں نے مجھے بتایا کہ رات کے دس بجے ہیں۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہوا میں لحہ بہ لحہ خنکی بڑھتی ہی جارہی تھی میں نے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر پناہ لینے کے لیے کوئی مکان یا جھونپڑی کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر یوں لگ رہا تھا کہ صدیوں سے کسی انسان نے یہاں قدم نہیں رکھا ہو۔ دفعتاً میری آنکھیں حیرت وخوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔"

ڈاکٹر رمیش نے دیکھا کہ جگدیش انتہائی خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ اس نے دوبارہ شراب کا گلاس بھرا اور ایک ہی سانس میں خالی کردیا۔ ڈاکٹر رمیش بڑی گہری نظروں سے جگدیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈاکٹر کے ہاتھ میں ریڈ وائن تھی...... اس کے لبوں پر انتہائی پراسرار مسکراہٹ تھی۔

"پھر کیا ہوا......؟" ڈاکٹر نے شراب کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

جگدیش ایک لمحے کے لیے ہچکچایا۔ "پھر ڈاکٹر وہ منظر زندگی کا سب سے خوفناک منظر تھا۔

میں نے دیکھا کہ سنہرے رنگ کی ریت کے ذرات کی طرح چمکیلی دھند کا ایک گہرا بادل میری جانب بڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ وہ دھند دیکھ کر میں انتہائی خوف زدہ ہوگیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ چاروں طرف دہشت زدہ خاموشی اور خون کو منجمد کر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

دینے والی سردی تھی۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں کسی پرانے قبرستان میں کھڑا ہوں۔ جہاں سے مردے نکل کر میرا گلا دبا دیں گے۔ پھر اس چپکیلی دھند نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسی لمحے میں نے انتہائی خوف محسوس کیا۔"

جگدیش کی بات سن کر ڈاکٹر کے ہونٹوں پر اطمینان بخش مسکراہٹ دوڑ گئی۔

جگدیش پھر بولا۔ "یقین کریں میں اتنا بزدل نہیں...... مگر مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میری قوت سلب ہو کر رہ گئی ہو۔ اچانک میں نے اپنے شانوں پر کسی چیز کا زبردست دباؤ محسوس کیا۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے کوئی مجھے آگے بڑھنے کے لیے اکسا رہا ہو، بلکہ مجھے مجبور کر رہا ہو کہ میں آگے بڑھوں...... میں نے چاہا کہ میں آگے نہ بڑھوں، میرے ہاتھ پاؤں جیسے کسی اشارے کے محتاج ہو گئے ہوں۔

پھر میں کسی سحر زدہ کی طرح آگے بڑھتا جا رہا تھا...... کچھ ہی لمحوں کے بعد جب دھند چھٹی تو میں نے اپنے آپ کو خاردار جھاڑیوں کے سامنے پایا۔ جھاڑیوں کے درمیان مجھ سے میں جونہی آگے بڑھا تو مجھے ایک مکان دکھائی دیا، وہ ایک سرائے کی طرف کا مکان تھا، جس کے چاروں طرف خودرو جھاڑیاں اور لمبی گھاس اگی ہوئی تھی...... مکان کے چاروں طرف ایک عجیب سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے کہ میں کسی آسیبی مکان کے سامنے کھڑا ہوں۔

بہر طور بے بسی اور مجبوری کے عالم میں مجھے کچھ سکون محسوس ہوا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ مکان ضرور آباد ہوگا، بلاشبہ رات کافی بیت چکی تھی۔ پھر بھی اس مکان کا مالک جو کوئی بھی تھا انسانی ہمدردی کے تحت دروازہ کھولنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے گرم گرم کھانا کھلا دے۔ کھانے کا خیال آتے ہی میری بھوک چمک اٹھی۔ کچھ لمحوں پہلے مجھ پر خوف کی جو کیفیت طاری تھی وہ از خود دور ہوگئی۔ انسانی فطرت بھی بڑی عجیب ہے۔

میں نے ہمت کر کے دروازے پر دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا تب میں نے دروازے کو کئی بار بجایا اب میں اپنے گرد و پیش کی چیزیں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ مالک مکان اتنا لاپروا آدمی تھا کہ اسے اپنے گرد و پیش کی بالکل خبر نہ تھی، مکان کی اجڑی حالت اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ اس نے مکان پر توجہ نہیں دی۔

اچانک میری نگاہ عمارت کے دروازے پر لگی ہوئی ایک سفید تختی پر گئی جس پر چند الفاظ کندہ تھے پہلے میرا خیال تھا کہ شاید اس پر عمارت کا نام لکھا ہوا ہے۔ اب بغور دیکھنے پر پتہ چلا کہ اس پر عجیب مضحکہ خیز الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

"آپ کا سفر یہاں ختم ہوتا ہے۔"

ان احمقانہ الفاظ کا مطلب میری سمجھ میں نہ آسکا۔

پھر اچانک میرے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے کوئی مکان کے اندر چل رہا ہو پھر دائیں ہاتھ کی اونچی کھڑکی میں سے مجھے روشنی کی ہلکی ہلکی کرنیں نظر آئیں۔ اور پھر فوراً ہی یہ روشنی غائب ہوگئی۔ غالباً کوئی شخص تھا جو دروازہ کھولنے آرہا تھا۔

قدموں کی آہٹ کی آواز آہستہ آہستہ قریب ہوتی گئی۔ پھر لکڑی سے بنا ہوا بلند و بالا دروازہ چرچراتا ہوا اندر کی جانب کھل گیا۔

دروازہ کھلتے ہی مجھے ایک عورت دکھائی دی جسے دیکھ کر نہ جانے کیوں میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، ایسا لگا کہ جیسے میں اسے جانتا ہوں، وہ عورت انتہائی دلکش تھی۔ اور بے حد حسین بھی، اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں جھیل کی گہرائی تھی۔ اس کے گیسو انتہائی دراز اور خوبصورت تھے۔ جیسے گھٹاؤں نے اس کی زلفوں کا روپ لے لیا ہو۔ اس کا جسم انتہائی سڈول اور مرمریں تھا۔ جسے دیکھ کر یقیناً ہر انسان کے جذبات ضرور تلاطم پذیر ہو جاتے۔ اس کے جسم کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی اپسرا نے سفید ساڑھی پہن لی ہو۔ اس کو دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میں اسے جانتا ہوں۔" اتنا کہہ کر جگدیش رکا اور پھر اپنے گلاس کی جانب دیکھا جو کہ خالی ہو چکا تھا۔ پھر جگدیش نے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

جگدیش کی للچائی ہوئی نظریں۔ ڈاکٹر کے بھرے ہوئے گلاس پر تھیں جس میں سرخ رنگ کا شراب موجود تھا۔ جب کہ ڈاکٹر جگدیش کی نظروں سے بے نیاز ڈاکٹر سگار سلگانے میں مصروف تھا۔

"دوست ...... اپنی ریڈوائن تھوڑی مجھے بھی دو...... دیکھو میرا گلاس خالی ہو چکا ہے......" جگدیش لجاجت سے بولا۔ ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ جگدیش کی بات سن کر ڈاکٹر نے اسے دیکھا اور دوسرے پہل نہایت سرد لہجے میں بولا۔ "سوری دوست...... شراب اور عورت کی حصہ داری مجھے پسند نہیں۔"

ڈاکٹر کی بات سن کر جگدیش شرمندہ سی ہنسی ہنس کر بولا۔ "نہیں دوست میرا خیال ذرا مختلف ہے۔"

"اپنا خیال ذرا بعد میں ظاہر کرنا پہلے کہانی سناؤ۔" ڈاکٹر بولا۔

"اوہ...... معاف کرنا۔" جگدیش نے کہا۔ اور خیالوں میں گم ہو گیا۔ پھر بولا۔

"مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میں اس کو جانتا ہوں۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں وہی چمک تھی۔ جو کہ کسی چوہے کو دیکھ کر بلی کی آنکھوں میں پیدا ہوتی ہے۔

"میڈم میری موٹر سائیکل خراب ہو گئی ہے، کیا مجھے ایک رات کی پناہ مل جائے گی؟"

میری بات سن کر وہ مسکرائی اور نہایت معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"آپ اپنی منزل پر ہی پہنچے ہیں۔" اس کا لہجہ بہت شیریں تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ بالکل درست جگہ پر آئے ہیں یہ مسافر خانہ ہی ہے۔"

"بھگوان کی کرپا...... ورنہ اگر مجھے یہ جگہ نہ ملتی تو میری اکڑی ہوئی لاش لوگ دریافت کرتے......" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری بات سن کر اس نے ایک پراسرار قسم کے تبسم پر ہی اکتفا کیا تھا مسکراتے وقت اس کے لبوں کی سرخی اور گہری محسوس ہونے لگی۔ اس نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا، بہر حال میں اپنے آپ کو ہمت دلاتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے پورے مکان میں چاروں طرف روشنی ہو گئی۔ روشنی کا بٹن کہاں تھا یہ تو پتہ نہ چل سکا لیکن اتنا ضرور تھا کہ چاروں طرف دودھیا روشنی نے پورے ماحول کو منور کر دیا تھا۔

وہ ایک لمبی طویل راہ داری تھی...... وہ راہ داری میں آگے آگے چل رہی تھی، راہ داری ایک چھوٹی گلی کی طرح تھی جس کے دونوں دائیں بائیں دیوار تھی دونوں دیواروں پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مختلف قسم کی پینٹنگز آویزاں تھیں۔

پینٹنگز دیکھ کر خوف کی ایک سرد لہر میرے جسم میں دوڑ گئی کیونکہ ہر پینٹنگ میں ایک موضوع تھا۔

وہ موضوع تھا "خون کی پیاس"

ہر تصویر میں الگ الگ طریقے سے کسی عورت کو انسانوں کا خون پیتے دیکھایا گیا تھا، نہ جانے ان تصویروں کا مقصد کیا تھا۔ یہ تو میری سمجھ میں نہ آسکا لیکن مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں کسی شیطانی چکر میں پھنس رہا ہوں۔

وہ عورت مجھے اپنے ساتھ لیے ایک کمرے کے سامنے رک گئی۔

"اس کمرے میں تم آرام کر سکتے ہو۔" اس نے مسکرا کر مجھے کہا۔

"بہت بہت شکریہ...... مجھے بھوک لگ رہی ہے اگر کچھ کھانے کو مل جائے۔"

"میری بات سن کر اس نے گردن کو جنبش دی اور واپس مڑ گئی میں سمجھا شاید کھانے کو نہیں ہے، میں مایوس ہو کر کمرے کے اندر داخل ہو گیا، یہ ایک بڑا سا کمرا تھا، کمرے کے وسط میں ایک بڑی عالیشان مسہری موجود تھی، مسہری کے اوپر ایک بڑی سی مچھر دانی نیچے تک لٹک رہی تھی، مسہری کی جنوبی دیوار پرانی طرز کی کئی کرسیاں قطار میں رکھی تھی۔ مسہری کی مغربی دیوار کی طرف کونے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

میں لکڑی کی ایک الماری کھڑی تھی۔ الماری کے اوپر ایک روشن دان تھا جو کہ کھلا ہوا تھا، روشن دان اتنا بڑا تھا کہ ایک آدمی با آسانی اس سے گزر سکتا تھا، مشرقی دیوار کی طرف ایک چھوٹا سا دروازہ دکھائی دیا، جس پر قفل لگا ہوا تھا، میں نے اس سوراخ کے اندر دیکھنے کی کوشش کی مگر کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں نے مایوس ہو کر اپنا کوٹ اتار کر آرام کرنے کی نیت سے مسہری کی جانب بڑھا۔

دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے جا کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی مجھے وہی عورت نظر آئی۔ جو کہ ایک ٹرالی گھسیٹتی ہوئی اندر داخل ہوئی، اس نے شب خواب کا انتہائی باریک لباس زیب تن کر رکھا تھا، جس سے اس کا خوبصورت اور مرمریں جسم جھلک رہا تھا۔

ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ وہ انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔

''میں آپ کے لیے کھانا لائی ہوں......'' وہ ٹرالی کو مسہری کی طرف دھکیلتے ہوئے بولی۔

''جی بہت شکریہ۔''

''آپ بھی میرے ساتھ آئیں نا......''

میری بات سن کر وہ مسکرائی...... اس کی مسکراہٹ انتہائی پراسرار تھی۔

کھانا بے حد لذیذ تھا، ایسا لذیذ کھانا آج تک اپنی پوری زندگی میں پہلی بار ہی کھایا تھا۔ مجھے کھاتا ہوا وہ مجھے دیکھتی رہی۔ کھانے کے دوران میرے دل سے اس کے لیے تمام شبہات اور خوف دور ہوگیا۔

کھانا ختم ہو جانے کے بعد وہ جھوٹے برتن ٹرالی میں رکھ کر جانے لگی، نہ جانے مجھے کیا ہوا...... شاید یہ شراب اور کھانے کا اثر تھا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ بالکل ایک پکے ہوئے پھل کی طرح میری گود میں آ گری......''

جگدیش کی بات سن کر ڈاکٹر کی آنکھوں میں ایک لمحے کی لئے غصے کی جھلک ابھری پھر اسی لمحے معدوم ہوگئی۔ پھر وہ جگدیش کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جگدیش کہہ رہا تھا۔

''اس کی قربت سے میں نے پورا فائدہ اٹھایا۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید یہ قربت میرے پہلو کو پہلے بھی گرما چکی ہے۔ لیکن کہاں یاد نہیں آ رہا تھا۔

بہت سی عورتیں میرا پہلو گرما چکی تھیں لیکن یہ سب سے الگ تھی جب میرا آتش جنوں بڑھتا، تو اس کی وحشتوں میں اضافہ ہو جاتا، دنیا جہاں کی ساری وحشتیں جیسے اس کے چہرے پر آجاتیں۔

جب اس کے چہرے پر طاری وحشتیں سکون میں تبدیل ہوئیں تو میرے جنون کو بھی راحت مل گئی۔

میں کافی تھک چکا تھا، اتنی تھکن اور جسمانی مشقت کے بعد مجھے نیند سی آنے لگی تھی۔

پھر رات کے نہ جانے کس پہر میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے اپنی گردن کے پاس شدید قسم کی چبھن محسوس ہو رہی تھی۔ مجھ پر کوئی جھکا ہوا تھا، میں نے ٹیبل لیمپ ہاتھ بڑھا کر روشن کیا تو میں نے دیکھا کہ وہی عورت مجھ پر جھکی ہوئی تھی، اس کے لمبے دانت میری گردن میں پیوست تھے۔

امی نے چیخ کر اسے پوری قوت سے خود پر سے ہٹانا چاہا لیکن اس نے پوری قوت سے مجھے جکڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنی پوری قوت کا استعمال کرتے ہوئے اسے دھکا دیا۔

تو وہ چیختی ہوئی مسہری سے نیچے گر پڑی، وہ برہنہ حالت میں انتہائی خوفناک لگ رہی تھی۔ اس کا پورا منہ اور دونوں ہاتھ خون میں سنے ہوئے تھے اس کی آنکھیں نیلی اور چہرہ وحشت ناک حد تک بگڑا ہوا تھا۔ میری گردن سے کافی خون بہہ چکا تھا۔

وہ چیختی ہوئی میری جانب بڑھی تو میں نے اسے اچھل کر ایک زوردار کک ماری جس کے نتیجے میں وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تو میں نے جلدی جلدی کپڑے پہنے اور بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ جب میں بھاگتا ہوا راہداری میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ راہداری میں ایک لاش پڑی ہے۔ وہ لاش مسخ شدہ تھی۔

میں وحشت زدہ سا ہو کر وہیں رک گیا۔ دفعتاً مجھے اپنے پیچھے سے اسی عورت کے چلانے کی آواز سنائی دی۔ وہ میرے پیچھے آ رہی تھی۔ میں نے اس لاش سے بچ کر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

نکلنے کی کوشش کی لیکن اس لاش نے میرا پیر پکڑ لیا۔

اور پھر میرے حلق سے دہشت زدہ چیخ نکلی، میں نے پوری قوت سے اپنا پاؤں اس کے سر پر مارا تو اس لاش نے میرا پیر چھوڑ دیا۔

اب وہ عورت اسی طرح برہنہ حالت میں میرے سامنے کھڑی تھی اس کے اور میرے بیچ صرف اس لاش کا فاصلہ تھا..... میں ساکت وصامت کھڑا تھا۔ دفعتاً میرے حلق سے پھر چیخ نکلی۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے کیڑے میرے پیر پر چڑھ رہے تھے۔ اور وہ عورت آہستہ آہستہ میری جانب بڑھ رہی تھی مجھے اپنی موت کے سوا سامنے اور کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دفعتاً مجھے یاد آیا کہ میرے پاس ایک چھوٹا سا پستول بھی ہے، جسے میں اپنی حفاظت کے لیے سنبھال کر رکھا ہے، میں نے کوٹ کی جیب سے وہ پستول نکالا۔ اور اپنی جانب بڑھتی ہوئی اس

خونی چڑیل پر فائر کردیا۔ گولی نے جادو کا اثر دکھایا اس کے سر کے پرخچے اڑ گئے میں نے یہ بھی دیکھنے کی کوشش نہ کی کہ اس کے بعد اس کا کیا حال ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ اور کسی نہ کسی طرح اب میں آپ کے سامنے ہوں۔"

جگدیش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"بہت خوب..... تمہاری داستان دلچسپ ہے۔" ڈاکٹر رمیش نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب....." جگدیش نے چونکتے ہوئے کہا۔

"داستان وقت گزاری کے لیے اچھی ہے، مگر سچی نہیں۔" ڈاکٹر رمیش نے صوفے سے اٹھ کر آتش دان کے پاس جا کر کہا۔

"مگر داستان سچی ہے۔ دیکھو میری گردن سے بہتا خون..... میں صرف تم سے رات کے بقیہ وقت میں پناہ اور طبی امداد چاہتا ہوں۔"

جگدیش نے تیز لہجے میں کہا۔

جگدیش کی بات پر دھیان دینے کے بجائے ڈاکٹر آتش دان کے سامنے رکھی اس سلاخ سے کھیل رہا تھا جس سے کوئلے دہکائے جاتے ہیں.....

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ ڈاکٹر۔" جگدیش نے اس کے پاس آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

جیسے ہی جگدیش نے کندھے پر ہاتھ رکھا ڈاکٹر رمیش نے بجلی کی سرعت سے وہ سلاخ جگدیش کے سر پر دے ماری۔ جگدیش کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا۔

ڈاکٹر رمیش نے بے ہوش جگدیش کو دیکھا اور کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

☆......☆......☆

جگدیش کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو کرسی سے بندھا ہوا پایا۔ اس کا پورا چہرہ خون میں لت پت تھا، جب کہ ڈاکٹر رمیش اس کے بالکل سامنے بیٹھا سگار پھونکنے میں مصروف تھا۔

ڈاکٹر رمیش اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"غالباً..... تم یہی سوچ رہے ہوگے کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔"

"کک..... کون ہو تم .....؟" جگدیش ہذیانی انداز میں چیخا۔

"اچھا سوال ہے....." ڈاکٹر رمیش نے سگار کا دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔

"مجھے اس طرح کیوں باندھ رکھا ہے..... کھول دو مجھے....." جگدیش چیختے ہوئے بولا۔

"یہ اس سے اچھا سوال ہے....." ڈاکٹر بولا۔

"میرا کیا قصور ہے..... جواب دو....." جگدیش چلایا۔

"ایک کہانی سناتا ہوں....." ڈاکٹر رمیش سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"آج سے کوئی دو سال پہلے ایک نوجوان مصور اپنی بہن کے ساتھ اس قصبے میں داخل ہوا تھا، وہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

دونوں مصورت تھے تصویروں کو کینوس پر منتقل کرنا ان کا شوق تھا۔

ایک شدید سردارت تھی۔ ان کے گھر کا دروازہ بجا۔ ایک شخص نے ان سے پناہ مانگی ایک رات کی، اس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی، ان دونوں نے انسانی ہمدردی کے تحت اسے پناہ دی، اس شخص نے کافی شراب پی ہوئی تھی۔"

ڈاکٹر رمیش کے چہرے پر غصہ نظر آنے لگا۔

جگدیش اس کا چہرہ دیکھ کر چونک پڑا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

رمیش بولنے لگا۔" وہ شخص کافی نشے میں تھا، اس نے اس کی بہن پر حملہ کیا اور اس کی عزت لوٹ کر بھاگ گیا۔ نوجوان اپنی بہن کو بچانے کی کوشش میں خود زخمی ہو گیا تھا۔ وہ دونوں بہن بھائی بدنامی کے خوف سے خاموش رہے۔ کچھ عرصے کے بعد وہ لڑکی حاملہ ہوئی تو لوگوں نے اس کی بہن اور نوجوان بھائی پر بدکاری کا الزام لگا کر مار دیا......" رمیش خاموش ہوا تو جگدیش بول پڑا۔

"تم...... یہ سب مجھے کیوں سنا رہے ہو۔"

"اس لیے کہ تم نے میری بہن کی عزت لوٹی تھی۔ اور تمہاری وجہ سے ہمیں مرنا پڑا...... تمہاری وجہ سے بہن بھائی کا رشتہ بدنام ہوا۔" رمیش غصے میں غراتا ہوا بولا۔

"مرنا...... پڑا...... کیا مطلب؟" جگدیش خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں...... ہم مر گئے...... تب سے ہماری آتمائیں بھٹک رہی ہیں، تم جس عورت سے بچ کر آئے، جس نے تمہارا خون پینا چاہا۔ وہ میری بہن تھی۔ جس لاش نے تمہارا پیر پکڑا وہ میری لاش تھی......"

اسی لمحے رمیش کے چہرے سے گوشت جھڑنا شروع ہو گیا۔ اب وہاں ایک گلی سڑی لاش صوفے پر بیٹھی تھی جس کے جسم پر سفید، سفید چھوٹے کیڑے کلبلا رہے تھے۔

یہ دیکھ کر جگدیش کے چہرے پر بے پناہ خوف دکھائی دینے لگا تھا۔ اس کے حلق سے دل خراش چیخیں نکل رہی تھیں۔ "مم...... مجھے معاف کرو...... میں بہک گیا تھا۔"

دفعتاً لاش کے پاس کالے رنگ کا دھواں پھیلنا شروع ہو گیا۔ پھر وہ دھواں انسانی صورت اختیار کرنے لگا، اب وہاں ایک عورت موجود تھی۔ جس کی آنکھوں کے ڈیلے غائب تھے، ان سے نکلتا ہوا خون جم چکا تھا...... اس عورت کو دیکھ کر جگدیش چونک پڑا۔ یہ وہی عورت تھی۔ جس نے اس کا خون پینے کی کوشش کی تھی۔

جگدیش کو یہ بھی یاد آ گیا تھا کہ اس نے ایک سرد رات میں ایک نوجوان اور اس کی بہن سے پناہ مانگی تھی، لڑکی کا حسن و شباب دیکھ کر وہ پاگل ہو گیا، لڑکی کے حسن و شباب نے اس کا نشہ ہرن کر دیا تھا...... اور پھر اس نے نوجوان پر دھوکے سے حملہ کر دیا جس سے نوجوان بے ہوش ہو گیا، اس کے بعد جگدیش نے اس لڑکی پر تشدد کر کے اس کی عزت لوٹ لی...... اور پھر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اب وہ دونوں آتما بن کر اس سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔

وہ عورت آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھ رہی تھی اس کے نوکیلے دانتوں سے خون ٹپک رہا تھا اس کے بال الجھے اور بکھرے ہوئے تھے۔

دفعتاً کرسی پر بیٹھی ہوئی لاش کے ہاتھ لمبے ہونا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں ہاتھوں نے جگدیش کو جکڑ لیا اس کے بعد اس عورت نے ہذیانی انداز میں اپنے نوکیلے دانت جگدیش کی گردن میں پیوست کر دیے۔ جگدیش کی کربناک چیخیں کمرے کے اندر گونج رہی تھیں۔ ان دونوں بے چین آتماؤں نے اپنا بدلہ لے لیا تھا۔

قصبے والے آج بھی رات کے دس بجے کے بعد گھر سے باہر نکلتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ قصبے کے لوگوں کی زندگیاں عذاب بن چکی ہیں۔ اور وہ دونوں آتمائیں اس قصبے کے لوگوں کے لیے خوف کی علامت بن چکی ہیں۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

موت کے پنجے

ایس امتیاز احمد۔کراچی

رات کا اندھیرا ہر سو پھیلا تھا کہ اچانک ایک عورت نے مکڑی کا روپ دھار کر چشم زدن میں ایک شخص کے چہرے کو اپنی ٹانگوں سے احاطہ کرلیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اپنی ٹانگیں اس شخص کی گردن میں ہوگئیں اور پھر......

پل پل اور لمحہ لمحہ خوف وہراس کے سمندر میں غوطہ زن دل دہلاتی تحیر انگیز شاہکار کہانی

ہنری جارج کا ذہن آج کل عجیب وغریب خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اسے ہر وقت یہ احساس ہونے لگا تھا کہ وہ کچھ بھولتا جارہا ہے۔ اس کی یادداشت ختم ہوتی جارہی ہے...... وہ سڑک پر جارہا ہوتا کہ اچانک اسے خیال آتا کہ اس نے ٹائی غلط جگہ باندھی ہے، وہ رک جاتا اور ٹائی کی ناٹ کھول کر...... اپنی کمر کے گرد لپیٹنے لگتا...... اس دوران اسے اس چیز کا احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ ایک عجیب وغریب حرکت کررہا ہے...... لوگ اس کی اس حماقت پر دل کھول کر قہقہے لگاتے تو پھر وہ چونکتا تھا...... کہ وہ کیا کرچکا ہے۔

رات کو جب وہ بستر پر لیٹتا تو ایک دم اٹھ بیٹھتا اور باہر ٹہلنا شروع کردیتا۔

ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ اس نے باہر نکل کر دوڑنا شروع کردیا۔ وہ پاگلوں کی طرح دوڑتا جارہا تھا کہ ایک کانسٹیبل نے اسے روک کر اس طرح بھاگنے کی وجہ پوچھی تو وہ بہت حیران ہوا۔ اس نے اپنے اردگرد نظر ڈالی تو خود کو سڑک پر کھڑے پایا۔

اس "مصیبت" سے وہ اس قدر تنگ آچکا تھا کہ اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا کہ نہ جانے کس وقت دماغ سوچنا چھوڑ دے اور وہ کوئی الٹی سیدھی حرکت کر بیٹھے۔

آج چھٹی کا دن تھا وہ کمرے میں بیٹھا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ آؤٹنگ کی جائے۔ مگر پھر اپنی عجیب وغریب عادات کا خیال کرکے اس نے اپنے ارادے کو ختم کردیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

پھر دس بجے کے قریب مسز والٹن اس سے ملنے آئیں۔ یہ ایک بھدے سے نقش و نگار رکھنے والی بھاری بھر کم عورت تھی۔ جس کی آنکھیں گول گول سی تھیں اور گال اتنے پھولے ہوئے تھے کہ ان میں آنکھیں دھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

ہنری کی ملاقات مسز والٹن سے چند دن پیشتر بڑے عجیب طریقے سے ہوئی تھی۔

وہ چڑیا گھر میں جانوروں کے پنجرہ کے قریب کھڑا تھا کہ اچانک اسے اپنے ساتھ ہی کسی کے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی، ہنری نے پلٹ کر دیکھا تو ایک عورت کو اپنی جانب متوجہ پایا تھا۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ''کتنی عجیب بات ہے کہ نام تو چڑیا گھر رکھا ہے...... مگر......'' وہ فقرہ چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔

''مگر کیا؟'' ہنری نے پوچھا۔

''منتظمین کہتے ہیں کہ یہاں پر ہر قسم کا جانور ہے...... لیکن ایک عام سی چیز موجود نہیں ہے۔'' عورت نے بیزاری سے کہا۔

''وہ کون سی؟'' ہنری کی دلچسپی عورت میں بڑھتی جارہی تھی۔ ''میرے خیال میں تو یہاں پر دنیا کا ہر جانور موجود ہے۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہاں کوئی مکڑی نہیں ہے۔'' عورت نے تیزی سے کہا۔ اس کی گول گول آنکھیں ہنری پر مرکوز تھیں۔ ''مکڑی......''

ہنری کے لہجہ میں حیرت تھی۔

''جی ہاں مکڑی......'' عورت نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''دیکھئے نا...... مکڑی بھی جانور ہے لیکن انتظامیہ نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اگر میں یہاں ملازم ہوتی تو مکڑیوں کے لئے ایک بہترین شیشے کا جار مہیا کرتی...... اس میں مکڑیاں ہوتیں...... ہر قسم کی۔''

ہنری عجیب کیفیت سے دوچار تھا...... کیا کہے اور کیا نہ کہے...... ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ عورت کو مکڑی سے زیادہ لگاؤ ہے۔

بہرحال وہ ٹالتا ہوا بولا۔ ''جی ہاں یقیناً یہ انتظامیہ والوں کی غلطی ہے انہیں یہاں مکڑی کا اضافہ کرنا چاہئے۔''

''اوہ...... معاف کیجئے گا۔'' وہ عورت چونکتے ہوئے بولی۔ ''ہم دونوں اتنی دیر سے باتیں کئے جارہے ہیں لیکن تعارف ابھی تک ہوا ہی نہیں...... مجھے مسز والٹن کہتے ہیں۔''

''اور مجھے ہنری جارج۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ پھر کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ گھر آگیا۔ اس کے بعد وہ تقریباً مسز والٹن کو بھول گیا تھا۔

مگر آج اچانک جب وہ اس کے گھر کے دروازے پر آ پہنچی تو وہ چونک پڑا۔ چونکنا لازمی بات تھی کیونکہ اسے یاد تھا کہ اس نے ملاقات کے وقت مسز والٹن کو اپنا ایڈریس نہیں دیا تھا...... لیکن اب وہ یہاں کس طرح پہنچ گئی؟ بہرحال اس نے سر کو جھٹک دیا۔

ہنری نے اسے ڈرائنگ روم میں بیٹھایا اور خود چائے بنانے کے لئے کچن کی طرف چلا۔ تقریباً دس منٹ بعد جب وہ ڈرائنگ روم میں چائے کی ٹرے لئے داخل ہوا۔ تو مسز والٹن کارنس کے ساتھ والی الماری کے پاس کھڑی ہوئی تھی اور الماری کے پیچھے کچھ تلاش کررہی تھی۔

''کیا بات ہے مسز والٹن۔'' ہنری نے چائے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

وہ کوئی جواب دیئے بغیر الماری کے پیچھے کچھ تلاش کرتی رہی...... چند لمحوں بعد وہ مایوسی سے سر کو جھٹکتی ہوئی کرسی کی جانب بڑھی۔

ہنری سوالیہ نگاہوں سے مسز والٹن کو دیکھ رہا تھا۔ ''ایک مکڑی تھی جسے پکڑنے کی کوشش کررہی تھی۔'' مسز والٹن نے ہنری کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''آپ مکڑی پکڑنے کی کوشش کررہی تھیں۔'' وہ غداقاً ہنسا۔

''جی ہاں...... مگر افسوس کہ وہ ہاتھ نہ آسکی۔'' مسز والٹن کے لہجے میں مایوسی تھی۔ چہرہ پر بھی اداسی کے سائے پھیل چکے تھے۔

''آپ کو مکڑی سے بہت زیادہ دلچسپی ہے...... کیوں؟'' وہ مسکراتا ہوا بولا۔ ''اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہماری ملاقات کا موجب بھی شاید ایک مکڑی ہی بنی تھی۔"

"جی ہاں مسٹر ہنری...... آپ اسے میرا مشغلہ کہہ سکتے ہیں۔" مسز والٹن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بڑا عجیب مشغلہ ہے۔" ہنری کے لہجے میں تعجب تھا۔

"آپ کو اس بات پر حیرت ہوگی کہ جو لمحے میں مکڑیوں کی رفاقت میں گزارتی ہوں وہ بہت...... خوشگوار ہوتے ہیں۔"

مسز والٹن کے لہجے میں مسرت عیاں تھی۔ "حیرت ہے...... ویسے میرے خیال میں آپ اس شہر میں واحد شخصیت ہوں گی جو اس قسم کا یعنی مکڑیوں کی رفاقت کا مشغلہ رکھتی ہیں۔" ہنری جارج کی آنکھوں میں حیرت کے سائے لرز رہے تھے۔

جواباً مسز والٹن صرف مسکرا کر رہ گئی۔

ہنری جارج چائے بنانے میں مشغول ہوگیا۔ اس بات سے وہ اب بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں اس کی ذہنی رو بہک نہ جائے۔ اور کوئی اوٹ پٹانگ بات مسز والٹن کے لئے حیرت بن جائے۔

اس نے چائے کی پیالی مسز والٹن کے سامنے رکھ دی وہ دونوں خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ چند وقفوں کی خاموشی کے بعد وہ بولی۔ "یقیناً آج آپ کی چھٹی کا دن ہے۔"

"جی ہاں۔" ہنری نے مثبت انداز میں سر ہلایا۔

"تو پھر کیوں نہ کہیں آؤٹنگ کی جائے...... دن اچھا گزر جائے گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

وہ جلد ہی راضی ہوگیا۔ اس بات کے متعلق تو اس کا دل پہلے ہی راضی تھا۔ گیارہ بجے کے قریب وہ دونوں باہر نکل آئے۔ موسم کچھ خاص خوشگوار نہ تھا۔ کسی بھی لمحے بارش کے ہونے کے امکانات تھے۔ اسی خطرے کے پیش نظر وہ "رین کوٹ" بھی ساتھ لے چکا تھا۔ وہ پیدل ہی ایک جانب بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

چلتے چلتے وہ چھوٹی نہر کے خوبصورت پل پر آگئے۔ نہر کا پانی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ یہ ایک خوبصورت نظارہ تھا۔ نہر کے ساتھ ہی گھاس کا ایک میدان تھا وہ دونوں ایک جگہ گھاس پر بیٹھ گئے اور بہتے ہوئے پانی کو دیکھنے لگے۔

"مسز والٹن......" ہنری ہلکے سے بولا۔

"یس مسٹر ہنری۔"

"کیا آپ مجھے اپنے عجیب وغریب شوق کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گی۔"

"مثلاً...... یہی کہ آپ نے مکڑی کو کیوں پسند کیا۔ آپ کو اس سے کیونکر لگاؤ ہے۔ اس بات کی کوئی وجہ ہوگی۔"

"ظاہر ہے......" مسز والٹن سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "بات دراصل یہ ہے مسٹر ہنری جارج کہ مجھے مکڑی پسند ہے۔ اس کی ٹانگوں کا پھیلا ہوا جال۔ گول، گول آنکھیں...... یہ سب کچھ میرے لئے بہت کشش انگیز ہیں۔" مسز والٹن کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی جیسے مکڑی کا ذکر اس کے لئے باعث خوشی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"مسٹر ہنری...... شاید آپ یقین نہ کریں کہ میرے پاس دو ہزار کے قریب مکڑیاں ہیں۔"

"دو ہزار۔" ہنری نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ پھر وہ کچھ توقف کے بعد بولا۔ "مگر...... مگر مسز والٹن...... کیا آپ کو کبھی کراہیت کا احساس نہیں ہوتا۔"

"نہیں...... کبھی نہیں۔" وہ نفی میں سر کو جنبش دیتے ہوئے بولی۔ ہنری خاموش رہا۔ پھر چند لمحوں بعد مسز والٹن ہی ہنری سے مخاطب ہوئی۔

"کیوں نہ آپ میرے ساتھ چل کر ان مکڑیوں کو دیکھیں...... میں نے ہر نسل اور ہر جگہ کی مکڑی جمع کی ہوئی ہے۔"

"ضرور...... ضرور...... اب تو میرا اشتیاق بڑھ رہا ہے۔"

"تو پھر واپسی پر پروگرام رہا۔" مسز والٹن بولی۔

"بالکل......" ہنری نے تائیدانہ انداز میں کہا۔

"مسز والٹن آپ کو ہر نسل اور ہر جگہ کی مکڑیاں منگوانے کے سلسلہ میں کافی دشواریاں پیش آئی ہوں گی۔"

"ہاں ہنری...... ایسا ہوا تھا...... میں نے اپنا کافی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سرمایہ مکڑیوں پر خرچ کیا ہے۔" مسز والٹن کے لہجہ میں فخر تھا۔

ان میں اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن وہ اپنی باتوں میں مگن رہے۔ پھر بارش شروع ہونے پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیوں نا ایک ایک کپ کافی ہو جائے۔ اس طرح سردی کا احساس کچھ کم ہو جائے گا۔" ہنری نے تجویز پیش کی۔

"کوئی حرج نہیں۔" مسز والٹن اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی۔ پھر وہ دونوں قریب ہی بنے ہوئے ایک کافی ہاؤس کی جانب چل دیئے۔

بارش جو کہ پہلے آہستہ ہو رہی تھی، اب آہستہ آہستہ وہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ جلد ہی وہ کافی ہاؤس پہنچ گئے۔ انہوں نے کافی ہاؤس میں تقریباً ایک گھنٹہ گزارا۔ اور اس ایک گھنٹہ میں بارش بھی ختم ہو چکی تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" ہنری بولا۔

"پروگرام......" مسز والٹن اپنے گول گول دیدے گھماتی ہوئی بولی۔ "ٹائم پکچر کا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ پکچر دیکھ لی جائے۔" پھر ہنری نے بھی رضا مندی ظاہر کر دی۔

وہ دونوں کافی ہاؤس سے باہر نکل آئے۔ ایک ٹیکسی کو رکوا کر وہ اندر بیٹھ گئے...... ہنری نے ٹیکسی ڈرائیور کو "پکچر ہاؤس" چلنے کو کہا۔ جہاں آج کل ایک جاسوسی قسم کی پکچر لگی ہوئی تھی۔

پکچر ہاؤس پہنچ کر ہنری نے دو ٹکٹ حاصل کیے اور اندر ہال میں جا بیٹھے۔ جلد ہی پکچر شروع ہو گئی اور وہ بھی ایک عجیب اتفاق تھا کہ فلم میں بھی ایک مکڑی کا چکر چل نکلا۔ ٹائٹل میں خوف ناک طرز کا میوزک تھا اور اسکرین پر ایک مکڑی دکھائی جا رہی تھی جو اپنے وسیع جال میں ادھر ادھر پھر رہی تھی۔

پکچر ختم ہونے پر جب وہ باہر نکلے تو مسز والٹن بولی۔ "ان پکچر بنانے والوں کو مکڑی کے متعلق زیادہ معلومات نہیں۔ ایک جگہ ولیم (فلم کے ایک کردار کا نام) کہتا ہے کہ مکڑی ایک گھناؤنی فطرت کی حامل ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔" مسز والٹن نے بڑے جوش و خروش سے کہا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں مکڑی ایک پاکیزہ شے ہے۔" ہنری جارج ہونٹوں پر طنزیہ تبسم پھیلاتے ہوئے بولا۔

"تم نے شاید کبھی مکڑی کو قریب سے نہیں دیکھا ورنہ ایسا نہ کہتے۔" مسز والٹن نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو......" ہنری ٹالتا ہوا بولا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ مسز والٹن کا موڈ بگڑنے لگا ہے۔ وہ ایک بس میں سوار ہو گئے۔

اب تاریکی پھیلنے لگی تھی سورج غروب ہو رہا تھا۔ دن کی روشنی تیزی سے پھیلتی ہوئی تاریکی میں مدغم ہو رہی تھی پرندے اپنے اپنے آشیانوں کی جانب پرواز کر رہے تھے۔ سڑک پر موٹروں، کاروں اور بسوں کی ہیڈ لائٹ آڑی ترچھی لکیریں بنا رہی تھیں۔

مسز والٹن کا گھر فاریسٹ کالونی کی طرف تھا۔ جو شہری مضافات سے کافی ہٹ کر تھا۔

بس فاریسٹ کالونی کے اسٹاپ پر رکی۔ وہ دونوں اترے......اور ایک جانب بڑھنے لگے۔

"وہ رہا میرا مکان۔" مسز والٹن ایک جانب ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ہنری نے ہاتھ کی سمت دیکھا...... کچھ دور ایک کافی بڑے مکان کا ہیولہ سا نظر آ رہا تھا۔

جلد ہی وہ دونوں اس مکان تک پہنچ چکے تھے۔ مسز والٹن دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ پھر جونہی ہنری نے مسز والٹن کے پیچھے اندر داخل ہونے کے لئے قدم رکھا۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کا دماغ اس کا ساتھ چھوڑے جا رہا ہے وہ گھبرا گیا اور رک گیا۔

"کیا بات ہے ہنری......تم رک کیوں گئے۔" مسز والٹن نے اسے رکتے دیکھ کر کہا۔

"شاید میں اپنی کار کو لاک کرنا بھول گیا ہوں۔" وہ ذہن پر زور دیتا ہوا بولا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"کار...... مگر ہم تو یہاں بس پر آئے ہیں۔"

"نہیں...... میں کار لایا ہوں۔" وہ یقین دلانے والے لہجے میں بولا۔

مسز والٹن حیرت سے اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔ ہنری پلٹا...... اور اپنی کار کو تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا...... لیکن...... وہاں کوئی کار ہوتی تو نظر آتی...... وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ بس دور دور تک تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔

ہنری مکان میں داخل ہوا اور بولا۔

"واقعی میں اپنی کار نہیں لایا تھا۔"

مسز والٹن کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ رینگ گئی۔ ایسی مسکراہٹ جس میں پراسراریت تھی...... کسی مکڑی کے وسیع جال کی طرح۔

"آیئے۔" وہ ہنری کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ ہنری اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، ڈیوڑھی میں سیم کی وجہ سے بوسی پھیلی ہوئی تھی۔

ایک بند دروازے کے سامنے وہ رکتے ہوئے بولی۔ "پہلے میں آپ کو اپنا "اسٹاک" دکھادوں۔ پھر دوسری باتیں بعد میں ہوں گی۔"

ہنری اب خود کو ٹھیک محسوس کر رہا تھا۔ اسے اپنی پچھلی بات بالکل یاد نہ تھی کہ کچھ دیر پیشتر اس نے کار کے سلسلہ میں کچھ کہا تھا۔ مسز والٹن دروازہ کھول چکی تھی وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔

ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں لمبی لمبی میزیں قطاروں کی صورت میں پڑی تھیں اور میزوں پر بہت سے شیشے کے جار پڑے تھے جن میں مکڑیاں تھیں۔

مسز والٹن کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ ایک مرتبان کی جانب بڑھی اور بولی۔ "یہ سیاہ مکڑا اسے میں نے جس قدر محنت سے حاصل کیا ہے اس کے متعلق نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔"

ہنری نے صرف سر ہلا دیا۔ مسز والٹن ایک اور مرتبان کی طرف بڑھی۔ "یہ سفید مکڑی ہے۔ جنوبی امریکہ میں کثرت سے ہوتی ہے۔"

اسی طرح مسز والٹن مختلف جاروں میں بند مکڑیوں کے متعلق بتاتی جا رہی تھی۔ ہنری بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ ان کے متعلق سنتا رہا تھا۔

اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے شدید تاثرات ابھر آئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ ایک جار کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"ارے...... یہ...... اتنی بڑی مکڑی۔" اس کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوگئی تھی۔

"یہ۔" مسز والٹن مسکراتے ہوئے بولی۔ "یہ بڑی عجیب مکڑی ہے میں اسے آج تک خود بھی نہیں سمجھ سکی ہوں۔" مسز والٹن جار میں پڑی ہوئی ایک زرد رنگ کی بڑی مکڑی پر اپنی نگاہیں مرکوز کرتی ہوئی بولی۔

"مگر یہ آپ نے پکڑی کہاں سے؟" وہ مکڑی کو گھورتے ہوئے بولا۔ پھر اچانک وہ چونک پڑا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے مکڑی بے جان ہے۔ اس میں کوئی حرکت نہیں کوئی جنبش نہیں۔

"اوہ...... شاید یہ تو مری ہوئی ہے۔"

"نہیں مسٹر ہنری...... یہ زندہ ہے۔" مسز والٹن نے جلدی سے کہا۔ "عام حالات میں یہ مردہ دکھائی دیتی ہے مگر...... یہ زندہ بھی ہو جاتی ہے...... میرے اسٹاک میں یہ سب سے زیادہ عجیب و غریب مکڑی ہے۔"

"پھر تو بڑی حیرت انگیز چیز ہوئی۔" وہ حیرت ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "اور میری معلومات میں ایک اضافہ بھی۔"

اس کے بعد وہ آگے بڑھ گئے تمام کمرے میں پھرنے کے بعد جب وہ واپس ہونے لگے تو بے اختیار ہنری کی نگاہیں اس بڑی مکڑی کے جار پر پڑیں اس مرتبہ اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا کیونکہ جار بالکل خالی تھا۔

"ایں...... یہ کیا...... یعنی وہ غائب ہوگئی۔" ہنری مسز والٹن کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔ "چھوڑیئے مسٹر ہنری...... کن باتوں میں پڑ گئے، میں نے کہا تھا کہ یہ مکڑی عجیب و غریب ہے۔ یہ خود بخود غائب ہو جاتی ہے اور پھر واپس بھی آ جاتی ہے۔"

اب ہنری کچھ کچھ خوف زدہ سا ہونے لگا تھا۔ وہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

جلد سے جلد اس مکان سے نکل جانے کے متعلق سوچ رہا تھا کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ بولا۔

"اچھا مسز واٹسن ...... اب مجھے اجازت دیں پھر کبھی ملاقات ہوگی۔"

"میرا خیال تھا کہ تم ڈنر کھا کر جاؤ گے۔"

لیکن مسز واٹسن مجھے اب کافی دیر ہو چکی ہے پھر کبھی سہی۔" وہ فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" مسز واٹسن نے شانے اچکائے۔

"گڈ نائٹ۔" ہنری نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"گڈ نائٹ......" جواباً مسز واٹسن نے کہا۔

اور پھر ہنری کے جاتے ہیں اس کے ہونٹوں پر مکڑی کے جال کی طرح ایک گہری اور پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک قہقہہ ابلا۔ ایک شیطانی قہقہہ۔

ہنری بڑی تیزی سے چلا جا رہا تھا۔ کالونی سے باہر نکل کر ایک وسیع میدان میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ اور اس وقت وہ اسی میدان میں سے گزر رہا تھا۔

رات اس وقت بہت تاریک ہو چکی تھی اتنی تاریک کہ چند گز کے فاصلے پر پڑی ہوئی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ بارش ہونے کی وجہ سے زمین پر کیچڑ سا پھیل چکا تھا۔

ہنری دوڑنے کی حد تک تیز چل رہا تھا۔ اس کا ذہن مسز واٹسن کی مکڑی میں الجھا ہوا تھا۔ اچانک ہنری چونکا اسے اپنے رین کوٹ کی جیب میں کسی چیز کے چلنے کا احساس ہوا۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔

پھر بڑی پھرتی کے ساتھ اس نے اپنا رین کوٹ اتار کر پھینک دیا، کچھ خوف اور سردی کی وجہ سے اب وہ کانپ رہا تھا پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

لیکن ابھی چند گز ہی چلا تھا کہ اسے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں کسی چیز کے رینگنے کا احساس ہوا وہ بری طرح بوکھلا گیا پھر کوٹ بھی اس نے بڑی جلدی سے اتار کر پھینکا۔

اب وہ ایک پینٹ اور قمیض میں ملبوس تھا۔ سرد ہوا اس کے جسم سے ٹکراتی اور وہ کانپ کر رہ جاتا، کوٹ پھینکنے کے بعد وہ دوبارہ دوڑا۔ لیکن پھر وہ اچھل پڑا اور زمین پر گر پڑا چونکہ اب کی بار اسے پینٹ کی جیب میں اسی قسم کا احساس ہوا تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے پیٹی کھولی بٹن ایک جھٹکے سے کھولے اور پینٹ کو اتارنے لگا۔ دہشت سے اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ اور پھر ابھی وہ پینٹ اتار ہی رہا تھا کہ اسے اپنے چہرے پر ایک جال سا پھیلتا ہوا محسوس ہوا اس کے ہاتھ تیزی سے اپنے چہرے کی جانب بڑھے۔

وہ ایک مکڑی تھی۔ زرد سی مکڑی جس کی لمبی لمبی ٹانگیں اس کے پورے چہرے کو ڈھانپنے کی کوشش کر رہی تھیں اس کی گول گول آنکھیں تاریکی میں چمک رہی تھیں۔

ہنری نے مکڑی کو اپنے چہرے سے ہٹانے کی بہت کوشش کی مگر...... وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا...... پھر وہ زمین پر گر پڑا۔

اس کے دل کی دھڑکن حد درجہ تیز ہو چکی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے چند منٹوں میں اس کا دل سینہ توڑ کر باہر آ گرے گا۔

اس کی قوت مدافعت کمزور پڑتی جا رہی تھی۔ مکڑی جو کہ چہرے پر پوری طرح چھا چکی تھی۔ اب وہ رینگتی ہوئی چہرے سے گردن کی طرف بڑھ رہی تھی پھر اس کی ٹانگیں ہنری کی گردن میں پیوست ہونے لگیں۔

ہنری کا اپنا سانس سینے میں گھٹتا محسوس ہونے لگا۔ پھر اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ بلند ہوئی۔ کیونکہ مکڑی کی ٹانگیں اس کی گردن میں اترتی جا رہی تھیں جیسے اس کی گردن موم کی ہو۔

درد کی شدت سے اس کی آنکھیں بھیانک انداز میں پھیل چکی تھیں جانکنی کا عالم تھا، چہرے پر کرب کے تاثرات تھے، پھر ہنری کی گردن اس کے تن سے جدا ہو کر علیحدہ ہوگئی اس کا جسم کچھ دیر کے لئے موت کے بے رحم پنجوں میں تڑپا اور پھر ساکت ہوگیا۔ بے جان مجسمے کی مانند!

اسی لمحے مکڑی کے اردگرد دھواں پھیلنے لگا پھر اسی دھوئیں میں ایک شبیہ ابھری اور وہ شبیہ مسز واٹسن کی تھی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مکڑی نجانے کہاں غائب ہوچکی تھی شاید دھوئیں.....

دھواں چھٹا اور مسز والٹن جس کی گول گول آنکھوں میں بلا کی چمک تھی اپنے ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم بکھیر چکی تھی پھر وہ قہقہہ لگانے لگی۔ اپنی کامیابی پر..... شیطانی اور بھیانک قسم کے قہقہے جنہوں نے ماحول پر پھیلے ہوئے سکوت کو تار تار کردیا۔

مسز والٹن فضا میں..... عین ہنری کے مردہ جسم کے قریب کھڑی قہقہہ لگانے میں مصروف تھی کہ اسی لمحے ایک بڑا سا عقاب جس کی آنکھیں تاریکی میں یوں چمک رہی تھیں جیسے دو روشن قندیلیں نمودار ہوں پھر اس نے غوطہ لگایا۔

دوسرے ہی لمحے اس کا پنجہ ہنری جارج کی کھوپڑی کو بالوں سے اپنی آہنی گرفت میں لے چکا تھا۔ مسز والٹن کی نظر عقاب پر پڑی..... اور اس کے قہقہے یک دم رک گئے اس کے گرد آہستہ آہستہ دھواں پھیلنے لگا لیکن یہ دھواں بہت معمولی تھا۔

اسی لمحے فضا ایک بھاری بھرکم قہقہے سے گونج اٹھی، مسز والٹن سے چند گز کے فاصلے پر ایک سفید لباس میں ملبوس وجود کھڑا تھا اور یہ سو فیصدی مردانہ وجود تھا۔ اس کی دو روشن آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں اور دہکتی ہوئی آنکھیں مسز والٹن پر مرکوز تھیں۔

"مسز والٹن..... تم ہار چکی ہو۔" اس وجود نے بھاری آواز میں کہا۔ "تم نے میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔" مسز والٹن بولی۔ لیکن اس کے لہجے میں کمزوری عیاں تھی۔

"کیا کرتا..... مجھے بھی اسی چیز کی ضرورت تھی۔"

اس وجود نے شانے اچکائے۔

"لیکن تم کسی اور کو بھی اپنا شکار بنا سکتے تھے۔ آخر تم نے میرے ساتھ ہی زیادتی کیوں کی۔"

اس وجود کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ ابھری۔" اس کی دو وجوہات تھیں مسز والٹن۔ ایک تو یہ کہ مجھے زیادہ محنت کرنی پڑی..... دوسری بات یہ کہ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ ایک ہی شہر میں ہم دونوں رہیں اور آج کے بعد....." ہاہا۔ اس نے بھیانک سا قہقہہ لگایا۔ "آج کے بعد ہم دونوں میں سے یقیناً ایک ختم ہوجائے گا۔ مجھے اعتراف ہے کہ تم نے ہنری پر بہت محنت کی تھی اس کی ذہنی صلاحیتوں کو ختم کردیا تھا۔ لیکن....." وہ فقرہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ عقاب ان کے سروں پر چکر لگا رہا تھا اور اپنی خونخوار آنکھوں سے ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ "اب تم چند منٹ بعد ختم ہوجاؤ گی مسز والٹن۔"

"اور میں..... ہاہاہا..... ہا....."

وہ بھیانک ہنسی کے ساتھ بولا۔ "اور میں اپنے وجود کو مزید ایک سال تک قائم رکھنے میں کامیاب ہوجاؤں گا کیونکہ وہ کھوپڑی اب میرے عقاب کے قبضے میں ہے۔"

"اگر آج رات تمہیں یہ کھوپڑی نہ ملتی تو تم بھی فنا ہوجاتے۔" مسز والٹن نے بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے یہ علم ہوتا کہ تم میری تاک میں ہو تو آج تم یہاں میری جگہ بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوتے۔"

"ہاں مسز والٹن..... یقیناً ایسا ہوسکتا تھا لیکن اب میں جارہا ہوں..... اور تم....." وہ فقرہ چھوڑ کر معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر پھیلا گیا۔ پھر وہ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگانے لگا۔

انہی قہقہوں کے درمیان اس کا وجود اوپر اٹھنے لگا اس کے ارد گرد دھند سی پھیلنے لگی اور وہ اسی میں غائب ہوگیا۔

عقاب نے ایک چکر اور لگایا۔ پھر وہ بھی رات کی تاریکی میں روپوش ہوگیا، مسز والٹن کے چہرہ پر خوف کے تاثرات نقش ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ ختم ہوجائے گی کیونکہ اسے کھوپڑی نہیں ملی۔ اپنے وجود کو مزید ایک سال قائم رکھنے کے لئے وہ کھوپڑی بہت ضروری تھی۔ یہ وہ بخوبی جانتی تھی اچانک ایک چیخ فضا میں ابھری..... اور پھر مسز والٹن کے چہرہ پر کرب کے تاثرات پھیل گئے۔

دفعتاً اس کی آنکھوں سے خون نکلنے لگا..... بالکل فواروں کی مانند..... وہ زمین پر گر پڑی..... اس کے اردگرد خون تیزی سے جمع ہورہا تھا۔ پھر مسز والٹن کا وجود اسی خون میں تحلیل ہوتا چلا گیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

زندہ صدیاں

ایم اے راحت

قسط نمبر: 06

صدیوں پر محیط سوچ کے افق پر جھلمل کرتی، قوس قزح کے دھنک رنگ بکھیرتی، حقیقت سے روشناس کراتی، دل و دماغ میں ہلچل مچاتی ناقابل یقین ناقابل فراموش انمٹ اور شاہکار کہانی

سوچ کے نئے دریچے کھولتی اپنی نوعیت کی بے مثال، لاجواب اور دلفریب کہانی

نیولس کا باپ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"نجانے کیوں جب میں آرام کرنے لیٹتا ہوں تو میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔"

"کیسی آوازیں؟"

"زیر زمین ہلکے ہلکے دھماکے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی یہ دھماکے شدید بھی ہوجاتے ہیں۔ میں نے انہیں اپنا وہم سمجھ کر کسی کو نہیں بتایا لیکن اب تو ہر وقت یہ آوازیں گونجتی رہتی ہیں......"

"اوہ......" نیولس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور پھر وہ اسی جگہ زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے زمین سے کان لگادیئے تھے۔ تب وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

"یہ سنیس سنو...... یہ آوازیں سنو، اب تو یہ بالکل قریب محسوس ہونے لگی ہیں۔"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے نیولس......"

"لیکن اتنی جلدی...... واقعی اتنی جلد تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"میرے ساتھیوں کی کارکردگی بے مثال رہی ہے......" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسرے تعجب سے ہمیں دیکھنے لگے۔

"کیا تم ان آوازوں سے واقف ہو نیولس؟"

نیولس کے باپ نے پوچھا۔

"ہاں! یہ آوازیں کارگس کی زندگی میں نیا باب کھولیں گی۔ یہ آوازیں نیوسکی کے لئے موت کی آوازیں ثابت ہوں گی۔" نیولس نے پرجوش لہجے میں کہا، لیکن کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ تب میں نے نیولس کے باپ اور اس کی پرجوش بہن تونیسا کو اس کے بارے میں بتایا اور وہ دنگ رہ گئے۔ تونیسا کے چہرے پر تو مسرت کی سرخی پھوٹ پڑی تھی۔ وہ پرجوش لہجے میں بولی۔

"آہ...... میں اپنی خوشی کا اظہار الفاظ میں نہیں کرسکتی۔ میرے پرانے خواب پورے ہورہے ہیں۔ میں نے اکثر خواب دیکھے ہیں کہ میں نے نیوسکی کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور نیوسکی نے آخر میرے ہاتھوں شکست کھائی۔ یہ خواب اب پورے ہورہے ہیں، کارگس میں میرا ایسا گھر ہوگا جہاں سے نیوسکی کے خلاف پہلی آواز اٹھے گی۔" تونیسا خوش ہوتی رہی۔

آوازیں اب جتنی قریب ہورہی تھیں ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کام اب بہت مختصر رہ گیا ہے۔ اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بہت جلد میری اپنے دوستوں سے ملاقات ہونے والی ہے۔ چنانچہ ہم نے مخصوص لوگوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کردیا اور ان کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے جس انداز میں قیدیوں کو منظم کرلیا وہ ناقابل یقین تھا۔ سرنگوں کی کھدائی میں پوری رسد گاہ جاتی تھی اور ایسے انتظامات ہوتے تھے کہ ضرورت کی تازہ چیزیں دور دراز علاقے سے ان تک پہنچتی رہیں اور ہر جگہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

ریشی گن اب ایک ماہر سنگ تراش بن گیا تھا۔ چنانچہ اسے دیئے گئے نقشے کے مطابق نیولس کے مکان کی عقبی سمت میں پہلا سوراخ ہوا اور ہم اس جگہ سے دور ہٹ گئے۔ پھر سوراخ کشادہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس سے ریشی گن کا چہرہ جھانکتا نظر آیا۔ اس نے مسکرا کر ہمیں دیکھا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔ ہم سب اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ ریشی گن بڑے خلوص سے ایک ایک سے گلے ملا اور ہم نے اس کی کامیاب کوشش پر اسے مبارکبادیں دیں۔ ریشی گن نے ہمیں سرنگ دیکھنے کی دعوت دی۔ میں تو خیر اس کارکردگی کا معترف تھا۔ لیکن دوسرے لوگ اس سرنگ کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ جس میں اوپر تک سیڑھیاں تراشی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ہم ان لوگوں کو لے کر اندرونی کمروں میں آگئے۔ تونیسا باغیوں کے سامنے بچھی جارہی تھی۔ وہ بے حد مسرور تھی۔

کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ریشی گن نے مجھ سے سرنگ میں ملنے کی فرمائش کی۔ اور میں نے دور تک اس سرنگ کو دیکھا ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ اتنی کشادہ اور صاف کہ دو گھوڑے باآسانی گھڑ سواروں سمیت گزر سکیں۔ اس کے علاوہ اس میں دیگر سہولتیں بھی تھیں۔ لیکن تونیسا یہ جان کر دم بخود رہ گئی کہ میں اس پوری بغاوت کا سرغنہ ہوں۔ وہ مجھ سے بے حد متاثر ہوگئی۔

پھر آرام کے اوقات میں ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ میں نے ریشی گن کو ایگانوس کی موت کی اطلاع دی تو ریشی گن بہت خوش ہوا۔ لیکن نیوسکی کی شخصیت جان کر وہ بھی پریشان ہوگیا تھا۔

"پھر اب ہمارے لئے کیا حکم ہے پولیسیس؟"

"اپنی تمام تر قوت کارگس کے نزدیک لے آؤ۔ سرنگ سے آمد و رفت جاری رکھو اور دوسرے راستے فی الحال بند کردو۔" میں نے مشورہ دیا۔

"ٹھیک ہے۔" ریشی گن بولا۔ پھر میں نے نیولس سے کہا۔

"میں اب جلد از جلد کام شروع کردینا چاہتا ہوں۔"

"بے شک اب انتظار کس بات کا۔"

"دراصل اس سلسلے میں بھی فی الحال میں چالاکی سے کام لوں گا۔"

"یعنی....."

"کچھ اس طرح سے کہ دو جانباز ایگانوس کی موت پر احتجاج کریں گے اور نیوسکی پر حملہ کردیں گے۔ ہمیں ان دونوں کے فرار کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

"آہ..... تمہارا ذہن کہاں سے تم تک پہنچا ہے پولیسیس۔ بغاوت کے آغاز کے لئے اس سے عمدہ ترکیب اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ تم اس انداز میں کیسے سوچتے ہو۔"

میں نیولس کی حیرانی پر کوئی تبصرہ نہیں کرسکتا تھا۔ اب میں اسے کیا بتاتا کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ سمجھ رہا ہے۔ میں تو ہزاروں کیا لاکھوں سال کی دنیا کے بعد کا انسان ہوں اور اس طرح ان دلچسپ معاملات میں ملوث ہوگیا ہوں کہ کوئی خوابوں میں بھی نہ سوچ سکے۔ نیولس میری تجویز پر بہت پرجوش تھا اس نے کہا۔

"ہاں لیکن ہمیں ان کی حفاظت کا واقعی مکمل بندوبست کرنا ہوگا۔"

"یہ بتاؤ کس طرح کروگے؟"

"دربار سے باہر حفاظتی دستہ تعینات ہوتا ہے۔"

"ہاں!"

"اور دربار عام میں کسی کے داخلے پر پابندی نہیں ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اسی طرح ہمارے دس بارہ جانباز دربار میں مسلح موجود ہوں گے۔ ہمارے دونوں آدمی احتجاج اور حملہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

کر کے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ باہر حفاظتی دستے کے ساتھ ہمارے جوانوں کی خاصی تعداد ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بھی بظاہر حفاظتی دستے کے ساتھ ہوں گے۔ جو دراصل دونوں کو فرار ہونے میں مدد دے گا۔ اگر دربار کے اندر ہی وہ پھنس جاتے ہیں تو اندر موجود لوگ حملہ آور ہو کر انہیں باہر نکلنے میں مدد دیں گے۔ انہیں ہر وقت چوکنا رہنا ہوگا۔ اور اس کے بعد شہر میں ہنگامے ہوں گے۔ ممکن ہے نیولس ہمیں اتنے بڑے پیمانے پر کوشش نہ کرنی پڑیں۔ جتنی ہم نے تیاریاں کی ہیں۔"

"ہاں! بشرطیکہ ہماری کوئی چال کامیاب ہو جائے تو......"

"مجھے یہی نظر آ رہا ہے۔ خیر ان قیدیوں کو کسی طرح مطمئن کرنا بھی تھا۔ ہم نیوسکی پر قابو بھی پالیتے ہیں، تب بھی ہمیں کارگس کے انتظامی امور کے لئے منتظمین کی ضرورت پڑے گی۔ یہ لوگ اس وقت کام کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

اس طرح سارے مسئلے حل ہو گئے اور دوسرے دن نیوسکی کے دربار میں تینوں یعنی میں، یولیسیس اور ریشی گن موجود تھے۔ پرہیبت گوریلا تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کا ترجمان اس کے نزدیک کھڑا مقدمات پیش کر رہا تھا۔ تب ہمارے مقرر کئے ہوئے دونوں جوان اندر داخل ہوئے۔ ان کے انداز میں جارحیت تھی اور درباری آداب کے خلاف آگے بڑھ کر نیوسکی کے بالکل سامنے پہنچ گئے۔ سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"سنگ دل شہنشاہ نیوسکی! تو نے قدیم حکمران لیگانوس کو جس طرح قتل کیا ہے وہ تیری زندگی کی بدترین مثال ہے۔ اس کے علاوہ تیری چیرہ دستیوں نے کارگس کے ماحول کو مایوسی کے غاروں میں یوں دھکیل دیا ہے کہ کوئی بھی خود کو محفوظ نہیں سمجھتا ہمیں لیگانوس کی موت کا بدلہ چاہئے۔"

"کون ہو تم...... اور کیا چاہتے ہو؟" نیوسکی کے ترجمان نے پوچھا......

"بدلہ چاہتے ہیں ہم بدلہ لیں گے نیوسکی سے۔" انہوں نے کہا اور پھرتی سے دو خنجر نیوسکی پر پھینک دیئے کہ اہل دربار دنگ رہ گئے...... دوسرے ہی لمحے دربار میں ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ چاروں طرف سے ان دونوں جوانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے تلواریں نکال لیں، لیکن دربار میں پہلے سے پوشیدہ لوگوں نے حملہ آوروں کو سنبھال لیا اور گردنیں الگ ہونے لگیں۔ دونوں جوان نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے لیکن میں نے دیکھا کہ نیوسکی اب اپنی جگہ کھڑا ہو گیا ہے۔ خنجروں کی کارکردگی اس پر بے اثر رہی تھی اور وہ تنا ہوا کھڑا تھا اور دربار کا ہنگامہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن پھر باہر بھی ہنگامہ ہو گیا۔ باہر دونوں نے اتنی تیزی سے حملہ کیا کہ پورے دستے کا صفایا ہو گیا اور وہ اندر گھس آئے۔ بے شمار درباریوں کو قتل کر دیا گیا اور پھر سب فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے بھی دکھاوے کی جنگ کی تھی جو اپنے لوگوں کے ساتھ تھی صرف اس لئے کہ نیوسکی کے ساتھ اب بھی شامل رہیں لیکن نیوسکی اب بھی پرسکون کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کے انداز میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اس کی گہری اور خوفناک آنکھیں یوں لاشوں کو دیکھ رہی تھیں جیسے ان کی کوئی حیثیت اس کی نگاہوں میں نہ ہو۔ پھر اس نے زندہ لوگوں کی جانب دیکھا اور اس کے بعد اپنے ترجمان کی طرف۔ ترجمان نیوسکی کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"بچ جانے والو! نیوسکی کا خیال ہے کہ یہ واقعہ کسی وقتی جوش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس بغاوت کا آغاز ہے جس کی خبریں بہت عرصے سے سنی جا رہی تھیں اور شہنشاہ نیوسکی بہت جلد اب اس سلسلے میں اپنے عمل کا اظہار کریں گے۔"

اس اعلان کے بعد دربار برخاست ہو گیا۔ میں اور نیولس محل میں ہی تھے البتہ ریشی گن کو ہم نے واپس بھیج دیا تھا اور اسے کچھ ضروری ہدایات بھی دی گئی تھیں۔ محل میں کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی، سوائے اس کے کہ نیوسکی اپنی آرام گاہ میں بند ہے اور اس کے پاس صرف چند مخصوص افراد رہے ہیں۔ تب وقت پر دوسرا دربار ہوا اور آج ترجمان نے ایک اور اعلان کیا۔ "اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

دن ہمارا کوئی منصوبہ نہیں تھا اس لئے دربار میں کوئی ناگوار واقعہ نہیں ہوا۔" ترجمان نے کہا۔

"کارگس کے نمائندوں جو واقعہ ہوا تھا اس کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ بغاوت کا آغاز ہے جس کے لئے ایگانوس کی موت کا سہارا لیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا تعلق ایگانوس کے ہمدردوں سے نہیں تھا لیکن تمہارا حکمران تمہارا نیوسکی معمولی قوت نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ایگانوس اصل حکمران ہے اور نیوسکی صرف ایک جانور۔ لیکن یہ بھولے ہوئے لوگ نیوسکی کی قوتوں سے واقف نہیں تھے۔ ہمارا حکمران باعلم ہے۔ اور اس کے احکامات علم و دانش پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس کا پوشیدہ علم بےحد عظیم ہے۔ اور اس کے تحت اس نے قوت گویائی حاصل کر لی ہے تاکہ تم سے تمہاری زبان میں بات کرے۔ سو اب تم اپنے شہنشاہ کی آواز سنو گے۔" ترجمان خاموش ہو گیا۔

تب ایک غیرانسانی آواز انسانی الفاظ لئے نمودار ہوئی......

"ہاں! میں حکمران ہوں، میں نہیں جانتا کہ میرے اندر کون کون سی قوتیں پوشیدہ ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میری والدہ ارکاشہ نے مجھے جانور کی شکل میں کیوں جنم دیا۔ لیکن میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں جو سوچتا ہوں وہ ممکن ہو جاتا ہے۔

تو سنو! کارگس والو! آج سے تم میرے احکامات، میری زبانی سنو گے۔ میں نے اپنے علم سے گویائی حاصل کر لی ہے۔ باغیوں کا ایک گروہ کارگس میں داخل ہو گیا ہے اور کارگس والوں کو ان کی سرکوبی کرنی ہے۔ میں ان کے لئے بہتر انتظامات کروں گا۔"

لوگ دانتوں میں انگلیاں دبا کر بیٹھ گئے تھے۔

خیر......اس کے بعد یہ خبر پورے کارگس میں پھیل گئی کہ نیوسکی نے اپنے علم کی قوت سے انسانی آواز حاصل کر لی ہے۔ لیکن دوسری طرف ہم لوگوں کی کوشش بھی کامیاب رہی تھی۔ یعنی ہم نے ایگانوس کے حمایتیوں کی ہمدردی حاصل کر لی تھی اور بےشمار لوگ باغیوں کی مدد کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد ایک مخصوص وقت پر باغیوں کی ایک بڑی تعداد باہر نکل آئی اور محل پر حملہ آور ہوئی۔ لیکن محل سے سخت مدافعت کی گئی۔ نجانے کہاں سے انسان آ گئے تھے اور پوری طرح ہتھیاروں سے لیس تھے۔ گو باغیوں کی تعداد بےشمار تھی اور ان کے پاس بھی عمدہ ذرائع تھے۔ میں ان کی قیادت کر رہا تھا۔ لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ نیوسکی کے ہمدرد فولادی بدن رکھتے تھے۔ وہ قتل ہی نہیں ہوتے تھے۔ جب ان کا ہر وار باغیوں پر کامیاب ہوتا تھا۔ اور اس صورتحال سے کافی سنگینی کا احساس ہوا۔ ہم نے اس کے خوفناک ہونے کا دل سے اعتراف کیا تھا۔

"اس طرح تو اس کے جادو کی قوت سے ہمیں نقصان عظیم ہو رہا ہے۔ اور اگر ہم اپنے لوگوں کو اس طرح قربان کرتے رہے تو آخر باغیوں کی تعداد ختم ہو جائے گی۔"

"ہاں......میں اس سلسلے میں فکرمند ہوں۔" میں نے کہا۔

"لیکن ہمیں اپنا طریقہ کار بدلنا ہو گا اور ایک ایسی ضرب ان پر لگانی ہو گی جو نیوسکی کو نقصان پہنچائے۔ اس طرح تو ہمیں اپنے مقصد میں کوئی کامیابی نہیں ہو گی۔"

"میں بہت جلد کوئی منصوبہ پیش کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمارے ساتھی بھی بددل ہو گئے تھے کیونکہ مدافعت کرنے والوں کی تعداد کسی طور کم نہیں تھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ان میں سے ایک بھی شخص کو قتل نہیں کر سکتے جو اس طرح ان میں وحشت پھیلتی جا رہی ہے گویا ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ بھی زائل ہو رہا ہے، لوگ نیوسکی کے آدمیوں سے خوفزدہ ہونے لگے ہیں۔"

"کیا اس کا اظہار کیا گیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"کھل کر کہنے لگے ہیں اب تو......"

"ہوں......" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ تب میں نے دوسرے انداز میں سوچا۔ میں جانتا تھا کہ نیوسکی کون ہے۔ کوروتی مجھے اس کی اصلیت بتا چکی تھی۔ گیڑا گوتم بھنسالی جو ہمیشہ تاریخ میں اپنے پاؤں اڑا دیتا تھا اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

اس طرح کی کہانیاں ترتیب دیتا تھا کہ انسانی ذہن کو کسی طور یقین نہ آئے۔ میں اس کتاب کے ذریعے مہابھارت کے دور میں پہنچا تھا اور اسی کتاب کے اندر میں اب قدیم یونان کی تاریخ سے گزر رہا تھا۔ ایک اہم اور کارآمد کردار کی حیثیت سے...... آہ...... واقعی دنیا میں کسی مورخ نے تاریخ لکھتے ہوئے ایسے حالات کا سامنا نہیں کیا ہوگا کہ تاریخ خود اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزر جائے۔

زندہ صدیاں اگر تکمیل کو پہنچی تو درحقیقت وہ ہسٹری کی کائنات میں سب سے زیادہ مستند کتاب ہوگی۔ لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس عجیب سے عمل کا انداز کیا ہوگا۔ گوتم بھنسالی کی قوتوں نے اسے نیوسکی بنا دیا تھا اور لگتا یہ تھا کہ وہ کوروتی پر حاوی ہوگیا ہے اور ارکاشہ کی حیثیت سے کوروتی اس کی ستم ظریفیوں کا شکار ہورہی ہے۔ اب کیا کرنا ہوگا۔ یہ بات میرے دل میں تھی۔

تونیسا نے میرے قریب آنے کی کوشش کی۔ یہ خوش وخرم لڑکی باغیوں کی شکست سے اداسی میں ڈوب گئی تھی۔ اس وقت میں تنہا باغ کے گوشے میں تھا کہ وہ میرے نزدیک آگئی۔

"یولیسیس!" اس نے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے تونیسا؟"

"کیا باغیوں کو شکست ہوگئی یولیسیس؟" اس نے درد بھرے لہجے میں پوچھا۔ تب میں نے کہا۔

"یہ فیصلہ تم نے کس طرح کیا۔"

"حالات یہی بتا رہے ہیں۔"

"نہیں حالات ابھی ہمارے اتنے خلاف نہیں ہیں۔"

"تم خود بھی مطمئن نظر نہیں آتے یولیسیس۔ باغیوں کو مکمل شکست ہورہی ہے اور وہ کسی بھی جگہ کامیاب نہیں ہورہے۔"

"ہاں یہ سچ ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔"

"مگر مجھے مایوسی محسوس ہورہی ہے۔ تم نے بڑا قدم اٹھایا ہے افسوس ہمیں نیوسکی جیسے ظالم حکمران کے ہاتھوں شکست ہوگئی۔" تونیسا کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔

"ایک بات بتاؤ تونیسا...... کیا تمہیں نیوسکی سے ذاتی طور پر نفرت ہے۔"

"شدید......"

"اس کی وجہ؟"

"ہے......"

"کیا؟"

"وہ میرے سنہرے وطن کی پیشانی پر داغ ہے۔ وہ قابل نفرت ہے۔ اس کے دور میں کوئی عورت محفوظ نہیں ہے اور کبھی وہ عورت میں بھی ہوسکتی ہوں۔"

"اس کے علاوہ؟"

"میرے خیال میں یہ وجہ کافی ہے۔"

میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ باغیوں کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ دوسری طرف نیوسکی کی ہمت بڑھتی جارہی تھی۔ وہ باغیوں کو شکست دے کر حوصلہ مند ہوگیا تھا۔ اس نے لڑائی کارگس میں محدود کردی تھی۔

پھر مجھے اطلاع ملی کہ نیوسکی کے سپاہی اب کارگس کے چپے چپے میں پھیل گئے تھے اور باغیوں کو قتل کررہے ہیں۔ میرے ذہن میں چنگاریاں بھر گئیں۔ میں نے سوچا کہ اپنی شخصیت کو دربار تک محدود رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب مجھے کھل کر میدان جنگ میں اترنا ہوگا۔ پھر جب میں دربار جارہا تھا تو میں نے بہت گھروں کو نذر آتش ہوتے دیکھا جن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ پھر وہ گھر نظر آئے جو ایگانوس کے حامیوں کے تھے اور باغیوں کی مدد کررہے تھے اس کے علاوہ میں نے گلی، کوچوں میں باغیوں کی بے شمار لاشیں دیکھیں اور میرا خون کھول اٹھا۔ یہ تو غلط ہوا ہے۔

خیر میں دربار پہنچ گیا، یہ جنگی دربار تھا اور اب نیوسکی کھل کر اس دربار میں اپنی باتیں کررہا تھا۔ اس کی غیر انسانی آواز ابھری۔

"میں اس بغاوت کے سرغنہ کی تلاش میں ہوں۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میں چاہتا ہوں کہ باغیوں کے نمائندوں کو طلب کروں اور ان سے پوچھوں کہ ان کی قیادت کون کر رہا ہے۔"

"ان کا سرغنہ سامنے آ گیا تو کیا ہوگا؟" کسی نے سوال کیا۔

"میں اس سے پوچھوں گا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ میں یہ طویل جنگ برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ میرے مشاغل متاثر ہو رہے ہیں۔"

"ہوں...... پھر اب کیا کرنا چاہئے......"

"تم نے دیکھا کہ میرے آدمی باغیوں کو ہلاک کر رہے ہیں وہ خود ہلاک نہیں ہو سکتے۔ اس لئے جتنے لوگ جان دینا چاہیں میرا کیا بگڑ رہا ہے۔"

"یہ خبر باغیوں کو دی جائے۔"

"ضروری ہے۔"

پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"باغیوں کی قیادت میں کر رہا ہوں۔"

میرے ان الفاظ نے ان لوگوں کو دنگ کر دیا اور سب حیران رہ گئے۔ ظاہر ہے اس کے بعد کیا ہونا چاہئے تھا۔ مجھے گرفتار کر لیا گیا اور ایک زبردست تہہ خانے میں قید کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ میں نے جذباتی طور پر کیا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب میرا کیا ہوگا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

بہرحال میرا یہ زمین دوز تہہ خانہ بہت پراسرار تھا اور جس رات میں وہاں قید ہوا اسی رات کو میں نے ارکاشہ کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ارکاشہ ایک خوب صورت لباس میں میرے سامنے آ گئی۔ اس وقت وہ بے مثال حسن کی مالک تھی، کس طرح قید خانے میں پہنچی یہ مجھے نہیں اندازہ تھا کیونکہ قید خانے کے سپاہی باہر نظر آ رہے تھے۔

"ارکاشہ......" میں نے اسے پکارا۔ تو وہ مسکراتے ہوئے میرے قریب آ گئی۔ پھر بولی۔

"نہیں...... کوروتی..... کیا تم مجھے نہیں پہچانتے۔"

"میں نے تمہیں اسی وقت پہچان لیا تھا۔ جب نیوسکی تمہارے اوپر دست درازی کر رہا تھا۔"

"ہاں! یہ کہانی جس دور کی ہے اس کے بارے میں تم نے اندازہ لگا لیا۔ کیا کہتے ہو۔ یونان کے اس دلچسپ اور دلکش دور کے بارے میں تمہیں یہ بھی پتا چل گیا ہوگا کہ کون سے دور میں یونان کیسے کیسے حالات سے گزر رہا تھا۔ یہ جس سن کی بات ہے اس کی تفصیل تمہارے علم میں آ چکی ہے۔

میرا سر چکرانے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔

"لیکن بہت سی باتیں قابل غور ہیں کوروتی۔"

"کیا؟"

"جیسا کہ ثابت ہوا ہے جیسا کہ میں نے دیکھا اور مجھے علم ہوا کہ وہ گوتم بھنسالی ہے۔ وہی کبڑا جو مندروں میں گھنٹے بجاتا تھا اور جو تم سے اظہار عشق کرتا تھا۔"

"ذرا غور کرو...... سوچو ذرا اس بارے میں۔ یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ صدیوں سے ہزاروں سال سے وہ اپنی محبت کے گیت گاتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میرا تعاقب کرتا ہوا تمہارے دور تک بھی پہنچ گیا۔ اور پھر خود اس نے تمہیں اپنے بارے میں ساری تفصیلات بتائیں۔ وہ کب اور کہاں کس انداز میں میرے سر پر مسلط ہو رہا ہے۔ تم نے دیکھ لیا۔"

"لیکن مجھے ایک بات بتاؤ کوروتی۔"

"ہاں پوچھو!"

"نیوسکی کی حیثیت سے وہ تمہارے جسم کو نوچتا رہا ہے کیا تم نے اس کی مدافعت نہیں کی۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قتل ہوتا تھا اور پھر زندہ ہو جاتا تھا۔"

"تمہارے علم میں ساری تفصیل موجود ہے۔ اس نے امرت جل کا وہ حصہ پی لیا تھا جو اس برتن میں بچا رہ گیا تھا اور اس کے بعد اس نے ہزاروں پراسرار علوم سیکھے۔ ہر دور میں اس نے اپنے ان علوم سے کام لیا لیکن ہاں ایک بات تمہیں ماننا ہوگی کہ وہ بدبخت اگر اس قدر مکروہ نہ ہوتا اور اتنا برا نہ لگتا مجھے تو ایسا محبت کرنے والا شاید روئے زمین پر کسی محبوبہ کو دوسرا نہ ملے۔ اس نے جو بھی سوچا اور جب بھی سوچا مجھے سامنے رکھ کر سوچا اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میرے ہی قریب آنے کی کوشش کرتا رہا گویا اس کی زندگی کا مقصد اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا کہ وہ میری قربت حاصل کرے۔"

"اور اس نے تمہاری قربت حاصل کرلی۔" میں نے کہا۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ پھر ہنس پڑی پھر بولی۔

"بڑا اچھا محسوس ہورہا ہے مجھے....."

"وہ کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہاری آنکھوں میں میرے لئے ایک خاص کیفیت موجود ہے۔ یعنی اگر میں یہ کہہ دیتی کہ ہاں اس نے میری قربت حاصل کرلی اور میرے بدن کا راز دار بن گیا تو شاید تمہیں اس بات کا بہت دکھ ہوتا۔"

میں نے چونک کر اپنے بارے میں سوچا۔ اور دل ہی دل میں خود پر لاحول پڑھی۔ واقعی پتا نہیں کیوں ایک لمحہ کے لئے مجھے ایک رقابت کا احساس ہوا تھا۔ جس طرح کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ فطری طور پر میں ایک حسن پرست انسان ہوں۔ اچھے چہرے مجھے متاثر کرتے ہیں۔ بہت سی قربتیں بھی بڑھائی ہیں میں نے، لیکن یہ صدیوں پرانی روح یہ ہزاروں سال کی عورت میرے لئے ایسا کوئی مقام بھلا کیسے حاصل کرسکتی ہے۔

کوردتی شاید میرے تاثرات کا اندازہ لگا رہی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"ساری باتیں اپنی جگہ، لیکن مجھے اس بات کا جواب دو کہ تاریخ میں جہاں بھی تم جاتے ہو میں تمہارے قریب ہوتی ہوں۔ یعنی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میرے بغیر اگر تم کہیں بھی جاؤ تو وہاں کے معاملات میں گھر جاؤ اور میں تمہیں نہ ملوں۔ لیکن میں تمہاری خوشبو سونگھتی ہوئی وہاں تک پہنچ جاتی ہوں۔ باقی جہاں تک میری قدامت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں، میں تمہیں پھر کبھی تفصیل سے بتاؤں گی۔ اور اب یہ بتاؤ کہ کیا کارگس کے جنگ وجدل میں حصہ لوگے یا یہاں سے واپسی کا ارادہ ہے۔"

"ایک بات میں جاننا چاہتا ہوں کوردتی۔"

"ہاں بولو!"

"کارگس کا انجام کیا ہوگا...... نوسکی زندہ رہے گا یا ختم ہوجائے گا۔"

"نہیں وہ ختم تو نہیں ہوسکتا لیکن روپوش ہوجائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اب بھی مطلب پوچھو گے۔ تاریخ کے ہر دور میں اس نے ایک کردار اختیار کیا ہے اور میرے تعاقب میں رہا ہے۔ وہ اب بھی میرا تعاقب کرے گا اگر میں اس کے ساتھ رہتی اور اس کو قبول کرلیتی تو تم یقین کرو وہ کارگس کے لئے ایک بہترین انسان ثابت ہوتا اور جو کہانیاں اس کے نام سے وابستہ ہیں میرے کہنے پر وہ سب کو ختم کردیتا بلکہ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ صرف میری ہی ضد میں کیا ہے۔"

"کیوں نا میں یہاں سے واپس چلا جاؤں۔ یہ بات تو تمہیں پتا ہی ہے کہ میں بالکل اتفاقیہ طور پر تمہاری اس کتاب سے گزر گیا تھا اور اس دور میں آ گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی ناکامی مجھ سے نہیں دیکھی جارہی۔ خاص طور سے وہ لڑکی تونیسا، وہ کس قدر دکھی اور اداس ہے۔ باغی مررہے ہیں۔"

"ہاں! بغاوت ختم ہوجائے گی تونیسا اور اس کا بھائی نیولس بھی مارا جائے گا۔ یوسیس ان کے لئے کچھ نہیں کرسکے گا۔ تم دیکھ لو چاہو تو تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا ہے اس کے بعد یہ تاریخ ختم ہوجائے گی۔ اور تمہیں واپس چلنا پڑے گا۔"

"اور اگر میں واپس جانا چاہوں تو کیا تم میرے ساتھ ہوگی۔"

"کیا تم یہ چاہتے ہو۔" اس نے لگاوٹ سے پوچھا اور میں سر کھجانے لگا تو وہ ہنس پڑی۔

"آؤ چھوڑو...... واپس چلتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ ایک اتنا بڑا سلسلہ چل رہا تھا۔ اتنے سارے لوگ تونیسا، نیولس اور وہ سب جو اس بغاوت میں میرے احکامات کی پابندی کررہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے دل کو ایک ہلکا سا احساس ہوا کہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اگر میں ان کے درمیان سے چلا گیا تو ان کی کیفیت کیا ہوگی۔ بے چارے مارے جانے والے ہیں۔ انہیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔ لیکن میں حقیقتوں کو جانتا ہوں کیونکہ یہ گزری ہوئی تاریخ کی کہانی ہے۔ لیکن بہر حال میں ان کو اس بے کسی کی موت مرتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا جبکہ میں نے ان کی قیادت کا فیصلہ کیا تھا۔ انسان ہر حالت میں اپنی برتری چاہتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤں۔

کوروتی نے میرے چہرے سے یہ اندازہ لگالیا اور اس کے بعد بولی۔

''آؤ......''

میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ دل پر ایک عجیب سا بوجھ طاری تھا۔ کوروتی مجھے ساتھ لئے ہوئے چلتی رہی اور ہم نے بہت طویل فاصلہ طے کیا۔ پھر ایک عجیب سی جگہ آ پہنچے۔ تھوڑے فاصلے پر پہاڑوں کی بلندی سے ایک آبشار نیچے گر رہا تھا۔ قرب و جوار کا ماحول بہت ہی خوب صورت تھا۔ پھول کھلے ہوئے تھے اور حسین سبزہ زار آنکھوں کو دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ درختوں کا ایک ایسا جھنڈ ہمارے سامنے آیا کہ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ درخت اوپر سے گھنے اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے جبکہ ان کے درمیان نیچے کافی خالی جگہ بنی ہوئی تھی۔ کوروتی نے ہنس کر مجھے دیکھا۔ پھر بولی......

''کیسی جگہ ہے۔''

''یوں سمجھ لو کہ اگر انسان خوش ذوق ہو تو ساری زندگی یہیں رہنے کو جی چاہے۔''

''زندگی......'' کوروتی دلکش انداز میں ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

''آؤ بیٹھو چلتے ہیں...... یہ جگہ ہمارے لئے محفوظ ہے۔''

میں خود بھی اتنا طویل سفر طے کر کے تھک سا گیا تھا اور پھر جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ ان لوگوں کو چھوڑتے ہوئے مجھے کافی دکھ تھا۔ کیونکہ میں ان کے انجام سے واقف تھا۔ میں نے کہا۔

''کوروتی سب سے بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم نے انہیں دلاسہ دینے کے بعد تنہا چھوڑ دیا۔''

''ذیشان عالی! کیسے ادیب ہو۔ کہانیوں کو اپنی زندگی بنالیتے ہو۔ کہانیاں تو کہانیاں ہی ہوتی ہیں۔ تم ایک تاریخ دان ہو اور میں تمہیں تاریخ کے نظارے کرا رہی ہوں، لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم تاریخ میں تبدیلیاں پیدا کرسکو۔ اپنے ذہن کو وسعت دو۔ جب تم اپنی کتاب مکمل کرلو گے تو اسے پڑھ کر خود ہنسو گے۔ اس کا ایک ایک سین تمہاری نگاہوں کے سامنے ہوگا اور تم کہو گے کہ تم نے اپنی آنکھوں سے ایسا دیکھا۔ ہر چند کہ دنیا اس بات پر یقین نہیں کرے گی۔ لیکن بڑے بڑے تاریخ دان بڑے بڑے محقق یہ تسلیم کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ جس چیز کی شناخت انہوں نے اپنے طور پر نجانے کیسی مشکلات سے گزرنے کے بعد تلاش کی تھی۔ تم نے کتنی چابکدستی سے اسے لکھ مارا۔

خیر میں تمہیں دلاسے دے رہی تھی۔ یہ سوچ کر خود کو شگفتہ کرو۔ میں زندگی کے طویل دور سے گزری ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کبھی کبھی اس لمبی زندگی سے بڑی اکتاہٹ ہوتی ہے۔ لیکن انسان ہر حال میں جینا چاہتا ہے۔ تم بھی جینے کے یہ چند لمحات خوشی سے گزارو۔''

اس کے انداز میں ایک عجیب سی والہیت پیدا ہوگئی اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہ وہ کوروتی نہیں تھی جو میری تاریخ میں میرا ساتھ دے رہی تھی بلکہ یہ ارکاش کی حیثیت سے ایک دلکش ترین عورت تھی۔ حالانکہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ تاریخ کے اس دور میں وہ یونان کے ایک مخصوص حصے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ایک بڑا کردار بن کر رہ چکی تھی۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ اس کی دلکشی اب بھی بے مثال تھی۔ ویسے تو میری دنیا میں بھی وہ خاصی حسین تھی لیکن اس وقت پتا نہیں کیوں بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا پھر بولی۔

''اپنی دنیا میں فوراً واپس چلنا ہے؟''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جب میں نے سارے فیصلے تم پر چھوڑ دیئے ہیں تو یہ فیصلہ بھی تم ہی کرو گی۔" میں نے کہا۔
"کچھ وقت آرام کرتے ہیں جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ یہ جگہ ہمارے لئے بڑی سکون بخش ہے۔"
میں نے بھی سوچا کہ چلو کیا فرق پڑتا ہے، تھوڑا وقت یہاں گزار لیا جائے میرے لئے کون سے مسائل کھڑے ہوئے تھے جو میں فوراً اپنی دنیا میں جانا پسند کرتا۔ گھاس کا یہ مخملی بستر بہت ہی دلکش تھا۔ کوروتی نے کہا۔
"تم یہاں آرام کرو میں آتی ہوں۔"
پھر جب وہ واپس آئی تو اس کے پاس بہت سے اجنبی پھل تھے۔ بہت ہی خوب صورت اور بڑے دل آویز۔
"لو...... یہ میری طرف سے تمہاری میزبانی ہے۔"
میں نے ہنس کر اسے دیکھا اور کہا۔
"یہ پھل بھی بڑے عجیب ہیں۔"
"نہیں...... اب ان کی پیداوار دنیا میں ختم ہوگئی ہے۔ لیکن اس دور میں یہ بہترین پھل مانے جاتے تھے...... یہ لو۔"
اس نے ایک خربوزہ نما چیز نکال کر مجھے دے دی اور کہا۔
"اس کے کھانے کا طریقہ ایسا ہی ہے۔ تم آرام سے کھاؤ۔"
میں نے اسے چکھ کر دیکھا۔ بتا نہیں سکتا کہ کتنی نفیس چیز تھی۔ میں اسے کھاتا چلا گیا۔ ایک پھل اتنا بڑا تھا کہ کھانے سے پیٹ بھر گیا۔ لیکن پھر آنکھوں میں کچھ کچھ غنودگی سی پیدا ہونے لگی تو میں نے کہا۔
"کوروتی مجھے تو نیند آرہی ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ بڑا کھنکدار اور دلکش قہقہہ تھا۔ بس اس کے بعد کچھ عجیب سا احساس دل پر مسلط ہوگیا۔ کوروتی میری آنکھوں میں ایک حسین شکل اختیار کرگئی۔ وہ بھی بہت زیادہ مجھ سے لگاوٹ کا اظہار کررہی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے میرا سر اپنے بازو پر رکھا اور گھاس پر دراز ہوگئی اس کے بعد نیم مدہوشی کے عالم میں، میں نجانے کیسے کیسے خواب دیکھتا رہا اور جب جاگا تو مجھے یوں لگا جیسے وہ سب خواب نہیں تھے بلکہ حقیقت تھی۔ کوروتی میری زندگی میں ایک نئے انداز میں شامل ہوگئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا حسن تھا ایک عجیب سی کشش تھی، ایک شرم کا سا احساس تھا۔ اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور بولی۔
"ٹھیک ہو؟"
"ہاں لیکن یہ سب......"
"یہ سب زندگی کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اور پھر ہم تاریخ سے گزر رہے ہیں۔ تاریخ میں تبدیلی تو نہیں کرسکتے......"
"لیکن مجھ میں تو ایک تبدیلی آگئی ہے۔"
"کیا...... تم اس سے منحرف ہو؟" اس نے سوال کیا اور شریتی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے چند لمحے سوچا پھر آہستہ سے کہا۔
"نہیں۔" اور وہ مسکرادی۔
"ہم یونان کے اس دور کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ کارگس اور اس کے مسائل اب ان لوگوں کے سپرد ہیں۔ کمینہ گوتم بعنسالی یقینی طور پر ہماری تلاش میں ہوگا۔ میں تمہیں بتاؤں عالی اسے دنیا کی کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ ہر دور میں میرے پیچھے لگا رہا ہے۔ اس نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ مجھ تک رسائی حاصل کرے۔ لیکن میں تمہیں بتادوں کیا تم اس بات پر یقین کرلو گے کہ وہ میری اس قدر قربت کبھی نہیں حاصل کرسکا۔ نیوسکی کی حیثیت سے اس نے دیوانگی کا ایک کھیل شروع کیا تھا۔ لیکن تم خود سمجھتے ہو کہ ایک جانور میرے کتنے قریب آسکتا ہے۔ وہ اپنی دیوانگی کا مظاہرہ کرلیتا تھا لیکن بس میں نے اس سے فاصلے ہی رکھے تھے اور یہ میرا طریقہ کار تھا۔ ذیشان عالی حیرت انگیز بات ہے کہ تم میرے اتنے قریب آگئے ہو تم یقین کرو یہ معمولی بات نہیں ہے۔"
"خیر ہم کچھ وقت یہاں گزاریں گے۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی ہے۔"
میں نے ہنس کر گردن ہلادی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں خود بھی اس کی قربت سے مسرور سا ہوگیا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ جیسا کہ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میری فطرت میں حسن پرستی کا بہت بڑا عنصر شامل تھا۔ اور میں بھی جنس مخالف کی دلکشی سے بہت متاثر ہوتا تھا۔ بہت سی دوستیاں کی تھیں میں نے لیکن ایک ایسا حسین وجود جس کے بارے میں لفظ ہی ختم ہو جائیں، میرے لئے انوکھا اور دلچسپ تجربہ تھا۔ انسان بڑا عجیب وغریب ہوتا ہے۔ اس کی سوچیں پتا نہیں اسے کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔ میں سوچتا تھا کہ یہ ایک صدیوں پرانی عورت ہے۔ ظاہر ہے اس کے تجربے اور اس کی زندگی کے مشاغل پتہ نہیں کیا کیا رہے ہوں گے۔ لیکن اس کی دلکشی بے پناہ تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے دور میں بھی میرے دور میں وہ ایک پروقار سی عمر رسیدہ خاتون معلوم ہوتی تھی لیکن اتنی عمر رسیدہ بھی نہیں کہ اس کی دلکشی میں کوئی فرق آ جائے۔

ہم نے تقریباً اندازے کے مطابق کئی چاند اور کئی سورج ان اطراف میں گزارے، کھانے پینے کا بندوبست وہ کرلیا کرتی تھی اور اس کے بعد باقی وقت ہمارا ہوتا تھا۔ چونکہ ہم ایک نئے دور اور ایک نئی جہد سے آشنا ہوئے تھے۔ اس لئے گزرنے والے یہ لمحات برے نہیں لگتے تھے لیکن پھر ایک دن اس نے خود ہی کہا۔

”اصل میں ہم کارگس سے اتنی دور نکل آئے ہیں اور ایسی جگہ آ گئے ہیں جہاں کارگس میں ہونے والی کارروائی کا ہمیں علم نہیں ہے اور نا ہی ہم جاننا چاہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں ذیشان عالی ایک انسان ہونے کی حیثیت سے تمہیں ان تمام کرداروں سے دلچسپی ہے جو تمہارے اردگرد بکھر گئے تھے یعنی نیولس اور تونیسا وغیرہ لیکن اب تم سب کو بھول جاؤ کیونکہ وہ تاریخ کا حصہ تھے اور تاریخ میں گم ہو گئے کیا کہتے ہو واپس چلیں۔“

”ہاں!“ میں نے کہا۔ اور پھر ایک دوپہر جب سورج پوری آب وتاب سے آسمان پر چمک رہا تھا وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک جگہ آ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے کہا۔

”دونوں ہاتھ اوپر کرو۔“

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور وہ میرے رخ کو تبدیل کرتی رہی۔

یہاں تک کہ ایک رخ ایسا آ گیا کہ میری آنکھوں میں دھندلاہٹ سی پھیل گئی۔ وہ یہ سب کچھ کر رہی تھی اور میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ اس نے خود بھی میری طرح ہاتھ بلند کر لئے تھے۔ چند لمحوں کے بعد یوں لگا جیسے ہمارا جسم ہوا میں تحلیل ہو رہا ہو اور جب یہ دھند چھٹی تو میں نے اپنے آپ کو جدید دور کی شہری آبادی میں پایا۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ میری کیا کیفیت ہوئی کوروتی میرے پاس ہی کھڑی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”یہ سب کچھ فطری ہے۔ ایسا ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے تم جن حالات سے گزر رہے ہو وہ تمہارے لئے کتنے سنسنی خیز ہیں۔“

میری طبیعت میں بے حد اضمحلال تھا اور میں ایک عجیب سی اداسی دل میں پا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”کوروتی میں اپنے گھر جانا چاہتا ہوں۔“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

”ٹھیک ہے میں تمہیں نہیں روکوں گی۔“

میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اس کے لہجے میں خفگی تھی یا پھر اس نے نہایت سادگی سے مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی تھی۔ بہرحال میں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی اور اس کی کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ پھر اس کے بعد میں گھر پہنچ گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ پچھلے کچھ دن میں نے زمانہ قدیم میں اس کے ساتھ جو وقت گزارے تھے وہ میرے وجود پر مسلط ہو گئے تھے۔ وہ انتہائی دلکش تھی اس قدر کہ انسان ایک بار اسے پانے کے بعد زندگی بھر اسے دوبارہ پانے کی آرزو کرے۔ اس نے میرے ساتھ جو لمحات گزارے تھے وہ بڑی اپنائیت کے لمحات تھے۔ میں اپنے چھوٹے سے گھر کو دیکھنے لگا۔ میری غیر موجودگی کے تمام اثرات اس پر نمایاں تھے جبکہ اس سے پہلے میں نے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا تھا اور اپنے گھر میں مطمئن تھا۔ میرے جو مشاغل تھے وہ میرے لئے اطمینان بخش تھے۔ وہی والا مسئلہ تھا کہ کسی شے کی پرواہ ہی نہیں تھی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

مثال ہے تا کہ کئی عمر ہوٹلوں میں میرے اسپتال جا کر تو ہوٹلوں میں عمر نہیں کٹ رہی تھی مرنے کا بھی فی الحال کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ لیکن کارکس سے واپس آنے کے بعد بہت سی یادیں دامن گیر تھیں۔

گھر واپس آنے کے بعد پہلی رات میں نے گزرے ہوئے ماحول کے بارے میں سوچا اور عجیب سے خوابوں میں گم ہو گیا۔ میں اب اس قدر بے وقوف بھی نہیں تھا۔ یولیسیس کی حیثیت سے اس دور میں جینے کے باوجود میرے اندر ذیشان عالی جاگا ہوا تھا۔ اور میں اس وقت بھی یہ سوچ سکتا تھا کہ جس دور میں میں گزارا کر رہا ہوں وہ میرا اپنا دور نہیں ہے بلکہ تاریخ کا ایک باب ہے ایک انوکھی تفصیل کے ساتھ۔ لیکن تونیسا کی آنکھوں میں، میں نے اپنے لئے جو کچھ دیکھا تھا وہ اب بھی مجھے یاد آتا تھا۔ اور دل میں ایک ہلکی سی ہوک کا احساس ہوتا تھا۔ وہ مجھے چاہنے لگی تھی لیکن تیوسسکی کی وجہ سے وہ کھل کر مجھ سے کچھ نہیں کہہ سکی تھی کیونکہ اس وطن پرست لڑکی کا نظریہ حیات بالکل مختلف تھا۔ آہ...... پتا نہیں کیا ہوا ان سب کا پتا نہیں کیا ہوا اور کیا ہوگا......

سوچتے سوچتے میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ میں ماضی سے واپس تو آ گیا تھا اور مجھے صورتحال کا پتا نہیں چلا تھا لیکن کوروتی بعد کے ہونے والے واقعات سے ضرور واقف ہوگی۔ کیونکہ یہ اس دور کی بات تو ہے جب وہ دہاں ارکاشہ کی حیثیت سے موجود تھی۔

یہ رات ایسے ہی الجھے ہوئے خیالات میں گزری۔ مستقبل کے بارے میں سوچنا ایک طرح سے حماقت ہی ہوتی ہے کیونکہ مستقبل ہمارے بس میں نہیں ہوتا۔ فیصلے وقت کرتا ہے اور وہی فیصلے ہماری زندگی سے وابستہ ہوتے ہیں۔

دوسرے دن ہی صبح جاگ کر سب سے پہلے اپنے آپ کو مطمئن کیا۔ بے شک میری زندگی میں کچھ پراسرار واقعات داخل ہو چکے تھے۔ میری کتاب زندہ صدیاں دنیا کی بہترین کتاب ہو سکتی تھی اگر میں انہی واقعات میں خود کو معروف رکھتا۔ مجھے ایسا کردار مل گیا تھا۔ جس کے بارے میں اگر میں کسی کو بتاتا تو وہ بھی یقین نہ کرتا......

کوروتی ایک خوب صورت روپ میں میرے ساتھ موجود ہوتی تھی۔ میں اگر یہ بتاتا کہ زمانہ قدیم کی ایک پراسرار شخصیت ہے تو لوگ ہنسنے کے سوا کچھ نہ کرتے۔ ظاہر ہے میں سب کے سامنے مداری کا تماشہ نہیں کر سکتا تھا۔

غرض یہ کہ اپنے گھر کے معاملات میں پوری طرح دلچسپی لیتا رہا۔ کوروتی بار بار یاد آ رہی تھی۔ پتا نہیں کیوں میں اس سے الگ ہو کر یہاں تک آ گیا تھا۔ حالانکہ وہ ایک ایسا کردار تھی اور خاص طور سے اب کہ میں اس کی قربت سب سے زیادہ پسند کرتا۔ وہ ایک حسین صورت تھی۔ اور میں اسے اس دور میں حاصل کر چکا تھا جب وہ ایک انتہائی دلکش وجود تھی۔ اس کی دلکشی سے اب بھی انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس نے روپ بدل لیا تھا......

طویل عرصے کے بعد اپنے گھر اپنی دنیا میں لوٹ کر مجھے ایک طرح سے خوشی کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ میرے اپنے مشاغل تھے۔ ہر انسان کو اپنے مشاغل پوری طرح عزیز ہوتے ہیں۔ اپنے کچن میں آ کر میں نے ناشتے وغیرہ کا بندوبست کیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد پرسکون ہو کر میں نے اپنی کتاب اٹھائی اور اس میں کچھ صفحات کا اضافہ کرنے لگا۔ میں نے اس کتاب میں لکھا کہ میں صدیوں کے نظارے کر رہا ہوں۔ میں نے مہا بھارت کے دور کا قدیم ہندوستان دیکھا اور اس میں ایک کردار کی حیثیت سے شامل ہو گیا۔ بے شک یہی لگتا تھا جیسے رات کو ایک دلکش خواب دیکھا ہو، اور صبح کو آنکھ کھل گئی ہو۔ لیکن ایسا خواب جو ایک چلتے پھرتے وجود کی مانند تھا۔ اس خواب میں صدیوں کے نظارے تھے۔ میں صدیاں زندہ دیکھ رہا تھا۔ زندہ صدیوں میں، میں نے اپنے تاثرات لکھے۔ یونان کے قدیم معاملات، وہاں ہونے والے تمام واقعات تیوسسکی ایک پراسرار کردار جس نے یونان کے ایک دور پر حکمرانی کی تھی اور اس وقت کے تمام کردار، لیکن سچی بات یہ ہے کہ میرا ذہن خود بھی شدید الجھنوں کا شکار تھا۔ تونیسا اگر اس وقت یولیسیس نامی کسی آدمی سے متاثر ہوئی تھی تو اس کا انجام کیا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ہوا، کیا کوروتی کو اس کے بارے میں علم ہوگا۔ سوالات تو بے شمار تھے۔ باغیوں کا کیا ہوا، گوتم بھنسالی نیوسکی کی حیثیت سے کتنے عرصے وہاں رہا۔ جب ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی تو گوتم بھنسالی کا کیا ہوا ایسے عجیب و غریب واقعات تھے۔ جن پر اگر غور کیا جاتا تو یہی بات ہے کہ پاگل ہو کر پاگل خانے میں داخل ہو جانے کو جی چاہتا۔ کیسے ممکن تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ صدیاں میرے سامنے زندہ ہو جائیں۔

دوپہر تک اپنی کتاب کے صفحات میں اضافہ کرتا رہا۔ اس میں اپنے تاثرات لکھے پھر اس وقت شاید دن کا ایک بجا تھا جب دروازے کی بیل بجی اور میں چونک پڑا۔ کوئی نہیں آتا تھا میرے پاس کوئی نہیں آتا تھا۔ کسی سے تعلقات ہی نہیں تھے اس طرح کے جو کوئی میرے گھر آتا مہمان دل نے جلدی سے کہا کہ ہوسکتا ہے خود کوروتی آئی ہو۔

میں پھرتی سے دروازے پر پہنچا۔ دوازہ کھولا اور جو شخص میرے سامنے آیا وہ میرے لئے ایک شدید ذہنی جھٹکے کا باعث بن گیا...... یہ کبڑا گوتم بھنسالی تھا جو سرد نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تم......" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اندر آنا چاہتا ہوں۔" گوتم بھنسالی بولا۔

میں نے صرف ایک لمحہ توقف کیا یہ انتہائی خطرناک آدمی تھا۔ میرا بدترین دشمن کئی بار مجھ پر جان لیوا وار کر چکا تھا۔ صدیوں پرانی روح تھی نہیں کہا جاسکتا کہ کس قدر جسمانی قوتوں کا مالک ہوگا۔ لیکن یہ بھی میرے لئے ایک شرمندگی کی بات تھی کہ میں اسے سے خوف زدہ ہو کر دروازہ بند کر دیتا اور اسے اندر آنے کی اجازت نہ دیتا ظاہر ہے میں بھی اس دور کا ایک جوان آدمی تھا۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ۔"

وہ اندر داخل ہوا تو میں نے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر اسے ساتھ لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"بیٹھو۔" میں نے اس سے کہا اور وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا اس کے چہرے کے تاثرات اچھے نہیں تھے۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ تمہاری خوراک کیا ہے۔ تم صدیوں پرانے انسان ہو، کیسے جیتے ہو، کیا کرتے ہو۔ کیا کھاتے پیتے ہو مجھے اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"میں تمہارے پاس مہمان بن کر نہیں آیا۔ بلکہ کھلے الفاظ میں تم سے یہ کہنے پر حق بجانب ہوں کہ میں تمہارا دشمن ہوں۔"

"کہنے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا اور اس کے سامنے ایک صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گیا۔

"تم نے میری صدیوں کی تپسیا بھنگ کر دی ہے تم نے اسے حاصل کر لیا ہے جبکہ میں صدیوں سے اس کے حصول کے لئے سرگرداں تھا۔"

دفعتاً ہی میرے دل میں ایک اشتیاق پیدا ہوا میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں نے کیا کیا ہے...... کیا تم یہ جانتے ہو؟"

"کیا نہیں جانتا؟...... میں سائے کی طرح اس کے پیچھے رہتا ہوں۔"

"تب پھر تمہیں ہر بات کا علم ہوگا یہ بھی جانتے ہوگے کہ میں اس وقت تم سے دور نہیں تھا جب تم نیوسکی بنے ہوئے تھے اور یونان کے اس دور پر حکمرانی کر رہے تھے۔"

"اور تم کیا سمجھتے ہو کیا مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ میں جانتا تھا لیکن تاریخ میں تبدیلی نہیں پیدا کر سکتا تھا۔"

"آہ میری جان میرے دوست یہ تو تم نے میرا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا اگر تم یہ جانتے تھے کہ میں اس دور میں موجود ہوں تو تم نے میرا تعاقب کیوں نہیں کیا۔"

"نہیں ...... صدیوں پہلے جو بیت چکی ہے وہ صدیوں کی بات ہے جو ہوا تھا وہ اسی طرح رہنا تھا اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میں کوئی تبدیلی کیسے ممکن تھی۔ میں یولیسیس کی حیثیت سے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا کیونکہ اس کے بعد تمہیں وہاں سے چلے جانا تھا۔"

"کہاں؟"

"یونان کے کسی اور حصے میں لیکن وہ تم نہیں تھے وہ یولیسیس تھا جو نیوسکی کی موت کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا۔"

"نیوسکی کی موت؟"

"ہاں......!"

"وہ کیسے واقع ہوئی۔"

"باغیوں کو غلبہ حاصل ہوگیا انہوں نے محل پر حملہ کیا اور سب سے پہلے انہوں نے نیوسکی کو قتل کردیا۔"

"اور اس وقت وہ تم نہیں تھے۔"

"نہیں وہ نیوسکی ہی تھا میں نے تو صرف اس کا روپ دھارن کیا تھا۔"

"اور تم جوار کاشہ کو پریشان کرتے تھے۔"

"وہ سب کچھ بالکل اسی طرح تھا لیکن میں نے نیوسکی کا روپ دھارا تھا۔"

"اور اس کے بعد جب ہم نے وہ صدیاں چھوڑ دیں تو تم ہمارے پیچھے چلے آئے۔"

"ہاں! میرا تعلق صرف کوروتی سے ہے۔ دیکھو دوست تم نے جو کچھ کر ڈالا ہے وہ میرے دل کی آگ بن چکا ہے میں تم سے کھل کر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ جب بھی مجھے موقع ملا میں تم سے زندگی چھین لوں گا ایسا دشمن تمہیں پہلے کبھی نہیں ملا ہوگا۔"

"تو اب تک تم اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔"

"یہ راز میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ اگر تمہیں یہ راز معلوم ہوگیا تو تم مستقبل میں بھی اپنی حفاظت کرلوگے جبکہ اس بات کو لکھ لو کہ تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اور میں بھی تمہیں یہ بتادوں کہ میں تم سے زرہ برابر بھی خوف زدہ نہیں ہوں۔ اگر میں تم کو کوئی نقصان پہنچا سکتا تو تم سے یہ کہتا کہ آؤ دیکھو ذرا اپنے آپ کو آزماؤ صدیوں پرانے انسان کہ نئے دور کا انسان کیا ہے۔"

"ہاں...... ہاں ...... میں جانتا ہوں...... میں جانتا ہوں تم سیسے کا ایک ٹکڑا میرے سینے میں اتار دو گے لیکن بے کار رہے گا وہ تمہارے لئے وہ میرے جسم سے پار نکل جائے گا اور میرا جسم پھر اپنی جگہ معتدل ہوجائے گا۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"کبرا تمہارا اس وقت یہاں میرے پاس آنا یقیناً کسی خاص مقصد کا حامل ہوگا۔ تم یہاں کیوں آئے ہو۔"

"میں تم سے چاہتا ہوں کہ تم اس سے گریز کرو...... اسے میرے لئے چھوڑ دو...... یہ بیت جائے گا تم مرجاؤ گے لیکن ہمیں آگے جانا ہے...... ہمیں آگے جانا ہے۔ بہت آگے صدیوں ہزاروں صدیوں آگے کیونکہ ہم امر ہیں ہم جیون کو پاچکے ہیں تھوڑے عرصے کی بات ہے کوروتی تم سے دور ہوجائے گی لیکن میں اس کا ساتھ دوں گا میں اس کا پیچھا کرتا رہوں گا۔ اس سے تک جب تک وہ مجھے حاصل نہ ہوجائے۔"

میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا وہ ایک کردار تھا۔ میری زندہ صدیوں کا کردار جس کو میں لکھ رہا تھا جس طرح میں کوروتی کو لکھ رہا تھا اسی طرح گوتم بھنسالی کو بھی۔ کیونکہ یہ دونوں کردار میری کتاب کے مرکزی کردار تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

"گوتم بھنسالی! کوروتی کا کہنا ہے کہ تم نے بھی صدیوں کی اس عمر میں بہت سے علم سیکھے ہیں، بہت گیانی ہو تم ہر روپ دھار سکتے ہو تو مجھے ایک بات بتاؤ کہ تم اپنی صورت کیوں نہیں تبدیل کرسکتے۔"

اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ مجھے گھورتا رہا۔ پھر بولا۔

"ہاں، میں جانتا ہوں...... میں اتنا ناواقف نہیں ہوں تم جس یگ میں سانس لے رہے ہو وہ دو نام رکھتا ہے ایک تو تر تیہ یگ اور دوسرا جس کا نام ایک بہت بڑے مہارشی منی نے رکھا تھا سنتھیا یگ...... سنتھیا یگ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

جو ہے وہ چالاکی کا یگ ہوگا اس میں منش...... منش نہیں
ہوگا بلکہ بہت ہی ودان اور بھوت ہوگا گزری ہوئی ساری
صدیوں سے الگ اتنا تیز چالاک نظر آرہا ہے تمہارے
اس یگ میں جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ ہمارے لئے
ناقابل یقین ہے۔ عجیب عجیب چیزیں جن کا ماضی قدیم
میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اسے تم سائنس کا نام دیتے
ہو اور تمہاری سائنس بڑی عجیب ہے۔ خیر تو میں تم سے یہ
کہہ رہا تھا کہ میں اس کے ایک اور ظلم کا شکار
ہوچکا ہوں۔"

"کس کے؟"

"کوروتی کے۔"

"ظلم......"

"ہاں......!"

"وہ کیا؟"

"وہ خوبصورت تھی، چالاک تھی، مجھ سے کہیں
زیادہ چالاک۔ میں تو مندر میں گھنٹہ بجانے والا ایک
سیدھا سادا انسان تھا جو بس یوں سمجھو پریم روگ کا شکار
ہوگیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بالکل اتفاقیہ طور پر مجھے بھی
امرت جل مل گیا اور میں نے اسے تھوڑا سا پی لیا لیکن
عقل میں، میں کوروتی سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس
کے اندر جو کچھ تھا یا جو کچھ ہے تم خوابوں میں بھی نہیں سوچ
سکتے۔ وہ ایسے ایسے مرحلوں سے گزر چکی ہے کہ کوئی اسے
دیکھنے کے بعد یہ نہیں سوچ سکتا بڑے بڑے گیانیوں
اور مہارشیوں سے اس نے گیان سیکھے۔ پتا نہیں بھگوان
نے اس کے من میں میرے لئے اتنی کھوٹ کیوں ڈال
دی میں روپ بدل لیتا۔ مگر اس نے سب سے پہلا کام
یہی کیا کہ مجھ پر ایک ایسا منتر کردیا کہ میں سب کچھ بن
سکتا ہوں ایک خوبصورت نوجوان نہیں بن سکتا۔"

"ارے......" میں نے حیرانی سے کہا۔ میرے
لئے یہ انکشاف کافی سنسنی خیز تھا۔ اور یہ میں یہ محسوس
کررہا تھا کہ میری کتاب زندہ صدیاں میں ایک
خوبصورت باب کا اضافہ ہوسکتا ہے۔ زندہ صدیاں
درحقیقت تہذیب کی تاریخ سے چھوتی ہوئی چل رہی تھی
۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ میں اس تاریخ
کو زندہ کررہا تھا جو صدیوں میں محفوظ ہوگئی تھی اور وہ
انکشافات کررہا تھا جو صدیوں کی گرد میں چھپ گئے
تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انکشافات اپنے
طور پر بڑے سنسنی خیز تھے اور تاریخ پانے والوں کے
لئے بڑی اہمیت کے حامل، ہاں بس اتنی سی بات تھی کہ
اس میں ایک خوبصورت چاشنی کے لئے تھوڑا سا پراسرار
ماحول ضروری تھا۔ یعنی زندہ صدیوں کو تھوڑی سی پراسرار
صدیاں بھی بننا چاہئے تھا۔ کوروتی کے بارے میں اس کا
انکشاف سے میرے دل میں یہ تصور پیدا ہوا کہ کوروتی
سے یہ معلوم کروں گا کہ کیا اسنے کبھی کسی ایسے دور میں بھی
اپنے آپ کو شامل کیا ہے جس میں ایک پراسرار زندگی کی
داستان چھپی ہوئی ہو۔ یقینی طور پر اس سلسلے میں بھی مجھے
کوروتی سے کافی مدد حاصل ہوسکتی تھی۔ گوتم بھنسالی کے
اس انکشاف سے میں نے یہ بات اپنے ذہن میں بسالی
اور اس کے بعد گوتم بھنسالی مجھے آگے کے بارے میں
بتانے لگا۔

"بس میری مان لو تم میری مان لو جو میں کہہ رہا
ہوں وہ ما[illegible] اسے میرے لئے چھوڑ دو۔ مجھے یقین
ہے کہ صدیوں کے اس سفر میں کہیں نہ کہیں اس کے من
میں میرے لئے پریم پیدا ہوجائے گا۔"

"مگر تمہیں مجھ سے خدشہ کیوں ہے گوتم بھنسالی
، ظاہر ہے بقول تمہارے میں ایک چھوٹی سی عمر کا انسان
ہوں تھوڑا عرصہ ساتھ رہوں گا اور اس کے بعد چلا جاؤں
گا پھر سب کچھ تمہارے لئے ہی ہوگا۔"

"لیکن وہ پہلی بار کسی سے متاثر ہوئی اور جس
سے وہ متاثر ہوئی ہے وہ تم ہو۔"

"ہوں......" میں نے یہ تمام باتیں اپنے ذہن
میں رکھ لیں کیونکہ بہرحال مجھے اپنی کتاب کی ترتیب اسی
انداز میں کرنی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"مگر سنو میری بات سنو اگر تم اس بات کے شاکی
ہو کہ میں نے تمہاری صدیوں کی تپسیاں بھنگ کردی
اور کوروتی میرے بالکل قریب آگئی تو اس میں میرا قصور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تو نہیں ہے اگر تم ہر وقت کوروتی کے ساتھ رہتے ہوگے تو یہ بات تم جانتے ہوگے کہ وہ خود جذباتی ہوگئی تھی۔"

گوتم بھنسالی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"لیکن میں تمہیں اس کی ترکیب بتا سکتا ہوں جس سے تم اس کی آنکھوں سے روپوش ہوجاؤ۔ وہ تمہیں کچھ عرصہ تلاش کرتی رہے گی اور اس کے بعد خود مایوس ہوکر پیچھے ہٹ جائے گی اور میرا راستہ صاف ہوجائے گا۔"

"تم مجھے سوچنے کا موقع دو، میں فیصلہ کروں گا کہ مجھے تمہاری اس خواہش کے لئے کیا کرنا چاہئے۔"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں سے دے رہا ہوں، لیکن میری بات یاد رکھنا میں تمہارا بدترین دشمن ہوں اگر تم نے میری بات نہ مانی اور کوروتی کے اور میرے راستے سے نہ ہٹے تو تمہیں جو نقصان پہنچے گا اس کے ذمہ دار تو تم خود ہوگے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر کچھ کہے بغیر دروازے کی جانب بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ میری نگاہوں سے گم ہوگیا لیکن میرے لئے جو وہ مضمون چھوڑ گیا تھا اس کی تکمیل میرے لئے بڑی ضروری تھی۔ چنانچہ میں اور کچھ سوچے سمجھے بنا آگے بڑھا اور اپنی کتاب کا مسودہ لے کر بیٹھ گیا جس میں مجھے یہ ساری تفصیل درج کرنی تھی۔ میں نے گوتم بھنسالی کی آمد اور اس سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں سارا مضمون اپنی کتاب میں لکھا اور پھر میرے ذہن میں کوروتی جاگنے لگی اور میں اس کے پاس جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ابھی میں نے لباس تبدیل ہی کیا تھا کہ ایک بار پھر میرے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں دروازہ کھولنے چل پڑا۔ دروازہ کھولا تو ایک اجنبی شکل میرے سامنے تھی۔ اس کی عمر انیس یا بیس سال کی ہوگی دھلے دھلے سے حسین نقوش کسی بھی میک اپ سے بے نیاز انتہائی لمبے بال جو میری سب سے بڑی کمزوری تھی بادامی آنکھیں جن میں براؤن پتلیاں گردش کررہی تھیں۔ قدرتی طور پر مسکراتے ہوئے ہونٹ اور انتہا دلکش اور متناسب بدن کہ ایک لمحے کے لئے انسان کھو کر رہ جائے۔ میں تو آج کو بتا ہی چکا ہوں کہ فطری طور پر ایک حسین پرست انسان ہوں اور حسین وجود میری کمزوری ہیں۔ کچھ لمحوں کے لئے تو بھول ہی گیا کہ میرے دروازے پر ایک اجنبی حسینہ کھڑی ہوئی ہے پھر اس نے خود ہی مجھے مخاطب کیا۔

"سنیے مجھے آپ سے ایک کام ہے۔"

میں چونک پڑا۔ کیا ہی حسین اور مترنم آواز تھی۔ میں دو قدم پیچھے ہٹا اور میں نے کہا۔

"جی بتایئے...... آیئے۔"

اس کے ہونٹوں کے زاویوں میں تھوڑی تبدیلی پیدا ہوئی گویا وہ مسکرائی تھی کام دروازے سے بھی پورا ہوسکتا تھا لیکن چونکہ میں پیچھے ہٹا تھا اس لئے وہ دروازے سے اندر آگئی تو میں نے کہا۔

"آیئے تھوڑا سا وقت میرے ساتھ گزاریئے۔"

وہ بے تکلف سے اندر آگئی۔ میری تو خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ ایک انتہائی دلکش حسینہ میرے پاس آئی تھی۔ اسے مجھ سے کام کیا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئی میرے گھر کا خود کا دروازہ بند ہوچکا تھا۔ میں اسے دیکھنے لگا تو وہ بولی۔

"میری آمد آپ کو کیسی لگی؟"

"بے حد خوش ہوں اور اس وقت مزید خوشی ہوگی جب آپ مجھے اپنا کام بتائیں گی اور میں اس کی تکمیل کردوں گا۔"

وہ آہستہ سے ہنسی اور پھر بولی۔

"مرد کتنے عجیب ہوتے ہیں اچھا مجھے ایک بات بتاؤ۔ نسوانیت تو یکساں ہوتی ہے پھر یہ مرد ہر لڑکی کو دیکھ کر پاگل کیوں ہوجاتے ہیں۔"

بڑا عجیب سا سوال تھا۔ بڑی گہرائی لیئے ہوئے۔ میں کچھ لمحے اس کا جواب سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"اصل میں محترمہ ویسے تو ہر ایک کے دل میں اور سینے میں جذبات ہوتے ہیں لوگ اپنی پسند سے متاثر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتے ہیں۔ یہاں میں لفظ پسند کا خاص طور سے استعمال کروں گا۔ ہم اپنے لئے لباس خریدتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں ان میں ہماری ایک پسند شامل ہوتی ہے ظاہر ہے ہم خوبصورت لباس پہننا پسند کرتے ہیں اچھا کھانا پسند کرتے ہیں اسی طرح سے حسین نظر بھی ایک چیز ہوتی ہے حسین چہرے اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں اور پھر اگر کچھ لمحوں کے لئے ہی ان کی قربت اور ان کی توجہ حاصل ہو جائے تو ہر انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے۔"

"آپ کی بات مطمئن نہیں کر سکی...... خیر آپ ٹھیک ہی کہتے ہوں گے کہ کیونکہ آپ ادیب ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اس لئے کہ میں کوروتی ہوں۔" وہ بولی اور ایک لمحے کے لئے میرا دماغ سنسنا کر رہ گیا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا تو وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

"کیا میں اپنی اصلی شکل میں آ ؤں۔"

"نہیں...... نہیں...... نہیں...... آپ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آپ کوروتی ہیں۔ مگر...... مگر......"

"کوروتی کا نام جاننے کے باوجود مگر کوئی گنجائش رہ جاتی ہے۔" اس بار اس کی آواز بدلی ہوئی تھی اور یہ آواز سو فیصدی کوروتی ہی کی تھی۔ میں حیرت کے گہرے گہرے سانس لیتا رہا تو وہ بولی۔

"انسان زندگی میں تبدیلیوں کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بے شک میرا تعلق قدیم صدیوں سے ہے اور میں اپنی عمر کے اس دور کے بعد جب میں نے امرت جل پیا تھا آج تک مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی آئی ہوں۔ تم نے مجھے ارکاشہ کے روپ میں بھی دیکھا۔ اور مہا بھارت کے دور میں بھی۔ میرے روپ بدلے ہوئے تھے اور جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میرا گیان بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اپنے چہرے اپنے جسم بدل لینا میرے لئے بڑی معمولی سی بات ہے تو میں روپ بدل کر تمہارے سامنے آئی کیونکہ میرے من کا روپ بھی بدل چکا ہے۔"

"من کا روپ......؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ہاں......! شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں زندگی میں پہلی بار کسی مرد سے متاثر ہوئی اور میں نے اپنا وجود اس کے حوالے کر دیا۔ میں نہیں جانتی کہ صدیوں کا تجربہ کہاں گم ہو گیا لیکن میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں بہت...... اور جب میں نے تمہارے بارے میں سوچا تو میرا دل چاہا کہ میں تمہارے سامنے ایسے روپ میں جاؤں جس سے تمہیں بھی خوشی ہو۔"

دل تو چاہا کہ سر گنجا کرا کر اسے تیل میں ڈبو دوں کچھ ایسی ہی کیفیت ہوئی تھی میری اس کے اس احساس پر اور یہ بھول جانا چاہتا تھا میں کہ وہ ایک صدیوں پرانی روح ہے۔ میرے سامنے جو دلکش حسن آیا تھا مجھے اسی پر نگاہ رکھنی چاہئے تھی پھر اچانک مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے کہا۔

"کوروتی مجھے ایک بات بتاؤ اور آرام سے بیٹھو۔"

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی میں نے سچی بات یہ ہے کہ بڑی ہوس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا کیونکہ میرے اندر بہت سے احساسات جاگ اٹھے تھے پھر میں نے کہا۔

"تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ بے حد حسین اور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے وہ مقام دیا جو کسی اور کو نہیں مل سکا۔ جبکہ تم ایک بہت ہی عظیم کردار ہو۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

"تم لوگ بعض اوقات الفاظ کا بہت عجیب استعمال کرتے ہو۔ میں عظیم کہاں سے ہو گئی۔ عظیم تو وہ ہوتے ہیں جو جیون میں ایسے کام سرانجام دیتے ہیں جس سے سنسار کو کوئی بڑا فائدہ پہنچے۔"

ایک بار پھر سر کھجانے کی کیفیت میں آ گیا تھا کیونکہ اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر میں نے بات بنائی۔

"ہر انسان خود غرض ہوتا ہے اس کی نگاہوں میں اسی کی عظمت ہوتی ہے جو اس کے لئے کسی دلکشی محبت یا اس کی کسی ضرورت پوری کرنے کا باعث ہو۔"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ہاں یہ کہہ سکتے ہو...... کیا سوال کررہے تھے مجھ سے۔''

''ہاں! گوتم بھنسالی آیا تھا میرے پاس۔''

''اوہ......!'' کوروتی سنبھل کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔

''کیوں؟''

جواب میں، میں نے گوتم بھنسالی کی باتیں اسے سنائیں جنہیں وہ غور سے سنتی رہی۔ لیکن اس کے چہرے پر کسی تشویش کے آثار نہیں تھے۔ اس نے انگلی اٹھا کر کہا

''اور میں جانتی ہوں کہ وہ تمہیں کبھی ہلاک نہیں کرے گا۔''

''کیا مطلب؟''

''اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ تم میری پسند بن چکے ہو اور میرا تمہارا ساتھ بہت گہرا ہے۔ اگر اس کے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو میرے دل میں اس کی نفرت مزید پیدا ہوجائے گی وہ کبھی یہ خطرہ مول نہیں لے گا۔ البتہ تمہیں ڈراتا دھمکاتا ضرور رہے گا۔ اور یہ اچھی بات ہے کہ مجھے اس کے بارے میں پتہ چلتا رہے۔'' کوروتی کے لہجے میں کسی قدر نفرت سی ابھر آئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

''اور شاید تم نے اس پر ایسا کوئی منتر کیا ہے جس سے وہ تمہاری طرح ایک حسین روپ نہیں دھار سکتا۔''

جواب میں کوروتی خوب ہنسی پھر بولی۔

''ہاں میں اسے ایسے ہی روگ میں گرفتار کردیا ہے۔ وہ ہر روپ اختیار کرسکتا ہے انسان تو انسان وہ جانور بھی بن سکتا ہے۔ لیکن ایک حسین نوجوان کا روپ نہیں دھار سکتا کہ مجھے دھوکا ہوجائے۔ اصل میں، میں تمہیں بتاؤں کہ میں صدیوں سے جی رہی ہوں اور آگے کی نجانے کتنی صدیاں مجھے جینا پڑے گا۔ جبکہ تم میرے من میں پہلی بار اتنی دور چلے آئے ہو اور میں سوچتی ہوں کہ تم میرا زیادہ ساتھ نہیں دے پاؤگے...... خیر چھوڑو کیا کررہے تھے۔''

''اپنی صدی کو زندہ کررہا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔ وہ بولی۔

''تمہارے پاس ایک اچھا مشغلہ ہے۔ خیر اب یہ تمہارا معاملہ ہے۔''

''کوروتی ایک بات بتاؤ۔''

''ہاں پوچھو۔''

''جب تم میرے پاس نہیں ہوتی ہو تو کہاں ہوتی ہو۔ کیا اپنے اسی گھر میں وہاں کیا کرتی رہتی ہو۔''

وہ مسکرائی پھر بولی۔

''جاننا چاہتے ہو۔''

''ہاں، بتاؤ مجھے۔''

''تھوڑے سے رک جاؤ۔ ہر چیز آہستہ آہستہ منکشف ہو تو زیادہ اچھا رہتا ہے اصل میں، میں جیتا جاگتا وجود ہوں لیکن میں آتماؤں کے بیچ بھی جاسکتی ہوں۔ کیا سمجھے میں آتماؤں کے بیچ بھی جاسکتی ہوں۔''

''گوتم بھنسالی تمہیں تنگ تو کرتا رہتا ہوگا۔''

''نہیں اس کی یہ مجال نہیں۔ بس جیسا کہ تم نے دیکھا کہ یونانی دور میں وہ کسی طرح ایک جانور کا روپ دھار کر میرے قریب پہنچا تھا اور اس کے لئے اس نے بڑی لمبی پلاننگ کی تھی وہ خود کو سے کی گرد میں چھپالیتا ہے۔ میں نے اس کے بہت سے روپ دیکھے ہیں۔ تم یقین کرو، وہ ہر طرح کا جانور بھی بن سکتا ہے۔ لیکن جب وہ میرے سامنے آئے گا تو میں اسے ضرور پہچان لوں گی۔''

''کیا اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''بس تم اسے زخمی کرسکتے ہو۔ وہ اپنا روپ بدل کے اپنا وہ شریر چھوڑے گا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

''بڑا عجیب مسئلہ ہے واقعی بڑا عجیب مسئلہ ہے۔''

''کیا تمہاری کتاب کے لئے ایک اچھی کہانی نہیں ہے یہ......''

''ہاں! اچھی اور پراسرار ابھی تم نے کہا کہ تم آتماؤں کے بیچ بھی جاسکتی ہو۔ کیا کبھی تمہارا واسطہ کسی ایسے دور سے بھی رہا ہے جو انتہائی خوف ناک اور بہت ہی دہشت ناک ہو۔''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہاں کیوں نہیں..... صدیوں میں کیا کیا ہوا ہے۔ایک سے ایک زیادہ خوف ناک وقت مجھ تک پہنچ چکا ہے۔"

"ویری گڈ یہ تو میرے لئے بہت اچھی بات ہے۔زندہ صدیاں میں کچھ پراسرار...... واقعات بھی آسکتے ہیں۔"

"میں تمہیں ایلا باربروسا کے دور میں لے جاؤں گی کیا سمجھے...... اور تم دیکھو گے کہ جادو کی بنیاد کیا ہے۔"

"ارے واہ...... ویری گڈ...... زبردست۔" میں نے خوشی سے کہا۔پھر بولا۔

"مگر میں نے یونان کی پوری تاریخ نہیں دیکھی۔اس کا چھوٹا سا دور ہی دیکھا ہے۔"

"تم اسی دور میں پہنچے تھے۔یونان کی تاریخ تو بہت طویل ہے۔بلکہ دنیا کی تاریخ طویل ہے۔صدیاں گزر جاتی ہیں تم ان صدیوں کا ساتھ نہیں دے پاؤ گے۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔تم نے پراسراریت کی بات کی ہے۔ تمہارے اس دور میں پراسراریت کا کیا معیار ہے۔کس طرح کے واقعات اس دور میں ہوتے رہتے ہیں۔"

"بس ایسا سب کچھ عجیب وغریب جو.....جو سمجھ میں بھی نہیں آتا۔"

"میری بات سنو،اس دور میں تم میرے میزبان ہو۔میں تمہیں بتا رہی ہوں کہ ابھی تک میں کوئی بڑا تجربہ نہیں کر سکی۔حال میں آگئی ہوں لیکن جب چاہوں ماضی میں واپس جا سکتی ہوں۔البتہ اس حال کے بارے میں تھوڑی معلومات میرے لئے کافی دلکش ہوں گی۔کیا تم مجھے ایسے واقعات دکھا سکتے ہو جو میرے لئے اجنبی ہوں اور زمانہ قدیم کے ادوار سے بالکل مختلف۔"

میں کسی سوچ میں ڈوب گیا میں نے سوچا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اس کے لئے وہ شاید میری سوچ کو سمجھ گئی تھی۔اس نے کہا۔

"نہیں میں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم مجھے فوری طور پر کسی ایسی جگہ لے جاؤ جہاں میری سمجھ میں نہ آنے والی باتیں ہوں یا میرے تجربات میں اضافہ ہونے والی کوئی چیز ہو۔بس ایسے ہی میں تمہاری دنیا کی تھوڑی سی سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور کہا۔

"ٹھیک ہے کوروتی میں تمہیں تلاش کر کے ایسے واقعات کی سیر کراؤں گا جو تمہارے لئے اجنبی ہوں۔"

"مجھے ان سے کافی دلچسپی ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک۔اب تم آ گئی ہو تو مجھے بتاؤ میں تمہاری کیا خاطر مدارت کروں۔"

"یہ تو تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔میں ایک جیتا جاگتا وجود ہوں کوئی آتما نہیں ہوں۔زندگی کی تمام ضروریات سے آشنا ہوں اور ان کی ضرورت بھی محسوس کرتی ہوں تم جس طرح سے چاہو۔"

میں نے تو خیر اپنے کچن میں جا کر کیا ہی کرتا۔ وہاں تھا ہی کیا جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کئی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر۔یہاں تو یہی سارا مسئلہ تھا لیکن میں نے اپنی یادداشت کے مطابق ایک بہت اچھے ہوٹل کو فون کیا اور اس کو عمدہ قسم کی چیزوں کا آرڈر نوٹ کرا دیا۔ یہ ایسا ہوٹل تھا جو ہوم ڈلیوری بھی کرتا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میرے آرڈر کی تکمیل ہو گئی اور میں کوروتی کی خاطر مدارت کرنے لگا۔یہ سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا اب تک کی زندگی میں بہت سی حسیناؤں سے دوستی رہی تھی ان سے رابطہ رہا تھا۔لیکن باہر ہی یہ میرا چھوٹا سا گھر جیسے میں نے کبھی اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ وہاں کسی کو اس طرح سے دعوت دوں لیکن یہ میرے لئے بہت مقدس تھا۔کیونکہ یہاں سے میری زندگی کے لاتعداد لمحات سے وابستہ تھے۔زندہ صدیوں میں جو کچھ درج کیا جا رہا تھا میرے اپنے خیال کے مطابق ایسا کبھی کچھ پہلے نہیں لکھا گیا ہوگا جس میں کوئی ادیب آنکھوں دیکھا حال لکھے پراسرار کہانیاں ،لاتعداد خوفناک داستانیں لکھی جاتی ہیں لیکن بذات خود ان کا تجزیہ کرنا ایک الگ کام ہے اور پھر ایسا تجزیہ جسے صرف خواب کی بات ہی سمجھی جائے بلکہ ایسے خواب دیکھنا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھی ایک مشکل عمل ہوتا ہے۔ جس میں تاریخ کا بالکل صحیح تجزیہ ہو سکے میں یہ کر رہا تھا اور کوروتی میری معاون تھی۔

پھر اس وقت جب وہ ایک ایسی حسینہ کے روپ میں تھی جسے دیکھ کر دل کے تمام مسامات منہ کھول دیں تو اس سے زیادہ انسان کے لئے خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے ہم دونوں نے کھانا کھایا جس کی تعریف کوروتی نے کی اور بولی۔

"میں یہاں طویل عرصے سے اس دور میں ہوں۔ ظاہر ہے اس میں ہونا میری مجبوری تھی کیونکہ گزرے ہوئے وقت کے ساتھ میرا سفر آگے بڑھ رہا تھا اور ہے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ مجھے ابھی اور آگے جانا ہے لیکن اس دور کی کچھ باتیں مجھے بہت ہی پسند آئی ہیں کتنا عجیب دور ہے یہ میں نے بہت سے جادوئی ادوار گزارے ہیں اور ایسے کرداروں سے روشناس ہوئی ہوں جو علم وفن میں ماہر تھے۔ لیکن یہ سب کچھ جو میں زندہ دیکھ رہی ہوں۔ مثلاً ایک ساحر سحر کرتا ہے جادو کا ایک گولہ پھینکتا ہے اور بہت سے انسان فنا ہو جاتے ہیں۔ یا وہ اپنے جادو کے آئینے میں اپنی من پسند چیزیں دیکھتا ہے لیکن وہ تنہا ہوتا ہے یا پھر اس کے ساتھ کوئی دیدہ ور جسے وہ دکھانا چاہتا ہے۔ لیکن اس وقت یہ سڑکوں پر دوڑتی ہوئی بے جان چیزیں جو صرف مشینوں سے چلتی ہیں اور جادو کے وہ گولے جو گھر گھر میں موجود ہیں اور ایسا اسلحہ جسے ایک آدمی چلا کر لاتعداد لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ اس جادو سے کہیں زیادہ جدید جادو ہے اور میں جب اپنی پتھر کی اس کتاب میں اس دور کا ذکر کروں گی تو ذیشان عالی تمہارا نام بھی میری کتاب کی زینت بن جائے گا اور جب اس دور کی باتیں اپنی کتاب میں درج کروں گی تو اس میں یہ بھی کہوں گی کہ مجھے ایک ایسا شخص ملا تھا جس نے ان ادوار کی سیر بھی کی تھی جن کی تفصیل میری اس کتاب میں موجود ہے جبکہ اس سے پہلے ایسا کوئی کردار میرے سامنے نہیں آیا تھا۔

یہ کھانا جو تم نے منگوایا ہے یہ بہت لذیذ ہے۔ ذیشان عالی میں زیادہ سے زیادہ اس دور کی سیر کرنا چاہتی ہوں تاکہ جب میں اپنی کتاب میں اس دور کی کہانی لکھوں تو اس میں بڑی تفصیل موجود ہو۔ تم مجھے اس دور کی سیر کراؤ میں تمہیں ماضی کے ہر لمحے میں روشناس کراؤں گی۔ اس وقت سے جب سے میں نے اپنے علم کے سہارے اس دنیا کو محسوس کیا اور یہ دور کتنا قدیم ہے اور میں کن کن ادوار سے گزری ہوں اس کا اندازہ ایک مورخ کی حیثیت سے تم خود لگا سکتے ہو۔"

"میں سمجھتا ہوں کوروتی۔" میں نے پرمسرت لہجے میں کہا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"تو کیا تم میری مہمان رہنا پسند کرو گی؟"

"پسند کروں گی میں پسند کر چکی ہوں۔"

"اور اسی شکل اور اسی حیثیت میں؟" میں نے سوال کیا اور وہ میرا مطلب سمجھ کر مسکرا دی۔ پھر اس نے بڑے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں......!"

میں ہنس پڑا حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ کوروتی ہے۔ صدیوں پرانا ایک وجود جس نے مجھے جو کہانی سنائی ہے اسی پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جو واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا انہیں جھٹلانا ایک مشکل کام تھا۔

خیر وہ میرے سامنے موجود تھی بے شک ایک بے مثال وجود رکھتی تھی۔ لیکن یہ اندازہ مجھے تھا کہ وہ لاکھوں برس کی ہے۔ بات یہی ہے کہ انسان بھلا دینے کا ماہر۔ اپنی پسند کی چیز کو وہ کسی بھی شکل میں قبول کر سکتا ہے۔ سو کوروتی میری مہمان تھی اور اس رات ہم لوگ بہت دیر تک یہ سوچتے رہے کہ ہمیں کہاں سے آغاز کرنا چاہئے اس نے میری مدد کی اور بولی۔

"کوئی تعین تو نہیں کیا جا سکتا جدھر دل چاہے نکل چلو۔"

خیر وہ رات گزرنے کے بعد کوروتی سے میری قربت اور زیادہ ہو گئی تھی۔ البتہ کوروتی کے ذہن میں کچھ ہو نہ ہو لیکن گوتم بھنسالی میرے ذہن میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا غصہ اور شدید ہو گیا ہو گا لیکن مجھے اب اس کی پرواہ نہیں تھی بات وہی ہے کہ زندگی کے چند لمحات

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اگر دلکش گزر جائیں اور انسان ان سے سیراب ہو جائے تو پھر باقی زندگی کی فکر بے مقصد ہے۔

کوروتی اب میرے ساتھ ہی رہنے لگی تھی۔ اس نے کبھی اپنی کوٹھی کی جانب جانے کا رخ نہیں کیا تھا، البتہ اس کے پاس کار موجود تھی اور وہ کار آسانی سے ڈرائیو کرسکتی تھی جبکہ میرے پاس کار تو تھی لیکن ایسی نہیں کہ میں اسے کسی لمبے سفر کے لئے استعمال کروں۔ البتہ ہم نے تمام سفری انتظامات کئے اور اس کے بعد آوارہ گردوں کی مانند چل پڑے۔

ایک حسین وجود ساتھ ہو، پراسرار قوتیں ہمراہ ہوں ہر قسم کے خوف سے دور ہو، رنگین موسم کا لطف ہو تو آپ خود سوچ لیجئے کہ پھر ایک تنہا انسان کے لئے اور کس چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کوئی منزل نہیں تھی کوئی نشان نہیں تھا کوروتی خود بھی خوش ذوق تھی اور اس نے کوئی پابندی نہیں لگائی تھی وہ جانتی تھی کہ اس کی عمر اتنی طویل ہے کہ مجھ جیسے ہزار آدمی بھی اس کا ساتھ دیں تو وہ خود دنیا سے چلے جائیں گے لیکن وہ امرت جل پئے ہوئے تھی اسے اپنی زندگی کی فکر نہیں تھی البتہ دوران سفر ہم نے ہمیشہ گوتم بھنسالی کا خیال رکھا تھا اس نے یہ بھی مجھ سے کہا تھا کہ چونکہ ہم نے کسی منزل کا تعین نہیں کیا ہے اس لئے وقت ہمیں جہاں لے جائے اس کی کوئی فکر نہیں ہے اور ہم وقت کے سہارے سفر کرتے رہے۔ راستے میں ہم مختلف قسم کی باتیں کرلیا کرتے تھے جن میں موضوع درویشوت بھی ہوتی تھی اور وہ اس بات سے بڑی متاثر تھی کہ یہ درویشوت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کے بارے میں وہ اکثر پوچھتی رہتی تھی اور کہتی رہتی تھی کہ ایسا کوئی درویش ملے جو اسے بتا سکے کہ وقت کیسا گزر رہا ہے۔ اور آخر کار ایک دور دراز کے علاقے میں ہماری ملاقات ایسے ایک شخص سے ہوئی بڑا دلچسپ سا آدمی تھا۔ خاصی عمر کا ایک کٹیا بنا کر اس میں وہ رہتا تھا۔ ہم نے ایک چوڑی سڑک سے گزرتے ہوئے بہت دور اس کٹیا کو دیکھا تھا اور کوروتی نے ایک دم سے مجھے کار روکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"عالی جاہ! ذرا اس جگہ دیکھو وہ کیا ہے؟"

میں نے اس طرف نگاہیں دوڑائیں تو وہ کٹیا مجھے نظر آئی چھوٹے چھوٹے پہاڑی پتھروں سے چن کر ایک جھونپڑی بنالی گئی تھی۔ اس پر چھپر پڑا ہوا تھا وہاں تک جانے کے لئے ایک پگڈنڈی صاف نظر آرہی تھی۔ آس پاس کوئی آبادی نہیں تھی البتہ خودرو درخت کافی اگے ہوئے تھے۔ ایک جگہ ایک چھوٹے سے قطعے میں شاید کھیتی کی گئی اور ترکاریاں اگائی گئی تھیں۔ ہم لوگ اس طرف چل پڑے۔

جیسے جیسے ہم قریب پہنچتے جارہے تھے۔ کٹیا کی بناوٹ نمایاں ہوتی جارہی تھی اس کے آگے ایک چھوٹا سا احاطہ بنا ہوا تھا جس میں دو تین بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے ہم نے ایک شخص کو ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے دیکھا جو حقہ پی رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ شدید حیران ہوا اور دریائی گھوڑے کی طرح آنکھیں چہرے سے باہر نکال کر ہمیں تکنے لگا۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے ہمیں دیکھ کر کہا۔

"رب تیری حیاتی کرے..... کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"

"باباجی حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہم سیاح ہیں اور آوارہ گرد ہیں بس اپنا وطن دیکھنے نکلے ہیں اور اس طرح گھومتے ہوئے آپ کے پاس آگئے ہیں اگر آپ چاہو تو ہمیں ایک دو دن اپنا مہمان رکھ لو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں پتر، مہمان تو اللہ کے دین ہوتے ہیں۔ آ جا میرے پاس بیٹھ جا۔ میرے پاس دو تین چارپائیاں اور ہیں تم لوگوں کے کام آ جائیں گی۔" بابا نے کہا اور ہم خوش ہو گئے کوروتی تو بہت ہی زیادہ خوش تھی۔

ہم نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلے پر ایک خاموش سا دریا بہہ رہا ہے اس کے بائیں سمت ایک قبرستان تھا جس میں ٹوٹی پھوٹی قبریں بکھری ہوئی تھیں۔ ایک تھوڑا سا گہرا کھڈ نظر آ رہا تھا شاید کسی وقت یہ نالے کی گزرگاہ ہوگا۔ کھڈ کے دوسرے کنارے پر ایک چھوٹا سا مٹی کا قدرتی ٹیلا ابھرا ہوا تھا۔ تین اطراف سے ڈھلوان تھا اور ایک جانب سے عمودی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

بہر حال، ہم بابا کی جھونپڑی میں ٹھہر کر تھوڑا وقت گزارتے رہے اور اس کے بعد بابا کی دی ہوئی تھوڑی سی کھانے پینے کی چیزیں لے کر ہم قرب وجوار میں نکل آئے کوروتی چونکہ ایک نوجوان حسینہ بنی ہوئی تھی اس کے سارے انداز بالکل ویسے ہی تھے چنانچہ ہم بندروں کی طرح پھلانگتے ہوئے کھڈ کراس کر کے ٹیلے پر چڑھ آئے۔ یہاں سے بہت دور کافی فاصلے پر کسی گاؤں کی چھوٹی سی آبادی نظر آرہی تھی۔ ٹیلے کے تین اطراف میں بھی کھیت ہی کھیت تھے۔ لیکن ایسے جیسے کئی موسموں سے یہاں کھیتی باڑی نہ کی گئی ہو جبکہ ذرا پرے دوسرے کھیتوں میں موسم کی فصل کھڑی تھی جو گاؤں سے قریب تھی۔

کوروتی ایک ایک چیز کو دلکش نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے یہ ماحول بے حد پسند آیا ہو۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر وہ بولی۔

''عالی! میری بات سنو، ذرا یہ بتاؤ کہ یہ ٹیلا اور اس کے اردگرد یہ کھیت وغیرہ اس قدر ویران کیوں ہیں۔ جبکہ ذرا پرے سب کھیتوں میں فصلیں کھڑی ہوئی ہیں؟''

''ہاں! ہے تو سب کچھ عجیب۔''

''میں اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔''

''اس کے بارے میں بوڑھا بابا ہی ہمیں سب کچھ بتا سکتا ہے۔''

''ایک بات کہوں تم سے مجھے وہ بوڑھا بابا بھی بے حد پراسرار لگا ہے۔ اس میں کوئی ایسی خاص بات ہے جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن سمجھ میں آنی چاہئے ویسے وہ باتیں بڑی دانشمندی کی کرتا ہے اور اس کی باتوں میں ایک عجیب سی کیفیت جھلکتی ہے۔''

''ہم نے اس سے اس کا نام تک نہیں پوچھا۔''

''ارے ہاں واقعی اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔''

قرب وجوار کے خاصے اطراف گھوم کر اور خاصی سیر وسیاحت کرنے کے بعد ہم بابا کی جھونپڑی پر واپس پہنچ گئے بابا ایک چارپائی پر ایک درخت کے نیچے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے قدموں کی چاپ سن کر اس نے سر اٹھایا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جب ہم اس کے قریب پہنچے تو اس نے کہا۔

''کہاں کہاں ہو آئے بچو...... کہاں کہاں ہو آئے۔''

''بس بابا آپ کی یہ جنت تو بہت خوبصورت ہے۔''

''جنت...... سورگ...... سورگ کہنا چاہئے ہوتا ہے۔''

''ہاں بابا! سورگ۔''

''نہیں فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کون سی جگہ نرک ہے اور کون سی جگہ سورگ۔''

''بابا آپ کا نام کیا ہے؟'' میں نے سوال کیا تو بوڑھا مسکرا دیا۔

''بڑی دیر کے بعد خیال آیا میرے نام کے پوچھنے کا۔ میرا نام جگجیت ہے لیکن سنسار میں مجھ سے زیادہ ہارا ہوا منش جیتا نہ ہوگا۔''

''بڑی عجیب بات کہی آپ نے۔''

''ہاں! تم عجیب کہہ سکتے ہو۔'' بوڑھا جگجیت بولا۔

ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ شخص ہندو ہو سکتا ہے۔ یہ نام ہندوؤں ہی کا سا تھا۔ تاہم یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ اطراف میں ہندو مسلمان سب ہی رہا کرتے تھے۔ طویل عرصے پہلے تو اس کی تخصیص ہی نہیں تھی۔ ہم لوگ چارپائی پر جگجیت کے پاس بیٹھ گئے میں نے اس سے کہا۔

''میری یہ دوست سوال کر رہی تھی کہ یہ ٹیلا اور اس کے اردگرد کے یہ کھیت اس طرح ویران سے کیوں ہیں۔ جبکہ یہاں سے کچھ فاصلے پر کھیتوں میں فصلیں کھڑی ہوئی ہیں۔''

جگجیت کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

''یہ ٹیلا اور اس کے آس پاس کے سارے کھیت ہماری ملکیت ہیں۔ بہت پرانی بات ہے کہ یہاں بھی معمول کے مطابق کھیتی باڑی ہوتی تھی پھر بھگوان کا کرنا یوں ہوا کہ بنجاروں کا ایک قبیلہ یہاں آکر ٹیلے پر بیٹھ گیا! زمین ہماری ملکیت تھی بنجاروں کے سردار نے میرے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

داداسے پیار تھا کی کہ انہیں سردیوں کا یہ موسم یہاں بسر کرنے کی اجازت دے دیں۔ میرے دادا نے انہیں منع نہ کیا تو وہ بڑے دل والے تھے۔ ان بنجاروں کے خاندان میں عورتیں زیادہ اور مرد کم تھے یہاں پر پڑاؤ کے بعد اپنا سلسلہ جاری کردیا جو بنجاروں کا کام ہوتا ہے مرد جھونپڑوں میں نشہ پانی کرتے یا پھر سوئے پڑے رہتے اور عورتیں اردگرد کے گاؤں میں چھوٹے موٹے کاشتکاری، محنت کے کام یا پھر بھیک مانگتی پھرتیں۔

انہی عورتوں میں گپتی بھی تھی گپتی ٹھن گپتا اس کا نام تھا۔ گپتی کے نام سے مشہور تھی۔ یہ گپتی بنجاروں کے اس قبیلے کے سردار کی اکیلی بیٹی تھی۔ اور جیسی تھی بس اس کی کہانی زبان سے بیان نہیں کی جاسکتی۔ دراز قامت، بھنگ کے نشے جیسی فضا میں جھونکے سے مارتی جوانی، وحشی ہرنوں جیسی، نینوں میں ایسی چمک جیسے کسی نے سچے موتی کوٹ کر بھر دیئے ہوں ناک جیسے کٹار کی دھار اور ابرو خنجر کی مانند بال انتہائی لمبے جو ٹخنوں کو چھوتے ہوئے تھے موتیے کی کلیوں کو شرمندہ کرتے ہوئے سفید دانت، سراپا ایسا دلکش اور من موہتا کہ جیسے کسی نیم دیوانے بت تراش نے کسی لہک میں آکر چندن کاٹ سے اپنی تصوراتی محبوب کو تخلیق کیا ہو۔ اس کی گہری ملیح رنگت میں ایسا جادو تھا کہ جو کوئی اسے ایک بار دیکھ لیتا وہ دنیا بھر کے کھلے صاف اور گورے رنگ والوں پر تین حروف بھیج کر اسی کے نام کی مالا جپنے لگے۔ ایک عجیب سا پراسرار رکھ رکھاؤ اور ایک پروقار سی تمکنت تھی اس کی ہر حرکت میں، بس میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ وہ کیا تھی۔"

ہم دونوں بوڑھے جگجیت کی ان باتوں پر سحر زدہ سے رہ گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ بہرحال میں نے کہا۔

"آپ نے عجیب نقشہ کھینچا ہے بابا بس میں بتا نہیں سکتا کہ ہمارے ذہن میں کیا آگیا ہے۔"

"تم نے ایک جگہ نہیں دیکھی ہوگی۔"

"کون سی جگہ؟"

"رات کو کس سے تمہیں نیند آجاتی ہے۔"

"کیوں بابا؟"

"میں تمہیں اس سے کچھ دکھانا چاہتا ہوں جب چاند نکلے گا اور یہ تو شروع کی راتیں ہیں۔ چاند جب ایک خاص جگہ پہنچ جاتا ہے تو جو نظر آتا ہے وہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"بابا ہم اس وقت تک جاگتے رہیں گے جب تک آپ یہ نہ کہیں کہ آپ ہمیں وہ دکھا رہے ہیں جو دکھانا چاہتے ہیں۔"

بوڑھا جگجیت خاموش ہوگیا۔ ہم بہت دیر تک اس کے پاس بیٹھے اس سے باتیں کرتے رہے۔ اس نے ہمیں اپنی جھونپڑی میں سونے کی پیشکش کردی تھی شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں کیونکہ ہم اسی طرح اس کے سامنے آئے تھے لیکن پتا نہیں کیوں کوروتی اس ماحول سے بہت متاثر تھی۔ ہم نے جھونپڑی میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ درخت کے نیچے چارپائی ڈال لی تھی اور وہیں پر بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔

بوڑھا اپنی چارپائی پر سوگیا تھا۔ اس کے خراٹے گونج رہے تھے کوروتی نے کہا۔

"بابا جگجیت نے ہمیں تو جگا دیا ہے اور خود کیسی مزے کی نیند سو رہا ہے کیا یہ اس وقت جاگ جائے گا جب چاند آسمان کے بیچ پہنچے گا۔"

"اب ہم تو جاگ ہی رہے ہیں۔ اگر یہ بابا جگجیت نہ جاگا تو ہم اسے جگا دیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ وہ ہمیں کیا دکھانا چاہتا ہے۔"

کوروتی خاموش ہوگئی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اور میں اس کے چہرے پر عجیب سے سائے رقصاں دیکھ رہا تھا۔ میں اس سے کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"بوڑھے جگجیت نے جس طرح گپتی کے نقوش کا نقشہ کھینچا ہے اس نے ایک سحر سا قائم کردیا ہے۔"

"میں خود اسی احساس کا شکار ہوں کہ وہ لڑکی کتنی حسین ہوگی۔" کافی دیر تک خاموشی رہی کوروتی بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

(جاری ہے)

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خواب پریشاں

محمد ابوہریرہ بلوچ۔ بہاولنگر

بت کے قدموں میں ایک نوجوان بے سدھ پڑا تھا کہ اچانک اس پر ایک تلوار گری اور نوجوان کی گردن دھڑ سے الگ ہوگئی پھر دھڑ سے بھل بھل بہتا ہوا لہو بت کے قدموں کی طرف بڑھا کہ پھر اچانک......

دلوں کو خوف کے شکنجے میں جکڑتی اپنی نوعیت کی عجیب و غریب تحیر انگیز دل دہلاتی کہانی

غار میں عجیب ناگواری بو پھیلی ہوئی تھی، دیواروں پر خون کے بڑے بڑے دھبے تھے، فرش پر جابجا انسانی ڈھانچے گوشت پوست سے عاری بکھرے پڑے تھے پورے غار میں صرف ایک مشعل روشن تھی جو کہ اس تاریک غار کو روشن کرنے کے لئے ناکافی تھی۔ غار کے وسط میں ایک بہت بڑا بت ایستادہ تھا جس کی آنکھیں انگاروں کی طرح روشن تھیں، اس بت کے گلے میں ایک خوف ناک سانپ لٹک رہا تھا جو کہ حقیقی اور اصلی تھا۔ بت کے منہ سے باہر کو لٹکتی ہوئی لمبی زبان سرخ تھی اس بت کے سامنے ایک بوڑھا آنکھیں بند کئے آلتی پالتی مارے کوئی جاپ کرنے میں مشغول تھا۔ اس کی شکل انتہائی کریہہ تھی اس کے سر کے بال اور داڑھی کے بال کافی حد تک بڑھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ بوڑھا اور بھی بھیانک لگ رہا تھا اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

کے جسم پر لباس کے نام پر صرف ایک لنگوٹ ہی تھا۔ اس کے پورے بدن پر لمبے لمبے بال اگے ہوئے تھے اس کے جسم سے ناگوار بدبو پھوٹ رہی تھی۔

وہ منتر پڑھنے میں مشغول تھا اس کے سامنے آگ کا الاؤ روشن تھا جس پر وہ وقفے وقفے سے کچھ ڈال رہا تھا۔" آگ پر اس شے کے پڑتے ہی وہ آگ مزید تیز ہو جاتی اور اس کے ساتھ ہی اس کے منتر پڑھنے میں بھی تیزی آجاتی۔ پھر اچانک پورے غار میں اندھیرا پھیل گیا جلتی مشعل خود بخود بجھ گئی، پورا غار زور زور سے ہلنے لگا جیسے شدید زلزلہ آ گیا ہو۔ پھر اس بت کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور ایک ہیبت ناک آواز گونجی جس سے پورا غار جیسے لرز گیا۔

"بالک! ہم نے تیری یہ بلی قبول کی اپنی منشاء بیان کر کہ کیا چاہتا ہے؟"

بت کے منہ سے آواز سن کر بوڑھا فوراً سجدے میں گر گیا "جے ہو دیوتا کی...... جے ہو میں امر ہونا چاہتا ہوں دیوتا۔ میں چاہتا ہوں کہ کالی دنیا پر میری طاقتوں کا راج ہو اور اس دنیا کا میں سب سے بڑا اور شکتی شالی جادوگر بننا چاہتا ہوں اور میری یہ تمام خواہش اور تمنائیں آپ کی کرپا ہی سے پوری ہو سکتی ہیں۔"

"یہ آسان نہیں بالک جتنا کہ تو سمجھ رہا ہے۔" بت کے منہ سے قہر آلود آواز گونجی۔

"بہت سے جادوگر امر ہونے کا خواب دل میں لئے نشٹ ہو گئے اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ان سب کی لاشیں بھی آج تک کسی کو نہیں ملیں۔"

لیکن چونکہ تو میرا خاص سیوک ہے اس لئے تجھے ایک راستہ بتاتا ہوں، غور سے سن لے اور پلے باندھ لے۔" بت کے منہ سے یہ نکلا جسے سن کر بوڑھا ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"سن بالک! تجھے چالیس آدمیوں کی بلی دینی ہوگی انتالیس پرش ایک ناری لڑکی ہوگی جس کا نام ش سے شروع ہوگا۔ انتالیس پرش کی بلی دینے کے بعد جب تو اس چالیسویں ناری کی خون میرے چرنوں میں ڈالے گا اور تو خود بھی پیئے گا تو تو امر ہو جائے گا تیری سہولت کے لئے تجھے بتا دوں کہ اس ناری کے دائیں کندھے پر چاند کا نشان ہوگا اور وہ نشان پیدائشی ہوگا اس ناری کی پیدائش چونکہ اماوس کی رات ایک خاص وقت میں ہوئی ہوگی اس لئے اس میں پوتر طاقتیں بھی ہوں گی۔ تجھے اس ناری کی بلی اگلی اماوس کی رات اسی وقت دینی ہوگی جس وقت کہ وہ پیدا ہوئی تھی۔ اگلی اماوس میں ابھی پچاس دن باقی ہیں اب تو نے اسے یہاں کیسے لانا ہے یہ تیرا کام ہے۔

اور ہاں تیری آج کی یہ بلی ہم قبول کرتے ہیں اور اس کے بدلے تجھے غائب ہونے کی شکتی دے رہے ہیں اب تو جب چاہے گا دنیا کی نظروں سے غائب ہو سکتا ہے اور ایک بات اور اگلی اماوس تک تو کسی سے بھی مقابلہ نہیں کرے گا، کسی پر بھی اپنی شکتیاں ظاہر نہیں کرے گا اور اگر تو نے ایسا کیا تو ہم تیری ساری شکتیاں نشٹ کر دیں گے، اب میرے جانے کا سمے ہو گیا ہے اس لئے چلتا ہوں۔"

پھر غار میں بجھی مشعل خود بخود روشن ہو گئی۔

"وشٹ دیوتا تو مہان ہے تیری شکتیاں لازوال ہیں اب تم دیکھنا دیوتا آپ کا یہ سیوک امر ہونے کے بعد دنیا والوں کو کس طرح تگنی کا ناچ نچائے گا۔ ہاہاہا۔" پورے غار میں بوڑھے کے قہقہے گونجنے لگے۔

پھر اس نے منتر پڑھ کر اپنے خاص بیر جنیو کو حاضر کیا، حاضر ہوتے ہی جنیو نے ادب سے جھک کر پرنام کیا پھر بولا۔" جنیو مہاراج کو پرنام! مہاراج سب سے پہلے وشٹ دیوتا کی طرف سے آپ کو غائب ہونے کی شکتی ملنے پر مبارکباد، بتلائیے میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"جنیو تو میرا خاص سیوک ہے اور میں نے تجھے جب بھی آزمایا ہے تو نے میرا ہر کام کیا ہے اور آج میں نے تجھے ایک خاص کام کے لئے بلایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تو میرا یہ کام کر سکتا ہے۔"

"مہاراج آپ حکم کریں، میں آپ کا کام پلک جھپکتے میں کر دوں گا۔"

"مجھے امر ہونے کے لئے انتالیس پرش

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اور ایک ناری کے خون کی ضرورت ہے جو ناری ہوگی اس کا نام ش سے شروع ہوتا ہے اور وہ اماوس کی رات پیدا ہوئی تھی اس کے دائیں کندھے پر چاند کا نشان بنا ہوگا مجھے وہ ناری چاہئے کیا تو اس ناری کو لا سکتا ہے؟"

"آپ بے فکر ہو جائے مہاراج! میں اس ناری کو پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا اب میں چلتا ہوں ناری کو لے کر ہی واپس آؤں گا۔" اس کے ساتھ ہی جینو غائب ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد پورے غار میں جادوگر کے قہقہے بلند ہونے لگے۔

☆......☆......☆

وہ ایک تا حد نگاہ پھیلا ہوا ریگستان تھا جس میں جا بجا ریت کے ٹیلے تھے وہاں انسان تو کیا حیوان کا بھی دور دور تک نشان نہ تھا۔ صحرا میں اڑتے ہوئے ریت کے ذرے جب بدن کے کسی بھی حصے پر لگتے تو یوں لگتا جیسے وہ ریت نہ ہو، بلکہ انگارے ہوں، دن کے بارہ بج رہے تھے گرمی نے ناک میں دم کر رکھا تھا عبداللہ کا بس چلتا تو وہ وہاں سے بھاگ گیا ہوتا لیکن وہ مجبور تھا اور اس کی یہی مجبوری اسے مسلسل آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔

اس نے ابھی تھوڑا سا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ یکا یک تیز ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں حالانکہ کچھ دیر پہلے ہوا بالکل بھی نہیں تھی لیکن حبس ضرور تھا۔ اسے لگنے لگا کہ جیسے اسے آگے بڑھنے سے روکا جا رہا ہو۔ تیز ہوا اب طوفان کا روپ دھار چکی تھی طوفان اس قدر دہشت ناک تھا کہ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ موت کے سائے اسے اپنے اردگرد منڈلاتے نظر آنے لگے، اسے اپنی موت یقینی محسوس ہونے لگی فوراً اسے طلسماتی تلوار کا خیال آیا تلوار کے میان میں لٹک رہی تھی۔ اس نے فوراً اسے نکال کر اپنے گرد حصار کھینچا اور پھر خود حصار میں تلوار گاڑ کر بیٹھ گیا۔ طلسماتی تلوار کی طاقت سے تو وہ باخبر تھا لیکن شدت طوفان بھی دیکھ رہا تھا اس نے کلام الٰہی کا ورد شروع کر دیا۔

طوفان تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا موت کے خوف سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں آنکھیں بند کئے وہ مسلسل آدھ گھنٹہ بیٹھا رہا۔ پھر طوفان کا زور ٹوٹا پھر بالکل ہی ختم ہو گیا۔ سب کچھ پرسکون تھا اس نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا تو حیرت سے اس کا منہ پھٹے کا پھٹا رہ گیا کیونکہ ریگستان میں اب کچھ بھی نہ تھا اس نے شکر کے طور پر خدا کے حضور سجدہ کیا۔

اس نے اپنے دل کو مضبوط کیا کیونکہ اب وہ جان چکا تھا کہ اسے اس جیسے کئی اور خطرناک اور خوف ناک مراحل سے گزرنا ہے، اس نے خدا کا نام لے کر ایک طرف چلنا شروع کر دیا، کلام الٰہی کا ورد اب بھی اس کی زبان پر جاری تھا اب وہ کسی بھی نئی آنے والی مصیبت کا سامنا کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔

☆......☆......☆

عبداللہ پیشے کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر تھا اس کے والدین ایک کار ایکسیڈنٹ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تھے اب وہ اس دنیا میں اکیلا تھا جائیداد کے نام پر اس کے پاس صرف ایک گھر تھا۔ جس میں ایک بیڈ روم، اسٹڈی روم کچن اور باتھ روم تھا اس کی تنخواہ معقول تھی اس کی زندگی انتہائی سادہ مگر پرامن تھی وہ بہت خوش گوار زندگی بسر کر رہا تھا۔

لیکن پچھلے کئی دنوں سے وہ پریشان تھا پریشانی کی وجہ اسے مسلسل دکھائی دینے والا ایک خواب تھا۔

خواب میں وہ خود کو ایک ویران حویلی میں دیکھتا جو کہ ایک قدیم کھنڈر کا تصور پیش کرتی تھی اس حویلی میں جگہ جگہ خاردار جھاڑیاں سوکھے درخت خشک گھاس نے اپنا تسلط جمایا ہوا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ حویلی صدیوں سے ویران پڑی ہو۔

پھر یکا یک اسے ایک کونے سے کسی کے سسکنے کی آواز سنائی دی آواز کرب و اذیت میں ڈوبی ہوئی تھی ایسے لگتا تھا جیسے اسے سخت اذیت دی جا رہی ہو۔

اسی آواز کے تعاقب میں وہ حویلی کے ایک کمرے میں پہنچ گیا کمرے کی حالت انتہائی بوسیدہ تھی۔ جگہ جگہ مکڑیوں کے جالے اور پورا کمرہ مٹی میں اٹا ہوا تھا،

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کمرے کے آخر میں اسے ایک لڑکی دکھائی دی جو کہ زنجیروں میں جکڑی کراہ رہی تھی اس کا سر نیچے کو جھکا ہوا تھا۔ اس کے بکھرے بالوں نے اس کے چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔

"آپ کون ہیں اور یہاں کیا کررہی ہیں اور آپ کو یہاں قید کس نے کیا جبکہ حویلی میں کوئی بھی نہیں ہے؟" اس نے خوف سے کانپتی آواز میں لڑکی سے سوال کیا۔

آواز سن کر لڑکی نے اپنا سر اوپر کو اٹھایا تو عبداللہ حیران نظروں سے دیکھتا رہ گیا، اس کا چہرہ انتہائی خوبصورت تھا اس کے ہونٹ باریک اور آنکھیں نیلی تھیں لیکن تکلیف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اس کی خوبصورتی کو چھپانے کی کوشش کررہے تھے۔

"میرا نام شہلا ہے اور مجھے یہاں ایک جادوگر نے قید کیا ہے وہ بہت ظالم ہے اس نے میرے والدین کو میری آنکھوں کے سامنے مارڈالا، اور مجھے یہاں قید کردیا وہ روزانہ مجھے اذیت اور تکلیف دیتا ہے آپ پلیز! مجھے اس قید سے آزاد کروادیں۔ اور مجھے اس ظالم درندے سے بچالیں وہ مجھے مارڈالے گا۔" یہ بولتے ہی لڑکی زاروقطار رونے لگی اور ساتھ ہی ساتھ التجا بھی کرتی جارہی تھی آنسو اس کی آنکھوں سے مسلسل پانی کی طرح بہہ رہے تھے۔

شہلا کی اذیت ناک داستان سن کر عبداللہ کو اس پر بہت ترس آیا۔

"آپ فکر نہ کریں شہلا میں آپ کو ضرور اس ظالم جادوگر کی قید سے چھڑاؤں گا مجھ پر بھروسہ رکھیں، میں آپ کو ان زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہے ہیں یہ زنجیریں جادوگر کی موت کے بعد ہی کھل سکتی ہیں یہ جادوئی زنجیریں ہیں آپ نہیں جانتے یہ مجھے کتنی اذیت دیتی ہیں۔"

"تو پھر آپ مجھے بتلائیں کہ وہ ظالم کہاں ہے میں اسے ایسی موت ماروں گا کہ مرنے کے بعد بھی اس کی روح تڑپتی رہے گی۔" عبداللہ اس لڑکی کو صحیح طور پر جانتا بھی نہ تھا لیکن اس نے عہد کرلیا کہ وہ اس کی مدد ضرور کرے گا چاہے اس کے لئے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ "آپ مجھے بتلائیں کہ وہ ملے گا کہاں؟" عبداللہ غصے سے پھنکارتے ہوئے لڑکی سے پوچھا۔

"وہ آنے والا ہے۔" اور پھر شہلا کی آواز اس کے حلق میں ہی دب گئی، وہ ٹکٹکی باندھے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا شہلا؟" لیکن وہ تو جیسے سن ہوگئی تھی جب عبداللہ نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو اس کی روح بھی فنا ہوگئی، سامنے ایک بدصورت درندہ نما انسان کھڑا تھا۔ جس کا جسم کپڑوں سے عاری تھا لباس کے نام پر اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ تھا اس کا چہرہ انتہائی سیاہ تھا جیسے جلا ہوا ہو اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ تھیں اس کے پورے جسم پر بال ہی بال تھے اس کے گلے میں بڑی بڑی موتیوں کی مالا تھی اور مالا کے درمیان میں ایک بہت چھوٹی انسانی کھوپڑی تھی۔

"تو مارے گا مجھے؟ کل کا بالک، میرا مقابلہ کرے گا ہاہاہا۔" اس کے منہ سے قہقہے بلند ہونے لگے پھر وہ خاموش ہوا اور بولا۔ "میرا مقابلہ تو تو بعد میں کرنا پہلے میرے اس چھوٹے سے وار کا مقابلہ کر۔" پھر اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر عبداللہ کی طرف پھونکا تو عبداللہ کو اپنے جسم میں انگارے پھیلتے محسوس ہوئے، اس کا جسم آگ کی تپش سے جیسے گرم ہوگیا اور جسم پر آبلے پڑنے لگے۔ عبداللہ تکلیف سے چلانے لگا کہ پھر چیخ مار کر اٹھ بیٹھا وہ اپنے کمرے میں ہی تھا، مطلب وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر خوف سے پسینہ تھا اس نے گھڑی کی طرف نگاہ دوڑائی تو رات کے چار بج رہے تھے اس نے پاس پڑے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور پھر غٹاغٹ پینے لگا، پانی پی کر اس نے اپنا سانس بحال کیا پھر خواب کے متعلق سوچنے لگا اب بھی خوف اس کے چہرے پر عیاں تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کئی دن تو ان خوابوں کو اگنور کرتا رہا لیکن جب یہ خواب متواتر نظر آنے لگے تو اس نے اس کا ذکر ایک بہت پہنچے ہوئے بزرگ سے کیا اور انہیں ساری تفصیل بتادی پھر وہ بزرگ کے جواب کا انتظار کرنے لگا، شاہ صاحب اس کی داستان سن کر کچھ لمحے سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے پھر گویا ہوئے۔

"تمہارے خواب سچ ہیں یا جھوٹ اس بارے میں فی الحال تو میں کچھ نہیں بتا سکتا، تم ایسا کرو کے دو دن بعد آنا، تب میں تمہیں اس کے متعلق انشاء اللہ تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے شاہ صاحب میں دو دن بعد آ جاؤں گا۔" پھر شاہ صاحب سے مصافحہ کرنے کے بعد آستانہ سے نکل آیا۔

دو دن عبداللہ نے جیسے تیسے کرکے گزارے اور پھر آفس سے چھٹی کرکے بزرگ کے آستانے کی طرف پہنچ گیا۔ آؤ آؤ عبداللہ میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔" عبداللہ کی طرف دیکھ کر شاہ صاحب خوشی سے بولے۔

"شاہ صاحب کچھ پتا چلا میرے خواب کے بارے میں۔" عبداللہ نے بے چینی سے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں میں دو دن مسلسل استخارہ کرتا رہا، رات ہی مجھے اس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم ہوئی ہے۔" شاہ صاحب بولے۔

"اب میری بات ذرا دھیان سے سنو۔

" اور عبداللہ ہمہ تن گوش ہوگیا۔

"تمہیں دکھائی دینے والے خواب بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی ہیں اور خواب میں دکھائی دینے والی اس لڑکی کا نام واقعی شہلا ہے، اس وقت وہ بہت ہی زیادہ مصیبت میں ہے ایک انسان ہونے کے ناطے تمہیں اسکی مدد کرنی چاہئے، اس لڑکی نے مدد کے لئے تمہیں پکارا ہے اس لئے تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی، کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟" شاہ صاحب سوالیہ نظروں سے عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"ٹھیک ہے شاہ صاحب اگر آپ کی خواہش ہے تو میں اسے بچانے ضرور جاؤں گا۔" عبداللہ نے حامی بھرتے ہوئے بولا۔

"شاباش بیٹا۔" شاہ صاحب بولے۔

"بیٹا تمہیں اس ظالم جادوگر کو مارنے اور اس مظلوم لڑکی کو بچانے کے لئے کچھ ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی جو تمہیں میں دوں گا جو کہ تمہاری بہت مدد کریں گے۔"

شاہ صاحب نے اسے ایک تلوار، ایک ٹوپی اور ایک تعویز دیا پھر بولے۔" یہ چیزیں جو کہ میں تمہیں دے رہا ہوں میں نے بہت ہی محنت سے حاصل کی ہیں میں اسے کبھی کسی کو نہیں دیتا مگر جب تم حق اور باطل کی لڑائی لڑنے جارہے ہو تو مجھے مجبوراً تمہیں دینا پڑ رہی ہیں۔

یہ تلوار جو میں نے تمہیں دی ہے کوئی عام تلوار نہیں بلکہ طلسمی تلوار ہے جس میں بے پناہ طاقتیں ہیں اس تلوار سے تم اس جادوگر اور اسکے چیلوں کا خاتمہ کرنا اور اس ٹوپی کو پہن کر تم ہر ایک کی نظروں سے اوجھل ہوسکتے ہو لیکن اس کا استعمال اس وقت کرنا جب تمہارا اس ظالم سے آمنا سامنا ہو کیونکہ اسے اتنی شکتی مل گئی ہے اور اس شکتی کے ذریعے وہ ہر چیز کو جلا کر فنا کرسکتا ہے لیکن جب تم غائبانہ طور پر اس کے سامنے جاؤ گے تو وہ تمہیں نہیں دیکھ سکے گا پھر تم اس کا آسانی سے خاتمہ کرسکتے ہو۔

اور یہ تعویز تمہیں اس کے ہر وار سے بچائے گا، بیٹا تم اپنی تیاری کرلو اور جلدی سے اس مشن پر چلے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ظالم اس لڑکی کو مار کر امر ہوجائے۔"

شاہ صاحب نے عبداللہ کو تفصیل سے آگاہ کیا۔

عبداللہ کچھ دیر تک شاہ صاحب کی ہدایت کو سنتا رہا۔

پھر شاہ صاحب سے اجازت لے کر گھر واپس چلا آیا کیونکہ اسے کچھ تیاری بھی کرنی تھی۔

دو دن تک اس نے بہت سوچ بچار کی پھر دو دن

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بعد شاہ صاحب کے آستانے پر چلا گیا، آج شاہ صاحب کے پاس ان کے کچھ مرید بھی بیٹھے ہوئے تھے لیکن جیسے ہی شاہ صاحب کی نظر عبداللہ پر پڑی تو انہوں نے سب مریدوں کو چلے جانے کا حکم دیا اور عبداللہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

''تو بیٹا! کیا تم اب اس نیک کام کرنے کے خواہش مند ہو۔؟

''جی شاہ صاحب۔''

عبداللہ کا حوصلہ دیکھ کر شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور اسے گلے سے لگاتے ہوئے بولے۔''بیٹا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا ہر مشکل وقت میں میں تمہارے ساتھ رہوں گا میں تمہیں جادو کی صحرا تک پہنچادوں گا اس صحرا میں اس کا امتحان ہے اس سے آگے تمہیں پیدل چلنا ہوگا تاہم میں تمہاری وقتاً فوقتاً رہنمائی کرتا رہوں گا۔''

پھر شاہ صاحب نے اسے اپنی آنکھیں بند کرنے کے لئے کہا، حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عبداللہ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو اسے ایک جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے پاؤں زمین سے جدا ہو گئے۔

کچھ دیر وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر شاہ صاحب کی دوبارہ آواز سنائی دی۔''اپنی آنکھیں کھول دو بیٹا۔'' یہ سنتے ہی عبداللہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ایک حیرت انگیز منظر اس کا منتظر تھا۔

☆......☆......☆

غار میں جادوگر غصے سے چکر کاٹ رہا تھا اس کے بھیجے ہوئے خاص بیر جینو نے اسے خبر دی تھی کہ ایک نوجوان اس کو ختم کرنے اور اس کا جاپ ناکام کرنے کی نیت سے آیا ہوا ہے اور اس کے پاس نورانی طاقتیں بھی ہیں۔

جادوگر کا جاپ پورا ہونے میں صرف تین دن باقی تھے اس نے انتالیس مردوں کی بلی ڈشٹ دیوتا کے چرنوں میں دے دی تھی اور اس کو صرف آخری لڑکی کو قتل کرکے اس کا خون دیوتا کے چرنوں میں ڈالنا تھا اور خود بھی پینا تھا اور وہ مطلوب لڑکی اس کی قید میں تھی لیکن اسے صرف اماوس کی رات کا انتظار تھا کیونکہ یہ بلی اسے اسی رات دینی تھی، اسے اپنی کامیابی نظر آنے لگی تھی لیکن اب......

بوڑھا کچھ زیادہ ہی طیش میں تھا پھر وہ آلتی پالتی مار کر بت کے سامنے بیٹھ گیا اور منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ایک طرف پھونک ماری تو دیکھتے ہی دیکھتے سامنے سے گاڑھا گاڑھا دھواں اٹھنے لگا پھر اس دھوئیں نے ایک کریہہ شکل اختیار کرلی وہ بہت ہی بھیانک شکل کوئی عفریت لگ رہا تھا آواز سنائی دی۔''مہاراج آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔اپنی اچھا بتائیں۔''

بوڑھے جادوگر کے حکم دینے کی دیر تھی کہ وہ عفریت نما شخص وہاں سے ایسے غائب ہوگیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

بوڑھے کا غصہ اب آسمان سے باتیں کررہا تھا ایسا نہیں تھا کہ وہ عبداللہ سے کمزور تھا بلکہ اپنے شیطان آقا کی لگائی گئی شرط کی وجہ سے وہ مجبور تھا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا وہ کسی بھی صورت میں عبداللہ کو نہیں مار سکتا تھا جو کہ اس سے مقابلہ کرنے آیا تھا کیونکہ اس صورت میں اس کی ساری شکتیاں چھن جاتیں اور ایسا وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا اس لئے اپنے بیر بھیج کر اسے ختم کروانا چاہتا تھا۔

☆......☆......☆

عبداللہ آگے بڑھتا رہا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا صحرا میں اب بھی گرمی زوروں پر تھی۔ پسینہ اس کے سر سے نکل کر ایڑی تک پہنچ رہا تھا۔ مارے پیاس کے اس کا برا حال تھا کہ یکایک وہ ٹھٹک کر رہ گیا اسے سامنے اپنی طرف ہوا کا بگولہ آتا دکھائی دیا بگولہ اس کی طرف تیزی سے آیا کہ اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا، جیسے ہی بگولہ عبداللہ سے ٹکرایا عبداللہ تو کسی فٹ بال کی طرح اچھلتا ہوا دور جاگرا پھر وہ جیسے ہی سنبھل کر اٹھا تو اپنے سامنے ایک عفریت کو دیکھ کر کپکپاہٹ کا شکار ہوگیا اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

عفریت کی جسامت عام آدمیوں کے مقابلے میں کئی گنا بڑی تھی اس سے پہلے کہ وہ اسے دیکھ کر بے ہوش ہوتا اسے ایک مانوس سی آواز سنائی دی اس آواز کو سنتے ہی عبداللہ پہچان گیا کیونکہ وہ آواز کسی اور کی نہیں بلکہ نیک دل بزرگ کی تھی، جن کے کہنے پر وہ یہاں تک آیا تھا۔

''بیٹا اس خبیث سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اپنی تلوار پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کرو اور پھر اس ظالم کی طرف کردو۔''

بجلی کی سی تیزی سے عبداللہ نے بزرگ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے آیت الکرسی پڑھی اور پھر تلوار پر پھونک مار کے تلوار کا رخ اس کریہہ شکل عفریت کی طرف کردیا تو تلوار سے ایک تیز روشنی نکلی جو کہ سامنے کھڑے اس عفریت سے ٹکرائی، بس روشنی کے ٹکرانے کی دیر تھی کہ عفریت کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، جلد ہی وہ جل کر خاکستر ہوگیا۔ اس مصیبت کے ٹلنے پر عبداللہ نے اللہ کا شکر ادا کیا ان بزرگ کا بھی جنہوں نے اس کی مدد کی تھی۔

پھر بزرگ نے اسے حکم دیا کہ ''وہ اپنی آنکھیں بند کرلے۔'' تو اس نے ایسا ہی کیا۔

تھوڑی دیر بعد بزرگ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''بیٹا اب تم اپنی آنکھیں کھول سکتے ہو۔''

عبداللہ نے اپنی آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک جنگل میں پایا جہاں ہر طرف ہریالی اور پھلوں کے درخت تھے بھوک تو اسے پہلے ہی زوروں کی لگی تھی اس لئے درختوں سے پھل توڑ کر کھانے لگا جب جی بھر کے کھالیا تو ساتھ بہتے ایک چشمے سے پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

پھر اس کے سامنے بزرگ ظاہر ہوئے تو وہ خوشی سے دوڑ کر ان کے گلے لگ گیا۔

بزرگ مسکرائے اور اس کی ثابت قدمی اور حوصلہ بلند رکھنے کی تلقین کی پھر بولے۔ ''بیٹا تمہیں آج رات کو ہی اس جادوگر کو مارنا ہے کیونکہ اماوس کی رات آج ہے اور آج ہی وہ اس لڑکی کی بلی دے گا۔ اس سے پہلے تمہیں اس کو ختم کرنا ہے ایک بات کا اور خیال رکھنا جب تمہارا اس سے سامنا ہو تو اس وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینا انشاء اللہ جیت تمہاری ہوگی اب تم سامنے کی طرف چلتے جاؤ تھوڑی دیر بعد یہ جنگل ختم ہوجائے گا اور تمہیں پہاڑ دکھائی دے گا وہ جادوگر اسی پہاڑ کے غار میں رہتا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی بزرگ غائب ہوگئے۔

عبداللہ جلدی سے بزرگ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا شروع ہوا جلد ہی اسے اپنے سامنے ایک دیوہیکل پہاڑ دکھائی دیا۔

پہاڑ کو کاٹ کر ایک راستہ بنایا گیا تھا اس پر چلتے چلتے وہ غار کے سامنے پہنچ گیا اس نے بسم اللہ پڑھی اور غار میں قدم رکھ دیا کافی دور تک وہ غار میں چلتا رہا غار کے آخری سرے پر ایک مشعل روشن تھی، غار کے وسط میں ایک خوف ناک بت نصب تھا جس کے گلے میں ایک سانپ پھن اٹھائے جھول رہا تھا اس بت کے سامنے ایک بوڑھا اس کی طرف پشت کیے کچھ پڑھنے میں مشغول تھا اس کے سامنے آگ کا ایک چھوٹا الاؤ روشن تھا۔

پھر جیسے ہی اس بوڑھے نے عبداللہ کی طرف دیکھا تو عبداللہ کو اپنی روح جسم کا ساتھ چھوڑتی محسوس ہوئی اس بوڑھے کا چہرہ انتہائی کریہہ اور سیاہ تھا، آنکھیں پوری طرح سرخ تھیں جیسے انگارے ہوں، اس کے گلے میں ایک چھوٹی کھوپڑیوں اور بڑی موتیوں کی مالا تھی اس کا پورا جسم بالوں سے ڈھکا ہوا تھا یہ وہی بوڑھا تھا جو کہ اسے خوابوں میں نظر آیا تھا، اس نے عبداللہ کو دیکھتے ہی فلک شگاف قہقہہ لگایا جس سے غار کے در و دیوار جیسے لرزنے لگے۔

''بالک تو نے یہاں آکر بہت بڑی غلطی کردی اب تو یہاں سے زندہ بچ کر واپس نہیں جاسکتا تیری لاش یہاں درندے نوچیں گے۔''

اب عبداللہ بھی سنبھل چکا تھا اس نے خوف زدہ ہونے کے بجائے دلیری سے کہا۔

''ظالم جادوگر تو نے نہ جانے کتنے معصوم

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

زندگیوں کو نیست و نابود کیا کتنے بچوں کو یتیم کیا لیکن آج میں تجھے ختم کر کے ان معصوم لوگوں کا بدلہ لوں گا۔"

"توکل کا بالک مجھے ختم کرے گا، بچے تجھے ایسی موت ماروں گا کہ تیری روح تڑپ جائے گی۔" پھر اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر عبداللہ کی طرف پھونک ماری تو آگ کا ایک بڑا سا گولہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

عبداللہ نے جلدی سے بزرگ کی دی ہوئی ٹوپی پہنی اور غائب ہو کر خود کو اس سے بچایا، وہ گولہ ایک دیوار سے ٹکرایا تو ایسا دھماکہ ہوا جیسے کوئی میزائل پھٹا ہو، جہاں وہ گولہ لگا وہاں سے دیوار یوں پھٹ گئی جیسے وہ مٹی کا گھروندا ہو۔

عبداللہ کو اس طرح غائب ہوتا دیکھ کر بوڑھے کا منہ پھٹنے کا پھٹا رہ گیا اس نے کوئی اور منتر پڑھنے کے لئے لب کھولے تو یوں لگا جیسے وہ سارے منتر بھول گیا ہو۔ بوڑھا جادوگر غلطی کر چکا تھا جس کے لئے اسے دشٹ دیوتا نے روکا تھا، اس نے اپنی شکتی کا استعمال کیا اور نتیجے میں اس کی ساری جادوئی طاقتیں سلب ہو گئیں اب وہ ایک عام انسان رہ گیا تھا۔

عبداللہ نے غائبانہ حالت میں اس کی گردن پر طلسمی تلوار سے ایسا وار کیا کہ اس کی گردن کٹ کر دور جا گری اور اس سے سیاہ خون بہنے لگا پھر اسے آگ لگ گئی، بت، اور سارا غار زمین بوس ہو گیا اب وہاں صرف عبداللہ اور ایک بے ہوش لڑکی تھی۔

یہ لڑکی وہی تھی جو کہ عبداللہ کے خواب میں زنجیروں سے جکڑی ہوئی دکھائی دیتی تھی وہ اس کے قریب آیا پھر اس نے لڑکی کو اپنے بازوؤں میں تھاما کہ اتنے میں بزرگ کی واز سنائی دی تو اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی۔

جب آنکھیں کھولیں تو وہ بزرگ کے آستانے پر تھا لڑکی اب بھی اس کے بازوؤں میں جھول رہی تھی، پھر بزرگ نے لڑکی پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ ہوش میں آ گئی اور خود کو اس اجنبی مقام پر پا کر خوف زدہ ہو گئی۔

لیکن بزرگ نے اسے تسلی دی کہ "اب تم محفوظ جگہ پر ہو اور اس ظالم جادوگر کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اب وہ بالکل آزاد ہے۔"

"کیا سچ میں، میں آزاد ہوں؟" لڑکی نے بے یقینی والے انداز میں بزرگ سے پوچھا تو ہاں میں جواب سن کر اس کی خوشی قابل دید تھی۔

پھر بزرگ نے اس سے پوچھا کہ "تم کو قید کس نے اور کس طرح کیا تھا اور تم رہتی کہاں ہو؟"

بزرگ کے اس سوال پر اس کی آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگیں پھر گویا ہوئی۔ "میری رہائش فلاں جگہ ہے، ایک رات جب میں گہری نیند میں تھی تو مجھے یوں لگا جیسے کوئی مجھے جھنجھوڑ رہا ہے اور میں نے آنکھیں کھولیں تو خوف سے میری گھگھی بندھ گئی میرے سامنے ایک طویل قد عفریت کھڑا تھا جس کے سر پر سینگ اور اس کے منہ سے نکلے دو لمبے نوکیلے دانت صاف ظاہر ہو رہے تھے میرے منہ سے ایک چیخ نکلی جسے سن کر میری امی ابو بھاگے چلے آئے تو وہ عفریت میرے والدین سے بولا۔

"میرے آقا کو یہ لڑکی پسند آ گئی ہے اس لئے میں اسے اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں اگر مجھے کسی نے روکنے کی کوشش کی تو اپنی موت کے خود ذمہ دار ہوں گے۔" پھر اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑنا چاہا تو میرے ابو آگے بڑھے تو اس ظالم نے میری آنکھوں کے سامنے میرے والدین کو مار ڈالا۔" یہ بول کر لڑکی سسک پڑی۔ بزرگ نے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور اسے دعا دی۔

پھر بزرگ نے عبداللہ سے کہا کہ "وہ اس سے شادی کر لے۔" عبداللہ کو بھی وہ لڑکی بہت پسند آئی تھی اس لئے شادی کر لی۔

شادی کے بعد شہلا ایک اچھی بیوی ثابت ہوئی، اس واقعہ کو تین سال کا عرصہ بیت گیا ہے لیکن جب بھی وہ واقعہ یاد آتا ہے تو عبداللہ اور شہلا کانپ اٹھتے ہیں۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

قسمت کا چکر

عبدالحمید ساگر-کندیاں

ایک نوجوان کی حقیقی روداد جو کہ اچانک پلک جھپکتے ہی فرش سے عرش پر پہنچ گیا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا ہوسکتا ہے لگتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں الہ دین کا چراغ آگیا اور پھر پلک جھپکتے ہی......

کہتے ہیں کہ انسان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اس کے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے

صبح کے کوئی آٹھ بجے تھے سڑک پر اکا دکا گاڑیاں رواں دواں تھیں۔ میں قسمت کا مارا ایک ہوٹل میں بیٹھا تھا جسے ہندوستان کے لوگ ڈھابہ اور ہمارے لوگ چھپر ہوٹل کہتے ہیں۔ کراچی میں اس قسم کے ہوٹل بہت ہیں۔ یہ ایک چائے کا ہوٹل تھا بہت سے لوگ یہاں آتے اور چائے پی کے چلے جاتے، پر میری یہاں آنے کی اور ایک کپ چائے پینے کی عادت سی بن گئی تھی اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ یہاں اخبار ڈیلی آتا تھا اور میں اس میں اپنی قسمت تلاش کرتا تھا، میں قسمت سے متعلق کہانیاں اور کالم بھی پڑھتا تھا اور نوکریوں کے اشتہار بھی۔

پچھلے کتنے سالوں سے یہ میرا معمول بن چکا تھا ڈگریاں تو بہت تھیں مگر دل کرتا تھا کہ ان کو آگ لگا دوں ان کی اب میرے سامنے کوئی اہمیت نہیں رہی تھی

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

مگر مجبوری تھی، انسان جب تک مر نہیں جاتا اس کی امید ختم نہیں ہوتی شاید میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی چکر تھا۔

سامنے سڑک پر چلتے ہوئے راہ گیر اور ان کے مختلف بجھے اور روشن روشن چہرے الگ الگ داستان سناتے تھے مجھے ایسا لگتا تھا کہ یہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر شاید یہ میرا وہم تھا کیونکہ یہ میرے نزدیک آتے مگر پھر کچھ کہنے کی بجائے پاس سے گزر جاتے۔

میرے دل میں عجیب عجیب خیال آتے تھے وہ شاید اس لئے کہ میں نے زمانے کے نشیب وفراز دیکھے تھے۔ سنا تھا کہ انسان اپنی قسمت خود بناتا ہے لیکن مجھے اس کہاوت پر شاید یقین نہیں...... ہو بھی کیسے...... میں نے اپنا نصیب چمکانے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے۔

قسمت انسان کے ہاتھوں میں ہو نہیں سکتی یہ تو بنانے والے کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کے بس میں کچھ نہیں ہے وہ کچھ نہیں کرسکتا وہ بالکل بے بس ہے۔

لیکن جب میں یہ جملہ پڑھتا ہوں کہ آدمی اپنی قسمت خود بناتا ہے تو اسے چاہئے کہ محنت کرے تو میرا سر پھٹنے لگتا ہے۔ جی کرتا ہے اس شخص کو گولی ماردوں جس نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ جس نے انسان کو محنت کی طرف گامزن کرنے کی پوری کوشش کی ہے گو کہ محنت کرنا جرم نہیں لیکن پھر یہ بات واضح نہیں کہ کچھ لوگ جو محنت بھی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی انہیں کچھ نہیں ملتا ایسا کیوں؟

اس بات کے لئے کون ذمہ دار ہے میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کی کوئی اہلیت نہیں ہوتی اور وہ ایسے اونچے عہدوں پر بیٹھے ہیں کہ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے ایسے لوگ بھی جو ایک حرف نہیں پڑھے ہوتے یہاں تک کہ اپنا نام نہیں لکھ سکتے اور سرکاری اداروں سے کافی بھاری مقدار میں تنخواہ لیتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی دیکھے جو کافی سمجھ دار، اہل اور قابل ہوتے ہیں لیکن ان کے مقدر شاید ان کے اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ در در کی خاک چھانتے پھریں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن پر قسمت تھوڑی دیر کے لئے مہربان ہوتی ہے اور کچھ پر ہمیشہ کے لئے۔

کچھ کہتے ہیں کہ خدا چھپر پھاڑ کر دیتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ دیتا ہے اور پھر چھین لیتا ہے۔

کچھ لوگ اسے مقدر قسمت، تقدیر اور اس جیسے اور ناموں سے پکارتے ہیں کہ ان کا کھیل ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو آخر کس بات کی سزا ملتی ہے، مجھے آج تک اس بات کی کوئی بھی سمجھ نہیں آئی۔

کچھ عرصہ پہلے ایک فقیر سے سامنا ہوا اس نے کہا "میں جو یہ بھیک مانگ رہا ہوں۔ یہ میری قسمت ہے اور تو بابو والے لباس میں تلاش کر رہا ہے، یہ تیری قسمت ہے میرے پیروں میں جوتیاں بھی نہیں، یہ میری قسمت ہے اور تیرے پیروں میں ہیں پھٹی ہوئیں تو یہ تیری قسمت ہے۔ اس دنیا میں سب اپنی قسمت لے کر آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

ایک اور صاحب تھے، کافی سمجھدار اور بی اے پاس، کسی اخبار میں کام کرتے تھے انہوں نے ایک دن کچھ یوں کہا۔ "اگر ابراہم لنکن کی پچھلی زندگی کا مطالعہ کرو تو وہ ایک لکڑہارے کا بیٹا تھا۔ مگر دیکھو وہ امریکہ کا صدر گزرا ہے۔ کیا اس کی قسمت نے صدر بنایا؟ یا اس کی محنت نے؟ اس لئے یقین رکھو کہ انسان کی قسمت اس کے اپنے ہاتھ میں ہے وہ محنت کرکے اسے تبدیل کرسکتا ہے برے سے اچھی کی طرف اور اگر اچھی ہے تو سستی اور کاہلی سے بری بنا سکتا ہے۔"

کچھ عجیب سی ہلچل تھی کیا یہ پیر، فقیر، جادوگر ہماری قسمت تبدیل کرسکتے ہیں کیا دنیا میں کوئی ایسا ذات موجود ہے جو میری قسمت بدل دے کچھ لوگوں نے تو یہ بھی مشورہ دیا کہ میاں شادی کرلو تو آپ کی قسمت بدل جائے گی۔ جب ہر ایک انسان کی قسمت الگ ہے تو ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟

کیا ایک انسان دوسرے کی قسمت بدل سکتا ہے۔ اس میں اتنی طاقت ہے؟ مجھے یہ بات کبھی سمجھ نہیں آئی تھی اور قسمت سے متعلق کوئی بھی بات نہیں اور شاید کبھی آئے بھی نہ...... کب چائے ختم ہوگئی تھی اور کب

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میں یہاں پہنچا کچھ خبر نہیں۔

اس وقت مجھے صرف گھنٹی کا انتظار تھا کہ یہ کب بجتی ہے...... یہ تھی تو عام الیکٹرک گھنٹی...... لیکن اسے آپ میری قسمت کی گھنٹی بھی کہہ سکتے ہیں جس کا مجھے پچھلے 5 گھنٹوں سے انتظار تھا۔ آخر کار یہ بج گئی اس سیکریٹری نے مجھے مسکرا کر دیکھا اور آنکھوں سے ایک قیامت خیز انداز میں دروازے کی جانب اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ میں انٹرویو کے لئے اندر جاسکتا ہوں۔

میں اٹھا اور جب اس قیامت کے قریب پہنچا تو اسے گلا کھنکار کر شکریہ کہا جس کا اس نے انگریزی میں جواب دیا ''یو ویلکم جناب۔''

میں اندر داخل ہوا اور بغیر پوچھے ہی ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ سامنے بیٹھنے والی لڑکی ...... نہیں ،انہیں میں خاتون کہوں گا کیونکہ یہ اس عمر سے نکل چکی تھیں ،جنہیں ہم لڑکی کہتے ہیں۔ ان کے بال سیاہ، شکل قلمی آم کی طرح لمبی اور کسی حد تک چوڑی بھی تھی رنگ سانولا اور اس کے ہاتھوں میں پرانے زمانے کے کنگن ظاہر کررہے تھے کہ یہ خاتون کلاسیکل دور کی ہیں۔

''مسٹر آپ کا مکمل نام۔'' اس نے میرے بیٹھتے ہی سوال کیا۔

''جی آپ کے پاس جو میری فائل پڑی ہے جس پر میں نے ڈاک خرچ سمیت پورے دو سو روپے خرچ کئے ہیں اس میں میرا نام اور میرے متعلق تمام معلومات درج ہیں اس کو پڑھ لینے سے آپکا اور میرا اہم دونوں کا ٹائم بچے گا۔'' میں نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا اور گلا صاف کرکے کہا۔ ''لیکن بدقسمتی سے آپ لوگ ہماری فائلیں بھی مانگ لیتے ہیں کوئی فائل ادھوری ہو آپ لوگ قبول بھی نہیں کرتے لیکن خود اتنی زحمت نہیں کرتے کہ اسے امیدوار کے آنے سے پہلے پڑھ لیں۔''

اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا۔ ''مجھے امید تھی کہ وہ اگلے لمحے کے لئے مجھے دفع ہونے کے لئے کہہ گی اس لئے میں پہلے سے اپنی سیٹ سے اٹھ گیا۔

لیکن اس نے اگلے ہی لمحے ریوالونگ چیئر کو گھمایا اور مسکرا کر کہا۔ ''آپ اٹھ کیوں گئے؟''

''اس لئے کہ اب مجھے کوئی امید نہیں کہ یہاں میری دال گلے گی۔''

''اگر دال گل جائے تو......اس نے ایک بار پھر مسکرا کر کہا۔ میں کچھ عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔

''لگتا ہے آپ پہلے بہت انٹرویو دے چکے ہیں۔'' اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''جی کچھ ایسا ہی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''جناب آپ کا الزام بالکل درست ہے کہ ہم لوگ آپ لوگوں کی فائل بالکل نہیں پڑھتے اور سوال کرنے شروع ہوجاتے ہیں لیکن اگر آج میں اس بات کا ازالہ کردوں تو آپ کو اپنا الزام واپس لینا ہوگا۔'

''جی......'' میرے منہ سے بمشکل نکلا۔

''مطلب کہ آپ اپنی نوکری پکی سمجھیں اور اپنا الزام واپس لیں۔'' اس نے مجھے دیکھا۔ عجیب سی نظر تھی اس کی جیسے جگر کے پار ہوتی ہوئی محسوس ہورہی تھی میرے چہرے پر عجیب سی رونق آگئی تھی۔

اس نے ایک بار پھر مجھ پر نظر ڈالی اور اپنا بلیک چشمہ اتارتے ہوئے کہا۔ ''لیکن آپ کو میں نے وہ اپائنٹمنٹ نہیں دی جس کے لئے آپ یہاں آئے تھے۔''

''تو......؟'' میرے منہ سے بمشکل نکلا۔

''ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو اپنی کمپنی کا چوکیدار رکھوں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک کلرک، یا ہیڈ کلرک مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو مالک بنادوں، بہر حال زیادہ سوچئے مت، آپ کل آجایئے گا آپ کو مسٹر ہمدانی کام سمجھادیں گے اور پریشان نہ ہوں آپ کی تنخواہ آپ کی توقعات سے زیادہ ہوگی۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے کہا۔ ''مسٹر۔'' اب تو اپنا نام بتادو خود ہی پلیز۔''

''جی مجھے رحمان علی بیگ کہتے ہیں۔''

''او کے رحمان صاحب آپ جایئے آپ کل آیئے گا۔'' اس نے کہا اور میں وہاں سے چلتا بنا۔

اس دن میں نے اپنا باقی کا وقت ساحل سمندر پہ گزارا اور اس ہوا کو ڈھونڈنے کی کوشش کی جو میرا ابھی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نصیب تبدیل کردے جو میرے ستاروں کو گردش سے نکال دے۔ کچھ ہوش آیا تو اپنی بہن ماروی کا خیال آیا۔ جلدی سے بازار کی جانب رخ کیا اور ایک سرخ رنگ کی چادر خریدی اور ساتھ ہی ایک مٹھائی کا ڈبہ اور شام میں گھر پہنچا...... ماروی بہت خوش تھی کیونکہ اسے اپنی پڑھائی مکمل ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

مسٹر ہمدانی ایک ادھیڑ عمر آدمی تھے۔ اور انہوں نے مجھے کام بہت جلد سمجھا دیا۔ میرا کام اتنا مشکل نہیں تھا مجھے ان خاتون کے ساتھ منیجر مقرر کیا گیا تھا میرا کام ان کی میٹنگ ان کے دوسرے دفتر کے کام سے متعلق تھا۔ بالکل اس طرح جیسے ایک پرسنل اسسٹنٹ کا ہوتا ہے ان کا نام پوچھنے پر ہمدانی صاحب نے کہا انہیں نہیں معلوم کیونکہ انہیں بھی ایک مہینہ ہی ہوا ہے اور وہ صرف انہیں میڈم کہتے ہیں سنا ہے کہ میڈم کا بیرونی ملک بھی کاروبار ہے اور یہاں تو ان کا یہ سب آفس تھا۔

تقریباً گیارہ بجے ایک کالی کرولا رکی اور میڈم باہر آئیں ایک ملازم ان کا لیپ ٹاپ والا بیگ لے کر آفس کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ کچھ دیر میں ان کے آفس میں تھا" رحمان صاحب امید ہے کہ آپ کو کام سمجھ آ گیا ہوگا۔ آپ میرے منیجر ہیں اور کمپنی کے کافی ذمہ داری کے کام بھی کرنے ہوں گے آپ پریشان نہ ہونا آپ کو جہاں بھی سمجھ نہ آئے مجھے بتائیے گا ہم اسے مل کر حل کریں گے۔" میڈم نے مسکرا کر اپنائیت بھرے لہجے میں کہا۔

"میڈم میں نے تو کمپیوٹر آپریٹر کی پوسٹ کے لئے اپلائی کیا تھا مگر اتنی بڑی ذمہ داری، مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اسے میں نبھا بھی سکوں گا یا نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں نبھا سکتے......" اس نے کہا اور پھر خود ہی بولی۔" میں نے کہا ناں کہ جہاں بھی پرابلم پیش آئے تو مجھے بتانا، میں کس لئے ہوں اور ایک اور بات بھی منیجری میں آپ کو کمپیوٹر پر کام کرنے کا پورا موقع ملے گا پریشان نہ ہونا......" اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا، بالکل ایسے جیسے فلموں اور کہانیوں میں ہوتا ہے وہ دن بدن میرے قریب آنے لگی تھی اپنی ہر بات مجھے بتانا ضروری سمجھنے لگی تھی اور میری ہر بات کو زبردستی پوچھتا میرے بغیر کھانا، کھانا اس نے چھوڑ دیا تھا کئی دفع جب میں دیر تک کام کرتا تو مجھے زبردستی کام سے چھٹی کا کہتی وہ مجھ پر اپنا حق جتانے لگی تھی۔ لیکن میں نے کبھی اس کا جواب ایسے نہیں دیا جیسے وہ چاہتی تھی کمپنی کے دوسرے ملازمین میری عزت کرنے لگے تھے اور مجھ سے اپنے مسائل شیئر کرتے تھے۔

میری زندگی بالکل تبدیل ہوگئی تھی کبھی کبھی تو میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت شخص تصور کرنے لگتا تھا کہاں وہ پرانی کچی گلیاں اور کہاں ایک وی آئی پی بنگلہ اور یہ اے سی والا دفتر، یہ سب قسمت کا کھیل تھا۔ اور میری قسمت تبدیل کرنے میں سونیا میڈم کا بہت ہاتھ تھا۔ اس کی وجہ سے تو تھا سب کچھ۔

خیر میں نے سارا کام سمجھ لیا تھا میرا کام ایک طرح سے میڈم سونیا کو اسسٹ کرنا تھا ایک دن سونیا اپنے شیشے کے دفتر میں کھڑی نیچے سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی کہ میرے آنے پر پیچھے مڑی اور کہا۔" رحمان ایک بات کہوں۔"

"جی......" میں نے کہا۔" تمہیں میرے ساتھ شنگا کو جانا ہوگا کل شام کی فلائٹ ہے۔"

"جی۔" میں نے بمشکل کہا۔

"ہاں بہت ایمرجنسی میٹنگ ہے اگر ہم نہیں گئے تو کمپنی کا کروڑوں کا نقصان ہو جائے گا کیونکہ مخالف کمپنی کو یہ ٹینڈر مل جائے گا مجھے ہر حال میں یہ ٹینڈر حاصل کرنا ہے۔"

"میڈم وہ تو ٹھیک ہے پر میری ایک بہن ہے وہ گھر میں اکیلی۔ میرا تو اور کوئی قابل بھروسہ ہے بھی نہیں جس کے پاس چھوڑ جاؤں اسے؟"

اس طرح میری بہن کی بات چھڑ گئی تو اس کی تعلیم کا تذکرہ بھی سامنے آیا اور طے یہ پایا کہ اسے شہر کی یونیورسٹی میں بھیج دیا جائے گا اور تمام خرچ میڈم سونیا برداشت کریں گی اب تو میرا جانا ضروری ہو گیا تھا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

شام میں ماروی کو سب کچھ سمجھایا وہ یونیورسٹی کا سن کر بہت خوش ہوئی اور رضا مند ہوگئی۔ یہ ٹائم مجھے یاد آئے گا شاید میں جو کبھی جہاز کو نیچے سے اڑتا ہوا بچپن میں دیکھتا تھا آج میڈم سونیا کی وجہ سے اس میں سوار تھا۔

ہم نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا اور صبح میٹنگ اٹینڈ کی جو کہ ایک اور ہوٹل میں تھی اس شام کو سونیا بہت خوش تھی کیونکہ اسے ٹینڈر مل گیا تھا اس نے مجھے کہا "رحمان صاحب آج میں بہت خوش ہوں۔"

"جی میڈم۔" میں نے کہا تو وہ مسکرائی اور کہا "اگر آئندہ تم نے مجھے میڈم کہا تو اچھا نہیں ہوگا میرے خیال میں اب ہمارے بیچ اتنی قربت آگئی ہے کہ تم مجھے سونیا اور میں تمہیں رحمان کہہ سکوں۔"

اس سے پہلے بھی اس نے ایسا کئی بار کہا تھا لیکن میں نے توجہ نہیں دی اور آج تو اس نے حد ہی کردی۔ "کیا تم مجھ سے شادی کروگے؟ اس نے پوچھا اسکے سیاہ گھنیرے بال ساحل سمندر کی ہوا سے لہرا رہے تھے اور بلیک چشمہ پہنے وہ قیامت لگ رہی تھی۔

"جی۔" میں نے حیرانیت سے کہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"یار سمجھنے کی اس میں کیا بات ہے میں نے کوئی الجبرے کی زبان استعمال کی ہے؟ سیدھا تو کہا ہے کہ مجھ سے شادی کروگے؟"

"آپ مزاق کررہی ہیں؟"

وہ مسکرائی "یار پہلے کبھی ایسا مذاق کیا ہے.....؟" میری خاموشی پر اس نے خود ہی کہا "میں تمہیں تین دن کا وقت دیتی ہوں اگر تمہارا جواب ہاں میں ہوا تو ہم شادی کرلیں گے اور اگر نہ میں ہوا تو یقین کرو کہ ہمارے تعلقات اسی طرح رہیں گے بلکہ اس سے بھی اچھے ہوں گے تم کسی بھی پریشر میں رہ کر فیصلہ نہ کرنا، یہ ہماری زندگی کا مسئلہ ہے۔"

"تین دن گزر گئے اور کب ہماری شادی ہوگئی پتہ بھی نہیں چلا۔ میں بہت خوش تھا میری بہن کی تعلیم بھی اسٹارٹ ہوگئی تھی اور مجھے ایک خوبصورت اور مال دار بیوی بھی مل گئی تھی سونیا واقعی ایک اچھی بیوی ثابت ہوئی اور اس نے سب کچھ میرے نام کر کے خود گھر سنبھال لیا کبھی کبھی دفتر آتی، میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھنے لگا تھا، میں کیا میرے تمام بیکار دوست اور یہ دنیا...... یہ ظالم دنیا جو نہ کسی کو بستا دیکھ سکتی ہے اور نہ برباد۔

یہ ایک سہانی شام تھی جب مجھے گھر سے نوکرانی کا فون آیا اور کہا کہ "جلدی پہنچیں سونیا میڈم گر کر بے ہوش ہوگئی ہیں۔"

کچھ لمحوں میں، میں شہر کے مہنگے اسپتال میں گھوم رہا تھا جب ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر نکلا اس کا منہ لٹکا ہوا تھا۔ "مسٹر رحمان آپ ہیں۔" اس نے کہا۔

"جی۔"

"آپ کی بیوی کو کینسر ہے وہ بھی آخری اسٹیج پر..... آپ حوصلہ رکھیں پر یہ چند دن کی مہمان ہیں۔ چاہے آپ بیرون ملک کیوں نہ لے جائیں ایک ہی جواب ملے گا۔"

"میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا شاید یا گر گیا تھا بلکہ مجھے کچھ اندازہ نہیں ہورہا تھا کہ ڈاکٹر نے کیا کہا ہے۔ اس رات سونیا اور میں ایک دوسرے کے گلے لگ کے بہت روئے اسے بھی شاید ڈاکٹر یا کسی اور کی زبانی معلوم ہوگیا تھا اور اس نے ایک اور انکشاف کیا جو مجھے کافی عجیب لگا۔

اس نے کہا۔ "مجھے پہلے سے علم تھا یہ موذی مرض مجھے پہلے بھی تھا مگر کافی حد تک علاج نے اسے خاموش کردیا تھا۔"

اور اصل بات یہ تھی کہ اس نے مجھ سے یہ بات چھپائی کیوں؟

اس کا اس نے جواب دیا کہ۔ "وہ زندگی کے کچھ پل میرے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ اس لئے حقیقت مجھے نہیں بتائی اس کے مطابق میں پہلی ملاقات ہی میں اس کے دل میں اتر گیا تھا اور اگر وہ مجھے بتاتی تو شاید میں نوکری چھوڑ کر چلا جاتا اور اسے قبول نہ کرتا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا پھر اس نے ایک اور بات بتائی جسے سن کر مجھے کئی جھٹکے لگے اس نے کہا۔ ''رحمان میری ایک پاگل بہن بھی ہے جو کہ شکاگو کے ایک مہنگے ترین اسپتال میں زیر علاج ہے میں نے یہ حقیقت تم سے پہلے تو چھپالی اور پھر سوچا کہ موقع ملتے ہی بتادوں گی اور آج زندگی نے موقع دیا بھی تو کس حال میں؟ میں نے تمام جائیداد تمہارے نام کردی ہے میری بہن بالکل پاگل ہے وہ جائیداد سنبھالنے کی پوزیشن میں نہیں اور نہ ہی شاید کبھی اس کے لئے تم بے غم رہو اس کے لئے میں نے صرف شکاگو کے کچھ شیئرز رکھے ہیں۔ اس لئے تم اس سے متعلق کوئی فکر نہ کرنا اور ہو سکے تو مجھے معاف کردینا۔ میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔''

میں اس کے گلے لگ کر خوب رویا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

میری قسمت مجھے کس سمت لے جارہی ہے میری زندگی کی کشتی ہچکولے لے رہی تھی نہ جانے اسے ڈوبنا تھا یا اسی طرح ہچکولے لیتے تھے منزل تک پہنچنا تھا۔ وہ شاید سونیا کا کوئی تھا اس کے جاننے والے اکا دکا مہمان تھے جو میرے ساتھ ہمدردی جتانے کی کوشش کررہے تھے۔

اتنے میں ایک کالا کوٹ پہنے آدمی آیا جو شکل سے وکیل لگتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''مجھے ایڈووکیٹ احمد شیرازی کہتے ہیں میں مسٹر آفریدی کا وکیل ہوں۔ میں نے کچھ بات کرنی ہے آپ سے میڈم سونیا کی بہن کرن کے بارے میں۔ ان کے شوہر مسٹر آفریدی نے آپ کے خلاف کیس کیا ہے کہ آپ نے میڈم سونیا کی بیماری کا فائدہ اٹھا کر ان سے تمام جائیداد ہتھیالی ہے اور قانونی طور پر تمام جائیداد پر حق مسز آفریدی یعنی کرن کا ہے۔''

مجھے جیسے 220 وولٹ کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ یہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ ''جہاں تک مجھے یاد ہے کرن تو پاگل ہے اور قانونی طور پر ایک پاگل جائیداد کیسے سنبھال سکتی ہے۔؟'' میں نے بمشکل کہا۔

''میڈم مکمل طور پر صحت یاب ہیں اور صحت یاب ہوتے ہی انہوں نے پہلا کام یہ کیا ہے۔'' وکیل نے کہا۔

''میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا اس رات مجھے ذرا بھر بھی نیند نہیں آئی۔ میں مسلسل اس دولت کے بارے میں سوچ رہا تھا جو سونیا میرے لئے چھوڑ گئی تھی اور اب اس دنیا کے لوگ مجھ سے چھیننے کے لئے آگئے تھے۔ مجھے پتہ تھا کہ یہ مجھ سے چھین لیں گے کیونکہ میں ان لوگوں کی طرح کھلاڑی نہیں تھا اور یہ کھلاڑی تھے۔

پیچ و خم کو سمجھتے تھے میں تو آج تک عدالت کے پاس سے بھی نہیں گزرا تھا اور یہ لوگ مجھے اس کے اندر گھسیٹنے چلے تھے۔

آخر کار وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا کرن کے فراڈ شوہر نے یہ ثابت کرہی دیا کہ میں نے سونیا کی بیماری کا فائدہ اٹھا کر اس سے تمام جائیداد اپنے نام کروالی ہے۔

جبکہ حقیقت یہ تھی کہ کرن کے شوہر کی خود اس کی جائیداد پر نظر تھی اور مجھے جہاں تک اندازہ تھا وہ جائیداد حاصل کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیتا۔ میرے پاس کوئی گواہ نہ تھا اور جو تھوڑے بہت تھے ہمدانی سمیت تھے۔ انہیں مسٹر آفریدی نے خرید لئے تھے تمام گواہ اور ثبوت مسٹر افریدی کے حق میں تھے اور آخر کار عدالت نے تمام جائیداد کرن کے نام کردی۔

ٹھیک دو ہفتے بعد دن کافی خنک تھا گو کہ اتنی گرمی نہیں تھی مگر پسینہ آرہا تھا میں اسی ہوٹل میں بیٹھا ایک بار پھر چائے پی رہا تھا اور آج کا نیا اخبار بھی میرے ہاتھ میں تھا۔ ایک ہاتھ میں چائے اور دوسرے سے اخبار کو الٹ پلٹ کرتا ہوا میں پھر سے اپنی قسمت کھوج رہا تھا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

قسمت لے آئی ہمیں یہ کہاں پہ
یہ تو وہی جگہ ہے نکلے تھے ہم جہاں سے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

موت کے شکنجے میں

ضرغام محمود۔ کراچی

اچانک نوجوان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اسے ایسا لگا کہ واقعی اس کا آخری وقت آن پہنچا ہے اور دہشت سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں اور حواس ساتھ چھوڑنے لگے اور موت کا قہقہ سنائی دیا۔

حقیقت کو حقیقت اور دوسروں کی باتوں کو گرہ میں باندھنے والا خوش رہتا ہے۔ ثبوت کہانی میں ہے

سیاہ رنگ کی پراڈو اپنی پوری رفتار سے اڑی جارہی تھی میرے ہاتھ گاڑی کے اسٹیئرنگ وہیل پر متحرک رہے تھے جب کہ پیر ایکسیلیٹر پر رقصاں تھے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور سیاہ پراڈو ہوا سے باتیں کررہی تھی۔ آبادی پیچھے رہ گئی تھی میں ہائی وے پر سفر کررہا تھا، سڑک تاحد نگاہ ویران تھی، سورج سطح زمین سے نیچے کی جانب اپنا سفر مکمل کرنے والا تھا، یہ بھی ہماری نظر کا دھوکا ہے کہ سورج اپنا سفر مکمل کرنے والا ہے سفر تو ہمارا ہوتا ہے اور ہم الزام سورج پر دھر دیتے ہیں کہ وہ اپنا سفر مکمل کرکے غروب ہورہا ہے۔

آسمان کسی دلہن کے چہرے کی طرح خوشی سے لال ہورہا تھا، آسمان کے گالوں پر بھی لالی چھائی ہوئی تھی جس طرح شادی کے دن قریب آنے پر دلہن کے گالوں پر خوشی کی لالی چھا جاتی ہے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

میں اس سڑک پر اکثر ڈرائیو کرتا تھا مجھے یہ سڑک بہت پسند تھی یہاں ٹریفک کم ہوتی تھیں، کبھی کبھی کوئی ٹرک یا مسافر بس گزرتی اور پھر سڑک سنسان ہو جاتی۔ میں اپنی تیز رفتار کا شوق یہیں پورا کیا کرتا تھا۔ جب بھی میں خوش ہوتا تو اس سڑک پر تیز ڈرائیونگ کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتا جتنی تیز رفتاری سے گاڑی اپنا سفر طے کر رہی تھی میرا ذہن بھی اسی تیز رفتاری سے کام کر رہا تھا۔

آج میں بہت خوش تھا، میں نے ایک سودے میں کروڑوں روپے کا منافع کمایا تھا اور میں اسی خوشی میں تیز رفتار ڈرائیونگ کا مظاہرہ کر رہا تھا گاڑی کے ساتھ ہی میرے دماغ کے پردے پر یادوں کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی چل رہا تھا۔ آج میں پچاس لاکھ کی گاڑی میں سوار تھا اور کل...... کل تک میں فٹ پاتھ پر سوتا تھا میرے دماغ میں ماضی کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔

☆......☆......☆

پرانی کہاوت ہے کہ بند مٹھی ہو تو لاکھ کی...... اسی لئے جب میں پیدا ہوا تو میرے بائیں ہاتھ کی مٹھی سختی کے ساتھ بند تھی دائی کو مٹھی کھولنے میں کافی دقت ہوئی جب دائی نے میری مٹھی کھولی تو میں چیخنے لگا میری ماں کہتی تھی کہ میں کبھی نہیں روتا تھا بلکہ چیخے مارتا تھا لہٰذا اس وقت بھی میں نے چیخ ماری یہ دیکھ کر منہ پھٹ دائی بولی۔

”یہ لڑکا بہت غصے والا ہے۔“

”میرے بیٹے کی مٹھی میں ساری دنیا ہوگی۔“ ابا نے پہلی بار میری بند مٹھی دیکھی تو پیشین گوئی کی۔ میرے بائیں ہاتھ کی مٹھی بند ہی رہتی تھی۔ جیسے جیسے میں بڑا ہوتا گیا یہ عادت پختہ سے پختہ ہوتی گئی۔ مٹھی بند رکھنا میری عادت تھی میں بائیں ہاتھ کی مٹھی صرف ضرورت کے وقت ہی کھولتا تھا اور پھر جلدی سے مٹھی بند کر لیتا تھا جیسے کوئی چیز چھپا رہا ہوں دیکھنے والوں کو بھی یہی شبہ ہوتا تھا کہ میں نے بند مٹھی کے پیچھے کچھ چھپایا ہوا ہے، ابتدا میں میرے ماں باپ کو بھی یہی دھوکا ہوتا تھا اور پھر اسکول میں اساتذہ بھی دھوکا کھا جاتے تھے، خاص طور پر امتحانوں میں بڑی پریشانی ہوتی تھی اکثر اساتذہ میری بند مٹھی دیکھتے تو فوراً میرے پاس آتے اور کہتے۔ ”یہ مٹھی میں کیا چھپایا ہے؟“

”کچھ نہیں سر۔“

”جھوٹ بولتے ہو۔ مٹھی کھول کر دکھاؤ۔“ اور میں اپنی ننھی سی مٹھی کھول دیتا جو ہمیشہ کی طرح خالی ہوتی تھی۔ گھر میں کوئی چیز غائب ہوتی تو مجھے ڈانٹ پڑتی اور حکم ملتا۔ ”مٹھی کھول کر دکھاؤ۔“ اور میں معصومانہ انداز میں مٹھی کھول دیتا اور سامنے والا شرمندہ ہو جاتا کیونکہ مٹھی ہمیشہ کی طرح خالی ہوتی۔ رفتہ رفتہ میرا معصوم ذہن سمجھنے لگا کہ میری مٹھی عمرو عیار کی زنبیل کی ہے جہاں تمام چیزیں چھپائی جا سکتی ہیں۔

تھوڑا بڑا ہوا تو میں نے آزمائش کی طور پر ابا جان کی جیب سے دس روپے نکالے اور تہہ کر کے مٹھی میں چھپا لئے۔ ابا جان نے کپڑے پہنتے وقت پیسوں کی کمی محسوس کی پھر میری بند مٹھی کی جانب دیکھا مگر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ یہ تو بچے کی عادت ہے اور اس طرح میں پہلی بار چوری کے پیسے بحفاظت گھر سے باہر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔

دوسری بار اماں نے میری چوری پکڑ لی لیکن ابا جان کو اس بارے میں نہیں بتایا کیونکہ ان کی نظر میں ابا ظالم انسان تھے بچے کو اس کی عمر سے بڑی سزا دیتے تھے۔ یہ بات اس دن میری سمجھ میں آ گئی کہ جب تک اماں زندہ ہے ابا کا قانون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ پھر میں نے ساری عمر قانون سے بھی آنکھ مچولی کھیلی۔ میں دنیا کو دیکھنے کے لئے آنکھیں کھلی رکھتا تھا مگر دنیا کو سمجھنے کے لئے مٹھی بند رکھتا تھا۔

میری زندگی سبک رفتاری سے گزر رہی تھی میری زندگی کی جھیل میں پہلی طغیانی تب آئی جب ایک صبح ابا کام پر گئے مگر ان کی واپسی لاش کی صورت میں ہوئی وہ کسی ظالم کی اندھی گولی کا نشانہ بن گئے اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ابا جب تک زندہ تھے میں انہیں ایک ظالم حکمران سمجھتا تھا۔ وہ جب گھر میں ہوتے تھے تو میں سہا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سہارا رہتا تھا۔ ابا کے کام پر سے گھر آنے سے پہلے پہلے میں کھیل کود کر گھر آجاتا تھا اور شریف بچہ بن جاتا تھا مگر جب ابا چلے گئے تو احساس ہوا کہ وہ تو ایک گھنا سایہ تھے چھاتا تھے جو ہر دکھ پریشانی اور مصیبت کی بارش سے ہمیں محفوظ رکھتا تھا جب وہ چھاتا ہمارے سروں سے اٹھ گیا تو پتا چلا کہ زندگی کیا ہے زندگی دکھوں کی ایسی پوٹلی ہے جس میں روز ہاتھ ڈال کر ایک نیا دکھ نکالنا پڑتا ہے۔

ابا کے مرنے کے ایک ماہ بعد ایک رات اماں سوئیں تو سوتی ہی رہ گئیں نجانے رات کے کس پہر ابا آئے اور اماں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں دوسرے جہان لے گئے مگر......

مگر وہ مجھے کیوں بھول گئے مجھے کس کے سہارے چھوڑ گئے زمانے کی ٹھوکروں میں رولنے کے لئے میں کیوں زندہ رہ گیا۔ میری زندگی جو ہنسی خوشی گزر رہی تھی گو ہم مالدار نہیں تھے مگر ابا جو کچھ کماتے تھے اماں سلیقے سے خرچ کرتیں کہ مہینہ خوش اسلوبی سے گزر جاتا مگر ابا اماں کے جانے کے بعد جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ میری زندگی کا تلخ ترین دور تھا۔

اماں کے انتقال کے بعد چچا مجھے اپنے گھر لے آئے، بیٹا بنا کر نہیں بلکہ مفت کا نوکر بنا کر، میں پورا دن کام کرتا جھاڑو پونچھا سے لے کر برتن کپڑے دھونے تک پھر کہیں جا کر دو وقت باسی روٹی ملتی۔

پھر ایک دن میرے ہاتھ سے چچی جان کی جہیز کے ڈنر سیٹ کی ایک پلیٹ ٹوٹ گئی اس دن چچی جان نے مجھے اتنا مارا اتنا مارا کہ میں ادھ موا ہو گیا، پھر مجھے گھر کے پیچھے بنی گندی گلی میں بطور سزا کھڑا کر دیا، گندی گلی میں بدبو ناقابل برداشت تھی میں چیختا رہا مگر چچی نے ایک نہ سنی پھر میں نے گھر سے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا اور گندی گلی میں پڑے کچرے کو پھلانگتا ہوا ایک انجانی منزل کی جانب چل دیا۔ گندی گلی میں کچرا پھینکا جاتا ہے شائد میں بھی کچرا تھا اسی لئے گندی گلی میں پھینکا گیا اور کچرا کبھی اچھے ہاتھوں میں نہیں جاتا لہٰذا میں کیسے اچھے ہاتھوں میں جا سکتا تھا، میں بھی غلط ہاتھوں میں چلا گیا...... آخر میں بھی معاشرے کا کچرا تھا۔

گھر سے بھاگنے کے بعد میں سب سے پہلے جگو استاد کے ہاتھ چڑھا۔ جگو استاد کا چہرہ لوگوں کے لئے بھیانک ہوگا مگر میرے لئے وہ ایک مہربان ماں کی طرح تھا مجھے یاد ہے اس رات سردی بہت زوروں پر تھی میں فٹ پاتھ پر اخبار بچھا کر اس پر سونے کی کوشش کر رہا تھا میرے گھٹنے میرے پیٹ میں گھسے ہوئے تھے اور سر بھی سینے پر جھکا ہوا تھا میرے دانت سردی سے بج رہے تھے اور میرا پورا جسم سردی سے کانپ رہا تھا کہ اس وقت جگو استاد نے ایک پرانا کمبل میرے اوپر ڈال دیا کمبل کی گرمی مجھے ماں کی گود جیسی لگی اور میں آرام سے سو گیا۔

بس اس وقت میں جگو استاد کا داہنا ہاتھ بن گیا جگو استاد ایک معمولی اٹھائی گیرا تھا وہ چاقو دکھا کر کسی کو بھی لوٹ لیتا تھا یا کسی دکان یا مکان میں نقب لگا کر چوری کر لیتا تھا یا پھر کسی کی جیب کاٹ لیتا تھا۔ مگر ان سب کاموں کے باوجود جگو استاد اکثر بھوکا ہی رہتا تھا اور اسے دن میں ایک وقت کا ہی کھانا نصیب ہوتا تھا اور پر سے آئے دن پولیس جگو استاد کو پکڑ کر لے جاتی اور جب جگو استاد پولیس اسٹیشن سے واپس آتا تو گرم اینٹ سے میں اس کی پیٹھ کی ٹکور کرتا جہاں پولیس کی بید کے نشان واضح ہوتے تھے۔ میں دو سال تک جگو استاد کے ساتھ رہا۔

جگو استاد کے ساتھ رہتے ہوئے میں اکثر سوچتا تھا کہ کیا میری زندگی بھی جگو استاد کی طرح گزرے گی پھر ایک دن جب جگو استاد زیادہ دنوں کے لئے حوالات گیا تو میں اس جگہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

پھر میں نے ایک آڑھتی کے پاس نوکری کر لی۔ یہاں مجھ پر بڑے بڑے انکشافات ہوئے مجھے معلوم ہوا کہ وائٹ کالر کرائم کیا ہوتا ہے۔ جگو استاد تو چھوٹا موٹا جرائم پیشہ تھا لہٰذا آئے دن پولیس اسے تنگ کرتی تھی مگر آڑھتی ایک بڑا مجرم تھا۔ وہ اس طرح جرم کرتا کہ کوئی ثبوت نہ چھوڑتا۔ اسے بڑے بڑے پولیس آفیسر سلام کرتے بڑے بڑے لیڈر اس کے گھر آتے۔ وہ اور اس کے دیگر آڑھتی ساتھی اکثر و بیشتر اشیاء ضرورت کو اپنے گوداموں میں بند کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر جب قیمت بڑھ جاتی تو اپنے گوداموں کا منہ کھول دیتے اور اس طرح لاکھوں ہی نہیں کروڑوں روپے کما لیتے۔ پیاز، آلو حتیٰ کہ جان بچانے والی ادویات کی بھی مصنوعی قلت پیدا کی جاتی اور جب عوام بلبلا اٹھتے تو گوداموں سے وہ اشیاء نکال کر دو گنے چو گنے داموں فروخت کی جاتی اور اس طرح کروڑوں روپیہ عوام کی جیبوں سے ناجائز طور پر نکال لیا جاتا ہے جبکہ استاد تو ایک آدمی کی جیب کاٹتا تھا اور جیب کترا کہلاتا تھا مگر یہ آڑھتی تو لاکھوں کی جیبوں پر ڈاکا ڈالتے ہیں اور معزز کہلاتے ہیں۔

میں نے بھی اس آڑھتی کے پاس نوکری کرتے ہوئے اس کاروبار کے سارے اسرار و رموز سیکھے اور پھر کاروبار میں ہاتھ ڈال دیا۔ کاروبار میں میرا دماغ کسی شاطر کی طرح چلا اور کچھ عرصے میں، میں نے وہ کامیابیاں حاصل کیں جو دوسرا ساری زندگی حاصل نہ کر سکتا تھا۔ میں فٹ پاتھ سے اٹھ کر دو ہزار گز کی کوٹھی میں آ گیا۔ پہلے میں فٹ پاتھ پر اخبار بچھا کر سوتا تھا مگر اب نرم گرم بستر مجھے اپنی آغوش میں لے لیتا۔ دولت کے ساتھ ساتھ میرا دل بھی سخت ہوتا گیا۔ اور مجھے بھی پیسے کی ہوس ہو گئی، میرے گودام اور تجوری بڑی ہوتی گئی۔

کہتے ہیں ہوس کی کوئی انتہا نہیں ہے انسان کی ہوس کا پیٹ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ میں امیر سے امیر ہوتا گیا اور ساتھ ہی سخت دل بھی، مجھے رونے سے اور آنسوؤں سے شدید نفرت تھی۔

آج صبح کا واقعہ ہے میں اپنے دفتر سے نکل کر گودام جا رہا تھا، میرے ساتھ نعیم جی تھے۔ نعیم جی میرے سیکریٹری کم ایڈوائزر زیادہ تھے اور آپ کسی حد تک انہیں میرا دوست بھی کہہ سکتے ہیں، وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے اس لئے میں ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں احتراماً نعیم جی کہتا تھا ویسے ان کا نام عبدالنعیم تھا۔ وہ میرے گوداموں کے انچارج بھی تھے نہایت ایماندار آدمی تھے اور مجھے اپنے کاروبار کے لئے ایماندار آدمیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔

بات کہیں کی کہیں نکل گئی میں صبح کا واقعہ سنا رہا تھا۔ آج صبح میں اور نعیم جی گاڑی میں سوار گودام کی جانب جا رہے تھے کہ ایک سگنل پر ایک آدمی نے روتے ہوئے التجا کی کہ ”اس کی بیوی طبیعت بہت خراب ہے اسے علاج کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے۔“ میں نے اسے کچھ پیسے دیئے اور وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا اس کے جانے کے بعد میں نے نعیم جی سے کہا۔ ”مجھے ایسے مردوں سے نفرت ہے جو عورتوں کی طرح آنسو بہاتے ہیں۔“

”جہاں عقل ساتھ چھوڑ دے وہاں اکثر کام جذبات سے نکل جاتے ہیں آنسو بہت طاقتور چیز ہیں۔“ نعیم جی میری بات سن کر بولے۔

”میں نہیں مانتا کہ آنسو بھی کوئی کام کر سکتے ہیں آنسوؤں سے صرف آنکھیں لال ہوتی ہیں۔“ میں نے جواب دیا تو نعیم جی خاموش ہو گئے۔

☆......☆......☆

اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری گاڑی سے کوئی چیز ٹکرائی تو میں ماضی سے حال میں لوٹ آیا، میں نے دیکھا کہ میری سیاہ پراڈو سے ایک ہرن کا بچہ جو شاید جنگل سے بھاگ کے سڑک پر آ گیا تھا میری گاڑی سے ٹکرا کر دور جا گرا اور اپنی نحیف آواز میں چلانے لگا، میں نے ایک لمحے کو اس ہرن کے بچے کو دیکھا اور پھر میری گاڑی زووں کر کے اس کے پاس سے گزر گئی۔ ایکسیلیٹر پر میرے پیر کا دباؤ بڑھنے لگا میری گاڑی اپنی پوری رفتار سے دوڑی چلی جا رہی تھی۔

اسی وقت سامنے سے ایک بدمست ٹرک لہراتا ہوا ہائی وے کی سڑک پر داخل ہوا، اس ٹرک کی رفتار بھی بہت تیز تھی اس ٹرک کا ڈرائیور شائد نشے میں تھا کیونکہ ٹرک سڑک پر لہرا لہرا کر چل رہا تھا اس کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔ اس ٹرک کو اس طرح لہرا کر چلتے دیکھ کر میں نے اپنی گاڑی کو سڑک کے کنارے کرنا چاہا مگر میری گاڑی کی اسپیڈ بھی بہت تیز تھی لہٰذا میری گاڑی کا اگلا بمپر ٹرک کے سائیڈ سے ٹکرایا اور ایک زوردار دھماکے کے ساتھ میری گاڑی اڑتی ہوئی نشیب کی جانب

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لڑھکنے لگی گاڑی لٹو کی طرح گھوم رہی تھی اور ساتھ ہی نشیب میں لڑھکتی جا رہی تھی۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کسی اندھے کنوئیں میں گر رہا ہوں، میں نے سیٹ بیلٹ باندھی ہوئی تھی لہٰذا میں ادھر ادھر لڑھکنے سے محفوظ تھا مگر گاڑی میں لگی آرائشی چیزیں مسلسل مجھ سے ٹکرا کر مجھے زخمی کر رہی تھیں۔

اچانک میرے سر سے کوئی چیز بڑی زور سے ٹکرائی اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا، مجھے ایسا لگا جیسے میرا آخری وقت آ گیا ہو، وحشت سے میری آنکھیں پھٹنے لگیں میرا دل سینے میں رکنے لگا میرے حواس میرا ساتھ چھوڑنے لگے میرے حلق سے چیخ نکل رہی تھی مگر ان چیخوں کو سننے والا وہاں کوئی نہیں تھا اچانک مجھے لگا جیسے میرے سینے پر ناقابل برداشت بوجھ آن پڑا ہو، میرے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور میں بے ہوش ہو گیا۔

نہ جانے میں کب تک بے ہوش رہا جب مجھے ہوش آیا تو میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر میری آنکھوں پر میرے سر سے بہنے والے خون اور مٹی نے مجھے آنکھیں نہ کھولنے دی میں نے پوری کوشش کی مگر میں آنکھیں نہ کھول سکا، میں نے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی مگر میرا ہر عضو آج بغاوت پر آمادہ تھا۔

اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کرنے کی وجہ سے ایک شدید درد کی لہر میرے سارے بدن میں دوڑ گئی، میرے سینے پر ناقابل برداشت بوجھ تھا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے منوں وزنی پتھر میرے سینے پر رکھا ہو، میں آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے سینے پر کونسا بوجھ ہے مگر آنکھیں کھلنے سے انکاری تھی۔

اسی وقت مجھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی مجھے خوشی ہوئی کہ میرے کان ٹھیک کام کر رہے ہیں اور میں تمام آوازیں سن سکتا ہوں، اسی وقت مجھے محسوس ہوا جیسے گاڑی کا دروازہ کھلا اور کوئی شخص اندر جھانکنے لگا، میں نے پوری کوشش کی کہ اس شخص کو اپنی جانب متوجہ کر سکوں مگر میں کامیاب نہ ہو سکا، میری جسم کا کوئی عضو بھی میرا کہنا نہیں مان رہا تھا میرے کسی عضو میں کوئی حرکت نہیں ہو رہی تھی اسی وقت مجھے آواز سنائی دی۔

''اس آدمی کو دیکھو شید ے اسٹیئرنگ وہیل پورے کا پورا اس بے چارے کے سینے میں گھس گیا ہے.....''

''چل ...... چل جلدی سے کام کر لے ورنہ امدادی پارٹی آ جائیں گی......'' مجھے دوسری آواز سنائی دی۔ پھر مجھے محسوس ہوا کہ کسی نے میری کلائی پر سے میری گھڑی اتاری ہو، میرے گلے سے سونے کی چین اور میرے کوٹ سے میرا بٹوہ بھی نکال لیا گیا پھر گاڑی سے بھی قیمتی اشیاء لے کر وہ افراد وہاں سے چلے دیئے۔ میں نے اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ میں ان کو متوجہ کر سکوں مگر میں ناکام رہا۔

مجھے اس حالت میں پڑے نہ جانے کتنا وقت گزر گیا، رات سر پر آن پڑی تھی مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اندھیرا مکمل طور پر چھا چکا ہے۔ اگر کچھ دیر اور امدادی پارٹی نہ آئی تو...... میں...... میں بے موت مارا جاؤں گا۔''

اسی وقت مجھے پھر کچھ لوگوں کی آواز سنائی دی چند لمحوں بعد مجھے محسوس ہوا جیسے ٹارچ کی روشنی میرے چہرے پر ماری گئی ہو، میں نے اپنی آنکھیں کھولنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔

''امدادی پارٹی آ گئی۔'' میں نے سوچا۔

''اوہ...... یہ تو مر چکا ہے......'' مجھے ایک آواز سنائی دی۔

''تم صحیح کہتے ہو اس کے سر سے کتنا خون نکل چکا ہے اور اسٹیئرنگ وہیل بھی پورا اس کے سینے میں گھس گیا ہے۔ اس حالت میں کون زندہ بچتا ہے۔ پھر ایکسیڈنٹ بھی تو کتنا خوفناک ہے۔'' دوسری افسردہ آواز سنائی دی۔

''م...... میں زندہ ہوں......'' میں نے کہنا چاہا، میری پوری کوشش تھی کہ کسی طرح کوئی حرکت کر سکوں تا کہ امدادی پارٹی کو اندازہ ہو جائے کہ میں زندہ ہو۔ میں نے اپنے جسم پر پورا زور ڈالا درد کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی مگر جسم کے کسی عضو نے معمولی حرکت بھی نہ کی آج۔ آج میں شدید بے بسی محسوس کر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

رہا تھا میرا اپنا جسم میرا کہا نہیں مان رہا تھا انتہائی غم اور صدمے سے میرا دل پھٹنے لگا اور میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

پھر جب مجھے ہوش آیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کسی ٹرک میں سفر کر رہا ہوں ٹرک میں مجھے کچھ بے جان انسانی جسموں کا احساس ہوا۔

"یہ...... یہ ...... یقیناً لاشیں ہیں...... اوہ خدایا...... کیا کیا مجھے مردہ تسلیم کرلیا گیا ہے۔ اوہ میں کیا کروں......؟" میں سوچ رہا تھا میرا دل ڈوبتا جا رہا تھا میری عقل نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح لوگوں کو احساس دلاؤں کہ میں زندہ ہوں۔ اسی وقت ٹرک رک گیا اور ایک ایک کر کے تمام لاشوں کو اسٹریچر پر منتقل کر کے لے جایا جانے لگا مجھے بھی ایک اسٹریچر پر لیٹا دیا گیا۔

"یہ اچھا موقع ہے مجھے حرکت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" میرے ذہن میں خیال آیا میں نے اپنے جسم پر ایک بار پھر بے انتہا دباؤ ڈالا کہ جسم کا کوئی عضو حرکت کر جائے میں نے آواز نکالنے کی بھی پوری کوشش کی مگر...... مگر ناکام رہا، میں نہ کوئی حرکت کر سکا نہ میرے حلق سے کوئی آواز نکل سکی۔

"اوہ کیسی شکل ہوگی بے چارے کی۔" مجھے ایک آواز سنائی دی۔ "اس کا سر اور سینہ بری طرح زخمی ہوا ہے بھلا ایسے حادثے میں کون زندہ بچتا ہے۔ لاش کو سرد خانے میں رکھوا دو۔ رات زیادہ ہوگئی ہے صبح اس کا پوسٹ مارٹم کریں گے۔" مجھے پھر ایک آواز سنائی دی۔

"یہ آخری موقع ہے اگر...... اب میں نے کچھ نہیں کیا تو پھر...... پھر میں زندہ ہی دفن کر دیا جاؤں گا۔ یہ لوگ مجھے زندہ ہی قبر میں اتار دیں گے میں...... مجھے کچھ کرنا چاہئے......" میرا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا میں نے ایک بار پھر اپنے جسم پر دباؤ ڈالا کہ کسی طرح کوئی حرکت ہو جائے، میں نے چیخنا بھی چاہا مگر...... مگر ناکام رہا، نہ میرا جسم کوئی حرکت کر رہا تھا نہ میرے حلق سے کوئی آواز نکل سکی۔ آخر میں نے ہمت ہار دی اب میری نجات ممکن نہیں اب میں زندہ ہی قبر میں اتار دیا جاؤں گا۔

میں آنے والے وقت کے لئے خود کو تیار کرنے لگا مجھے ایک ایک کر کے اپنے ہمدرد اور ساتھی یاد آنے لگے مجھے عائلہ آفندی بھی یاد آئی، عائلہ میری دوست تھی میں اس سے بے حد پیار کرتا تھا اور اسے اپنا جیون ساتھی بنانا چاہتا تھا۔

آج صبح ہی میں نے اس کے لئے ہیرے کی انگوٹھی خریدی تھی میں نے سوچا تھا کہ آج رات اس کو کینڈل ڈنر پر لے جاؤں گا اور وہاں اسے پرپوز کروں گا۔ میری نظروں میں عائلہ کا خوبصورت چہرہ گھومنے لگا میرا دل بھر آیا میرے حلق میں کچھ پھنسنے لگا اور بے اختیار میرے آنسو بہہ نکلے۔

"ڈاکٹر صاحب...... ڈاکٹر صاحب...... اس آدمی کی آنکھوں پر جمی مٹی سے پانی نکل رہا ہے۔" مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"پانی نکل رہا ہے......" ڈاکٹر کی حیرت زدہ آواز ابھری اور وہ جلدی سے میرے پاس آیا اور مجھے دیکھتے ہوئے چیخا۔

"جلدی سے روئی لاؤ......"

روئی آتے ہی ڈاکٹر نے میری آنکھوں پر سے خون اور مٹی صاف کی۔

"اوہ خدایا۔ یہ...... یہ تو زندہ ہے اور یہ پانی اس کے آنسو ہیں۔" ڈاکٹر کی آواز ابھری، ڈاکٹر کی اس آواز سے میرے اندر زندہ رہنے کی امنگ دوبارہ ابھر آئی پھر مجھے اپنے سینے پر اسٹیتھسکوپ رکھنے کا احساس ہوا اور پھر ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ "اس کی دل کی دھڑکن ابھی جاری ہے اسے فوراً آپریشن تھیٹر لے کر چلو۔"

اگلے ہی لمحے میرا اسٹریچر آپریشن تھیٹر کی جانب جا رہا تھا اور میرے کانوں میں نسیم جی کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"جہاں عقل ساتھ چھوڑ دے وہاں اکثر کام جذبات سے نکل جاتے ہیں آنسو بہت طاقتور چیز ہیں۔"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

غلط فہمی

ایس حبیب خان۔ کراچی

حسب پروگرام بے ہوش لڑکی کو لے کر نوجوان اپنی گاڑی میں اتھاہ گھرائی جو کہ ہزاروں فٹ نیچے تھی وہاں پہنچا اور لڑکی کو کھائی میں دھکیلنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے دوست کی روح اس جگہ نمودار ہوئی، اور نوجوان نے اچنبھے میں پڑ کر ایک انتہائی قدم اٹھایا

جو لوگ اپنی لامحدود خواہشات کی تکمیل نہیں کر پاتے ایسے لوگوں کیلئے سبق آموز کہانی

مہیندر کی گاڑی سنسان روڈ پر ایک سائیڈ کھڑی تھی۔ رات کے سوا تین بج چکے تھے۔ مہیندر شہر سے واپس آ رہا تھا اور اسے وہاں سے نکلنے میں دیر ہو گئی تھی اور پھر آدھے راستے میں پہنچ کر اس کی گاڑی خراب ہو گئی۔ گاؤں میں وہ اور اس کے گھر والے رہتے تھے جبکہ شہر وہ اکثر کام کے سلسلے میں جاتا تھا۔ دسمبر کی پچیس تاریخ تھی اور کڑاکے کی سردی ہو رہی تھی ہر طرف دھند سی چھائی ہوئی تھی اور خون تو مانوں رگوں میں جما جا رہا تھا۔ مہندر گاڑی کو بند کر کے اس کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اندر ایک عجیب سی لہر وقفے وقفے سے دوڑ رہی تھی۔ پندرہ منٹ گزر چکے تھے مگر کسی گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

کافی دیر گزرنے کے بعد فضا میں گڑگڑاہٹ ہوئی تو مہیندر جلدی سے گاڑی سے نکل کر روڈ کے بیچ

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

آ گیا۔ دور سے ایک ٹرک آ رہا تھا مہیندر نے بڑی مشکل سے جیبوں سے ہاتھ نکال کر انہیں ہلایا۔ ٹرک والے نے اس کا اشارہ دیکھ لیا تھا اور ٹرک کی رفتار آہستہ ہوگئی اور وہ مہیندر کے پاس آ کر رک گیا۔ مہیندر ٹھٹھرتا ہوا سائیڈ میں آیا اور ہاتھوں کو واپس جیکٹ کی جیبوں میں ڈال لیا۔

''بھیا جی! میری گاڑی خراب ہوگئی ہے اور کوئی گاڑی بھی نہیں آ رہی۔ مجھے رام پور تک جانا ہے مگر آپ کو جہاں تک آسانی ہو مجھے چھوڑ دینا، بڑی کرپا ہوگی، رام سوگند آج تو سردی پران لے کر چھوڑے گی!''

مگر اصل وجہ سردی نہیں مہیندر کے اندر کا خوف تھا۔ مہیندر ایک بے حد ڈرپوک قسم کا آدمی تھا۔ اگر کوئی مذاق میں بھی اسے پیچھے سے آ کر ہاتھ لگاتا تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ جاتا، وہ جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔

''آ جاؤ باؤ! میں بھی رام پور جا رہا ہوں سامان چھوڑنا ہے۔'' سردار جی نے کہا۔

''میں ذرا اپنی گاڑی لاک کر دوں۔'' مہیندر نے کہا اور پھر گاڑی لاک کر کے تیزی سے ٹرک پر چڑھ گیا۔ اتنی جلدی کہ جیسے کوئی اسے پیچھے سے دبوچ لے گا۔ اندر بیٹھ کر اس نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا تو ٹرک آگے بڑھ گیا۔ ''میرے مہینے کے دو چکر تو ہوتے ہیں رام پور کے۔'' سردار جی نے بتایا۔

''باتیں کرتے کرتے مہیندر کی نظر سامنے پڑی سیاہ رنگ کی کتاب پر جس پر سرخ رنگ سے لکھا ہوا تھا۔ ''انہونی کہانیاں۔''

''سردار جی یہ آپ کی ہے؟'' مہیندر نے کتاب ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''نہ باؤ! میں ٹھہرا انگوٹھا چھاپ، تمہاری طرح کسی نے لفٹ لی تھی اس کی رہ گئی ہوگی۔'' سردار جی نے کہا۔ اور مہیندر ٹائٹل سے گزر کر پہلے صفحے پر آیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

سانتھا ریوالونگ چیئر پر بیٹھی گٹار کی کارڈز پر انگلیاں پھیر رہی تھی اور ساتھ ساتھ چیئر کو ہلکے ہلکے موو کر رہی تھی کیون کب روم میں آیا، اس کی آمد کا سانتھا کو بالکل پتہ نہیں چل سکا۔ ''اسانتھا'' جب اس نے سانتھا کو پکارا تو وہ اپنے خیالوں سے باہر آ گئی۔ ''کیا بیوٹی فل پوز ہے؟'' کیون نے اپنے فون سے اس کی تصویر لیتے ہوئے اسے چھیڑا۔

''شٹ اپ کیون!''

''ویسے تم سوچ کیا رہی تھیں؟'' کیون نے سوال کیا۔

''کرس کو ہم سے بچھڑے آج پورا ایک مہینہ ہوگیا۔'' سانتھا نے افسردگی سے کہا۔ سانتھا کی بات پر کیون ایک دم بجھ گیا۔ ''ہاں یار! مگر مجھے اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی اسٹوڈیو کا دروازہ کھلے گا اور کرس کی آواز آئے گی۔ ''آئی ایم ان واہاؤس'' کیون نے کرس کے آنے کے مخصوص انداز کو دہرایا۔

ایک دم دروازہ کھلا اور آواز آئی۔ ''وانس اپ!'' یہ جیمس اور برائن تھے۔ ''کچھ نہیں بس ہم کرس کو یاد کر رہے تھے۔ آج اسے ہم سے بچھڑے پورا ایک مہینہ ہوگیا۔'' کیون بولا۔

جیمس نے سامنے ٹیبل پر اپنے ساتھ لائے پیکٹ رکھے اور انہیں کھولنے لگا۔ برائن لمحہ بھر کو خاموش رہا پھر بولا۔ ''لک گائز! کرس کے جانے کا مجھے بھی بہت افسوس ہے، مگر ہمارے اس طرح سب کام چھوڑ کر غمناک ماحول بنانے سے کرس واپس تو نہیں آ جائے گا۔ اٹس ٹائم ٹو موو آن۔'' برائن خاموش ہو کر سب کا رد عمل دیکھنے لگا۔

''آئی تھنک برائن اس رائٹ!'' جیمس نے کہا تو سانتھا اور کیون نے بھی تائید میں گردن ہلا دی۔'' اوکے! پھر آج سے دوبارہ کام اسٹارٹ کرتے ہیں۔'' برائن نے کہا۔

''مگر پہلے پارٹی ہو جائے۔'' جیمس نے کہا اور بیئر کین کھولنے لگا۔ ''چیرز فار کرس!'' سب نے اپنے کین آپس میں ٹکرائے اور مستی کرنے لگے۔

کرس، سانتھا، کیون اور جیمس یہ پانچوں ایک

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"راک بینڈ" کے ممبرز تھے۔ یہ بینڈ کرس نے بنایا تھا اور اس نے اس راک بینڈ کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچایا تھا۔ جب ان کا بینڈ کنسرٹ اناؤنس ہوتا تو ٹکٹ پہلے ہی بک جاتے۔ ان کے فینز کی تعداد لاکھوں میں تھی لڑکیاں پاگل تھیں ان کے پیچھے خاص طور پر کرس کے اور ایسا ہوتا بھی کیوں، کرس تمام ذمہ خود اٹھائے ہوئے تھا وہ بینڈ کا لیڈ ووکلسٹ تھا، لیرکس اس کے ہوتے، سانگ کی کمپوزیشنز اس کی ہوتیں اور وہ پھر بے انتہا گڈلکنگ بھی تھا، باقی لوگوں میں برائن بیس پلیئر تھا، سامنتھا لیڈ گٹارز پے تھی، جیمس کی بورڈ جبکہ کیون ڈمز پر ہوتا تھا، مگر ان کی اڑان کو ایک ماہ پہلے اچانک بریک لگ گئے تھے، کرس کی ایک حادثے میں موت ہوگئی تھی۔

"یار ووکلز پر تو سامنتھا سنبھال لے گی مگر سب سے اہم مسئلہ تو سانگز کی کمپوزیشنز کا ہے۔" کیون نے فکر مندی سے کہا۔

"اس کی فکر تو مت کر، میں ہوں ناں!"

برائن نے کہا تو تینوں اسے دیکھنے لگے جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔ "ان فیکٹ میں نے پہلے بھی کافی کمپوزیشنز تیار کی تھیں، مگر کرس کے کام کے سامنے انہیں پیش کرنا، سورج کے آگے دیا جلانا ہوتا۔" برائن نے بتایا۔

"ویلیس اسٹارٹ!" سامنتھا بولی اور پھر اسٹوڈیو حسب معمول اپنے شور شرابے پر آگیا۔ برائن کی کمپوزیشنز نے سب کو چونکنے پر مجبور کردیا تمام بینڈ ممبرز کا کہنا تھا کہ برائن نے انہیں اب تک پیش نہ کر کے بہت بڑی غلطی کی۔ پھر ان لوگوں نے البم پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ نئے کنسرٹ اناؤنس کردیئے ان کا ارادہ پرانے سانگز کے ساتھ کچھ نئے سانگز پیش کرنے کا تھا تاکہ البم لانچ کرنے سے پہلے انہیں فینز کی پسندیدگی کا اندازہ ہوجائے۔

کرس کے بغیر ان کا یہ پہلا کنسرٹ تھا جب کرس ہوتا تھا تو فینز کی تعداد لاکھوں ہوتی تھی اور کرس کے نام کی چیخیں آسمان کو چھو رہی ہوتی تھیں۔ مگر آج کافی عرصے بعد وہ لوگ لائیو پرفارم کررہے تھے۔ وہ بھی کرس کے بغیر تو وہ سب بہت نروس تھے۔ پھر سامنتھا نے کرس کی تصویر کے سامنے کھڑے ہوکر اسے یاد کیا اور اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھنے لگی اور پھر سامنتھا نے کرس کے نام کو زندہ کرنے کے حوصلے کے ساتھ اسٹیج پر دھواں دھار پرفارمنس دی۔

کنسرٹ انتہائی کامیاب رہا اور اگلے دن کے تمام نیوز پیپرز میں ان کے "بینڈ" کے ہی چرچے تھے کسی نے ان لوگوں کے دھماکے دار کم بیک کے بارے میں لکھا، کسی نے سامنتھا کے لکس اس کی پرفارمنس کو ڈسکس کیا تو کسی نے برائن کی کمپوزیشنز کے قصیدے پڑھے ایک کے بعد ایک کامیاب کنسرٹ اور پھر ریکارڈ بریک البم سیل نے ان پر پھر سے دولت کی برسات کردی، بڑے بڑے ایڈ سائن کرنا، ہر میوزک چینل پر انٹرویوز نشر ہونا، میوزک شوز میں ان کے سانگز ٹاپ آف دی چارٹ رہنا، ان سب نے سب سے زیادہ برائن کو ہوش سے بیگانہ کردیا اور اس کے انداز سے غرور صاف جھلکنے لگے اس کا رویہ اپنے بینڈ ممبرز سے بھی غیر ہونے لگا تھا۔

آج برائن کو ایک بڑی تقریب میں جانا تھا وہ ایک بڑے برانڈ کا ایمبیسیڈر سلیکٹ ہوا تھا، تقریب کے آخر میں سوالات کا سیشن بھی تھا ایک رپورٹر نے برائن سے کرس کے بارے میں سوال کرلیا کیونکہ یہ برانڈ برائن سے پہلے کرس کے پاس تھا۔ رپورٹر کا سوال کرنا تھا کہ برائن بھڑک اٹھا اور بولا۔ "میں گزرے وقت کو یاد رکھنے کا قائل نہیں ہوں، کرس کا چیپٹر کلوز ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے، آپ مجھ سے آج کی بات کریں۔"

رپورٹر نے کہا۔ "مسٹر برائن آپ بھول رہے ہیں کہ جہاں آپ کھڑے ہیں یہ جگہ کرس کی ہے، یہ بینڈ بھی ان کا ہے اور ان کا کیا ہوا کام اب بھی لوگوں کے دلوں پر نقش ہے۔!"

"جنہیں کرس کی یادوں میں رہنا ہے وہ شوق سے رہیں، آئندہ وہ ہمارے کنسرٹ میں آنے کی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

زحمت نہ کریں، ناؤ ایکسکیوز می!" برائن تلملاتا ہوا وہاں سے آ گیا۔

بینڈ کے دیگر ممبرز نے اس بات پر برائن کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اخبارات میں برائن کے اس رویے کے بارے میں سخت تنقید ہوئی اور کرس کے فینز نے تو سوشل میڈیا پر اس کے خلاف وار شروع کر دی اور ان کے کنسرٹ کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اس بات سے برائن کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ بات بہت بڑھ گئی ہے تو اس نے پریس کانفرنس کر کے بناوٹی انداز میں سب سے معذرت کر لی۔

☆......☆......☆

سامنتھا نے ریموٹ سے اے سی آن کر دیا اور خود کچن میں اپنے لئے ملازم سے بنوائے پاپ کارن لینے آ گئی۔ ملازم نے ٹرے تیار کر دی تھی۔ جس میں پاپ کارن، سینڈوچز اور بیئر کین تھا۔ "میم میں لے جاؤں یہ روم میں۔" اس نے پوچھا۔

"نو تھینکس! آپ کھانا کھالو میں یہ خود لے جاؤں گی۔" سامنتھا نے کہا اور ٹرے اٹھا کر اپنے ہوم تھیٹر میں آ گئی۔ آج اس کا پروگرام تھا کہ نیو مووی "دی ہنگر گیمز" دیکھنے کا۔ سامنتھا نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور ریموٹ سے بٹن دبا کر صوفے پر بیٹھ گئی، اسکرین روشن ہو گئی اور مووی اسٹارٹ ہونے لگی۔ سامنتھا نے سینڈوچ کھانا شروع کر دیا۔ سامنتھا پوری توجہ سے فلم دیکھ رہی تھی۔ سینڈوچز ختم ہوئے تو اس نے کین کھولا اور ایک سپ لے کر پاپ کارن کا باؤل اٹھا لیا۔

سامنتھا نے پاپ کارن اٹھا کر منہ میں رکھے ہی تھے کہ ایک دم اسکرین آف ہو گئی۔ سامنتھا نے ریموٹ کا بٹن دبایا مگر وہ اسٹارٹ نہ ہوئی۔ سامنتھا نے پاپ کارن صوفے پر رکھے اور اٹھ کر اسکرین کے پلگ کو چیک کیا اور اسکرین کا بٹن دبا کر اسے دوبارہ آن کیا وہ پھر جل اٹھی۔ وہ صوفے پر آ کر بیٹھ گئی پھر وہ برابر میں رکھے باؤل کو اٹھانے کے لئے مڑی تو حیرت سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کے برابر میں "کرس" بیٹھا ہوا تھا کک ک

کرس!!" سامنتھا کے منہ سے بڑی مشکل سے نکلا۔

جواب میں کرس نے اپنی انگلی کو ہونٹوں پر رکھ کر سامنتھا کو خاموش رہنے کا کہا اور پھر ہاتھ کو سیدھا کرتے ہوئے اپنی انگلی اسکرین کی طرف کر دی۔ سامنتھا کی نظریں کرس کے ہاتھ کی سیدھ میں سے ہوتی ہوئی اسکرین پر جا ٹھہریں۔ وہاں مووی کے بجائے اسکرین پر جو منظر روشن تھا وہ برائن کا گھر تھا جہاں برائن اور کرس بار میں بیٹھے تھے سامنے ڈرائی فروٹس اور وائن کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اور فضا میں سگریٹ کا دھواں بکھرا ہوا تھا۔

برائن بولا۔ "میں تیرے لئے ایک خاص ڈرنک بناتا ہوں۔"

کرس بولا۔ "یار بس اب اور نہیں ورنہ میں ڈرائیو نہیں کر سکوں گا۔"

"بس یہ آخری پیگ پی لے پھر جا تجھے آزاد کیا۔" برائن نے لڑکھڑاتے ہوئے کہا تو کرس نے قہقہہ لگایا اور سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ایز یو وش ماسٹر!"

برائن اٹھا اور بار کاؤنٹر پر جا کر ڈرنک بنانے لگا پھر اس نے سے ایک شیشی نکالی اور اس کی تمام گولیاں ڈرنک میں ڈال دیں پھر اسے اچھی طرح حل کیا اور کرس کو دے دی۔ کرس نے گلاس کو ایک سانس میں خالی کیا اور باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

سامنے بالکونی میں برائن کھڑا تھا کرس نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس کے جاتے ہی برائن نے خباثت سے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "گو ٹو ہیل! بہت بادشاہت کر لی تو نے کرس اب لمبا آرام کر، سارا پیسہ، سارا فیم اور خوب صورت لڑکیاں میری دیوانی ہوں گی۔"

پھر منظر بدلا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے کرس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور پھر اس کے حواس گم ہو گئے اور گاڑی بے قابو ہو کر پل کی دیوار توڑتی ہوئی نیچے کھائی میں جا گری۔

اسکرین پر منظر تیسری بار بدلا۔ اس بار برائن

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رات کے اندھیرے میں کرس کے گھر میں آیا اس منظر میں کرس بستر پر سویا ہوا تھا۔ یہ کرس کے مرنے سے پہلے کا منظر تھا۔ اس نے کرس کی ساری محنت، اس کا کام اپنے قبضے میں کیا اور وہاں سے آ گیا۔ پھر اسکرین بلیک ہو کر بند ہو گئی۔

سامنتھا نے جلدی سے اپنے برابر میں دیکھا مگر وہاں اب کوئی نہیں تھا۔ سامنتھا اپنی جگہ سن ہو گئی۔ پہلے تو اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ پھر جب اسے بات سمجھ آئی تو غصے کی لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ وہ تیزی سے اٹھی اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر آ گئی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پھر گاڑی فراٹے بھرتی برائن کے گھر کی طرف بڑھ گئی۔ برائن کے گھر پہنچ کر سامنتھا روتی ہوئی دروازے پر آئی اور اس نے دروازے کو جھنجھوڑ ڈالا، واچ مین باہر آیا اور سامنتھا کو پہچان گیا۔ سامنتھا اسے دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی۔

برائن سامنے موجود صوفے پر بکھرا پڑا تھا اور گلاس ٹیبل پر ڈرگز کے پیکٹ پڑے تھے جن میں سے ایک پھٹا ہوا تھا۔ سامنتھا نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سائیڈ میں رکھے پانی کے بھرے ہوئے گلاس کو اٹھایا اور برائن کے منہ پر زور سے پھینکا۔ برائن نے آنکھیں کھول دیں مگر پوری طرح وہ ابھی ہوش میں آیا نہیں تھا وہ لہرا رہا تھا۔ "کیوں کرس کو راستے سے ہٹانے کے بعد بہت زیادہ چڑھ گئی ہے؟" سامنتھا بولی۔

پہلے تو نشے کی وجہ سے برائن کو کچھ سمجھ نہیں آیا مگر جب سامنتھا نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا تو وہ چونک گیا اور بولا۔ "یہ کیا بک رہی ہو؟"

"کتنی گولیاں ملائی تھیں تم نے کرس کی ڈرنک میں پانچ، دس! نہیں سب یاد آیا وہ تو پوری بوتل تھی!" سامنتھا کے الفاظ نے برائن کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" برائن ہکلایا۔

"یہ صرف میں نہیں اب پوری دنیا کہے گی۔ میں جا رہی ہوں۔ پریس کانفرنس کرنے تاکہ تمہاری اصلیت سب کو پتہ چل سکے۔" سامنتھا جانے کے لئے تیزی سے مڑی مگر ایک زوردار دھماکہ اس کے سر پر ہوا اور وہ چکرا کر ہوش سے بیگانہ ہو گئی۔

برائن نے کرسٹل کی بھاری ایش ٹرے سامنتھا کے سر پر دے ماری تھی پھر اس نے سامنتھا کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور شیشے چڑھا کر ہارن دیا، واچ مین نے گیٹ کھولا اور برائن تیزی سے گاڑی لے کر باہر نکل گیا اور گاڑی ڈرائیو کر کے وہ اسے کھائی کے کنارے پر لے آیا۔ پھر اس نے سامنتھا کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا کر سیٹ بیلٹ باندھی اور گاڑی کو اسٹارٹ کر کے باہر آ کر گیٹ بند کر دیا اور پیچھے جا کر وہ گاڑی ہلکا سا پش کرنے والا ہی تھا کہ ایک دم اس کے کان کے پاس سرگوشی ہوئی۔ "ہیلو برائن!" برائن ایک دم اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

سامنے زخموں سے چور کرس تھا۔ "برائن! چل ناں یار میں تجھے بہت مس کر رہا ہوں، چل آ جا میرے ساتھ ہم دونوں دوست مل کر خوب مزے کریں گے۔ اس رات کی طرح۔" کرس آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"ن ن نہیں!! تو مر چکا ہے۔" برائن الٹے قدموں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ ایک دم اس کے پیر کے نیچے سے پتھر سرکا اور برائن چیختا ہوا کھائی میں جا گرا۔ سامنتھا کو ہوش آیا تو وہ کھائی کے کنارے گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنتھا بڑی مشکل سے گاڑی سے باہر آئی اس کے سر میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں اور وہ پھر گر کر بے ہوش ہو گئی۔

جب سامنتھا کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے کمرے میں تھی۔ وہ چونک کر اٹھ گئی اور بالکونی میں آئی وہاں نیچے اس کی گاڑی بھی کھڑی تھی۔ اسے یاد آیا کہ وہ تو برائن کے گھر گئی تھی پھر اس نے اپنے بینڈ ممبرز اور میڈیا کو بلایا اور انہیں بتایا کہ "برائن نے کرس کا سارا کام چوری کر کے اپنے نام سے پیش کیا ہے۔" اس نے کرس کے قتل کا ذکر نہیں کیا کیوں کہ پولیس ثبوت مانگتی تو وہ کہاں سے لاتی۔ سامنتھا نے پولیس کو بھی اپنا بیان دے دیا اور کہا کہ "اسے کسی ہمدرد نے کال کر کے بتایا ہے۔"

برائن غائب تھا، کسی کو خبر نہیں تھی اور نہ ہی اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

کے واچ مین کو اس رات کی کوئی بات یاد تھی۔ پولیس نے معاملے کی چھان بین کی تو یہ سامنے آ گیا۔ براؤن کا کچھ پتہ نہیں چل سکا، سب سمجھے وہ فرار ہو گیا ہے، سنا تھا اور اس کے دوستوں نے نئی البم اور دیگر سانگز کو دوبارہ ریلیز کر کے اس کا کریڈٹ آفیشلی کرس کو دے دیا۔ ان سب کو لمحہ بھر کے لئے کرس کا مسکراتا چہرہ دکھائی دیا جو پھر ایک دم غائب ہو گیا۔

سمیندر نے لمحہ بھر کو ٹھنڈی سانس لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ کتاب اس کی گود میں رکھی ہوئی تھی۔ اس نے خوف کم کرنے کے لئے جیب سے چیونگم نکالی اور چبانے لگا۔ پھر اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کتاب کو کھولا اور صفحہ الٹ کر پڑھنے لگا۔ کیونکہ راستہ طویل تھا اور کرنے کو کچھ تھا نہیں۔

☆......☆......☆

"ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو......" گانے کی آواز سے پورا گھر گونج رہا تھا اور تمام لڑکے اور لڑکیاں پوری سیٹنگ سے گانے پر فلمی ہیرو، ہیروئن کی طرح رقص کر رہے تھے۔ مہندی کی تقریب کا یہ ہنگامہ رات دو بجے تک جاری رہا۔ کھانا ختم ہو چکا تھا مگر اس کے بعد بھی نوجوان لڑکے لڑکیوں نے دوبارہ ڈانس کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر رات 2 بجے تھک ہار کر سب بستروں پر چلے گئے مگر دلہن کا بھائی حماد اور اس کے خالہ زاد نعیم اور سمان کی مستی ابھی بھی ختم نہیں ہو رہی تھی۔ "چل باہر چل کر مزے کرتے ہیں!" نعیم بولا تو باقی دونوں جھٹ سے تیار ہو گئے اور پھر وہ تینوں رات کے ڈھائی بجے گھر سے نکل پڑے۔

"کہاں چلیں؟" حماد نے گاڑی سڑک پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہم تو ہوا کے آوارہ جھونکے ہیں، جہاں مرضی منہ اٹھا کر چل پڑتے ہیں۔" سمان نے تھرڈ ریٹ جملہ کسا۔

"چل یار پہلے تھوڑی آوارہ گردی کرتے ہیں۔" نعیم کے کہنے پر وہ سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔ راستے میں اکا دکا جو بھی نظر آ جاتا وہ اسے گالیاں بکتے اور آوازیں کستے، اگر کسی گاڑی میں کوئی خاتون نظر آ جاتی تو اسے اشارے کرنے لگتے۔ دو ایک نے انہیں جواباً گالیاں سنائیں تو بے غیرتی سے قہقہے لگاتے آگے بڑھ گئے۔ پھر راستے میں ایک ہوٹل پر ان کی نظر پڑی تو انہوں نے گاڑی روک دی اور وہاں بچھی چارپائیوں پر پسر گئے پھر انہوں نے وہاں انڈے پراٹھے اور قیمے پر ہاتھ صاف کئے پھر دودھ پتی منگوائی اور پھر وہاں سے چل پڑے۔ اب ان کا رخ ساحل سمندر کی جانب تھا۔ چار بجنے والے تھے۔ جب سمان نے اپنی قیمتی گھڑی کے ڈائل پر نظر ڈالی تھی۔ پھر وہ لوگ وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ان کا موضوع کالج کی لڑکیاں تھیں۔ پھر وہ لوگ جانے کے لئے اٹھے اور چلتے ہوئے گاڑی تک جانے لگے۔ ٹن! ٹن! ٹن! سامنے دور ایک ٹھیلے والا ان کی طرف آ رہا تھا۔

سردی کا موسم تھا اور اس آدمی نے بڑی سی چادر سے اپنے آپ کو لپیٹا ہوا تھا، اس کے ٹھیلے پر موجود گرم گرم بھنے ہوئے چنوں کی خوشبو دور سے ہی آ رہی تھی۔

"چل یار چنے لیتے ہیں۔" نعیم بولا۔

"تم لوگ چنے لو میں گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوں۔" حماد نے کہا اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔

سمان اور نعیم چلتے ہوئے ٹھیلے پر آئے اور چنے نکالنے کا کہا۔ چنے والا آہستہ آہستہ چنے کاغذ کی تھیلی میں ڈالنے لگا۔ اس کے ہاتھوں پر چادر پڑی ہوئی تھی۔

"بابا اتنی رات میں تم کیا کر رہے ہو، اس وقت تو کوئی مشکل سے ہی آتا ہے!" نعیم نے اس کے ٹھیلے سے چنے اٹھا کر چباتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو صاحب کم ہی لوگ آتے ہیں اس وقت مگر کیا کریں بھوک لے آتی ہے!" اس آدمی نے کہا۔

"بابا تم اکیلے یہاں پھر رہے ہو، سنا ہے ایسی سنسان جگہوں پر اکیلے جانے والے جن، بھوت اور چڑیل کی چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔" سمان نے کہا تو

Scanned By Bookstube
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

چنے والے کا ہاتھ رک گیا۔ ''بابا! تم......'' پھر سلمان کو ایک دم بریک لگ گئے کیونکہ اس کی نظر چنے والے کے ہاتھ پر پڑ گئی تھی۔ جہاں سے چادر سرک گئی تھی۔ سلمان کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں۔ ''اس کا ہاتھ پیلی سی چھلی کا تھا جس پر بڑے بڑے سیاہ بال نما کانٹے اگے ہوئے تھے اور ناخن کسی تیز نوکیلے بھالے کی طرح لمبے تھے۔''

سلمان نے سر جھٹکا اور کچھ کہے بغیر نعیم کا بازو پکڑا اور گھسیٹتا ہوا بولا۔ ''بھاگ!''

نعیم حیران سا اس کے ساتھ بھاگنے لگا، دونوں بھاگتے ہوئے آئے اور گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر بیٹھ گئے۔ سلمان بولا۔ ''حماد! گاڑی بھگا۔'' حماد نے گاڑی آگے بڑھا دی وہ سمجھا انہیں مستی سوجی ہے اور یہ بغیر پیسے دیئے آئے ہیں۔ ''ابے! غریب چنے والے کو تو بخش دیتا۔'' حماد نے ہنستے ہوئے کہا۔

''وہ چنے والا نہیں تھا، کوئی اور مخلوق ہے!'' سلمان نے کہا تو حماد اور نعیم دونوں ہنسنے لگے۔ ایک دم انہیں سڑک پر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے گاڑی سے باہر جھانکا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ''وہاں آدھا انسان تھا جس کا نچلا دھڑ گھوڑے کا تھا، جس سے وہ بھاگ کر ان کا پیچھا کر رہا تھا، اس کے ہاتھ اور اوپری دھڑ پیلی چھلی کا تھا، جس پر سیاہ بال نما کانٹے تھے اور زبان دو شاخہ باہر نکلی ہوئی تھی۔''

حماد نے گاڑی کی اسپیڈ فل کر دی، مگر اچانک وہ مخلوق بالکل ان کے برابر آ گئی۔ اس نے دوڑتے ہوئے اپنا ہاتھ ان کی جانب بڑھایا ہی تھا کہ فضا میں ''اللہ اکبر!'' کی صدا گونجی اور پھر وہ مخلوق ایک دم غائب ہو گئی۔ گاڑی ایک زوردار دھماکے سے سامنے درخت سے ٹکرائی اب وہ تینوں بے ہوش ہو چکے تھے۔

مہیندر نے خوف سے جھرجھری لی اور کتاب بند کر دی۔ پہلی والی کہانی تو خوفناک نہیں تھی مگر اب مہیندر نے خوف سے اپنی آنکھیں بھینچ لیں۔ ''کب ختم ہوگا یہ سفر اور میں اپنے گھر پہنچ جاؤں گا۔'' اس نے دل میں سوچا۔ اس کے حلق میں خوف سے کانٹے پڑ رہے تھے اسے اتنی سردی میں بھی پسینہ آ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ ''آپ کے پاس پانی ہوگا؟'' مہیندر نے ڈرائیور سے کہا۔

''سیٹ کے نیچے ہے بوتل۔'' ڈرائیور بولا۔

مہیندر نے بوتل نکالی اور ڈھکنا کھول کر منہ سے لگائی۔ پانی حلق سے نیچے اترتے اترتے اچانک حلق میں ہی اٹک گیا اور اس کے ذہن میں اس کتاب میں درج الفاظ گونجنے لگے۔ ''سنسان جگہوں پر اکیلے جانے والے جن، بھوت اور چڑیل کی چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔'' مہیندر کی نظر ڈرائیور کے ہاتھ پر پڑی، جو چادر ہٹنے سے باہر نکل آئے تھے۔ وہ ہاتھ بالکل ''سیاہ'' تھا۔ اس سے پہلے کہ مہیندر کچھ سمجھ پاتا اس کے سینے میں بائیں طرف درد اٹھا اور وہ ایک جانب لڑھک گیا۔ پانی کی بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری تو سردار جی نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ ایک دم لڑکھڑائے اور ٹرک بے قابو ہو گیا۔ سردار جی نے جلدی سے بریک لگائے اور ٹرک سے نیچے کود کر مہیندر کی طرف والا گیٹ کھولا اور اندر جھانکا اور مہیندر کو اپنے ''سیاہ اونی دستانے' والے ہاتھوں سے ہلایا مگر وہ بے سدھ پڑا رہا۔ ''او باوا! میں نے تو ہمدردی میں تجھے لفٹ دی تھی تو نے تو مجھے پولیس کے جھمیلے میں پھنسا دیا! ٹرک کا مالک تو نوکری سے نکالے گا ساتھ جیل کی ہوا بھی کھانی پڑے گی۔'' اس نے سر پکڑ لیا پھر اس نے مہیندر کو ٹرک سے اتارا اور سڑک کے ایک طرف لے آیا اور جھاڑیوں میں لٹا کر ٹرک پر چڑھا اور آگے بڑھ گیا۔

ہوٹل پر بیٹھے ہوئے لوگ اخبار میں چھپی خبر پر تبصرہ کر رہے تھے۔

''سنسان سڑک پر ایک آدمی کی لاش ملی تھی، مگر اس کا سارا سامان جوں کا توں ہے۔'' ''مجھے تو پورا یقین ہے کہ کسی چڑیل نے اس کی جان لی ہوگی۔ مراد نے کہا تو باقی سب بھی ہاں میں گردن ہلانے لگے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عشق ناگن

ایم الیاس

قسط نمبر:18

چاہت خلوص اور محبت سے سرشار دلوں کی انمٹ داستان جو کہ پڑھنے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دے گی کہ دل کے ہاتھوں مجبور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے بے شمار جان لیوا اور ناقابل فراموش مراحل سے گزرتے ہوئے بھی خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنے وجود کے مٹ جانے کی بھی پروا نہیں کرتے۔ یہ حقیقت کہانی میں پوشیدہ ہے۔

یہ دنیا رہے نہ رہے لیکن کہانی محبت کی زندہ رہے گی۔ انمی الفاظ کو احاطہ کرتی دلگداز کہانی

بس وہ چند ساعتوں تک اپنے حواس میں رہا۔

اس کی نگاہوں کے سامنے امرتا رانی کی بڑی بڑی شعلہ بار مقناطیسی لہروں کا ایک طوفان اور مقناطیسی آنکھوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور غنودگی کی بہت دبیز دھند اس کے بدن اور اس کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی تھی۔ بس وہ محسوس کرتا رہا۔

اس کی یہ کیفیت کتنی دیر تک مسلط رہی اسے اندازہ نہ ہوسکا تھا...... کسی ترغیب کے بغیر ہی اس کی آنکھ خودبخود کھلی تھی۔

اسے اس خیمہ میں دیا کی روشنی جو کمزور اور دھیمی پڑگئی تھی وہ امرتا رانی نے پھونک مار کے کم کی تھی...... پھر اسے دیے کی روشنی کے دو زرد شعلے لرزتے نظر آئے..... اس نے پلکیں جھپکا کر غور سے ان روشن شعلوں پر نگاہیں مرکوز رکھیں تو اس کا دل ناقابل بیان مسرت آگیں سے سرشار ہوگیا۔

اس کی دوسری آنکھ کی بینائی واپس آچکی تھی۔

اس لئے بے یقینی کے عالم میں اپنی داہنی آنکھ بند کرکے اس حقیقت کی تصدیق کی تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ اس نے سوچا کہیں وہ کوئی سپنا تو نہیں دیکھ رہا ہے؟

جل منڈل کی بھیانک دھرتی پر آیا ہوا بدن زخم منڈل ہوچکا تھا...... پھر اس نے بے چینی سے ہر طرف نگاہیں دوڑائیں...... امرتا رانی...... سنگیت کے ہمراہ ایک گوشے میں کھڑی فاتحانہ شان سے اس کامیابی پر مسکرا رہی اور مسرور تھی۔ اس کی آنکھوں میں آکاش کے لئے پیار اور جذبات کا طوفان ہلکورے لینے لگا تھا۔

آکاش کے پہلو میں وہ دیہاتی ابھی تک بے خبر کی گہری نیند سو رہا تھا جسے امرتا رانی اپنے حسن اور پرشباب جسم کی رعنائیوں کا جلوہ دکھا کے اسے شراب پلائی تھی جس کا خمار اس کے ذہن پر چھا گیا تھا وہ ابھی تک رنگین اور انجانے سپنوں میں امرتا رانی کے ساتھ کھویا ہوا تھا۔ وہ اس تلخ اور بھیانک حقیقت سے بے نیاز تھا کہ وہ ایک آنکھ کی بینائی اور نعمت سے محروم ہوچکا ہے۔ ابھی وہ نا تک باقی تھا جو اسے ایک آنکھ سے محروم کرنے کے لئے رچایا تھا۔ وہ نیند کی اور مدہوشی کی حالت میں سینے پر ہاتھ اس طرح باندھ رکھے تھے جیسے اس نے امرتا رانی کو دبوچ رکھا ہے اور اس کے ہونٹ چہرے اور نشیب و فراز کو سرفراز کررہے ہیں...... اور پھر وہ ساتھ ساتھ زیر لب بڑبڑا بھی رہا تھا کہ میرے دل کی رانی تو کتنی حسین ہے۔ تو نے مجھے کتنا اور کس قدر خوش کیا ہے......

نہ صرف آکاش بلکہ سنگیت اور امرتا رانی بھی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کی بڑبڑاہٹ اور باتیں سن کر ہنس پڑی تھیں۔

''میرے دیوتا آکاش جی! آنکھ اور اس کی بینائی مبارک ہو......'' امرتا رانی پیار بھرے لہجے میں بولی۔ ''بالکل بھی پتا نہیں چلتا ہے کہ کسی اور کی آنکھ تمہاری زائل آنکھ میں موجود ہے۔ اسے لگادی گئی ہے۔ تم اب کیا محسوس کررہے ہو؟''

''آنکھیں بھی کیا نعمت ہیں......؟ تم نے تو ایک ڈاکٹر کی طرح آپریشن کرکے میری آنکھ لگادی ہے جو کسی نعمت اور دولت سے کم نہیں ہے...... مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں کوئی سندر سا سپنا دیکھ رہا ہوں۔

پھر اس نے امرتا رانی کی طرف لپک کے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ اسے سنگیت کی موجودگی کا بھی خیال نہیں رہا اور جذبات کی فراوانی اسے بے قابو کرنے لگی۔

''کاش......! میں تمہیں اس خوشی میں انعام سے نواز سکتا......؟ میری جان! تم نے تو معجزہ سا کردیا۔''

''تمہاری محبت، خوشی اور بینائی کا مل جانا ہی میرے لئے بہت بڑا انعام ہے......'' امرتا رانی اس کے بازوؤں کی گرفت میں کسمساتی ہوئی بولی۔ یہ تھوڑی دیر میں بیدار ہونے والا ہے کہیں اس نے ہم دونوں کو جذباتی حالت میں دیکھ لیا تو اسے غم ہوجائے گا اور وہ سوچے گا یہ کس خوشی میں جشن منایا جارہا ہے؟''

امرتا رانی اس کی گرفت سے نکل کے بال اور لباس درست کرنے لگی تو سنگیت آکاش کی طرف بڑھی۔

''میں بھی تو من کے دیوتا کو مبارکباد دے دوں۔'' اس نے اپنی بانہیں آکاش کے گلے میں ڈال دیں۔

''کیا اب ہم دونوں باہر چلے جائیں تاکہ تم نانک کور جاسکو......؟''

''لیکن میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے...... یہ نانک جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔''

''وہ کس لئے......؟'' آکاش نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''تم نے ارادہ بدل دیا ہے؟''

''اس لئے کہ یہ بیدار ہونے کے بعد مجھے اپنے پہلو میں نہ پاکر اٹھے گا اور غصے میں نیم پاگل ہوکر مجھے تلاش کرنے نکلے گا تو اندھادھند دوڑنے کی صورت میں چوکھٹ سے ٹکرا جائے گا اور پھر اس کی آنکھ پھوٹ جائے گی۔ زخمی ہوجائے گی اس کے بیدار ہونے سے پہلے نکل جائیں اور اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ جتنا جلد ہوسکے یہاں سے نکل کر دور بہت دور چلے جائیں۔''

امرتا رانی نے چوں کہ بڑے پتے کی بات کہی تھی۔ اس لئے انہوں نے ذرا بھی دیر اور تاخیر نہیں کی۔ وہ باہر نکل آئے۔

راستہ کٹھن اور دشوار گزار سا تھا۔ اونچی اونچی اور گھنی جنگلی جھاڑیاں تھیں...... کانٹوں اور تنگ پگڈنڈیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک سمت بڑھتے رہے...... کہاں اور کدھر جارہے ہیں اور منزل کہاں ہے؟ اس کا علم صرف اور صرف امرتا رانی کو تھا۔ وہی ان کی رہنمائی، رہنمائی بھی کرنے لگی تھی۔

ابھی وہ صبح کے ملگجے اجالے اور تیز چلتی ہوئی ہواؤں میں چلتے رہے۔ انہوں نے خاصی مسافت کی تھی کہ اک دم سے اس نے ایک بار پھر دردناک اذیت نے اپنے درد میں مبتلا کردیا...... اس کے معدے میں جو ننھے ننھے باریک سانپ موجود تھے۔ وہ پھر سے بیدار ہوگئے۔ درد کی کیفیت اس قدر شدید اور ناقابل برداشت تھی کہ اس نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا اور بری طرح کراہتے ہوئے زمین پر گرگیا۔

وہ زمین پر درد کی شدت سے لوٹنے لگا تو سنگیت تڑپ اور بے چین ہوکر اس کی طرف لپک کے آئی۔ اسے سہارا دے کر سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھیں اس کی خستہ حالت پر نم ناک ہورہی تھیں اور ان میں سے ویرانی اور تشویش جھانکنے لگی تھی۔ اس نے آکاش کا چہرہ اپنے نرم نازک ہاتھوں کے پیالے میں اسے بچوں کی طرح اور ہر طرح سے بہلانا چاہا، کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس کے باوجود سنگیت کی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کوئی کوشش اور ہاتھوں کا فرحت بخش لمس سے بھی کم نہ ہوسکا..... اس نے جل منڈل کی سرزمین سے باہر کیا قدم رکھا پھر سے یہ درد عود آیا تھا۔ ان دونوں کے پے در پے حملوں نے اس کے وجود کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔

پھر سنگیت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگی تو اس نے سنگیت کے ہاتھ کی پشت کو چوم کر کہا۔

"میری جان! رہنے دو..... یہ دونوں درد اس طرح کم اور ختم ہونے سے رہا۔ یہ تڑپا تڑپا کے مار دینے پر تلا ہوا ہے۔"

"کیا اس درد کی کوئی دوا یا علاج ممکن نہیں ہے.....؟" سنگیت نے دل گرفتہ لہجے میں پوچھا۔

"اس وقت ممکن ہے جب میرے معدے میں بھرے سانپوں سے نجات مل جائے۔" آکاش نے جواب دیا۔

"سنگیت کا ہاتھ اس نے اپنے پیٹ پر سے ہٹادیا۔ خاصی دیر بعد یہ درد اس طرح اور اس تیزی کے ساتھ اچانک دم توڑ گیا جس تیزی سے اس پر حملہ آور ہوا تھا۔ گو اس سے اسے بڑا سکون ملا اور پیٹ میں ایک عجیب سی فرحت اور ٹھنڈک سی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے چند لمحوں کے لئے سنگیت کے مخملیں شانے پر اپنا سر رکھ دیا تو سنگیت نے اسے قریب کرلیا اور اس کے بالوں کو سہلانے لگی۔

پھر کچھ ساعتوں کے بعد وہ سنگیت کا سہارا لے کر کھڑا ہوا تو مدہوم اندیشوں اور اس ناگہانی دورے کے باعث اس نے جیسے اسے کسی گیلے کپڑے کی طرح نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔ اس کی پنڈلیاں اس کا بوجھ سہار نہ پارہی تھیں اور آہستہ آہستہ لرز رہی تھیں۔ اسے بڑی نقاہت محسوس ہورہی تھی۔ اس کے لئے کھڑا ہونا بھی دشوار سا لگنے لگا..... اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اور نہ اپنے آپکو کسی فریب میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی بھی سے اچانک اور غیر متوقع اس پر حملہ آور ہوسکتا تھا۔

وہ بے جان سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا تو امرتا رانی اس کے پاس آئی تو اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا رہنا چاہتا تھا کہ خدا اس کے پیر توانائی سی محسوس کریں۔ پھر وہ امرتا رانی کے سہارے اٹھا تو اس نے امرتا رانی کی آنکھوں میں اس کے لئے فکر اور تشویش سی دکھائی دی۔ معصوم صورت سنگیت بھی اس کی اس تکلیف سے بہت مغموم سی ل رہی تھی۔

"گو میں اب بالکل ٹھیک ہوگیا ہوں۔" وہ ان دونوں کی آنکھوں میں باری باری جھانک کر بولا۔ "اب پریشان اور فکر مند نہ ہو..... لیکن میں نہیں جانتا اور نہ ہی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس موذی درد سے کب تک سکون سے رہ پاؤں گا۔"

"میں یہ دیکھ رہی ہوں اور دیکھ چکی ہوں کہ تم اس درد کی تکلیف سے کس قدر ہلکان اور پریشان ہوجاتے ہو۔" امرتا رانی نے فکر مندی سے کہا۔ "اب کسی ٹھکانے پر پہنچتے ہی سب سے پہلے میری یہ کوشش ہوگی اگن ناگ کی بھینٹ سے نجات دلاؤں..... مجھ سے تمہاری یہ تکلیف دیکھی نہیں جاتی ہے..... یہ سنگیت کو دیکھو..... منہ پھیر کے رورہی ہے..... دکھی اور پریشان ہورہی ہے..... جتنی خوب صورت اور کول بدن کی ہے۔ اس کا دل اس سے کہیں کول سا ہے۔"

آکاش نے سنگیت کو قریب کرلیا۔ اس کی آنکھوں سے جو ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ وہ بولا۔

"تم میری تکلیف کا اتنا خیال نہ کیا کرو؟ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا؟"

"تم کتنے اچھے ہو..... اور کتنے بہادر بھی یہ اس کمینی چڑیل جل کماری جس نے تمہیں دھوکے سے سانپوں کو سویوں کی صورت بھر کے کھلادیا کاش..... ! میں اس کا منہ نوچ سکتی..... آنکھیں پھوڑ دیتی۔" سنگیت اتنا کہہ کر سسک پڑی۔

"اب اس چڑیل اور ڈائن کا نام بھی نہ لو۔" آکاش نے کہا اور پھر امرتا رانی سے پوچھا۔ "اب ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"ہم اس ندی کے کنارے چل رہے ہیں جسے باسدیو ندی کہتے ہیں۔" امرتا رانی نے جواب دیا۔ "کچھ دیر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

کی مسافت طے کرنے کے بعد بیوپاری کے قدیم علاقے میں جانکلیں گے۔ وہاں ایک قدیم اور ویران آشرم بھی ہے۔ ہم اسی میں اپنی رہائش گاہ بنائیں گے۔ میرے خیال میں وہ ہر لحاظ سے ہمارے لئے محفوظ جگہ ہے۔"

یہ مسافت بڑی لمبی تھی۔ جسے طے کرنے میں چار پانچ گھڑیاں لگیں۔ اسے ہر لحہ یہ خوف دامن گیر رہا کہ کہیں دوبارہ اس کے معدے میں پھر سے وہ تکلیف اور درد نہ جاگ جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا ایک قدم چلنا بھی دوبھر ہو جائے گا۔ سنگیت اس کے ساتھ ساتھ چل ہی تھی۔ ایشور نے اس پر بڑی دیا کی کہ اس کی نوبت نہیں آئی اور یہ راستہ سکون سے کٹ گیا۔

جس آبادی میں وہ داخل ہوئے تھے وہ ایک عام سی اور مختصر سی آبادی تھی۔ ان کی غربت اور بدحالی کا اندازہ ان کے لباس اور رہن سہن سے ہوتا تھا۔ مرد بچے لڑکیاں اور عورتیں کیا ان کے لباس پھٹے پرانے سے تھے وہ بدن ڈھانکنے سے قاصر تھے۔ وہ ابتدائی دور کے لگتے تھے۔ جب تہذیب نے انسانیت کو نہیں چھوا تھا۔ وہاں چند ایک افراد ہی دکھائی دیئے تھے۔ امرتا رانی نے بتایا وہاں کئی برس پہلے ایک راکھشش آیا تھا جس نے لوگوں کا جینا حرام کیا تو بستی کے لوگ وہاں سے نکل بھاگے تھے۔ وہاں ایک اناتھ آشرم کی عمارت تھی جس میں الو بول رہے تھے۔

جب وہ وہاں پہنچے تو دوپہر کا سمے تھا۔ ہر طرف سورج کی تیز اور چمکیلی روشنی تھی جو ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن جب وہ اس بوسیدہ قدیم اور خستہ چوبی پھاٹک کی بغلی کھڑکی عبور کر کے اس اناتھ آشرم کی عمارت میں گھسے جو قدیم طرز کی لگتی تھی اور کھنڈر کی مانند تھی۔.... اندر قد آدم جھاڑیوں کا جنگل تھا جو سنسنا رہا تھا۔ جیسے صدیوں اس زمین پر کسی روح کے قدم نہ پڑے ہوں۔ سرد خنک ہوا کے جھونکوں میں خزاں رسیدہ زرد پتے زمین کے خالص حصوں پر اڑتے پھر رہے تھے اور اس اناتھ آشرم کے وسیع احاطے میں بھیانک سی ویرانی مسلط تھی۔

امرتا رانی نے آگے بڑھ کر جھاڑیوں کے درمیان راستہ بنایا۔ سنگیت نے آکاش کا ہاتھ تھام لیا تو آکاش اسے سہارا دے کر اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ کئی بار گھنی جھاڑیوں میں سے لمبے، چھوٹے اور زہریلے سانپ نکلے اور سرسراتے ہوئے ان کے سامنے سے گزرے، لیکن ان سے کسی ایک نے تعرض نہیں کیا۔ کیوں کہ امرتا رانی اور منکہ کی موجودگی نے انہیں ہراساں کر دیا تھا اور اس مفروضے کی بناپر میں نے وہاں سانپوں کی موجودگی پر کوئی توجہ نہیں دی۔

جب وہ اصل عمارت میں گھسے تو اندر قدم رکھتے ہی گھپ اندھیرے نے انہیں اپنی لپیٹ میں اس طرح سے لے لیا جیسے ان کا سواگت کر رہا ہو۔ مخصوص وضع کے بنے ہوئے ہال کی چھت سے لٹکی ہوئی بے شمار سیاہ رنگ کی چمگادڑیں چک چک کرتی ہوئیں ان کے سروں پر منڈلانے لگیں۔ ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے ہال کی تاریک فضا میں گرد و غبار کا اک طوفان سا اڑنے لگے۔ جس کا احساس اسے سانس لینے کی دشواری سے ہوا۔

اس تاریک اور ڈراؤنے ماحول نے انہیں ایک دم سے ہراساں اور حد درجہ خائف کر دیا تھا۔

آکاش کو اپنے تحفظ کا پورا یقین ہونے کے باوجود وہ ان چمگادڑوں سے خائف تھا۔ اس نے سنگیت کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کے اپنے سر بچانے کے لئے دونوں ہاتھوں سے ڈھال بنالی۔

چمگادڑوں کی بیٹ میں رچی ہوئی فضا میں چند قدم طے کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ اس ہال میں اکیلا رہ گیا ہے۔ اس کا احساس ہوتے ہی اس نے پلٹ کے دیکھا تو کوئی پندرہ بیس قدم کے فاصلے پر ایک ٹوٹا ہوا تختہ نظر آیا۔ وہ مختصر سا روشن خلا تھا جس میں روشنی چمکتی نظر آئی جسے پھاند کر وہ اندر آیا تھا۔ اس کی چھٹی حس بھی کہہ رہی تھی کہ وہ اس لحہ تنہا ہی ہے..... پھر اس نے رک کر امرتا رانی اور سنگیت کی قدموں کی چاپ پر کان جمادینے چاہے لیکن بے سود اسے کوئی تیسری آواز سنائی نہیں دی تھی۔

وہ جن غیر یقینی طور پر پراسرار حالات میں گھرا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ہوا تھا ان کے پیش نظر اس کا ہراساں ہو جانا ایک فطری سا امر تھا۔ اس کے دل میں ایک شبہ نے جنم لیا کہ شاید امرتا رانی نے اسے کسی جال میں دھوکے سے پھانس دیا ہو اور خود نکل گئی ہو۔ اس نے شاید یہ کھیل منکہ کے حصول کے لئے کیا ہو......! تا کہ میں منکہ اسے اپنی مرضی اور خوشی سے لوٹا دوں۔

منکہ کا خیال آتے ہی اس کے دل کو ایک عجیب سی تقویت ہوئی اور اس نے شبہ کو دل سے نکال پھینکا...... اس لئے کہ جب تک منکہ اس کے قبضے میں ہے وہ اس کی ہر بات اور حکم ماننے پر مجبور ہے...... امرتا رانی کے دل اور نیت میں کوئی فتور ہوتا تو وہ اسے منکہ دیتی ہی نہیں...... جب کہ منکہ اس نے سنگیت کے پیٹ سے پراسرار اور شکتی سے نکال لیا تھا اور جل منڈل پہنچی تھی...... وہ اس کی دیوانی تھی۔ اس کا منکہ تو آکاش کی ذات تھی۔ اس کے عشق میں ہر طرح سے تابع ہو چکی تھی۔

پھر اس کے ذہن نے امرتا رانی سے رابطہ کیا۔ لحظہ بھر میں بھی ڈراؤنا ہال کا فرش کسی کے قدموں کی چاپ سے گونجنے لگا۔ وہ ہر لحہ اس سے قریب تر ہوتا گیا۔ تاریکی کے سبب وہ آنے والے کی صورت نہ دیکھ سکا۔

''کون ہے......؟'' اس نے تیز اور پھنسی پھنسی آواز میں مخاطب کیا۔

''میں تمہاری پجارن......!'' امرتا رانی کی مانوس اور تحیر آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

''تم مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کے کہاں چلی گئیں؟ میں پریشان ہو گیا ہوں۔'' وہ بولا۔

''تم یہیں بھٹک رہے ہو...... اور میں اندر تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' امرتا رانی نے کہا۔

وہ اتنا کہہ کے اس کے قریب آئی اور پھر اندازے سے اس کا ہاتھ تھام لیا تا کہ انہیں موجودگی کا ثبوت دے۔ پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔

''اندر......؟'' آکاش نے متعجب ہو کر سوال کیا۔ ''کیا اندر اور بھی کوئی کمرا ہے؟''

اندھیرے میں امرتا رانی کی ہنسی کھنک گئی۔ وہ مترنم لہجے میں بولی۔

''کیا تمہیں باہر سے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوا کہ یہاں کئی اور کمرے بنے ہوئے ہیں اور سب کے راستے اس کمرے سے گزرتے ہیں جہاں تم اس وقت کھڑے ہوئے ہو۔''

''پھر آکاش نے اندھیرے میں ٹٹول کر اس کا ہاتھ تھام کر قریب کر لیا اور پوچھا۔ ''سنگیت کہاں ہے؟''

''وہ...... وہ اندر مہا پجاری کے پاس ہے۔'' وہ آکاش کو لے کر ایک سمت بڑھی۔

''مہا پجاری......؟'' آکاش چونک پڑا۔ ''تم نے بتایا تھا کہ یہ اناتھ آشرم جانے کتنی صدیوں سے ویران پڑا ہوا ہے؟'' آکاش نے مشکوک لہجے میں کہا۔ ''یہ کہاں سے آ گیا؟''

''میں نے غلط کب کہا......؟'' اندھیرے میں پھر امرتا رانی کی مترنم ہنسی کھنک گئی۔ آکاش نے محسوس کیا کہ وہ اس سے بہت ہی مسرور سی ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

''اصل بات کیا ہے کہو......؟'' آکاش نے چند منٹوں تک اس کے جواب کا انتظار کیا پھر کہا۔ ''تم بتاتی کیوں نہیں ہو؟''

''اس بستی والوں کے لئے یہ ایک صدی سے اجاڑ پڑا ہوا ہے۔'' امرتا رانی نے جواب دیا۔ ''ناگوں کے دھرم پریم کرنے ایسے ویرانوں میں بسیرا کرتے ہیں تا کہ ان کے درمیان کوئی بھرم نہ رہے...... یہاں ہمارے مہا پجاری کا گیان استھان ہے...... وہ اندر تمہارا راستہ دیکھ رہے ہیں...... ان کے فن اس جیال کو دیکھنا چاہتے ہیں جو جل منڈل کی کٹھنائیاں جھیل کے ایک بار اپنی دھرتی پر قدم رکھ چکا ہے۔''

''مگر تم نے کبھی مجھ سے بھولے سے بھی کسی مہا پجاری کا کوئی ذکر کیا......؟ اب کیسے یاد آ گیا؟'' آکاش نے شکوہ کیا۔

''لیکن تم نے پوچھا کب تھا جان من......!'' امرتا رانی نے اسے معصومیت سے جواب دے کر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لاجواب کردیا۔

وہ اس گھپ اندھیرے میں آکاش کا ہاتھ محبت بھرے انداز سے تھام کے آگے بڑھتی رہی۔

پھر مسافت طے کرتے کرتے امرتا رانی رک گئی تو آکاش نے سراسیمگی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے......! تم رک کیوں گئیں......؟ کیا کوئی خطرہ......؟"

"یہاں ایک دروازہ ہے جس میں سے احتیاط سے گزرنا ہے......" امرتا رانی نے اسے جیسے تنبیہ کی۔

امرتا رانی نے اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے تھام لیا۔ چند ساعتوں کے بعد وہ دونوں بڑی احتیاط کے ساتھ اس میں سے ہوکر گزرے اور بائیں ہاتھ مڑتے ہی ایک دوسرے دروازے میں جا گھسے۔ اس دروازے میں قدم رکھتے ہی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں......اس کمرے میں سفید براق بالوں والا ایک نحیف ونزار نیم برہنہ تن بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا ستا ہوا استخوانی چہرہ اس کی جانب رخ کئے ہوئے تھا۔ اس کے ہڈیوں جیسے ڈھانچے بدن سے بے شمار سانپ محبت آمیز انداز میں لپٹے ہوئے تھے۔ کئی مختلف رنگوں کے اژدھے اس کی گردن زندہ یا مردوں کی طرح جھول رہے تھے۔ اس کمرے میں مدھم اور ٹھنڈک آمیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور بوڑھے کے سامنے جو کنڈلی مار کے بیٹھے ہوئے ایک سانپ کے نیچے دبی ہوئی کسی کو نظر نہ آنے والی چیز سے پھوٹ رہی تھی۔ اس بوسیدہ کمرے کی دیواروں کے ساتھ بہت سے مٹی کے برتنوں کی ایک لمبی سی قطار تھی جس میں دودھ بھرا ہوا تھا اور بہت سارے سانپ تیزی کے ساتھ دودھ پی رہے تھے۔

آکاش نے خوف انداز میں پورے کمرے کا جائزہ لینے کے بعد ایک بار پھر اس ناتواں بوڑھے کی طرف دیکھا۔ اس کی دھندلائی ہوئی بے رونق آنکھیں اس پر ہی مرکوز تھیں۔

"آکاش پیارے......!" بوڑھے کی لرزیدہ سی آواز نے اسے مخاطب کیا۔ "میرے بالک ادھر......

میرے قریب آ......" اس کے قدم غیر ارادی طور پر اس بوڑھے کی طرف اٹھتے گئے......امرتا رانی مودبانہ انداز میں اپنی جگہ ہی کھڑی رہی وہ اس پراسرار بوڑھے سے مرعوب ہوگیا اور دل میں خوف کا دامن گیر ہورہا تھا۔ اسے سنگیت کمرے میں دکھائی نہ دی تو اسے شک سا ہونے لگا۔

"ہٹ جاؤ بالکو......" بوڑھے نے اپنے بدن سے لٹکے ہوئے ناگوں اور اژدھوں کو تھپ تھپاتے ہوئے کہا۔

وہ تمام ناگ اور اژدھے فوراً ہی بل کھا کھا کے پھنکارتے ہوئے اس کے بدن پر سے پھسلنے لگے...... ان کی آوازوں میں دبا دبا احتجاج نمایاں تھا۔ انہیں بوڑھے کا حکم شاید اس لئے پسند نہیں آیا تھا کہ اس بوڑھے مالک نے انہیں ایک انسان کی خاطر اپنے رفیقوں کو علیحدہ ہوجانے پر مجبور کیا تھا۔

پھر بوڑھے نے اس کا ہاتھ تھاما تو اس کے بدن میں ایک سن سناہٹ دوڑ گئی۔ وہ بوڑھا شاید تیز بخار میں مبتلا تھا۔ کیوں کہ ہتھیلیاں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

"تیری ساری بپتا اور دکھ مجھے معلوم ہے میرے پیارے بالک......!" بوڑھے نے بڑی محبت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "تیرے دھیان کی شکتی میں بڑا زور ہے جو اتنے صدمات جھیل گیا اور جیون کی خاطر ڈٹا رہا......میری بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ تیری پیاری پتنی تجھے مل جائے۔"

"شکریہ جی......!" وہ بہ مشکل تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ اسے اس ہمدردی اور خلوص کی توقع نہ تھی۔

"امرتا رانی مجھے یہاں کام سے ہی لائی ہے......اگن ناگ نے تیرے جیون پر دیا کر کے تجھ سے کسی کنواری دوشیزہ کے پوتر خون کا بلیدان مانگا تھا......اب سے آ گیا ہے کہ تو اپنا بوجھ اتار دے اور اس دکھ سے جان چھڑا لے...... جو اب تک روگ بن گیا ہے۔" اس بوڑھے نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں ہر قیمت پر اس جان لیوا عذاب سے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نجات پانا چاہتا ہوں؟'' آکاش نے آہستگی سے کہا۔
''گلابی رانی امرتا جی......!'' اس بوڑھے نے امرتا رانی کو بڑے پیار سے مخاطب کیا۔ ''اگر ایسا ہے تو آج ہی کی رات بلیدان دینے کی تیاری کرو...... یہاں کی بستی کی کنیا ئیں بڑی سندر ہوتی ہیں اور ان میں سے کسی پوتر کا خون اس جان لیوا عذاب سے چھٹکارا دلا دے گا۔''
''سنگیت شکتی کا اشنان کر کے آنے والی ہے اس کے آتے ہی آکاش کے پاس چھوڑ کے جاؤں گی۔'' امرتا رانی نے جواب دیا۔
آکاش نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ وہ تپ زدہ مرقوق بوڑھا امرتا رانی کے لئے گرو، محترم اور قابل تعظیم حیثیت رکھتا تو ہے لیکن اس کا رتبہ امرتا رانی سے بڑا اور اعلیٰ نہیں ہے۔
پھر اس بوڑھے پجاری نے غیر محسوس انداز اور بڑی آہستگی سے اپنا گرم ہاتھ اس کے ہاتھ کی پشت پر سے ہٹالیا۔
''بالک! کچھ دیر انتظار کرو۔ سنگیت بس ابھی آتی ہی ہوگی۔ اسے میرے دو جوان شکتیوں اشنان کے لئے گئے ہیں۔'' اس بوڑھے نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔
پھر آکاش نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور پھر وہ امرتا رانی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ دودھ پر لگے ہوئے سانپ اور اژدھے سست سست کر محبت آمیز عجلت کے ساتھ اس بوڑھے کے بدن پر لپٹے اور لہرانے لگے۔
''بڑی لمبی مسافت طے کر کے آرہے ہو اور تمہیں بڑے زور کی یقیناً بھوک لگی ہو گی لہٰذا تم دودھ پی لو۔'' امرتا رانی نے مٹی کے پیالوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''پھر تم شکم سیر ہو جاؤ گے۔''
آکاش کو نہ صرف بڑی کراہیت اور حیرت سی ہوئی کہ امرتا رانی اسے ناگوں اور سانپوں کا جھوٹا دودھ پینے کے لئے کہہ رہی ہے۔ وہ امرتا رانی کا منہ تکنے لگا۔
اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔
''ڈرو نہیں...... کراہیت نہ کرو۔'' امرتا رانی اس کا بشرہ بھانپ کے مسکرا دی۔ ''ناگوں کا زہر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس سے یہاں اس دودھ کے سوا تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔''
''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' آکاش نے جواب دیا۔ ''وہاں سے چلتے سے جو پھل کھائے تھے وہ ابھی ہضم نہیں ہوئے ہیں۔''
وہ بوڑھا جسے امرتا رانی نے مہا پجاری کہا تھا اپنے بدن سے لپٹے ہوئے سانپوں کی پشت اور سروں کو سہلا رہا تھا...... اور بار بار وہ اپنی دبی آواز میں ان سے کچھ باتیں بھی کرنے لگتا تھا۔ آکاش اب تک یہ بات جان سکا تھا کہ یہ مہا پجاری انسانوں میں سے کوئی منش ہے یا پھر اس نے ناگ ہوتے ہوئے انسانی روپ دھارا ہوا ہے۔ امرتا رانی نے اشارے سے اسے طرح طرح کے خیالات سے نجات دلائی اور وہ اس کے ساتھ ویران آ ناتھ آشرم کے ایک گوشے کی طرف بڑھنے لگا۔ امرتا رانی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔
اس گوشے میں کسی جانور کی دبیز اور نرم کھال فرش پر بچھی ہوئی تھی۔ امرتا رانی نے اسے ساتھ بٹھالیا تو اسے اس ماحول سے گھٹن سی ہونے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اب اسے کیا کہنا اور کرنا کیا ہے۔
جب سکوت کے لمحات گراں ہونے لگے تو آکاش سے رہا نہ گیا۔ آخر اس نے سکوت کو توڑتے ہوئے پوچھا۔
''یہ مہا پجاری کون ہے......؟ یہ سانپوں کا اور ناگوں کا رکھوالا بنا انہیں پال کیوں رہا ہے؟''
''یہ بڑا پہنچا ہوا رشی ہے۔'' امرتا رانی نے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔ ''اس نے اپنا پورا جیون ناگ، ناگنوں کے دھرم میں بتا دیا ہے اور اسی خاطر سنسار تیاگ کر اس نے سدا کے لئے یہاں مسکن بنالیا ہے۔''
''تو کیا اس کا تعلق انسانوں سے ہے......؟'' آکاش نے تحیر زدہ لہجے میں سوال کیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"ہاں...... یہ منش ہی ہے اور اسے ایسی شکتیاں بھی پراپت ہو چکی ہیں جن کے زور سے یہ بڑے ناگوں اور اژدھوں کو چیونٹیوں کی طرح مل سکتا ہے...... مگر اسے سانپوں سے اس طرح پیار ہے جیسے یہ اس کے بچے ہوں۔ اس کمرے میں جتنے بھی ناگ اور سانپ ہیں ایک سے ایک بڑھ کر زہریلے ہیں...... مگر دیکھو...... تمہیں یقین آ گیا ہوگا کہ اس کے باوجود اس سے کتنے پریم سے لپٹے اور جونک کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور اس کا شریر چاٹ رہے ہیں۔"

"لیکن یہ مہا پجاری کیسے اور کیوں کر ہو گیا...... ؟ کیا خود ساختہ...... !" آکاش کی حیرت دو چند ہو گئی۔

"اسے اگن ناگ نے درشن دیئے تھے...... کیوں کہ انہیں اس کی ناگوں سے پریم کی اور بھاگتی تھی...... یہ بات تو تمہارے علم میں آ چکی ہے کہ اگن ناگ ہمارے دھرم اور سنسار کے سب سے بڑے دیوتا ہیں...... جب انہوں نے اسے پجاری بنایا ہے تو اس میں اتنی جرأت کہاں ہے کہ وہ دخل اندازی کرے...... ؟ یہ شاید پہلا منش ہے جسے ناگوں اور سانپوں سے پاگل پن کی حد تک عشق ہے...... اس عشق سے اگن ناگ دیوتا بہت متاثر ہوئے ہیں۔" امرتا رانی نے اسے بڑے مودبانہ انداز سے وضاحت سے بتایا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ شخص مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔" آکاش کوشش کے باوجود اپنا حسد چھپا نہ سکا۔

"یہ تو میں کہہ نہیں سکتی۔" امرتا رانی نے بڑی افسردگی سے گہری سانس لی۔ "میں اونی نگر بھون کی رانی ہوں...... میرا منکہ ایک سادھو مہاراج نے چھین کر تمہیں دان دیا ہے جس کے باعث میں تمہاری داسی بن چکی ہوں...... اس دھرتی پر ناگ راجہ اور اس کی رانیاں...... جو ناگ دیوتا کی اوتار ہوتی ہیں...... گو مجھے پورا وشواش تو نہیں ہے لیکن میرا من کہتا ہے کہ اس کی شکتی پر میری شکتی کا زور چل سکتا ہے اور چلا سکتی ہوں۔" اس نے ایک لمحے کے لئے توقف کیا اور پھر ایک دم سے چونک کر بولی۔ "تمہیں اس بات کا دھیان کیوں آیا...... ؟"

"میں نہیں جانتا......" آکاش نے سر ہلایا۔ "دل میں یہ بات آئی اور ہونٹوں پر آ کر سوال بن گئی...... اچھا ذرا اس بات کی بھی وضاحت کر دو کہ یہ شکتی کا اشنان کیا ہوتا ہے...... ؟ میں یہ بات پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"بھارت دوش کے اتر میں پربتوں کی دھرتی ہے وہاں بادلوں سے اوپر ایک چوٹی ہے جہاں کوئی دن ایسا نہیں جہاں برف نہ جمی ہوئی ہو...... وہاں پتھروں کے سینے سے گرم پانی کا جھرنا بہتا ہے جو ہماری دھرم پتیوں کے کہنے کے مطابق اگن دیوتا نے پتھروں میں انگلی گھسا کے بہایا تھا۔ اس جھرنے کے پوتر پانی میں ساری شکتیوں کا نچوڑ رچا ہوا ہے۔ اس میں اشنان کر کے ناگ دیوتا کے پجاری اپنی آتما اور من کے روگوں سے چھٹکارا پا لیتے ہیں...... پھر وہاں تک کسی کے جانے کے بس میں نہیں......" امرتا رانی نے بتایا۔ اس کی بات دھیمی تھی مگر پرجوش بھی تھی۔

"ناگ دیوتا...... ؟ یہ کون ہے...... ؟" آکاش نے دریافت کیا۔ "تمہارے دھرم میں تو ہر کوئی ناگ دیوتا ہے...... ایک نہیں، سینکڑوں نہیں...... ہزاروں ہیں؟" اس کے لہجے میں طنز سا تھا۔

"اگن ناگ کے کئی نام ہیں اسے اگن ناگ دیوتا بھی اس کا نام ہے...... وہ سانپوں کے ہر دور میں پوجا جاتا ہے...... بس یوں سمجھو کہ وہ ہمارا بھگوان ہوتا ہے۔" امرتا رانی نے اسے سمجھایا۔

آکاش کی نگاہوں میں وہ منظر کسی فلم کے منظر کی طرح گھوم گیا...... جب جل منڈل میں اگن پوجا دہشت ناک اور پرشکوہ تہوار پر اگن ناگ نے زندہ روپ شعلوں سے نکل کر اس کے بدن کو سرد زبانوں سے چوما تھا...... وہ منظر یاد آتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"سنگیت اپنی ہتھیا کے بعد اپنی ساری شکتیوں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سے محروم ہوچکی تھی...... اگر وہ ایسا کرن ہے تو شکتی کے اس اشنان میں جل کے خاک ہوجائے گی ورنہ پھر پہلے جیسی ہوکر آئے گی۔ اس کی کھوئی ہوئی ساری شکتیاں اسے واپس مل جائیں گی۔" امرتارانی کے لہجے میں اب پرجوش انداز نہ رہا۔ وہ سابقہ ہوگیا تھا۔

مہا پجاری اب تھکے انداز میں سخت کھردری زمین پر لیٹ چکا تھا۔ اس کمرے میں موجود زہریلے ناگ اور وزنی اژدھے اس کے بدن کو ڈھانپ چکے تھے۔ وہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ملگجی روشنی کی آغوش میں کسی کے قدموں کی چاپیں سنائی دیں۔ آکاش نے چونک کر گردن گھمائی تو اس نے دیکھا کہ سنگیت خراماں خراماں اس کی طرف آرہی ہے...... اس کے دائیں بائیں دو سیاہ اور مستعد ناگ بوسیدہ فرش پر رینگ رہے تھے۔ سنگیت کے پرشباب جوان بدن اور دلکش چہرے پر بڑی شادابی اور تازگی تھی...... اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھوں میں وہی خمار اور چمک کوند رہی تھی۔ پہلی ملاقات جس نے اسے سحرزدہ کردیا تھا اور وہ اس روز کی طرح رات کی رانی کی طرح مہک رہی تھی۔ وہ پہلی ملاقات بڑی یادگار اور ناقابل فراموش تھی۔ سنگیت نے اس کے دل کو گھائل کیا تھا اور اتنی گرم جوش محبت سے پیش آئی تھی وہ رات کبھی بھی فراموش کرنے والی نہیں تھی...... کیا محبت تھی......! کیا عشق اور پریم جس کی اسے سنگیت سے توقع نہ تھی۔ وہ یہ سمجھا تھا کہ وہ ایک ناگن ہے۔ جو نوجوان کنواری دوشیزہ کے روپ میں اسے صرف اور صرف خوش کرنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ اس کا خیال غلط ثابت ہوا تھا۔ وہ محبت کی بھوکی تھی۔ جسمانی طلب کی نہیں...... اس نے اپنی محبت سے آکاش کا دل بدل دیا تھا۔

"میرے من کے دیوتا!...... مجھے میرا کھویا ہوا جیون واپس مل چکا ہے...... اب میں لوٹ آئی ہوں۔"

وہ سنگیت کو دیکھ کر خوشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سنگیت بجلی کا کوندا بن کے اس سے لپٹ گئی۔ فرط مسرت سے اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آنے والے دونوں سیاہ ناگ مہا پجاری کی طرف رینگنے لگے۔

اس نے بڑی گرم جوشی اور جذباتی انداز کے ساتھ سنگیت کی بھرپور مسرت کا ساتھ دیا۔ اس کے لب و رخسار کی حلاوتوں میں اس نے جیسے ایک مدت کے بعد گہرا خمار محسوس کیا۔ وہ کچھ دیر تک اس کے چوڑے چکلے سینے پر سر رکھ کے آنکھیں کسی انجانے سندر سپنے میں کھوئی دنیا و مافیہا سے بے نیاز رہی۔ جب اس نے آکاش کے سینے سے اپنا چہرہ اٹھایا اور الگ ہوئی تو اسے امرتارانی کا خیال آیا۔ آکاش نے نظر دوڑائی اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ وہ ان کی جذباتی کیفیت اور ان کی محویت کا فائدہ اٹھا کے پراسرار طور پر غائب ہوچکی تھی۔ شاید ناگ دیوتا کی بھینٹ کے لئے کسی کنواری پوتر دوشیزہ کی کھوج میں گئی ہوگی۔ لیکن کیا کوئی کنیا ایسی مل سکے گی جو کنواری اور پوتر ہو...... جس نے اپنے تن کو میلا نہیں کیا ہو......؟

کیوں کہ یہاں جو پس ماندہ بستی تھی وہاں کی لڑکیوں کو اتنا تو آشرم آتے سے دیکھا تھا آغاز نوجوانی میں ہی لڑکیاں بہک جاتی تھیں...... وہ جو کالج میں پڑھتا تھا اس نے وہاں کئی پڑھی لکھی لڑکیوں کو کالج کے لڑکوں اور ہم جماعتوں سے محبت کے نام پر فریب کھانے اور اپنی دوشیزگی نچھاور کرتے دیکھا تھا۔ کیوں کہ کالج میں لڑکے لڑکیوں کی جو دوستی ہوتی تھی انہیں میل جول اور شامیں گزارنے کی بڑی آزادی تھی۔ اور پھر اس بستی میں غربت و افلاس تھا۔ حسن سے دولت مند فائدہ اٹھاتے تھے...... امرتارانی کو شاید ہی کوئی پوتر کنواری دوشیزہ مل سکے...... وہ شاید ہی بامراد واپس آسکے۔

برسوں سے سنسان اور ویران پڑے اور بھائیں بھائیں کرتے ہوئے آشرم کے تاریک و پرہول کمرے میں اسے دن کے ڈوبنے کا پتا ہی نہیں چل سکا...... مہا پجاری فرش پر بے حس و حرکت پڑا سو رہا تھا...... اس کا برہنہ بدن سانپوں نے پوری طرح سے چھپایا ہوا تھا۔ اگر اس کی سانس چل نہ رہی ہوتی اور سینہ دھڑک نہ رہا ہوتو بے جان نعش ہی لگتا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سنگیت اس کے بدن سے لگی بیٹھی ہوئیت سی
اور مہک رہی تھی۔ بہت خوش تھی کہ اس نے کھوئی
شکتیاں پالی ہوں...... لیکن اس کے ذہن سے یہ خیال
جونک بنا ہوا تھا اور بار بار آرہا تھا کہ...... بھگوان کرے
معدے کا کرب ناک درد دوبارہ شروع نہ ہوجائے۔
محض اسی اندیشے کی بنا پر سنگیت کی مدہوش کن قربت
اور جسمانی لمس اور بدن کی مست کردینے والی خوشبو
اس کے ان خوابیدہ احساسات اور جذبات کو تند نہ
کرسکی۔ وہ کیف وسرور اور رنگینی اور سرمستی جسم میں
سنسنی بھر سکی۔ ورنہ جب بھی سنگیت کا قرب میسر ہوا اس
کے جذبات قابو میں نہ رہتے تھے۔ درد کا خیال اس کے
دل و دماغ پر مسلط ہوچکا تھا۔

رات بھی وہ دونوں ایک جگہ دراز تھے اور اجنبی
مسافروں کی طرح تھے۔ سنگیت نے اپنی شکتی سے جان
لیا تھا کہ اس سے آکاش پیٹ درد کے اندیشے سے
خوف زدہ سا ہورہا ہے۔ اس لئے وہ آکاش کا ہاتھ
تھامے اور سینے پر رکھے اس سے محبت بھری باتیں کرتی
رہی اور کبھی کبھی چوم کر آنکھوں سے لگالیتی تھی۔

وہ دونوں امرتا رانی کے انتظار میں جاگ
رہے تھے۔ رات کی درمیانی گھڑی میں امرتا رانی
لوٹی تو اس کے چہرے کی دمک، آنکھوں کی چمک بتا
رہی تھی کہ وہ جس کام کے لئے گئی تھی بامراد و کامیاب
لوٹی ہے۔ اس وقت اس کے ہونٹوں پر مسکان لرزاں
تھی۔ اس کے قدموں کی آہٹ پاتے ہی ٹھنڈے
اور کھردرے فرش پر مردے کی طرح سویا ہوا مہا
پجاری ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا۔

بڑی مشکل...... جتن اور تلاش بسیار کے پھول
سی کومل ایک کنیا ملی ہے...... اس کے مکھڑے کی
معصومیت کہتی ہے کہ وہ پوتر ہے...... اس پر کوئی آنچ نہ
آئی ہے...... اور نہ ہی کسی مرد نے اسے چھوا ہے......
سینکڑوں میں یہ دوشیزہ ملی ہے۔ میں اسے بے ہوش
کرکے یہاں لائی ہوں۔ میں نے اسے آشرم کے صحن
میں ایک کونے میں لٹادیا ہے۔" امرتا رانی ایک ہی
سانس میں بول گئی۔

"اچھا...... چلو...... آج ناگ دیوتا کو میں خود
اپنے ہاتھوں سے خون کا بلیدان دوں گا۔" بوڑھا پجاری
فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ اس کی آنکھیں
چمکنے لگی تھیں جن میں وحشیانہ پن تھا۔

اس کے بدن پر اب بھی بہت سے لمبے لمبے
سانپ جھول رہے تھے جن کے بوجھ سے بوڑھے کی
پتلی پتلی پنڈلیاں بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھیں مگر
اس کے باوجود ان پر ہاتھ پھیرنے سے اپنے آپ کو
باز نہیں رکھا۔

"تم اس لئے بلیدان نہیں دوگے کہ تم سے
بلیدان دینے کے لئے کہا نہیں گیا ہے۔" امرتا رانی نے
اسے جیسے یاد دلایا۔

"اچھا کیا تم نے جو مجھے یاد دلادیا......؟" مہا
پجاری نے اس طرح سے کہا جیسے اسے یاد آگیا ہو۔ "یہ
کنیا دان تو آکاش دے گا۔" جبھی اس کے ہاتھوں آج
ایک بہت بڑا کام انجام پاجائے گا۔"

پھر وہ امرتا رانی، مہا پجاری اور سنگیت ساتھ
ساتھ کمرے سے نکل آئے اور پھر تاریک ہال میں گھس
گئے۔ ایسا گھپ اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا
تھا...... امرتا رانی کا گلابی بدن...... سنگیت کا دمکتا سونا
جسم اور نشیب وفراز ہیروں کی طرح لگ رہے تھے۔ گو
سنگیت نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا پھر بھی چال میں
توازن اس لئے نہیں تھا کہ فرش ہموار نہ تھا۔ ایک بار وہ
سنگیت پر لڑکھڑا کے گرا تو سنگیت نے اسے فوراً ہی تھام کر
سہارا دے کر کھڑا کیا۔

وہ چند قدم گئے ہوں گے کہ یک لخت چمگادڑوں
کی تیز چیخیں اور پروں کی پھڑپھڑاہٹیں گونج اٹھیں۔ اس
ہولناک تاریکی میں ان کی ڈراؤنی آوازیں عذاب میں
مبتلا روحوں کے گریہ وماتم کا سماں باندھ رہی تھیں۔ وہ
اس سے پیشتر اجنبی اور غیر مانوس سنساروں میں اس
سے کہیں زیادہ رونگٹے کھڑے کردینے والے ماحول
سے گزر چکا تھا لیکن اس نے بھی ایسا خوف ودہشت

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

محسوس نہیں کی تھی جس نے اس کے حوصلے اور خود اعتمادی کو پارہ پارہ کردیا ہو۔
اس نے اور سنگیت نے جیسے تیسے کرکے ہال عبور کیا۔ اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ صرف وہ دونوں ہی دہل کر رہ گئے تھے۔ امرتا رانی پر کیا اثر ہوسکتا تھا۔ باہر آئے تو سرد اور یخ بستہ ہوا جو ہڈیوں میں چھید کررہی تھی اس نے سواگت کیا۔ سنگیت کے قرب نے اسے سردی محسوس ہونے نہیں دی تھی۔ چاند کی دودھیا روشنی اوتھتی ہوئی زرد زرد سی دکھائی دیتی تھی...... احاطے میں بے تحاشا اگے ہوئے جھنکار میں چھپے ہوئے جھینگروں کی بھائیں بھائیں سناٹے کا سینہ شق کررہی تھیں۔
امرتا رانی نے باہر آنے کے بعد ایک سمت بڑھی تھی کہ اک دم سے اس طرح رکی جیسے اسے برقی جھٹکا لگا ہو۔ پھر وہ بدحواس سی ہوکر ہر سمت اس طرح آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگی جیسے اس کی قیمتی شے کھوگئی ہو۔
''تم اس قدر حیران، پریشان اور سراسیمہ سی کیوں ہورہی ہو؟'' آکاش نے پوچھا۔ ''کسے تلاش کررہی ہو؟''
''میں اسے یہیں کوٹ کے تو اندر آئی تھی۔''
امرتا رانی نے پتھروں کے ایک کشادہ چبوترے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے آکاش کو بتایا۔ ''مونگ کی پوٹلی تو اپنی جگہ موجود ہے لیکن وہ غائب ہے؟''
''ہوسکتا ہے کہ تمہارے جانے کے بعد ہوش میں آکر وہ موقع پاکر بھاگ گئی ہو......؟'' سنگیت نے اندیشہ ظاہر کیا۔
''نہیں...... نہیں...... ایسا ہرگز ممکن نہیں۔'' امرتا رانی نے تشویش سے سر ہلادیا۔
''کیوں ممکن نہیں......؟ کیا وہ ہوش میں نہیں آسکتی؟'' سنگیت نے تکرار کی۔
''اس لئے کہ میں نے اسے بے ہوش کیا تھا کہ وہ دو دن سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتی تھی۔'' امرتا رانی نے کہا۔ ''وہ اتنی جلدی ہوش میں آنے سے رہی...... میری تو چکرا رہی ہے۔''
''کیا وہ نہایت حسین اور نوجوان تھی......؟'' آکاش نے دریافت کیا۔
''ایسی ویسی...... انتہائی بلا کی حسین......'' امرتا رانی نے جواب دیا۔ ''سولہ برس کی کنیا......! مردوں کی رال ٹپک پڑے۔''
''شاید اوپر سے گزرتی ہوئی بلا یا کسی ہوس پرست ناگ نے جو اسے دیکھا تو اسے لے گیا ہو......؟'' آکاش نے کہا۔
''شاید ایسا ہو...... لیکن ایسا نہیں ہوا ہوگا...... اس لئے کہ وہ بلا یا کوئی ناگ دیوتا یہاں سے گزر نہیں سکتا...... جس کسی نے بھی یہ حرکت کی اسے یہ بہت مہنگا پڑے گا۔'' امرتا رانی نے کہا۔
آکاش عجیب غریب اور ان جانے احساس میں ڈوبا کچھ آگے نکل آیا تھا...... جو اس کنیا کو لے گیا شاید وہ اس کے تعاقب میں آئے۔ اس نے دیکھ لیا اور جان لیا ہوگا وہ دوشیزہ بہت خوب صورت ہے...... جب خودرو جھاڑیوں کا جنگل درمیان میں حائل ہوا تو وہ چونک کر پلٹ پڑا۔ اناتھ آشرم کی قدیم، ویران اور سنسان عمارت یوں سر جھکائے کھڑی تھی جیسے اپنی سال خوردگی پر ماتم کناں ہو۔
مہا پجاری اس پتھر کے چبوترے پر بیٹھا مونگ کی دال کے گیلے آٹے کو اس برتن میں اچھی طرح گوندھ رہا تھا جس میں بندھا ہوا تھا۔
امرتا رانی اس بے ہوش لڑکی کی پراسرار گمشدگی پر حیرانی و پریشانی سی سوچے جارہی تھی۔
یک لخت سنگیت کو آسمان پر کچھ دکھائی دیا تو اس نے سر اٹھا کے غور سے دیکھا اور زور سے چیخی۔
''امرتا رانی......! وہ آسمان پر دیکھو...... وہ کیا ہے...... وہ رہی وہ کنیا......''
آکاش کی نگاہیں بھی بے اختیار اوپر اٹھ گئیں۔ فضا میں کئی سوفٹ کی بلندی سے کسی بے جان نازک اندام نسوانی پیکر جو بڑا پرشباب اور رسیلا تھا تیرتا ہوا آہستہ آہستہ ان کی جانب آرہا تھا۔ اس کی کھلی ہوئی سیاہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

زلفیں نیچے لہرا رہی تھیں اور بدن کسی تختے کی طرح بالکل سیدھا تھا جیسے اسے کسی نادیدہ ہاتھوں نے اٹھا رکھا ہو۔

امرتا رانی کا چہرہ وفور جوش سے سرخ ہو گیا اور وہ کسی ناگن کی طرح پھنکار مارتی زمین پر سجدے کے انداز میں گر گئی...... اس کا لچکیلا شاخ گل جیسا گلابی بدن لرزیدہ سا ہو گیا تھا۔ اور وہ پوری قوت سے بار بار اپنی پیشانی زمین سے رگڑے جا رہی تھی۔

پھر اس دوشیزہ کا بدن فضا میں تیرتا ہوا آہستہ آہستہ اس چبوترے پر آ لگا جہاں ناگ دیوتا...... یا اگن ناگ کا مہا پجاری موتنگ کا آتا تیار کر رہا تھا۔ لڑکی کا بدن چبوترے پر ٹکتے ہی احاطے کی پر ہول فضا کسی غضب ناک اژدھے کی تیز پھنکار سے گونج اٹھی تو آکاش کا دل دہل کر رہ گیا۔

''ناگ دیوتا......!'' مہا پجاری دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کانپتی ہوئی آواز میں گڑگڑایا اور پھر سجدے کے سے انداز میں گر پڑا۔

اس کے جسم سے لپٹے ہوئے تمام سانپ...... وہ پراسرار پھنکار سن کر سراسیمگی کے عالم میں زمین کی دراڑوں اور بلوں میں گھستے چلے گئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ناگ دیوتا بذات خود اس ویران اناتھ آشرم کے احاطے میں وارد ہو چکا ہو۔

وہ کافی دیر تک گم صم سا کھڑا رہا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اژدھا پھر پھنکارنے لگے گا۔ سنگیت اس کے جسم سے لگی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ جب کئی ساعتیں گزر گئیں اور کوئی نیا واقعہ پیش نہیں آیا تو امرتا رانی اور مہا پجاری ایک ساتھ زمین سے اٹھے تو ان کے چہروں پر ناقابل سراسیمگی سی چھا گئی اور ان کے بدن خوف سے جھر جھری سے لے رہے تھے...... ان کی پھٹی پھٹی نگاہیں ننگی چبوترے پر دراز انداز سے پڑی ہوئی لڑکی کی متحرک بدن پر جمی ہوئی تھیں جیسے وہ کوئی ڈراؤنا آسیب ہو۔

''امرتا رانی......! یہ کیا کھیل ہو رہا ہے......؟'' اس نے وحشت زدہ انداز میں اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''انیائے ہے...... انیائے ہے میرے آکاش جی......!'' اس نے پلٹ کر آکاش کو دیکھا اور جواب دیا تو اس کی آواز میں لرزش سی ہو رہی تھی...... اس کا چہرہ گھٹاؤں میں چھپ رہا تھا۔ ''ناگ دیوتا اس دوشیزہ کو یہاں سے اٹھا کر آکاش پر لے گئے تھے اور وہ خود ہی اسے واپس بھی لائے ہیں...... ان کی شکتی کہتی ہے کہ اس لڑکی کے بلیدان میں گڑبڑ ہو گی...... گو یہ لڑکی پوتر ہے مگر اس کا خون آسانی سے نہیں بہے گا...... میں نہ جان سکتی اور بتا سکتی ہوں کہ اب کیا ہو گا؟''

یہ انکشاف آکاش کو خوف زدہ کر گیا۔ پھر اس کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔ ''کیا شیو ناگ سے کوئی خطرہ ہے؟''

امرتا رانی نے اب تک اسے تیز نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی۔

''ہوش کے ناخن لو آکاش جی......! اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا قہر تمہیں خاکستر کر دے...... بھلا دیوتاؤں کے شیو ناگ یا ناگ راجہ کی کیا ہستی ہے...... تم نہیں جانتے...... یہ کوئی دوسرا ہی چکر ہے۔''

''تو کیا اب اس دوشیزہ کی بھینٹ نہیں ہو گی......؟'' آکاش نے غیر ارادی طور پر سوال کیا۔ وہ ابھی تک خود کو اس خونیں ڈرامے میں شریک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھا تھا۔

''ہو گی...... کیوں نہیں ہو گی......'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ ''کیوں کہ یہ ناگ دیوتا کی آگیا ہے اس لئے ہر قیمت پر اس کا پالن کرنا ہی ہو گا...... اس سے تو ہمارے بھاگوں کا لکھا پورا ہو کر رہے گا۔

پھر امرتا رانی نے سنگیت کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر اس بے ہوش لڑکی کے قدموں کی جانب چلی گئی اور جنگلی بیلوں کی مدد سے اس کے پیر باندھنے لگی...... پھر مہا پجاری نے آکاش کو لڑکی کے سرہانے بلا لیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ناگ دیوتا نے جل منڈل میں تمہیں اپنے درشن دیئے تھے......؟" پجاری نے سرد اور جذبات سے یکسر عاری لہجے میں اس سے سوالیہ انداز سے پوچھا۔ اس کی آنکھیں منجمد سی تھیں۔

"جی ہاں......" آکاش نے بغیر کسی تذبذب کے سر ہلایا۔

"یہ لو......" اس نے مونگ کی دال کے آٹے کا برتن اس کی طرف بڑھایا۔

"اس کا میں کیا کروں......؟" آکاش کی سمجھ میں نہ آیا۔

"اگنی دیوتا کے اس سمے کو یاد کرو جب ناگ دیوتا نے تمہیں درشن دیئے تھے اور تم ان کا ویسا ہی مجسمہ اس آٹے سے تیار کرو...... جیسا کہ تم نے دیکھا تھا اور ان کا پتلا تمہارے ذہن میں ہوگا؟"

"یہ کیسے ممکن ہے......؟" مہا پجاری کے آخری فقرے پر اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ رک گئے۔ "یہ یہ کیسے ممکن ہے کیوں کہ اگنی دیوتا کا آدھا دھڑ تو آگ میں چھپا ہوا تھا۔"

بوڑھا مہا پجاری چند ثانیوں کے لئے گہری سوچ میں پڑ گیا اور اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ پھر اس نے آنکھیں بند کرکے کچھ دیر تک زیر لب بڑبڑاتا رہا۔ بند پپوٹوں کے نیچے اس کی آنکھوں کے پتلے صاف حرکت کرتے نظر آرہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ چشم تصور میں کچھ دیکھ رہا ہو۔

"ٹھیک ہے......" مہا پجاری نے چند لمحوں کے بعد آنکھیں کھول دیں اور پھر اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم اس سمے کا تصور کرکے اور دھیان دے کر ناگ دیوتا کا ایسا مجسمہ تیار کرو کہ وہ کنڈلی مار کے بیٹھے ہوئے دکھائی دیں۔"

اس نے سوچا کہ مہا پجاری سے تکرار اور انکار بیکار تھا۔ اس کے سوا چارا بھی نہیں تھا۔ اس لئے وہ بلا چوں چرا مجسمہ بنانے کے کام میں مصروف ہوگیا۔ ماضی میں اس کے پتاجی اور وہ خود بھی سنگ تراش تھا...... لیکن اس سمے اس کے دماغ میں ایک انتشار اور افراتفری اور خیالات کا طوفان امڈتا چلا آرہا تھا...... ایک طرف اس کے معدے کے ناقابل بیان دردناک اذیت تھی اور جو اس کے سامنے مت تھی...... اور پھر دوسری جانب ایک معصوم اور بے گناہ اجنبی دوشیزہ تھی جس کی بھینٹ اسے ایک نئی زندگی دینے والا تھا...... اپنی زندگی...... کی سلامتی اور بقا کے حصول کے لئے...... اس دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی جو خود غرض تھے...... وہ اپنی زندگی کے لئے کتنے معصوموں کا خون بہادیتے جو پانی سے بھی ارزاں ہوجاتا تھا...... اس پر مستزاد کہ اس کی زندگی میں کیسے کیسے سنگین واقعات نے جنم لیا تھا...... اس لڑکی کو بھینٹ چڑھانا کیا انسانیت سوز اور بہیمانہ اور بربریت نہیں ہے...... وہ خود بھی تو ایک انسان ہے...... کوئی خون آشام بھیڑیا نہیں جو انسانیت کو قربان کردے۔

وہ اپنی پریشان کن خیالات میں الجھا جارہا مونگ کی دال کا مجسمہ بناتا اور غیر محسوس انداز سے دانستہ توڑتا بھی جارہا تھا اس لئے بھی کہ ناگ دیوتا کی صورت کسی بھی طرح بننے میں نہیں آرہی تھی جبکہ مہا پجاری نے اسے اگنی پوجا کے تہوار کو ذہن میں بٹھانے کی ہدایت کی تھی...... لیکن وہ اپنے ناقابل یقین اور لرزہ خیز ماضی کے بارے میں سوچ رہا تھا...... اسے اپنی پیاری، سندر اور خوش جمال بیوی نیلم کی شدت سے یاد آرہی تھی، جس کے فراق میں در بدر بھٹکتے اسے مہینوں گزر چکے تھے اور اب وہ اوٹی نگر کے بھون میں اس کی راہ دیکھ رہی تھی......

"آکاش......!" مہا پجاری نے اسے بارہ مرتبہ پتلا بناکر توڑتے دیکھا تو سرزنش کے انداز میں بولا۔ "اگر تمہیں اپنے جیون سے پیار ہے اس سمے سب کچھ بھول جاؤ۔ اس سندر ناری پر ترس نہ کھاؤ...... دل پتھر کرلو...... خود غرض بن جاؤ...... اس لئے بھی کہ تمہارے معدے میں سوئیوں کے روپ میں گھسنے والے سانپ پردے سے جونکوں کی طرح لپٹ کے برس پورا ہونے سے پہلے...... بلیدان تمہیں مار ڈالیں گے......

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پھر تم موت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے......"

مہا پجاری کے الفاظ نہیں تھے بلکہ زہریلے نیزے تھے جو اس کے دل میں چبھ گئے...... پھر اس نے اپنی تکلیف کا خیال کیا...... جس نے اسے لرزا دیا...... مہا پجاری سچ ہی کہہ رہا تھا...... پھر وہ کوشش کر کے اگن پوجا کا منظر یاد کرنے لگا جو دھندلا سا گیا تھا۔ اس نے بڑی کوشش کی تو اگن دیوتا کی شبیہہ صاف اور واضح ہوگئی۔ پھر ناگ دیوتا کا پتلا تیار ہوگیا۔

"آکاش......!" امرتا رانی نے اس کا ذہن پڑھتے ہوئے ذہنی رابطہ کیا۔ "آکاش جی......! تم فکر مند اور پریشان نہ ہو...... اس لئے کہ اس وقت اس پر موت کی سی بے ہوشی طاری ہے...... اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی اور اس کی آتما پریوک میں جا کر دوسرا جنم لے گی...... میں نے ایک طرح سے اس پر دیا کیا ہے...... اسے سات درندہ صفت مردوں نے اغوا کر کے یرغمال بنایا ہوا تھا جو اس سے اجتماعی درندگی کرنے کے بعد اسے قتل کرنے والے تھے...... اگر وہ زندہ رہی تو جلد ہی موت اور درندگی کا نشانہ بن جائے گی...... اس لئے اس کے خون کا بھینٹ دے دیا جائے...... میں یہ بات سنگیت کے علم میں بھی لا چکی ہوں۔"

امرتا رانی اور سنگیت نے اس بے ہوش کو جیسے مضبوطی سے جنگلی بیلوں سے باندھ دیا گیا...... مہا پجاری کی ہدایت پر آکاش نے مونگ کی دال کا پتلا لڑکی کی گردن کے اتنا قریب رکھ دیا تھا کہ اس کی گردن پر چھری پھرتے ہی نرخرے سے ابلنے والا خون ناگ پتلے کو غسل دیتا ہوا زمین پر گر جائے۔

پتلا رکھنے کے بعد جلد آکاش نے پھر اس لڑکی کو ناقدانہ اور رحم آمیز نظروں سے دیکھا۔

اسے کیسے ذبح کر سکتا ہے......؟ نہیں...... ہرگز نہیں...... وہ شقی القلب یا خون آشام بھیڑیا نہیں...... وہ اسے ذبح نہیں کرے گا......؟

پھر وہ اگلے ہی لمحے اسے اپنی تکلیف کا خیال آیا جو روح فرسا تھی...... جب وہ اٹھتا تھا تو موت کا عذاب بن جاتا تھا...... پھر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ...... نہیں...... وہ اسے آنکھیں بند کر کے ذبح کر دے گا...... اس کے سوا کوئی چارہ اور صورت نہیں ہے۔

پھر اس نے وہ چھری اٹھا لی جس سے اس لڑکی کو ذبح کرنا تھا...... اس نے چھری کو ایک نظر دیکھا جو بہت لمبی اور موٹی اور بڑی سوٹی تھی...... خوف ناک تھی جسے دیکھ کر ہی بدن پر جھرجھری سی آگئی تھی...... اس کی دھار اتنی تیز تھی کہ لڑکی کی گردن کیا کسی بھی شیر اور درندے کی گردن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دے۔

وہ چھری کو مضبوطی سے تھامے ایک طرف کھڑا رہا...... اس کے دائیں امرتا رانی اور بائیں سنگیت کھڑی ہوئی تھی...... اس لڑکی کو بھینٹ چڑھانے سے پہلے ضروری تھا کہ پتلا خشک ہو جائے۔ اس لئے اس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مہا پجاری لڑکی کے سرہانے اکڑوں بیٹھا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کوئی مقدس اشلوک پڑھنے اور ساتھ ساتھ جاپ کرنے لگا تھا۔

چاند دھیمے دھیمے اوپر بلند ہونے لگا تو اس کی روشنی بڑھنے کے بجائے بتدریج پھیکی پڑتی جا رہی تھی۔

شاید آنے والے بھیانک اور خونی لمحوں کے نظارے کے خوف سے بھی وہ رنجیدہ سا تھا۔ یخ بستہ ہواؤں کی کاٹ اس کے ہڈیوں میں خنجر کی نوک کی طرح کاٹتی اترتی محسوس ہو رہی تھی...... فضا میں جھینگروں کی ترتراہٹ اپنا خوف اور آہنگ جیسے بدل بدل کے مسلسل گونج رہی تھی۔

مہا پجاری کے گلے میں زندہ مالاؤں کی طرح جھولتے، سیاہ و سفید اور بھورے سانپ اب بالکل خاموش ہو چکے تھے۔ آکاش کے لئے فضا اور ماحول پر چھایا ہوا سناٹا...... تناؤ اس قدر ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا کہ اسے اس لمحے اپنی دیوانگی کا اندیشہ ہونے لگا...... اگر سنگیت اس کے جسم سے چپکی ہوئی نہ ہوتی تو وہ دہشت زدہ سا ہو جاتا۔

تھوڑی دیر کے بعد امرتا رانی نے اس پتلے کو ساتویں بار چھو کر دیکھا اور مسکراتی ہوئی بولی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آکاش جی......! خوش ہو جائیں...... ناگ دیوتا کا پتلا پوری طرح خشک ہو چکا ہے۔"

"یہ سنتے ہی اس کا دل خوش ہونے کے بجائے بری طرح دھڑک اٹھا اور اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔ اب اسے پتھر پر بے ہوشی کی حالت میں پڑی ہوئی دوشیزہ کے پاکیزہ خون کی بھینٹ پہ پتلا طلب کررہا تھا۔ یک بارگی اس کے دل میں آیا کہ وہ کیوں نہ چھری اگن دیوتا کے سینے میں بھونک دے...... اس دوشیزہ کے خون سے اشنان کرنے کے لئے شاید اگن دیوتا کی آتما آ گئی ہوگی...... یہ کیسا سنگ دل ہے۔ وہ معصوم پوتر لڑکیوں کے خون کا پیاسا ہے...... ایسے ظالم اور خون آشام دیوتا کو موت کی نیند سلا دینا ہی بہتر ہوگا...... لیکن اس دیوتا کی موت سے وہ اپنے عذاب سے نجات نہ پاسکے گا...... پھر اسے امرتا رانی ڈس لے گی...... اور شاید امرتا رانی اور اپنے سانپوں کو مہا پجاری حکم دے کر اسے ڈس کر ختم کردیں...... پھر اس نے اگن دیوتا کے پتلے میں چھری بھونکنے کا خیال دل سے نکال دیا...... پھر وہ آگے بڑھا تو اس کی آنکھوں کے سامنے دھند کے گہرے گھٹتے بڑھتے گنجان دائرے رقص کررہے تھے اور یخ بستہ ہواؤں کے جھونکے نیزوں کی طرح اس کے وجود کو چھلنی کئے دے رہے تھے۔

امرتا رانی دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے آنکھیں موند لیں۔ اور اس لڑکی کی دائیں طرف کھڑی ہوگئی۔

سنگیت اس طرح بائیں جانب ہی کھڑی تھی اور اس نے بھی اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اس کا سینہ بری طرح دھڑک رہا تھا۔ سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔ اس کا چہرہ بے لہو ہو رہا تھا...... وہ انسانوں کی دنیا میں سے تھی اور وہ ایک انسان کو کسی جانور کی طرح ذبح ہوتے کیسے دیکھ سکتی تھی...... اس کے دل میں آیا کہ وہ پرکاش سے کہے اس لڑکی کو ذبح نہ کرو ...... ہم اپنی دنیا میں چلتے ہیں...... وہاں ایک سے ایک بڑا ڈاکٹر سرجن ڈاکٹر ہے...... وہ آپریشن سے ان موذی سانپوں سے چھٹکارا دلا دے گا...... پھر ہم نیلم کی تلاش میں آسکتے ہیں...... اس نے سوچا کہ بہت دیر ہوگئی ہے۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا...... واپسی ناممکن ہے...... میرا کلیجہ منہ کو آرہا ہے...... کاش! اگن دیتا اس معصوم کے خون کی بھینٹ طلب نہ کیا ہوتا؟

وہ مہا پجاری کی ہدایت پر کسی قصاب کی طرح لڑکی کے سرہانے جا بیٹھا...... امرتا رانی اور سنگیت کے چہروں کا رخ اس کی جانب ہی تھے لیکن ان کی آنکھیں بند تھیں اور پورا جسم کانپ رہا تھا۔

مہا پجاری نے پرکاش کو بیٹھنے کا ایک خاص آسن بتایا تھا جسے وہ بہ وقت تمام اختیار کرسکا۔

پھر اس نے اپنے ہاتھ میں تیز دھار اور لمبے پھل والی چھری تھام لی اور بائیں ہاتھ لڑکی کی پیشانی مضبوطی سے تھام لی۔ مہا پجاری نے اسے کسی اجنبی زبان میں جملے دہرانے کو کہا تو اس نے دہرا دیئے...... اس وقت نہ جانے کیوں اس کا سینہ کٹ رہا تھا اور دل تھا کہ دھڑکنا بھول گیا...... اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی ناگہانی افتاد نازل ہونے والی ہے...... اس نے ذہن پر زور دیا لیکن وہ جان نہ سکا...... ابھی تک حالات سازگار تھے اور کسی قسم کے اچانک اور غیر متوقع واقعہ کا کوئی سبب نظر نہ آیا تھا اور نہ ہی ایشور کی کوئی دیا ہوتی نہیں لگی تھی۔

"اب من میں ناگ دیوتا کو یاد کرکے اور اسے تصور میں دیکھ کر اس کنیا کی گردن پر چھری پھیر دو۔"

بوڑھے مہا پجاری کی سرد سفاک اور بے رحمانہ آواز اس کے کانوں میں گرم گرم سیسہ بن کے چھبنے لگی۔

اس کا دل اپنی پوری شدت سے دھڑکا اور اس کا کانپتا لرزتا ہوا اپنا ہاتھ جس میں چھری دبی ہوئی تھی وہ لڑکی کے گلے کی طرف بڑھنے لگی۔ اب بھی اسے تامل ہو رہا تھا جھجک رہا تھا۔ وہ پس و پیش کرنے لگا تھا۔

عین اس وقت جب وہ لڑکی کے گلے پر چھری پھیرنے والا تھا کہ فضا میں کڑکتی ہوئی آواز گونجی۔

"رک جاؤ...... چھری پھینک دو......"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اس آواز میں قہر کی ایسی گونج تھی کہ چھری اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی...... اسے برقی جھٹکا سا لگا۔ پھر وہ ایک دم سے چبوترے سے اترا جیسے کسی نادیدہ طاقت نے دھکا دیا ہو۔

پھر مہا پجاری، امرتا رانی اور سنگیت کو بھی جیسے برقی جھٹکے لگے تھے اور وہ دہل کر رہ گئے...... ان کے سوا کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کی موجودگی کا گمان کیا جا سکے۔

آکاش نے سامنے کی سمت دیکھا...... چاند کی زرد روشنی میں ایک ہیولا تیزی سے دندناتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ یہ ہیولا گھنی خاردار جھاڑیوں کے عقب سے نمودار ہو کر ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

اناتھ آشرم کے سنسان، اجاڑ اور ویران احاطے میں اس شخص کی بازگشت دیر تک گونجی...... آکاش نے اب تک کسی انسان کی ایسی گرج دار اور خوف ناک گونج نہیں سنی تھی جس نے نہ صرف زمین اور فضا کو دہلا دیا تھا بلکہ اس کی رگوں میں لہو تیزی سے گردش کرنے لگا......

امرتا رانی اور سنگیت سراسیمہ اور حد درجہ خائف ہو گئی تھیں۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں خودرو جھاڑیوں کے عقب سے نمودار ہونے والے ہیولے کو دیکھنے لگی تھیں اور ان دونوں میں سے صرف امرتا رانی کا چہرہ فق تھا لیکن سنگیت ایک طرح سے اندر ہی اندر خوش ہو رہی تھی اس شخص کی آواز سن کر آکاش اس لڑکی کو ذبح نہ کر سکا اور اس کے ہاتھ سے چھری چھوٹ گئی۔ اس شخص کی بدولت وہ اس خونیں منظر سے محفوظ رہی اور لڑکی بھی......

مہا پجاری چونک اٹھا تھا اور اس کی تیوریاں چڑھ گئی تھیں اس شخص کا چیخنا اور دخل اندازی کرنا...... تحکمانہ لہجہ جس نے مہا پجاری کو غضب ناک کر دیا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس سے اور اس اناتھ آشرم آنے کی جرأت بھی کر سکتا ہے۔ جب کہ اس بستی کا کوئی فرد جہاں سے امرتا رانی کنیا کو لائی تھی اس عمارت کے قریب آتا تو درکنار نظر اٹھا کے دیکھتا بھی نہیں تھا۔ سپنے اور تصور میں بھی اسے ڈر اور خوف محسوس ہوتا تھا۔

جب وہ ہیولا قریب آیا اور اس کے خدوخال اور چہرہ واضح ہوا تو آکاش کو پہچاننے میں ساعت کی دیر بھی نہیں لگی۔ اسے اپنے وہ شب و روز یاد آ گئے نیلم کی پراسرار موت اور سادھی سے لاش غائب ہو جانے کے بعد امرتا رانی کے ساتھ اس وادی کے قریب آ جاتا تھا جو اس کے علاقے کے قریب تھی جہاں وہ اور امرتا رانی شام میں گزارنے آتے تھے...... اس پر فضا وادی میں اس شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ گرو سادھو مہاراج تھے...... نیکی بدی کے مشن پر انہوں نے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ انہوں نے بہت ساری باتیں بتائی تھیں۔

امرتا رانی نے اس سے ایک چھوٹا نا ٹک رچا کے اس کے ساتھ رہنا شروع کیا تھا۔ اس نے آکاش کو یہ بتا کر اعتماد میں لیا ہوا تھا کہ اس کا باپ دولت کے لالچ میں اس کی شادی ایک ایسے شخص سے کرنا چاہتا ہے جو عمر میں اس کے دادا نانا کا ہے۔ جبر و زبردستی سے...... اس لئے وہ گھر چھوڑ کر بھاگ آئی اور اس کے ہاں پناہ لی ہوئی ہے۔ اس شخص کو دیکھ کر وہ نہ صرف خوف زدہ ہو گئی اور فرار ہونا چاہتی تھی کہ یہ وہی ہوس پرست بوڑھا ہے۔

لیکن اس شخص نے آکاش کو اعتماد میں لے کر بتایا کہ یہ جھوٹی ہے۔ یہ دراصل ناگن ہے...... گلابی ناگن...... گلابی ناگنیں صرف ایک دو ہوتی ہیں۔ چوں کہ آکاش دنیا کا سب سے خوب صورت اور وجیہہ مرد ہے اس لئے ساتھ ساتھ رہ رہی ہے...... اور پھر اس سادھو مہاراج نے امرتا رانی کا منکا چھین کر اسے دے دیا اور پاتال کی گہرائیوں میں قید کر دیا۔ اسے یہ بھی بتایا کہ اس سے کئی ناگنیں عشق کرتی ہیں۔ پہلے جنم میں بھی کرتی تھیں اور اس جنم میں بھی...... لیکن ان میں امرتا رانی اس کے عشق میں پاگل ہے...... اور پھر اسے یہ بھی بتایا کہ نیلم کی لاش جو اس نے کسی وجہ سے سادھی بنا کر دفن کی تھی وہ نیلم کی نہیں...... وہ نیلم کی ہم شکل ہے......

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

پدمانا گن نے اس کی لاش غائب کرکے اسے ناگ راجہ کے بھون پہنچادیا ہے۔ یوں تو اس دھرتی کے کئی نام ہیں...... اسے کالی راج دھانی کہا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے وہ نہیں جانتا ہے کہ کالی راج دھانی کہاں پر واقع ہے...... جہاں بھی پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے...... کالی راج دھانی کا نام سنتے ہی لوگ دہشت زدہ ہوجاتے ہیں...... اسے صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ بنگال میں کہیں واقع ہے...... سانپوں، ناگنوں اور اژدھوں کا بسیرا ہے۔ اگر تم اپنی پتنی کو تلاش کرنے جاؤ تو یہ منکا اپنے ساتھ رکھنا اور کسی قیمت پر اپنے سے جدا نہ کرنا...... یہ تمہیں ہر قسم کی نادیدہ اور پراسرار قوتوں اور موذی جانوروں سے محفوظ رکھے گا۔ پھر اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس منکا کے حصول کے لئے امرتا رانی بہت کوشش کرے گی...... عشق بھی...... وہ شاید تم سے سچا عشق بھی کرے۔

سادھو مہاراج کی بہت ساری باتیں سچ تھیں۔ یہ بات بھی سچ تھی کہ امرتا رانی پاتال کی گہرائیوں سے چھٹکارا پاکر اس کی زندگی میں آئی اور اپنے عشق کا اسیر بنا کے وعدہ کیا تھا کہ وہ نیلم کے حصول کے لئے اس کی مدد کرے گی۔

اس کے علاوہ وہ بھی سادھو مہاراج کی محبوبہ بھی رہی تھی

ان کی تیز نگاہوں میں قہر سا تھا جس کی وہ تاب نہ لا پارہا تھا پھر سادھو مہاراج نے اس سے کہا۔

''آکاش......!'' انہوں نے اسے زہر خند لہجے میں مخاطب کیا۔ ''مجھے تجھ سے ایسی امید نہیں تھی کہ تم میرے اعتماد کا پالن نہیں کرے گا...... میں نے تجھے ایسے راز بتائے کہ تو اپنی پوتر پتنی کو حاصل کرسکے......؟ لیکن تو غلاظت کے دلدل میں پھنس گیا اور تو ہے کہ امرتا رانی کی کٹھ پتلی بن کر اسے خوش کرتا رہا ہے...... میں نہیں جانتا اور سمجھتا تھا کہ تو اپنے مفاد اور غرض کے لئے ایک پوتر لڑکی کو بھینٹ چڑھادے گا...... اس معصوم نے تیرا کیا بگاڑا......؟''

''مہاراج......! مجھے معاف کردیں...... شما کردیں......'' وہ گڑگڑایا اور دل گرفتہ لہجے میں بولا۔ ''آپ اس بات سے خبر نہیں ہوں گے کہ میں حالات کے دھارے میں پھنس کر مجبور اور بے بس ہوگیا۔ میری تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی تو اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ میں اسے ناگ دیوتا کی بھینٹ دوں...... تاکہ میں اپنی جان لیوا تکلیف سے نجات پاؤں۔''

کیا تیرے نزدیک انسانی خون اتنا ارزاں ہے کہ ناگ دیوتا کی بھینٹ چڑھایا جائے......؟ ایک موذی جانور کو اشنان کیا جائے......؟'' سادھو مہاراج نے غیظ و غضب کا اظہار کرنے کے بجائے اسے قدرے ملامت سے کہا۔ ''کیا تو نہیں جانتا تھا کہ یہ دوشیزہ کون ہے......؟ یہ انسان ہے لیکن ایشور اور بھگوان سے کم نہیں...... یہ پرستش کے لائق ہے۔ تو ابھی ابھی اور اس سے اس کے چرن چھو کے آنکھوں سے لگا...... یہ وہ پوتر لڑکی ہے کہ بھگوان بھی اس کی پرستش کا حکم دیتا ہے...... اگر تو میرے ہاتھوں سے سزا سے بچنا چاہتا ہو تو فوراً اس لڑکی کے ہاتھ پاؤں کھول دے......؟''

سادھو مہاراج کا حکم سنتے ہی آکاش غیرارادی طور پر اس سنگی چبوترے کی طرف بڑھا جس پر وہ دوشیزہ بندھی پڑی تھی۔ بے ہوشی کی حالت میں تھی۔

''اس بلیدان کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی......؟'' پجاری نے سادھو مہاراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ پھر وہ سرد سفاک اور اٹل لہجے میں بولا۔ ''سن یہ کسی پجاری یا پنڈت کی نہیں اگن دیوتا کی آگیا ہے...... کہ کسی اپاپ کنیا کا بلیدان دیا جائے اس لئے ہو کر رہے گا...... اگر تو نے دیوتا کے راستے میں دخل دینے کی بھول کی تو میں تجھے اپنے ہاتھوں سے نشٹ کردوں گا۔''

آکاش یہ سن کر اپنی جگہ جامد و ساکت سا ہو کر رہ گیا۔

''امر لعل!'' سادھو مہاراج کی غضب ناک نے مہا پجاری کو للکارا۔ ''تو کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو......

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

میرے راستے سے ہٹ جا...... کیا میں تیرے پورے شجرے اور تیری نیچ ذات اور اوقات سے واقف نہیں ہوں......" تو نے ناگ دیوتا کے دیدار کی خاطر اپنی پیاری پتنی اور معصوم بیٹیوں کی بھینٹ نہیں دی تھی......؟ ذلیل...... کمینے تو نے کیسا ظلم کیا تھا۔ ان پر تجھے ترس نہیں آیا...... لیکن اب یہ نہ ہوگا...... میں تیرے ناپاک وجود کو بھسم کر دوں گا۔'

"تو بھی میرے دھرم سے ہی ہے......' امر لعل بولا۔ "ہمارا دھرم نہیں کہتا کہ ہم ایک دوسرے کو ختم کر دیں...... تیری یہ مجال کہ تو مجھے نشٹ کر دے...... تو کیسے نشٹ کر دے گا؟ کیا یہ کوئی مذاق ہے؟"

"سادھو مہاراج کا بدن غصے سے کانپ سا گیا۔ پھر اس نے لمحے کے لئے آنکھیں بند کر کے کھول دیں۔" تو اپنی پراسرار اور نادیدہ شکتیوں پر اکڑ رہا ہے...... دھونس دے رہا ہے...... میں یہ جانتا ہوں اور مجھے ایشور پر بھروسا ہے کہ وہ میرا ساتھ دے گا...... میں اپنی نظروں کے سامنے یہ ہونے نہیں دوں گا، تو کوشش کر کے دیکھ لے۔"

"میرے لئے کون سی مشکل ہے......؟" امر لعل نے استہزائیہ انداز سے کہا۔ پھر اس نے اپنے گلے میں جھولتے ہوئے اژدھوں کو بڑے پیار سے تھپ تھپایا۔ "میں ابھی صرف ایک پل بھر میں تیرا کام کئے دیتا ہوں تاکہ تو نہ رہے اور نہ ہی تجھے اس بات کا غم رہے کہ تو یہ بھینٹ روکنے میں کامیاب ہو پایا؟"

سادھو مہاراج نے کوئی منتر زیر لب پڑھا۔ ان کے چہرے پر غصے کی سرخی اور آنکھوں میں انگارے بھر گئے تھے۔ پھر انہوں نے کچھ پڑھتے ہوئے امر لعل پر پھونک ماری...... اس کے گلے میں جھولتے ہوئے سارے ناگ اور اژدھے تنکوں کی طرح فضا میں اڑ کے زمین پر گرے اور بکھر گئے۔ اب امر لعل کے بدن پر کچھ نہ رہا۔ وہ بے پردہ ہو گیا اور سب کے سامنے تھا۔

سادھو مہاراج کا یہ حملہ امر لعل کے لئے اچانک اور غیر متوقع تھا یا پھر وہ اس غلط فہمی اور جھونک میں تھا کہ سادھو مہاراج اس کا بال تک بیکا نہیں کر پائے گا۔ وہ سراسیمہ اور حد درجہ خائف ہو گیا تھا۔ وہ بدحواسی سے ان ناگوں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے گلے سے زمین پر گرنے کے بعد بدحواس ہو کر جھاڑیوں میں گھس رہے تھے۔

مہا پجاری نے فوراً ہی اپنی پشیمانی پر قابو پالیا اور چند قدم پیچھے ہٹنے کے بعد پھرتی کے ساتھ وہ تیز دھار چھری اٹھالی جو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری تھی۔ چھری سنبھال کر اس نے شاطرانہ انداز سے اس چھری کو چوما اور سادھو مہاراج سے بولا۔

"اب میں پہلے اس چھری سے تیرا کام کروں گا...... پھر میں اپنے ہاتھوں سے اس چھری سے ناگ دیوتا کو اس کا کنیا کا بلیدان دوں گا...... تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے......؟"

سادھو مہاراج کی بڑی بڑی سرخ آنکھیں مہا پجاری کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھنے لگے۔ مہا پجاری نے ایک طرف ہو کر سرکنا چاہا تھا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے قدم زمین پر جم گئے تھے۔ وہ اپنی تمام تر کوشش پوری طاقت اور لاکھ جتن کے باوجود اپنی جگہ سے ہلنا تو درکنار جنبش تک نہ کر سکا۔ اس کے چہرے پر خوف اور سراسیمگی ناچنے لگی تھی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی جا رہی تھیں۔

سادھو مہاراج اپنے قدموں سے چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور بڑے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے چھری لے لی...... چھری کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد وہ کسی منتر کا جاپ کرتے رہے...... منتر پڑھنے کے بعد انہوں نے مہا پجاری کے منہ پر پھونک ماری اور وہ پاگلوں کی طرح قہقہہ مار کر اپنی جگہ سے بھاگ نکلا۔ آکاش کو یوں لگا کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔ دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔

مہا پجاری کے یوں پاگل ہو جانے کے بعد اس نے اپنے گرد و پیش پر نگاہیں دوڑائیں تو اس نے دیکھا کہ امرتا رانی اور سنگیت کا کہیں پتا نہیں ہے۔ وہ سادھو

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مہاراج کی ساری توجہ مہا پجاری کی طرف مبذول دیکھ کر اس موقع سے فائدہ اٹھا کے کسی جانب فرار ہو چکی تھیں اور اب اس پر ہول اناتھ آشرم کے احاطے میں وہ سادھو مہاراج کے ساتھ تنہا رہ گیا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ تیسری شخصیت وہ لڑکی تھی جو قربانی کے چبوترے پر بندھی بے سدھ پڑی تھی۔

"اس لڑکی کو فوراً ہی آزاد کردو اور اس کے گلے کے قریب مونگ کی دال کا جو پتلا ہے اسے اپنے قدموں تلے رگڑ کے ختم کردو۔" سادھو مہاراج نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "ڈرو نہیں...... اگن ناگ دیوتا تمہارا بال تک بیکا نہیں کرسکتا۔"

آکاش کو اس سے ایسا لگا کہ وہ جیسے برسوں کا بیمار ہے۔ پھر وہ سادھو مہاراج سے نگاہیں ملائے بغیر آہستہ آہستہ چبوترے پر بے ہوش پڑی ہوئی لڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے چبوترے کے قریب پہنچ کے اس کی مشکیں کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اس کے پیٹ میں درد کی ایک ایسی شدید لہر اٹھی کہ اس کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا زمین پر گرگیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کے زخمی پرندے کی طرح لٹنے اور تڑپنے لگا۔

جل منڈل میں اگن پوجا کے موقع پر سوئیوں کے روپ میں اس کے بدن میں گھسنے والے دیوتا کے کرگے اس بار اپنی تمام شیطانی قوتوں کے ساتھ حرکت میں آئے تھے۔ درد و اذیت سے اس کی حالت بدتر ہورہی تھی اور بدن پسینے سے نہانے لگا تھا۔ اور آنکھوں کے سامنے پھیکی زرد چاندنی میں سیاہ دائرے ناچتے نظر آرہے تھے۔

نہ جانے وہ کتنی ہی دیر تک اس درد کی شدت میں مبتلا زمین پہ تڑپتا رہا اور برداشت کی حد سے نکل رہا تھا کہ اس نے اچانک اپنے بائیں پہلو پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کیا جس میں ملائمت اور فرحت سی تھی...... اور مسیحائی سی تھی جس نے اس کے درد کو ایک دم سے مٹا دیا تھا۔ اس نے دیکھا تو سادھو مہاراج اس پر جھکے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر نہ صرف دل کرب تھا بلکہ آنکھوں میں گہرا تاسف بھی تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر کے اپنا داہنا ہاتھ اس کے سینے پر دل کی جگہ رکھا ہوا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ ان کے ہاتھ کی انگلیوں نے اس کا درد جذب کرلیا ہو۔

وہ جس حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا اپنے آپ کو اس حالت میں پایا۔ پسینہ تھا کہ مساموں سے کسی چشمے کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ یہ بڑی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین بات تھی کہ اسے جاڑا بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا۔ شاید اس کی جو وجہ اس نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ سادھو مہاراج کا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اس کے سینے سے ہاتھ ہٹا کے بولے۔

"اب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ تمہیں اس درد نے کیسا تڑپایا...... کاش! میں پہلے باخبر ہو چکا ہوتا...... اب میں سمجھا کہ کیوں تم اس لڑکی کو ذبح کرنے پر مجبور تھے جب کہ تم ایک نرم دل انسان ہو...... اچھا ہوا کہ ایک اتفاق نے یہاں پہنچا دیا...... اب تم کھڑے ہو جاؤ...... تمہیں بالکل بھی سردی نہیں لگے گی...... میں تمہیں اس روگ سے نجات دلا دوں گا...... اب تم یوں کرو کہ اس لڑکی کی مشکیں کھول دو۔ بس وہ اب ہوش میں آتی ہی ہوگی۔"

آکاش کو اپنے معدے میں ایسا آرام محسوس ہوا جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ واقعی سنسناتی ہوئی سرد ہوائیں چلنے کے باوجود اسے سردی بالکل بھی محسوس نہیں ہوئی۔ اس نے چبوترے پر پہنچ کر لڑکی کی مشکیں کھولیں اور پھر اس کے نرخرے کے قریب رکھا ہوا ناگ دیوتا کا مونگ کی دال سے بنا ہوا پتلا اپنے پیروں سے کچل کر رکھ دیا۔ اب اسے کوئی ڈر اور خوف نہیں رہا تھا۔ ناگ دیوتا کی ایسی بے حرمتی شاید ہی کسی نے کی ہوگی۔

پتلا ٹوٹ کے بکھرتے ہی بے ہوش لڑکی کے جسم میں حرکت ہوئی۔ پھر اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ چند ثانیوں تک وہ خالی الذہن خلا میں گھورتی رہی۔ پھر اس نے دوسرے لمحے چونک کر سادھو مہاراج اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

آکاش کو دیکھا۔ پھر وہ دہشت زدہ سی ہوگئی اور اس نے ان دونوں کو دیکھا اور پھر آس پاس دیکھ کر بولی تو اس کی آواز پھنس رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں..... تمہارے ساتھی کہاں ہیں.....؟ تم سب میری عزت لوٹنا چاہتے ہو.....؟"

"نہیں بیٹی.....!" سادھو مہاراج نے جواب دیا۔ "ہم وہ بدمعاش نہیں ہیں جنہوں نے تمہیں برباد کرنے کے لئے اغوا کیا تھا..... بھگوان نے تمہیں بچالیا..... بلکہ انہیں سانپوں نے ڈس لیا اور وہ سب مرگئے.....اب تم محفوظ ہو....."

"مگر مجھے اتاتھ آشرم کیوں لایا گیا..... آپ دونوں کون ہیں؟" وہ بدستور خوف زدہ تھی۔

"وہ بدمعاش تمہیں یہاں بے ہوش کرکے لائے تھے..... ہم نے تمہیں ان سے بچانے کے لئے ان کا تعاقب کیا.....اب ہم تمہیں تمہارے گھر پہنچادیں گے.....ڈرو نہیں..... چنتا نہ کرو۔" سادھو مہاراج نے دلاسا دیا۔

جب ان دونوں نے آگے آگے چلنا شروع کیا تو لڑکی کا خوف اور شک دور ہوگیا۔ لیکن وہ آکاش کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

بستی میں داخل ہونے کے بعد سادھو مہاراج نے لڑکی کی رہنمائی میں اسے اس کے گھر تک پہنچایا۔ لڑکی کا باپ بہت پریشان تھا۔ سات درندہ صفت لوگوں نے لڑکی کو اغوا کیا تھا۔ اپنی بیٹی کو صحیح سلامت پاکر خوش ہوا۔

ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد سادھو مہاراج اسے ایک کنج میں لے آئے جس کے درمیان ایک کٹیا سی بنی ہوئی تھی۔ اس میں تخت پر صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں چولہا اور کچھ برتن اور کنستر تھے جس میں غلہ تھا۔ سادھو مہاراج نے دیا روشن کیا۔ اندھیرے میں اس کی روشنی تیز معلوم دیتی تھی۔ اس روشنی میں آکاش نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی الماری ہے۔ اسے انہوں نے کھولا تو اس میں اوپر والی دراز میں کچھ چھوٹی بڑی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں اور ان میں شاید کوئی مشروب بھرا لگتا تھا۔

سادھو مہاراج نے ایک بوتل نکالی جس میں گہرے نیلے رنگ کا مشروب بھرا ہوا تھا۔ ایک خالی گلاس میں اسے انڈیلا۔ جب نصف گلاس میں مشروب بھر گیا تو انہوں نے باقی مشروب والی بوتل الماری میں رکھ دی۔

"سنو....." وہ اس کی طرف گلاس بڑھاتے ہوئے بولے۔ "اسے ایک ہی سانس میں پی جانا..... یہ مشروب بہت ہی کڑوا اور تلخ ہے.....زہر کی مانند..... اس کے پیتے ہی تمہارے پیٹ میں جو بلا ہے وہ باہر آجائے گا..... تھوڑی دیر بعد تمہیں ایک لمبی قے ہوگی..... گھبرانا نہیں..... ہمت سے کام لینا....."

اس نے ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے مشروب ایک ہی سانس میں پی گیا..... اس قدر تلخ اور کڑوا مشروب تھا جیسے زہر ہو۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے کونے میں بنی ہوئی موری کے پاس لے گئے۔ چند لمحوں کے بعد اس کے پیٹ میں بھونچال سا پیدا ہوگیا۔ پھر ایک لمبی قے ہوئی..... اس کے منہ سے وہ سانپ جو سویوں کی طرح اس کے پیٹ میں گئے تھے باہر ایک ایک کرکے آگئے..... وہ سب مرے ہوئے تھے۔

گو کہ یہ قے بڑی جان لیوا محسوس ہوئی تھی۔ اس لئے کہ اس کے معدے میں چند سویوں کی طرح باریک سانپ نہ تھے بلکہ بے شمار تھے۔ اس نے جوان مرے ہوئے سانپوں کو جو دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ وہ تعداد میں اتنے ہوں گے..... وہ ریشوں کی مانند تھے جو اس کی انتڑیوں سے لپٹے ہوئے جونک بنے ہوئے تھے۔

آکاش کو ایسا سکون اور شانتی ملی کہ وہ فوراً ہی ان کے چرنوں میں گر گیا۔ جیسے وہ دیوتا ہوں۔ واقعی اس وقت اس کے لئے کسی دیوتا اور ایشور سے کم نہ تھے..... وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ وہ ان کے چرنوں کو چومنے اور گلے سے لگانے لگا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سادھو مہاراج نے جھک کے اس کے شانے تھام کے اسے ہٹایا اور اٹھا کے گلے سے لگالیا۔

"اب تم اس بڑی مصیبت سے سدا کے لئے چھٹکارا پاچکے ہو۔ میرے بالک......! اب ناگ دیوتا کا طلسم ختم ہوچکا ہے...... اب تم سکون کے ساتھ اپنی پتنی کی بازیابی کی کوشش کرو۔"

"بابا...... !" آکاش کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ وہ جذباتی ہوکر اس شفیق و محترم سادھو مہاراج سے لپٹ کے پھر زار و قطار رونے لگا۔ "میری زندگی نرک بن کے رہ گئی ہے...... ایشور کے لئے آپ میری مدد کیجئے...... ورنہ میں شاید عمر بھر اس طرح در بدر کی خاک چھانتا اور مصیبتوں اور حادثات کی نذر ہوتا رہوں گا...... اب تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں سراب کے پیچھے اندھا دھند بھاگ رہا ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ میں شاید ہی کبھی اپنی منزل پاسکوں گا۔"

"تم تو بہت بہادر ہو بالک......! حیرت ہے کہ حوصلے کا دامن چھوڑ رہے ہو...... اگر تم نے ہمت ہار دی تو تمہاری پتنی کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن وہ ناگ راجہ کے فریب میں آنے سے بچنے کے لئے ہتھیا کرلے۔"

"میں نہیں جانتا کہ میری پتنی کس حال میں ہے......" آکاش گڑگڑایا۔ "کیا آپ ایسا نہیں کرسکتے کہ کسی طرح اس کی صورت دکھادیں...... تاکہ پھر میں زندگی، ہر قسم کی صعوبتوں اور حالات سے لڑنے کا حوصلہ جنم دے سکوں......" آکاش ان کے سینے سے الگ ہوکر ان کی آنکھوں میں بھیگی بھیگی آنکھوں سے جھانکنے لگا۔

"تم زیادہ پریشان نہ ہو اور چنتا نہ کرو...... وہ حالات کا بس حوصلے سے مقابلہ کررہی ہے تم اس کا وہم و گمان میں سوچ بھی نہیں سکتے...... نیلم کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو وہ ناگ راجہ کی جھولی میں پکے پھل کی طرح ٹپک پڑی ہوتی اور رنگ رلیاں مناتی اور تمہیں بھول جاتی...... میں اس بات کی کوشش کرسکتا ہوں کہ تمہیں اس کی جھلک دکھادوں۔"

"سچ بابا......!" "تم مجھے پاپی نہ بناؤ......" وہ تیز لہجے میں بولے۔ "اگر ایشور نے پتنی کا فراق تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہو تو دنیا کی کوئی گرو سے گرو ہستی بھی تمہیں اپنی پتنی سے ملا نہیں سکے گی۔"

آکاش نے مردہ سانپوں کو پیروں سے ہٹانے کے بعد ان کے ساتھ کٹیا میں آگیا جہاں چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ ان کے اشارے پر بیٹھ گیا۔ ایک کمرے میں رکھے برتنوں میں سے ایک تھال اٹھا کے لے آیا۔ وہ تھلا بہت ہی سیاہ اور چمک دار سی تھی۔ انہوں نے اس تھال پر سرسوں کے تیل کی چند بوندیں ٹپکائیں۔ پھر تھالی اس کی طرف بڑھائی۔

"اپنی انگلی سے کالک اور تیل کو پوری تھالی پر اچھی طرح سے مل دو......" سادھو مہاراج نے ہدایت کی۔

آکاش بے یقینی کے ساتھ کالک کو تیل سے تھالی کی سطح پر پھیلانے لگا...... اسے امید نہیں تھی کہ سادھو مہاراج اسے پتنی کی صورت دکھائیں گے...... لیکن وہ اس بات کو جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیوں کہ اسے اندازہ ہوچکا تھا کہ یہ گرو سادھو مہاراج کتنے پہنچے ہوئے ہیں انہیں کیا ضرورت پڑی کہ وہ مبالغہ سے کام لیں۔

آکاش نے جلدی سے تھالی پر تیل اور کالک مل دی تو انہوں نے اسے چند اشلوک بتا کے پڑھنے کی تاکید کی۔ وہ انہیں زیر لب دہراتا گیا اس نے دونوں ہاتھوں سے تھالی تھام لی۔ پھر وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مخصوص اشلوک کو ان کے ساتھ دہراتا بھی جانے لگا۔ جوں جوں اس کی آواز اکی آواز سے ہم آہنگ ہوکر بلند ہونے لگی تو اس سے تھالی کی سطح کی سیاہی دھندلانے لگی۔ پھر تھوری دیر اس سیاہی کا نام ونشان نہیں رہا۔ وہ صاف وشفاف آئینہ کی طرح چمکنے لگی۔

اس سے اس کا دل اچھل کر حلق میں دھڑکنے لگا۔ جب اس نے تھالی کے آئینے میں نیلم کا عکس دیکھا۔

مسرت اور حیرت کے باعث اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ اسے یقین نہ آیا۔ اسے لگا کہ وہ کوئی سپنا دیکھ رہا ہو...... وہ نیلم کی دل موہ لینے والی صورت میں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ایسا کھویا کہ وہ اشلوک پڑھنا بھول گیا۔

اس نے جیسے ہی اشلوک پڑھنا بند کیا نیلم کی شبیہ اک دم سے غائب ہوگئی۔

"اشلوک پڑھتے رہو..... بند نہ کرو پڑھنا..... ورنہ پھر تم اپنی پتنی کا عکس دیکھ نہ سکو گے....."

سادھو مہاراج نے اس کا بشرہ بھانپ کر کہا۔ ان کی آواز تیز ہوکر گونجنے لگی۔ "پھر اس تھالی کی سطح کالی ہوجائے گی۔"

پھر وہ دوسرے لمحے پورے جوش وخروش سے ان اشلوک کو دہرانے لگا..... دو تین ساعتوں کے بعد پھر دوبارہ تھالی کی سطح پر نیلم کا عکس ابھرا..... وہ عکس بالکل متحرک تھا جو اس تھالی پر اس طرح ابھرا جیسے کوئی فلم دیکھ رہا ہو..... اتنی طویل موت کے بعد اپنی جان سے پیاری موہنی پتنی نیلم کو دیکھ کر اس پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ لیکن اس بار اس کی زبان بند نہ کی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ لمحات چنے کی طرح ہوجائیں اور طویل سے طویل ہوتے جائیں۔

اس کی شعلہ مجسم سبک خرام اور لاکھوں میں ایک حسن کی دیوی نیلم اس وقت سفید ساڑی اور سفید بلاؤز میں ملبوس تھی۔ اسے سفید لباس بہت پسند تھا۔ وہ اس لباس میں چودھویں کا چاند لگتی تھی۔ ایک نہایت آراستہ اور وسیع کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ اس کمرے کی فضا بہت ہی دعوت انگیز تھا.....

پھر اچانک نیلم نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور پھر قریبی دیوار کا سہارا لیتی ہوئی فرش پر بیٹھ گئی۔ شاید اس کے وجود میں میٹھے درد کی کوئی ٹیس اچانک اٹھی ہو..... اس نے نیلم کا ستا ہوا اور بے لہو چہرہ دیکھا اس نے اپنا دل تھام لیا۔ نیلم کے شبابی چہرے پر نقاہت کی زردی طاری تھی اور اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ خود پر قابو نہ پاسکا اور غیر ارادی طور پر زبان سے نکلا۔

"نیلم.....! میری پتنی..... میری جان.....! میں آکاش ہوں میں تمہیں آواز دے رہا ہوں۔"

اس نے نیلم کو اس طرح قریب سے دیکھا جیسے اس کا چہرہ اس قدر قریب ہے کہ نیلم کی مہکتی سانسیں وہ محسوس کرسکتا ہے۔

سادھو مہاراج نے اسے سختی سے تائید کی ہوئی تھی کہ اشلوک پڑھتے ہوئے وہ کوئی لفظ زبان سے نہ نکالے اور نہ ہی کوئی جملہ ادا کرے..... اس سے بڑی حماقت سرزد ہوئی تھی۔ نیلم کو دیکھ کر وہ اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکا تھا۔ وہ تھالی ایک دم سیاہ پڑگئی تھی۔ نیلم کا عکس غائب ہوچکا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں صرف تھالی تھی جو اس کا منہ چڑا رہی تھی..... اس نے دیوانگی کے عالم میں وہ اشلوک یاد کرنے چاہے لیکن اسے ان کا ایک لفظ بھی یاد نہ آسکا..... پھر اس نے غصے سے جھنجھلا کے وہ تھالی ایک طرف پھینک دی اور اس نے جو کچھ دیکھا تو اسے نظروں پر یقین نہیں آیا۔

نہ تو سادھو مہاراج کا وجود تھا اور نہ وہ کٹیا تھی..... اس نے اپنے آپ کو سخت کھردری زمین پر پایا..... سرد رات کی پھیکی چاندنی تھی۔ اس کے قدموں سے قدرے فاصلے پر وہ بے شمار سانپ مرے پڑے تھے جو سادھو مہاراج کے علاج سے اس کے پیٹ سے نکلے تھے۔ اب وہ ان سے نجات پاچکا تھا۔

اس پر ایک بجلی سی آگری تھی اور اس پر لمحوں تک سکتہ سا طاری رہا اور اس کا ذہن بھی معطل سا ہوگیا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنی اس حماقت پر سر پیٹ لیا۔ بڑا پچھتاوا سا ہورہا تھا۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا..... اب پھر وہ سپنوں کی سی دنیا سے نکل کے حقیقتوں کی سنگلاخ زمین پر آگرا تھا..... وہ کہاں تھا.....؟ یہ وہ نہیں جانتا تھا..... چاروں طرف جیسے گھپ اندھیرا تھا۔ وہ مہاگرو سادھو مہاراج کو بھی کھو چکا تھا۔ وہ پھر اس سے بچھڑ گئے تھے اور جاتے جاتے اسے ایک طرح سے سبق دیتے چلے گئے تھے۔

اب اس اندھیرے میں امرتا رانی بھی اس کے لئے مشعل تھی۔ گو امرتا رانی کا ساتھی بڑا گھناؤنا تھا لیکن اب وہ ایسی نہ تھی اس کے عشق نے امرتا رانی کو بنا رکھا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تھا۔ وہ بڑی مخلص، بے لوث اور ہمدرد بھی تھی۔ اب امرتا رانی کا سہارا اور مدد لینے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ اس گھپ اندھیرے میں وہ امید کی ایک کرن تھی۔

اس کا ہاتھ بے اختیار گلے کی طرف بڑھا۔ کہیں ایسا تو سادھو راج منکا ساتھ لیتے گئے ہوں..... ایسا نہیں تھا..... منکا اس کے گلے میں پڑا جھول رہا تھا..... پھر اس نے فوراً ہی امرتا رانی سے ذہنی رابطہ کیا۔

"میری جان.....! اب تم اور سنگیت آ جاؤ..... سادھو مہاراج پراسرار طور پر غائب ہو گئے ہیں۔"

اس نے اپنی بات پوری طرح کہی بھی نہیں تھی کہ امرتا رانی سنگیت سمیت اس کے سامنے آ گئی۔ وہ اب بھی گلابی رانی تھی۔ اور ایک طرح حسن و شباب کا نادر نمونہ دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایک لازوال سی ہستی تھی۔

اس نے مختصر الفاظ میں اپنی بپتا سنائی تو وہ بولی۔

"میرے علم میں سب کچھ ہے۔"

"میری جان.....! اب مجھے ایسی جگہ لے چلو جہاں میں سکون سے زندگی کی تلخیوں اور حقائق سے فرار حاصل کر سکوں؟" آکاش نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرا دل بہت دکھ محسوس کر رہا ہے۔"

"میری جان.....! میری زندگی.....!" امرتا رانی نے اس کے گلے میں اپنی مرمریں اور گداز باہیں حمائل کر دیں۔ "حکم کرو کہ میں تمہاری کیا سیوا کروں..... میں تو تمہاری داسی ہوں۔" پھر وہ اس کی آنکھوں میں محبت بھری نظروں سے جھانکنے لگی۔

"سادھو مہاراج نے تمہارے بارے میں جو کچھ کہا وہ مجھے متزلزل کر رہا ہے.....؟" وہ بولا۔

"انہوں نے تمہیں میرے بارے میں ماضی کا ذکر کیا ہوگا..... اس وقت میں بے لوث نہ تھی..... لیکن اب تمہارے عشق کی دیوانگی نے مجھے تمہارا بنا دیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں ناگن ہوں..... لیکن تم سے ایسا ہی عشق کرتی ہوں جیسا تمہاری دنیا کی عورت کر سکتی ہے..... تم نے میری ہر طرح سے آزمائش کی ہے..... اپنے اعتماد کو تاراج نہ کرو۔"

امرتا رانی جذباتی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ پھر اس نے اپنا خوشنما سر آکاش کے سینے پر رکھ دیا۔

"کیا میں سنگیت پر بھی اعتماد کر سکتا ہوں.....؟"

اس نے سنگیت کی کمر میں ہاتھ ڈال کے قریب کر لیا۔

"کیوں نہیں..... ہم دونوں الگ الگ تھوڑی ہیں۔ یک جان اور دو قالب ہیں۔" امرتا رانی نے خوش دلی سے کہا۔

"سنگیت جان.....!" وہ بولا۔ "میں تم دونوں کو بتا چکا ہوں کہ ناگ راجہ نے نیلم کو ایسے کمرے میں قید کیا ہوا ہے جس میں ایسا مجسمہ اور قد آدم تصویریں ہیں کہ وہ غلاظت کے دلدل میں گر جائے..... اگر وہ اب تک اپنی آبرو کی حفاظت کر رہی ہے..... مجھے جتنا جلد ہو سکے وہاں پہنچنا ہوگا تاکہ نیلم پر آنچ نہ آ سکے..... میں آرام سے سوچنا چاہتا ہوں۔"

"ایک قریبی بستی میں بنجاروں کا قافلہ آیا ہوا ہے اور اس نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔" سنگیت نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "وہاں ہم ان کا ناچ دیکھیں گے۔ تمہیں بڑا سکون اور شانتی ملے گی۔"

"کیا سنگیت جو کچھ کہہ رہی ہے وہ صحیح ہے؟" آکاس نے امرتا رانی سے پوچھا۔

"سنگیت ٹھیک کہہ رہی ہے لیکن میرے دیوتا! ایک بات غلط ہو گئی۔" امرتا رانی نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا.....؟"

"تمہاری پرچھائیں غائب ہے۔" وہ زمین کی طرف اشارہ کر کے بتانے لگی۔

آکاش نے چاند کی زرد روشنی میں دیکھا..... صرف امرتا رانی اور سنگیت کی پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس کا سایہ نہیں۔ اس انکشاف سے اس کا سینہ دھک سے ہو کر رہ گیا۔

"میرا سایہ.....؟ کہاں ہے میرا سایہ....."

آکاش بھونچکا سا ہو گیا۔

(جاری ہے)

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سنگ دلی

سیدہ عطیہ زاہرہ ۔ لاہور

دنیا میں جتنے بھی موذی اور درندے موجود ہیں وہ سب اپنی فطرت کے مطابق حالات کے دھارے میں آگے بڑھ رہے ہیں مگر کیا انسان بھی درندوں سے آگے نکل سکتا ہے، حقیقت کہانی میں عیاں ہے۔

حقیقت سے روشناس کراتی اور خونی اقدام کو اجاگر کرتی عجیب وغریب لرزیدہ حقیقت

"**صنف** نازک" یہ دو الفاظ جب آپس میں مل جاتے ہیں اور ہم انہیں سنتے یا پڑھتے ہیں تو ہمارے ذہن میں عورت کا ایسا خاکہ ابھرتا ہے جو بہت ہی خوبصورت ہوتا ہے بہت ہی زیادہ نرم و نازک ہوتا ہے دنیا میں بہت سی عظیم خواتین گزری ہیں ان کے تقدس اور پاک دامنی کی صدیوں سے مثالیں دی جارہی ہیں ماضی میں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے روپ میں کئی خواتین نے قربانی، ایثار محبت، شفقت اور ہمدردی کا ایسا مرقع پیش کیا کہ ان کی کہانیاں نسل در نسل بیان کی جاتی رہیں گی۔

لیکن اس دنیا میں کئی ایسی بھی خواتین گزری ہیں جن کی زندگی میں آنے والے اتار چڑھاؤ نے ان کی شخصیت پر ایسے گھاؤ لگائے کہ وہ معاشرے کا ناپسندیدہ وجود بن گئیں، ایسی خواتین کے جرائم کی داستانیں سن

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کر مرد بھی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں ان میں کئی ایسی بھی تھیں جنہیں اذیت پسند کیا جاتا ہے۔

وہ موت سے پہلے تڑپتے انسانوں، بہتے خون اور زندگی کی بھیک مانگنے والے اپنے شکار کو دیکھ کر خوش ہوتی تھیں جرائم کے ارتکاب میں انہیں لطف اور سرور آتا۔ یوں تو حضرت انسان نے پہلا قتل بھی ایک عورت کے لئے کیا تھا تاہم اپنے ہاتھ سے قتل کرنے والی بعض خواتین کی روداد، دل دہلا دینے والی ہے۔

یونانی، رومن، چینی، جاپانی اور ہندوستانی تاریخ میں بھی اقتدار اور طاقت کے حصول کے لئے کئی خواتین کے قاتل بن جانے کے واقعات ملتے ہیں اپنے بیٹے کو تخت کا وارث بنانے کے لئے بادشاہ کی دوسری رانیوں کے بیٹوں کو قتل کرانے والی "ملکہ" کا ذکر تو ہمیں قدیم کہانیوں میں بھی ملتا ہے۔

☆......☆......☆

سولہویں صدی میں ہنگری کی ایک نواب زادی کو بچیوں کو قتل کرکے ان کے خون میں نہانے کی عادت تھی۔ 1871ء میں Dahr-ol Ahmur نامی خاتون نے آٹھ بچوں کو باری باری اغوا کرکے قتل کرنے کے بعد ان کی لاشوں کے ٹکڑے کرکے پھینک دیئے۔ 1885ء میں یوکرائن سے تعلق رکھنے والی Richer-ostrovoskafang نے پہلی بار بچوں کی سیریل کلنگ کرکے سیریل خواتین کی لیڈر کا خطاب پایا۔

1895ء میں سسلی کی ایک خاتون Gaetana Stomovi کو 23 بچوں کے قتل کے بعد گرفتار کیا گیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہنگری کی Maria Jagar کے بارے میں مقامی افراد کو پتہ چلا کہ وہ رقم لے کر ایسے شیر خوار بچوں کو قتل کردیتی تھی جو بغیر شادی کے پیدا ہونے کے باعث ماؤں کے لئے بوجھ بن جاتے۔

1906ء میں سویڈن کی مسز گستاؤ ہولیسن نے سینکڑوں شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ مرا کو کی ماو لے حوسین ایک مشہور ڈانسر تھی۔ 1938ء میں اس نے کئی افراد کو اپنا شکار بنا کر قتل کیا اور ان کے جسم کے ٹکڑے پکا کر اپنی بلیوں کو کھلاتی رہی۔

الزبتھ باتھوری ہنگری کی شہزادی تھی۔ اسے دنیا کی خطرناک ترین سیریل کلر خاتون کہا جاتا ہے 1560ء میں پیدا ہونے والی الزبتھ ایک محل میں الگ تھلگ رہتی تھی اس نے اپنے محل میں خاص ملازم رکھے ہوئے تھے جو غریب کسانوں کی کم لڑکیوں کو اچھی تنخواہ کا لالچ دے کر محل میں ملازم رکھواتے ان لڑکیوں کو الزبتھ باتھوری قید کرکے اذیت پہنچاتی اور قتل کرکے ان کے خون کو باتھ ٹب میں اکٹھا کرکے اس میں نہاتی۔

کہا جاتا ہے کہ بچپن میں مرتب ہونے والے واقعات نے اس کے ذہن پر کافی گہرے اثرات مرتب کئے تھے بچپن میں ایک بار اس نے شاہی ملازموں کو ایک چور کو گھوڑے کی اوجڑی میں بند کرکے اوپر سے سلائی کرنے کی سزا دیتے دیکھ لیا تو وہ بہت خوف زدہ ہوئی۔

وہ اکثر خواب دیکھتی کہ سیلاب کے پانی میں ڈوب رہی ہے اس خواب سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ کم سن لڑکیوں کو قتل کرکے ان کے خون سے نہاتی رہی وہ ان لڑکیوں کو قید کرنے کے دوران بھی اذیت پہنچاتی۔ ان کے ہونٹ اور انگلیوں میں سوئیاں چبھو کر ان کی چیخوں سے لطف اندوز ہوتی بعض لڑکیوں کو بہت مارتی اور پھر ان کا لباس اتروا کر ان کو برف باری میں کھڑا کردیتی تو ان کا جسم بھی برف کی طرح جم جاتا۔

دو عشروں سے زائد عرصے میں جب محل میں جانے والی سینکڑوں لڑکیاں غائب ہوگئیں تو اردگرد کے علاقوں میں الزبتھ باتھوری کے محل کو قاتل محل کہا جانے لگا اس وقت بادشاہ کنگ Mathiasz تک یہ اطلاعات پہنچیں تو اس نے ایک چھاپہ مار ٹیم بنا کر الزبتھ کے محل میں روانہ کردی۔

بادشاہ کی ٹیم جب محل میں داخل ہوئی تو وہاں ایک لڑکی مردہ حالت میں پڑی تھی دوسری مرنے کے قریب تھی ایک لڑکی قید خانے میں تھی اور ان تینوں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لڑکیوں کے جسموں پر موجود زخم گواہی دے رہے تھے کہ ان پر کئی ماہ سے تشدد ہو رہا ہے۔

بادشاہ نے شہزادی الزبتھ کو ایک مینار میں قید تنہائی کی سزا دی وہاں کسی کو اس سے ملاقات کی اجازت نہیں تھی تاہم کھانا پہنچا دیا جاتا تھا چار سال بعد الزبتھ اسی مینار میں قید کے دوران مرگئی۔ یوں سینکڑوں بے گناہ بچیوں کو قتل کرنے والی شہزادی کے جرائم کا خاتمہ ہوگیا۔

☆......☆......☆

"Euriqueta Marti" غریب گھرانے میں پیدا ہوئی وہ بچپن میں بے گھر زندگی گزارتی رہی اس نے طریقہ واردات یہ اپنایا کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں پھرتی رہتی اسے کوئی گم شدہ بچہ ملتا تو کہتی کہ وہ اس کا بچہ ہے اس بچے کو اپنے ساتھ لے جاتی رات کے وقت وہ اچھے کپڑے پہن کر خود کال گرل بن جاتی اور ان بچوں کو بھی رقم لے کر زیادتی کے لئے امیر افراد کو پیش کر دیتی جن بچوں کو وہ استعمال کرلیتی انہیں بعد میں قتل کر کے ان کے بعض جسمانی اعضاء کو محفوظ کرلیتی اس کے بعد وہ "وچ ڈاکٹر بن گئی۔

وہ قتل کئے جانے والے بچوں کے خون، ہڈیاں بال اور جسم کے دوسرے اعضاء سے ادویات بناتی اور امیر لوگوں کو لاعلاج بیماریوں کے لئے بھاری رقم لے کر دیتی۔

1909ء میں مارتی کو جب پولیس نے گرفتار کیا تو اس وقت بھی اس کے گھر سے 12 بچوں کی مسخ شدہ لاشیں جبکہ دو بچے زندہ بھی ملے جن میں سے ایک کے بارے میں وچ ڈاکٹر مارتی نے کہا کہ وہ اس کی نند کا بچہ ہے عدالت نے مارتی کو عمر قید کی سزا سنائی۔

☆......☆......☆

Vera Renczi بیسویں صدی کے آغاز میں "Buchares" میں پیدا ہوئی۔ اسے خوبرو مردوں کی شکاری بھی کہا جاتا ہے اس نے پہلی شادی اپنے سے کافی بڑی عمر کے آسٹریلوی بینکر کال شک سے

طلسماتی انگوٹھی ایک عظیم تحفہ ہے۔ ہم نے سورۂ یاسین کے نقش پر فیروزہ، یمنی، عقیق، پکھراج، لاجورد، نیلم، زمرد، یاقوت پتھروں سے تیار کی ہے۔ انشاء اللہ جو بھی یہ طلسماتی انگوٹھی پہنے گا اس کے تمام بگڑے کام بن جائیں گے۔ مالی حالات خوب سے خوب تر اور قرضے سے نجات مل جائے گی۔ پسندیدہ رشتے میں کامیابی، میاں بیوی میں محبت، ہر قسم کی بندش ختم، رات کو تکیے کے نیچے رکھنے سے لاٹری کا نمبر، جادو کس نے کیا، کاروبار میں فائدہ ہوگا یا نقصان معلوم ہو جائے گا۔ آفیسر اپنی طرف مائل، نافرمان اولاد، نیک، میاں کی عدم توجہ، جج یا حاکم کے غلط فیصلے سے بچاؤ، مکان، فلیٹ یا دکان کسی قابض سے چھڑانا، معدے میں زخم، دل کے امراض، شوگر، یرقان، جسم میں مرد و عورت کی اندرونی بیماری، مردانہ کمزوری، ناراض کو راضی کرنے یہ سب کچھ اس انگوٹھی کی بدولت ہوگا۔ یاد رکھو سورۂ یاسین قرآن پاک کا دل ہے۔

رابطہ: صوفی علی مراد

0333-3092826-0333-2327650

M-20A الرحمان ٹریڈ سینٹر

بالمقابل سندھ مدرسہ کراچی

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

کی تھی۔ اس کا شوہر گھر سے باہر جاتا تو وہ بھی گھر سے غائب ہوجاتی، جب اس کے شوہر نے شک کا اظہار کیا تو ویرا رینزی نے اس کی شراب میں زہر ملا کر اسے قتل کردیا اور لاش غائب کردی وہ لوگوں سے کہتی کہ اس کا شوہر حادثے میں ہلاک ہوا ہے۔

اس نے دوسری شادی کی اور اس شوہر کو بھی زہر دے کر ہلاک کردیا۔ اس کے بعد ویرا نے فیصلہ کیا کہ وہ دوبارہ شادی نہیں کرے گی۔ بلکہ خوبرو مردوں کو پھانس کر اپنا شکار بنائے گی وہ جس مرد سے بھی محبت کا چکر لگاتی تھوڑے عرصے کے بعد وہ منظر سے غائب ہوجاتا۔ یوں متعدد افراد اس کے عشق میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اسے جب پتہ چلا کہ اس کا بیٹا بھی کسی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہے تو اس نے اپنے بیٹے کو بھی زہر دے کر قتل کردیا۔

اس خطرناک قاتلہ کے پکڑے جانے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے اس کے ایک آشنا کی بیوی کو اپنے خاوند کی حرکتوں پر شک ہوگیا تو اس نے ایک روز اپنے شوہر کا پیچھا کر کے ویرا کے گھر کا پتہ چلایا۔ اس نے پولیس کو اطلاع دے دی۔

پولیس نے جب ویرا کے گھر پر چھاپہ مارا تو اس کے گھر کے نچلے حصے میں ایک خفیہ سیل کا پتہ چلا وہاں 32 افراد کی لاشیں کفن میں پڑی تھیں جن میں سے بعض لاشوں کی حالت بہت خراب ہوچکی تھی ان لاشوں کے درمیان ویرا بیٹھی تھی اور وہ فخر سے کہہ رہی تھی کہ یہ سب میرے عاشق ہیں جو مجھ پر قربان ہوگئے۔

پولیس نے جب ویرا سے اس کے بیٹے کو قتل کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ”میں نے اپنے بیٹے کو قتل کر کے آخری بار گلے لگا کر کہا تھا تمہیں مرنے سے قبل آخری بار پیار کرنے والی خاتون بھی میں ہی ہوں۔“

☆......☆......☆

جوانا براز ایک پروفیشنل ریسلر تھی۔ 1950ء کی دہائی میں وہ ایک خطرناک قاتلہ بن گئی جب وہ ریسلر تھی تو اس وقت اسے ”دی سائلنٹ لیڈی“ کہا جاتا تھا۔ جب وہ سیریل کلر بنی تو اسے ”اولڈ لیڈی کلر“ کا نام دیا گیا۔

جوانا براز کے بچپن میں اس کے ساتھ کئی ایسے واقعات پیش آئے جن سے اس کی شخصیت مجروح ہوئی تھی اس کی ماں شرابی خاتون تھی جو شراب کی تین بوتلوں کے عوض کال گرل کے طور پر رات گزار دیتی، بچپن میں براز کو بھی کئی افراد نے زیادتی کا نشانہ بنایا وہ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ذمہ دار اپنی ماں کے کردار کو قرار دیتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اس نے 60 سال سے زائد عمر کی بوڑھی خواتین کو قتل کرنے کی وارداتوں کا آغاز کردیا وہ ان خواتین سے نقدی وغیرہ چھین کر ان کا گلہ دبا دیتی۔ لمبے قد اور مضبوط جسم کے باعث قتل کے بعض عینی شاہدین نے پولیس کو بیان دیا کہ عورت کے بھیس میں مرد قتل کر رہا ہے پولیس نے براز کو گیارہ خواتین کے قتل کے بعد گرفتار کیا تو عدالت نے اسے 59 سال قید کی سزا سنائی وہ اب بھی میکسیکو کی جیل میں قید کاٹ رہی ہے۔

”Miyuki Ishikawa“ کا تعلق جاپان سے تھا۔ انیسویں صدی کے آغاز میں وہ مڈ وائف کی حیثیت سے کام کرتی تھی اس کے بارے میں کئی سال بعد انکشاف ہوا کہ اس نے ان چاہے بچوں سے والدین کو نجات دلانے کے لئے 103 شیر خوار بچوں کو قتل کیا پکڑے جانے پر اس نے اپنے جرائم کا اعتراف کرلیا اور کہا کہ ”غریب والدین کا بچوں کی پرورش پر بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اس نے ان والدین کو بہت کم رقم لے کر ان چاہے بچوں سے نجات دلائی۔“

ان وارداتوں میں ڈاکٹر شیروتا کا ذمہ اور اش کاوا کے شوہر نے بھی ساتھ دیا تھا عدالت نے ان دونوں افراد کو چار چار سال اور اش کاوا کو آٹھ سال قید کی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سزا سنائی اس واقعہ کے بعد جاپانی حکومت نے سرکاری طور پر ابارشن کی اجازت دے دی۔

"Aileen Wuornos" نے فلوریڈا میں گولی مار کر مسلسل سات افراد کو قتل کیا تو امریکی عوام اس کے نام سے خوف زدہ ہو گئے۔ ایلین کی کہانی پر "دی مونسٹر" فلم بھی بنائی گئی۔

وہ اس وقت چار سال کی تھی جب اس کا والد ایک سات سال کی بچی سے زیادتی کرنے پر جیل چلا گیا۔ ایلین کا والد شیزوفرینیا کا مریض تھا اور جیل میں قید کے دوران ہی مر گیا۔ جب وہ چھوٹی تھی اس کے دادا نے اسے زیادتی کا نشانہ بنا دیا۔

جب وہ تیرہ سال کی تھی تو اس کے ایک دوست نے زیادتی کر کے حاملہ کر دیا اس عرصہ میں اس نے راہزنی اور چوری کی کئی وارداتیں بھی کیں اس نے پہلا قتل 33 سال کی عمر میں رچرڈ میلر کو گولی مار کر کیا اس کے بعد ایلین نے فیصلہ کیا کہ وہ مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بننے کے بجائے خود مردوں کو اپنی انگلیوں پر نچائے گی اور جو مرد اس پر حاوی ہونے کی کوشش کرے گا اسے گولی مار کر قتل کر دے گی۔

اس نے 1989-90ء میں سات افراد کو لوٹ کر قتل کیا۔ ایلین کے ایک لڑکی ٹائریہ مور کے ساتھ گہرے مراسم بھی رہے۔ اس کے بارے میں وہ کہتی تھی کہ اسے صرف ٹائریہ سے عشق ہے ایلین کو عدالت نے سات افراد کے قتل کے الزام میں سزائے موت سنائی اور زہر کا ٹیکہ لگا کر اسے موت کی نیند سلا دیا گیا۔

ڈنمارک کی "Dagmar Overbye" نے 20 سے زائد بچوں کو 1913ء سے 1920ء کے درمیان قتل کیا تھا۔ اس نے چھوٹے بچوں کے لئے ایک ادارہ بنایا جہاں والدین بن بیاہی مائیں اپنے بچوں کو چھوڑ جاتی تھیں ڈگمار ان بچوں کو جلا کر، پانی میں ڈبو کر اور گلا دبا کر قتل کر کے لاشیں غائب کر دیتی، اسے "مشتری سیریل کلر" بھی کہا جاتا ہے پکڑے جانے پر ڈگمار نے کہا تھا کہ "اس کی زندگی کا

راہ کے دیپ

جب تک قوموں کو اپنی اصلاح کا خیال نہیں آتا قدرت بھی انہیں درست نہیں کرتی۔ (علامہ محمد اقبال)

میں زندگی میں کبھی ناکام نہیں رہا کیونکہ میں نے ہر کام سے کچھ نہ کچھ فائدہ اور سبق ضرور حاصل کیا۔ (ایڈیسن)

دیو کی طرح طاقتور ہونا اچھی بات ہے لیکن دیو کی طرح طاقت استعمال کرنا ظلم ہے۔ (شیکسپیئر)

دنیا کو بیماریوں، سیلابی اور زلزلوں نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا کہ غلط مشوروں نے۔ (والٹیر)

(عثمان غنی۔پشاور)

مقصد بن چکا ہے بچوں سے اس دنیا کو پاک کرنا ہے۔" اسے عدالت نے عمر قید کی سزا دی تاہم وہ 42 سال کی عمر میں جیل میں مر گئی۔

"Georgia Tann" امیر گھرانے میں 1891ء میں پیدا ہوئی 1920ء کی دہائی میں امریکہ میں بچوں کو لے پالک بنانے کا رواج عام تھا۔ جارجیا نے ایک "اڈاپشن ہوم" بنایا اور وہاں یتیم اور بے سہارا بچوں کو لا کر رکھنا شروع کر دیا اس دوران اس نے کئی بچوں سے جنسی زیادتی کی اس کے ملازم بھی بچوں کو زیادتی کا نشانہ بناتے رہے اس نے کئی بچوں کو فروخت بھی کیا اس نے کچھ نرسوں کو بھی رقم دے کر اپنا ذاتی ملازم بنا رکھا تھا۔

وہ اسپتالوں میں پیدا ہونے والے بچوں کے والدین کو کہتی کہ "بچہ مردہ پیدا ہوا ہے اور وہ بچہ جارجیا کو لا کر دے دیتی۔" بچے خریدنے والوں میں جارجیا کے دو مستقل گاہک لینن ٹرنر اور جون کرافورڈ شامل تھے۔ اسے مقامی میئر ایڈورڈ کرمپ کی سرپرستی حاصل رہی وہ حکومت سے فنڈز لے کر بچوں کا ادارہ بھی چلاتی رہی اور سینکڑوں بچوں کے قتل اور فروخت میں بھی شامل رہی اس کے جرائم کا پردہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

1950ء میں چاک ہوا تاہم وہ مقدمات کا ٹرائل شروع ہونے سے قبل ہی کینسر سے مرگئی۔

☆......☆......☆

"Anna Maria" کو زہریلی عورت بھی کہا جاتا ہے وہ اکثر کہتی تھی کہ "اس کا بہترین دوست آرسینک زہر ہے۔" جب وہ بچی تھی اس کے شرابی باپ نے سب کچھ عیاشی میں اڑا دیا تھا، ماریہ نے بڑی کسمپرسی میں زندگی گزاری۔

جب وہ جوان ہوئی تو اس نے امیر ججوں کو اپنا نشانہ بنانے کا ارادہ کرلیا وہ ججوں کو اپنی پرکشش اداؤں سے شکار بنا کر ان سے ملازمت حاصل کرتی۔

ایک جج گلیسر کا اپنی بیوی سے جھگڑا چل رہا تھا ماریہ نے چالاکی سے ان دونوں کے درمیان صلح کروا کر جج کی بیوی کے دل میں اپنی جگہ بنالی اور پھر گھر پر قبضہ کرنے کے لئے جج کی بیوی کو آرسینک دے کر ہلاک کردیا۔

ماریہ نے جج کی بیوی کی پراسرار ہلاکت کے بعد جج کو خود شادی کرنے کی آفر کی تو جج نے انکار کردیا تو ماریہ نے جج کے گھر آنے والے مہمانوں کو آرسینک دے کر مارنا شروع کردیا۔

جب جج نے ماریہ کو نوکری سے نکال دیا تو اس کے بعد جج گلسیر کے گھر کوئی پراسرار موت نہ ہوئی۔

اس کے بعد ماریہ ایک اور جج گرومین کے پاس چلی گئی، اس جج کو ایک عورت نے شادی کا پرپوزل دیا تو ماریہ نے جج گرومین کو آرسینک دے کر ہلاک کردیا اس کے بعد وہ دوسرے ججوں کے پاس رہی۔

آخر میں اس نے ایک جج گریب ہارڈ کو اپنا نشانہ بنایا گریب ہارڈ کی بیوی بیمار رہتی تھی ماریہ نے اسے آرسینک دے کر ہلاک کیا اور پھر جج کے بیٹے کو بھی زہر دے کر اپنا راستہ صاف کیا، قتل کی ان وارداتوں کے بعد ماریہ پر جج کو شک ہوا تو وہ فرار ہوگئی۔ پولیس نے اسے گرفتار کرلیا تو اس نے اپنے سابقہ گناہ تسلیم کرلئے ماریہ کو 1911ء میں سزائے موت دے کر اس کے جرائم کا باب بند کردیا گیا۔

☆......☆......☆

پاکستان کے چاروں صوبوں کی جیلوں میں سینکڑوں مجرم خواتین ڈکیتی، رہزنی، چوری، اغوا اور قتل کی وارداتوں کے بعد قید ہوکر قید کاٹ رہی ہیں ان میں سے کئی ایسی مجرم خواتین بھی ہیں جنہیں تین سے پانچ افراد کے قتل میں گرفتار کیا گیا ان میں سے کچھ کی کہانیاں اگر بیان کی جائیں تو چند ہی بیان کی جاسکتی ہیں۔ ان میں دسمبر 2009ء میں تھانہ رحمانیہ گجرات کے علاقے ڈنگہ میں ایک 20 سالہ لڑکی نے بے وفائی پر اپنے عاشق اور اس کے دوست کو تڑپا تڑپا کر مارا۔ دسمبر 2009ء میں تھانہ رحمانیہ گجرات کے علاقے میں دو نوجوانوں وارث بٹ اور عمران کی لاشیں ملیں جن پر تشدد کرکے فائرنگ سے قتل کیا گیا تھا۔

پولیس نے ایک لڑکی ارباب عرف ربیعہ کو دو افراد سمیت گرفتار کیا تو ارباب نے بتایا کہ "اس کے ساتھ وارث بٹ کا افیئر چل رہا تھا وارث بٹ نے شادی کا وعدہ مجھ سے کیا اور شادی کسی اور سے کرلی میں نے اس سے بدلہ لینے کے لئے ایک کرائے کے قاتل ماجد عرف ماجھو سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ میرے سابق عاشق وارث بٹ کو میرے حوالے کرے گا، یوں ماجھو نے وارث بٹ کو اس کے دوست کے ساتھ عید کے روز اغوا کرکے ایک خالی مکان میں باندھ دیا۔

پہلے میں نے وارث بٹ کو کوڑے مار مار کر زخمی کیا اور جب وہ مجھ سے زندگی کی بھیک مانگنے لگا تو میں نے اسے اور اس کے دوست کو تین تین گولیاں مار کر ہلاک کردیا۔ ربیعہ اور ماجھو کو عدالت نے عمر قید کی سزا سنائی۔

2006ء میں باغبان پورہ کے علاقے میں چار بچوں کی ماں زینب نے اپنے شوہر رشید کا گلا کاٹ کر ڈکیتی کی واردات کا ڈرامہ رچایا، پولیس نے جب اس کو گرفتار کیا تو اس نے اعتراف جرم کرلیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈریکولا

مدثر بخاری۔شہر سلطان

رات کا پرہول سناٹا دلوں پر سکتہ طاری کررہا تھا کہ ایک وجود اچانک کار میں بیٹھی لڑکی کے قریب آیا، اس کے دو دانت بڑے ہو کر منہ سے باہر نکلے پڑے تھے، وہ لڑکی کی طرف لپکا پھر آواز سنائی دی، تم جائو۔۔۔۔

کیا یہ حقیقت ہے کہ ڈریکولا جیسی عفریتوں کا وجود آج بھی موجود ہے حقیقت کہانی میں پوشیدہ ہے

قارئین کرام آپ سب کو ڈریکولا جیسے ڈرامائی کردار پر یقین ہو نہ ہو مگر مجھے ضرور یقین ہے حالانکہ مغربی فکر اور سوچ نے ڈریکولا پر نہ صرف یقین رکھا بلکہ اس افسانوی کردار کو حقیقت کا رنگ دینے کے لئے لاتعداد فلمیں بناڈالیں اس کا مطلب ہے کہ ڈریکولا واقعی خون پینے والا دو بڑے بڑے دانتوں والا ایک وجود ہے جو انسانوں میں رہتا ہے اور پھر ان کا خون پیتا ہے، خون اس کی زندگی کو رواں رکھنے کے لئے ایک اہم جزو ہے ایسا سمجھ لیں کہ خون ہی ایسے وجود کی زندگی ہے۔ اگر ان پر مکمل یقین کرلیا جائے تو ایسے وجود کے بارے میں مختلف سوالات اٹھتے ہیں مثلاً یہ کہ یہ انسانوں سے ایک الگ مخلوق ہے جن کی زندگی خون پینا ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ کم از کم انسان نہیں اگرچہ انسان نہیں ہیں تو زندگی کی مختلف کہانیوں میں یہ انسانوں جیسا ہی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

برتاؤ کیونکر برتتے ہیں۔ ان کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس حوالے سے ہم سب نے مختلف روایات سنی اور فلموں کے ذریعے معلومات میں اضافہ ہوا مگر میری اس کہانی کا کردار ایک حقیقی انسان ہے گوشت پوست اور احساسات کا بنا ہوا ......تو پھر وہ کیسے......اور یہی سوچنے والی بات ہے۔

☆......☆......☆

شمشاد میرا اس وقت کا دوست تھا جب میں کالج میں تھا وہ ایک اچھا انسان تھا بالکل بے ضرر سا خاموش اور سست سا......مگر کمال کا ذہین میٹرک میں ٹاپ...... کالج میں ٹاپ پھر یونیورسٹی میں بہترین، CGP کے ساتھ ایم بی اے کیا مگر اس کا حلیہ کسی کو بھولنے والا نہ تھا پچکے گال اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں نحیف ولاغر جسم اس کی ہڈیاں چلتے وقت کڑکڑاتی تھیں، جھکا ہوا جسم، جسے عام طور پر کبڑا کہتے ہیں، یونیورسٹی کے آخری سال میں اس کا جسم بہت کمزور ہو گیا تھا اور اس کی کمر کسی اسی برس کے بوڑھے کی مانند زمین کو آگے کی طرف جھک گئی تھی۔

اس کی آواز میں نرمی بہت ہوتی تھی مگر بوڑھے پن کا اثر بولنے میں بھی محسوس ہوتا، چلتا تو ایک لمحے کو اس کے گرنے کا گمان ہوتا۔ کمزور پتلی ٹانگیں...... اور نظر کا موٹا فریم اس کی پرسنالٹی کو مزید بھدا بنا دیتا تھا۔ مزید برآں اسے اسٹوڈنٹ اپنے ہی اسٹائل اور انداز سے پکارتا۔ یہ ایک اپنا سوچا ہوا نام، کوئی بابا جی، کوئی بڈھا پروفیسر، ہیڈی، بالس غرض اپنی اسی کمزوری کی وجہ سے وہ کسی سے بات بھی نہ کرتا البتہ تعلیمی معاملات میں وہ اول نمبر تھا وہ لڑکوں کی مدد کرتا۔

البتہ اس نے کبھی کسی کے مذاق کا جواب نہ دیا کبھی شکوہ نہ کیا وہ اپنے کام سے کام رکھتا اور یہی چیز مجھے پسند تھی، یوں ہماری بہت اچھی دوستی بن گئی۔

وقت گزرتا گیا اور میں امریکا چلا گیا۔ میرے سسرال والوں نے وہاں بزنس سیٹ کرنے کی آفر دی۔ جسے میں نے قبول کرلیا۔

☆......☆......☆

ایک طویل عرصہ بعد میں پاکستان آیا۔ اب کے فیملی بھی ساتھ آئی مگر ان کا تعلیمی نقصان ہو رہا تھا۔ بچے اسکول کے دور میں تھے اور اسی وجہ سے صدف میری بیوی کچھ دن گزار کر امریکہ بچوں کے ساتھ واپس چلی گئی البتہ کچھ مصروفیات اور بزنس میٹنگ کے حوالے سے مجھے پاکستان میں ہی رہنا پڑا۔

اس دوپہر میں اپنی گاڑی پر جا رہا تھا کہ روڈ کنارے ایک گاڑی کو دیکھا جس کے سہارے ایک ہینڈسم آدمی مجھے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا میں نے گاڑی روک دی۔

وہ ہینڈسم آدمی جو شکل سے پہلوان نظر آ رہا تھا اس کی بازوؤں کی مچھلیاں کافی موٹی تھیں قد کافی لمبا تڑنگا میری جانب بڑھا۔

مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی ابھری تھی۔ جیسے وہ مجھے جانتا تھا البتہ میرے لئے وہ اجنبی تھا مجھے یہی محسوس ہوا کہ وہ مجھے فرسٹ ٹائم ملا ہے۔

''ہیلو......میری گاڑی خراب ہوگئی ہے کیا لفٹ دے سکتے ہیں آپ؟'' وہ نرم انداز سے ریکوئسٹ کر رہا تھا۔

حالات بھی خراب تھے آئے روز ڈکیتی، موبائل چھیننا اور اغوا برائے تاوان کے واقعات سامنے آتے رہتے تھے کسی اجنبی پر اعتبار کرنا بھی خود کو کسی امتحان میں پھنسانے کے مترادف تھا مگر وہ مجھے ایک پڑھا لکھا اور دردمند انسان نظر آ رہا تھا میں نے رسک لینے کا فیصلہ کیا۔

''آ جائیں...... میں چھوڑ دیتا ہوں آپ کو......'' میں نے کہا۔

''تھینک یو......'' وہ بولا اور دوسری جانب میرے ساتھ والی سیٹ پر آ بیٹھا......

''چلئے...... مجھے الحمد بلڈنگ تک جانا ہے آپ مجھے وہیں ڈراپ کر دیجئے گا۔'' وہ بولا۔

''او کے...... بلڈ بینک!؟ خیریت......'' میں نے پوچھا۔

''اسپتال میں میری والدہ بیمار پڑی ہیں ان

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کو خون کی اشد ضرورت ہے..... اسی سلسلے میں۔"

"اوہ...... اللہ انہیں صحت دے۔ کون سا گروپ ؟" میں نے پوچھا۔

"او پازیٹو...... میں نے بلڈ بینک والوں سے بات کرلی ہے۔ ان کے پاس او پازیٹو موجود ہے۔" وہ بولا۔

"یہ اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"جی بالکل...... خون کا نہ ملنا بھی مسئلہ ہوتا ہے مریض کی جان خطرے میں ہوتی ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے دیکھا وہ مجھ سے نظریں چھپا رہا تھا اس کے اندر بے چینی تھی وہ کبھی بائیں پہلو بدلتا تو کبھی دائیں، عجیب بے قراری اور اضطرابیت تھی، میں نے دیکھا اس کا چہرہ زرد پڑنے لگا اور جسم کانپنے لگا تھا اس کے ہاتھ پیر آہستہ آہستہ کانپنے لگے تھے اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......؟" میں نے پوچھا۔

"میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں کبھی کبھی میری طبیعت غیر ہوجاتی ہے۔ فکر نہ کریں بٹ پلیز ذرا رفتار بڑھا دیں۔" اس کی آواز ہلکی اور لغزش آمیز تھی اس کے جسم کی کپکپاہٹ بڑھتی جارہی تھی جسے وہ بمشکل کنٹرول کررہا تھا۔

میں نے اسپیڈ بڑھادی تھی اگلے پانچ منٹ میں ہم بلڈ بینک کے سامنے تھے۔

"چلیے...... میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں...... اور واپسی میں بھی آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔"

مگر وہ جلدی سے گیٹ کھول کر باہر نکل گیا وہ بلڈ بینک کے داخلی دروازے کی طرف دوڑ لگا چکا تھا۔ مجھے تو وہ نفسیاتی لگتا تھا میں نے گاڑی پارک کی اور اس کے پیچھے ہی چل پڑا۔

اور پھر میں نے اس کو پورے بلڈ بینک میں ڈھونڈا مگر گدھے کے سر سے سینگ کی مانند وہ غائب ہوچکا تھا، میں نے معلومات کی تو بتایا گیا کہ اس کا نام شمشاد ہے اور ایک فلاحی ادارہ چلاتا ہے دوسرے، تیسرے دن خون خرید کرلے جاتا ہے۔ میں نے کاؤنٹر پر موجود لڑکی سے معلومات لی تو اس نے بتایا کہ شمشاد ایک نیک فطرت انسان ہے اور دکھی انسانیت کی خدمت کرتا ہے۔"

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آج اس نے کون سا خون مانگا؟

ان کا سیل نمبر مل سکتا ہے دراصل میں امریکا میں رہا طویل عرصہ بعد واپسی ہوئی شمشاد میرے دوست ہیں مگر زندگی کی معروفیت سے فرصت ہی نہیں ملی کہ ان سے رابطہ کرسکتا۔"

"ضرور......" لڑکی نے ایک نمبر لکھ دیا اس کے بعد مجھے حاجت محسوس ہوئی اور میں بلڈ بینک میں موجود واش روم گیا۔ وہاں مجھے ایک خون کی بوتل ملی جو بالکل خالی تھی اور کچھ خون کے قطرے فرش پر بھی نظر آئے، میں نے چیک کیا وہ A+ کی خالی بوتل تھی۔" مجھے بالکل سمجھ نہ آئی کہ یہ بوتل جو شمشاد لے کر گیا تھا واش روم میں کیسے آگئی، میں نے تھیلی پر موجود تمام معلومات نوٹ کرلی جس میں گروپ کا نام، سیریل نمبر اور بیچ نمبر درج تھے۔

بعد میں ریسیونگ آفیسر نے تصدیق کے بعد شمشاد کا نام ظاہر کیا جو کہ حیرت انگیز تھا۔

☆......☆......☆

میں گھر میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کیا یہ وہی شماد ہے جو میرا کمزور سا دوست تھا مگر وہ اتنا ہینڈسم اور صحت مند کیسے ہوگیا؟ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی شمشاد ہوگا جو کہ بالکل بدل گیا تھا...... مگر تصدیق ابھی باقی تھی نام کا اتفاق بھی تو ہوسکتا ہے۔

بے شک ہمیں بچھڑے ہوئے دس سال ہوگئے تھے اور ان دس سالوں میں ہماری کوئی ملاقات نہ تھی اور نہ ہی ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت رہی تھی۔ مگر اس صحت مند شمشاد نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔

"O+ مجھے بولا مگر لے گیا A+" میں کوئی بات بھی نہ سمجھ سکا۔

پھر واش روم سے اسی تھیلی کا ملنا میں نے اس کا نمبر ڈائل کیا مگر وہ بھی بند ملا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

اگلے دو دن میں بزنس میٹنگز کی وجہ سے معروف رہا اور مجھے کچھ یاد بھی نہ آیا کہ شمشاد کا پتہ لگاؤں۔

تیسرے دن میں شام کے وقت جب گھر پہنچا تو ملازم نے مجھے کسی مہمان کی آمد کا بتایا۔

"ایک صاحب کافی دیر سے آپ کا انتظار فرمارہے ہیں۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بمعہ چائے بیٹھادیا ہے۔" ملازم بولا۔

چائے سپ کرنے کو بھی کہا ہے یا بس بیٹھادیا ہے۔" میں شوخی سے بولا۔

"چائے کی چسکیاں اور بوتل جب سامنے ہو تو کون سپ نہیں کرتا جی۔" ملازم حاضر جواب تھا۔

میں مسکراتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گیا مگر سامنے موجود شخص کو دیکھ کر میری ہنسی بھک سے اڑ گئی کیونکہ سامنے وہی صحت مند پہلوان نما آدمی موجود تھا جس نے مجھ سے لفٹ لی تھی اور بلڈ بینک سے پھر غائب ہو گیا تھا۔

"ہیلو......!" وہ مجھے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ہیلو۔" میں نے جواباً کہا اور ہاتھ بڑھادیا اس کی طاقت کا اندازہ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے لگایا جاسکتا تھا اس کے ہاتھوں کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

"میں آپ سے معذرت خواہ ہوں اس دن میں آپ کا شکریہ ادا نہ کرسکا......آپ نے میری زندگی بچالی تھی۔"

"وہ تو میرا اخلاقی فرض تھا میں نے آپ کو ڈھونڈا مگر آپ کہیں نہ ملے۔"

"مگر آپ نے میرا گھر کیسے دیکھ لیا۔" میں نے پوچھا۔

"آپ کا گھر میرے گھر کی دیوار کے ساتھ ہے آپ کو دیکھا تو سوچا مل لوں۔" میں نے اس کی آواز سنی ہوئی محسوس کی۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں اسے قریب سے جانتا ہوں مگر نجانے کیوں یاد نہیں آرہا......"

"آپ کا نام اور کیا کرتے ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔

وہ کافی دیر بعد بولا۔

"میں بدنصیب شمشاد ہوں......" وہ بالآخر بول ہی پڑا اور وہ سسکنے لگا پھر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں، میں حیرت سے اٹھ کر اس کے پاس گیا وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

میں نے اسے گلے لگالیا۔ آخر کو وہ میرا دوست تھا اس نے مجھے پہچان لیا تھا، یہ میرے لئے اعزاز کی بات تھی لوگ تو پہچاننے سے بھی انکار کردیتے ہیں۔

کچھ لمحے کے توقف کے بعد اس نے بتانا شروع کیا۔

"یاور......تم امریکا چلے گئے ادھر میں نے جاب کے لئے اپلائی کرنا شروع کیا ایم بی اے ٹاپ ہولڈر، مگر میری شخصیت پر سب کو اعتراض تھا انٹرویو پینل نے میری کمزور شخصیت کی وجہ سے ہر دفعہ ریجیکٹ کردیا۔

پھر مجھے ایک دوست ملی وہ میری موبائل فرینڈ تھی ہماری ایک سال کی دوستی محبت میں بدل گئی میری اس سے پہلی ملاقات تھی میں بہت تیار ہوکر اور امید لے کر اس سے ملنے گیا تھا مگر وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی آج کا زمانہ بہت تیز اور خوبصورتی کے ساتھ ماڈرن پسند بھی ہے اسے بھی ہینڈسم اور پر اثر شخصیت کی تلاش تھی گویا محبت میں ناکامی اور کیریئر میں ناکامی کی وجہ صرف میری کمزور شخصیت بنی۔

میں ہر طرف سے ناامید ہوچکا تھا ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ اسے کوئی بیماری نہیں......مگر مجھے تسلی نہ ہوتی کوئی کہتا۔ "ہارمونز کی گروتھ نہیں ہورہی۔" میڈیکل رپورٹس نے مجھے کلیئر کردیا مگر پھر بھی کوئی مجھے جاب دینے کو راضی نہ تھا ایک مایوسی سی ہونا شروع ہوئی اور میں نے خودکشی کا ارادہ کرلیا۔

مگر اس رات ایک عجیب واقعہ ہوا، میں گھر سے خودکشی کی نیت سے نکلا، میں موٹر سائیکل پر بڑی تیزی سے برج کی جانب جارہا تھا کہ اچانک میری موٹر سائیکل بند ہوگئی میں نے پیٹرول چیک کیا ٹنکی میں پیٹرول نہیں تھا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

مجبوراً مجھے اس کو وہیں چھوڑنا پڑا اور پیدل چلنے لگا۔

میں رات کے اندھیرے میں آہستہ آہستہ جارہا تھا کہ پیچھے سے ایک کار کا ہارن سنائی دیا۔ میں رک گیا، کار میرے قریب رک گئی تھی میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا وہ کار کا انجن بند کر کے میری طرف آ گئی۔

وہ نشیلی آنکھوں والی خوبصورت لڑکی تھی جس نے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

''خودکشی کرنے کا ارادہ ہے کیا؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''آں...... ہاں...... مگر تم کون ہو؟''

''مجھے چھوڑو اپنا بتاؤ...... آؤ...... کار میں بیٹھو......!'' پتہ نہیں کس طاقت کے زیر اثر میں اس کے ساتھ کار میں آ گیا اس نے کار اسٹارٹ کی اور پھر مجھے ایک گھر میں لے آئی۔''

میں نے اسے ساری کہانی سنا دی تو کافی دیر تک وہ ہنستی رہی۔

پھر بولی۔''میری اپنی کہانی بھی ایسی تھی مگر مجھے جینا تھا۔ اور جینے کے لئے خوراک کی ضرورت تھی...... ایک ایسی خوراک جو مجھے جینا سکھادے۔'' وہ خاموش ہوئی۔

اور دوسرے کمرے سے سرخ مشروب سے بھرا ہوا ایک گلاس لائی۔

''یہ پیو......!'' اس نے مجھے گلاس پکڑا دیا......

میں نے غور سے دیکھا وہ گاڑھا خون تھا سرخ اور تازہ...... ایک طاقت کے زیر اثر میں نے وہ خون پی لیا۔

وہ ذائقہ دار تھا۔ کمال کی طاقت تھی اس میں...... مجھے لگا جیسے کسی نے طاقت کا ڈھائی پوٹینسی انجکشن لگا دیا تھا میں نے ایک اور کی طلب کی اس نے اس رات مجھے تین گلاس پلائے۔ میں نے اس رات اپنے اندر ایک طاقت محسوس کی بجلی جیسی پھرتی اور سانڈ جیسی طاقت...... وہ رات میں نے اس کے مکان پر گزاری۔

اگلی صبح میں نے اپنے اندر واضح تبدیلی محسوس کی۔

پھر میں نے اس لڑکی کو پورے مکان میں ڈھونڈا مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آئی پھر میں نے اگلی شام محسوس کیا کہ کسی چیز کی مجھے زبردست کمی محسوس ہو رہی تھی مجھے خون کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی میری طاقت کم پڑنے لگی تھی اور ایک بار پھر مایوسی کے اندھے جہنم میں جارہا تھا۔

مجھے ایک آئیڈیا سوجھا کہ بلڈ بینک سے خون خریدا جائے میں بلڈ بینک سے ہر دو روز کے بعد خون لیتا اور چھپ کر پینے لگا...... میری خوراک صرف خون تھی باقی تمام چیزیں راس نہ آتی تھیں، میں جانوروں کا خون بھی پینے لگا...... مگر وہ اتنا اثر انگیز نہ تھا صرف انسانی خون ہی میری زندگی تھی، انہی دنوں میری صحت کمال کی ہوگئی میری جھکی ہوئی کمر ایک دم سیدھی ہوگئی جسم فربہ اور صحت مند ہوگیا میری جاب ہوگئی...... پھر مجھے وہی لڑکی ملی جس نے مجھے Refuse کیا تھا مگر میں نے اسے اپنانے کی بجائے اپنی خوراک کے طور پر استعمال کیا۔

میں نے اس کا خون ہر روز نکالنا شروع کر دیا اس کا خون بہت لذیذ تھا ایک ماہ بعد اس کی زندگی میری زندگی کی بھینٹ چڑھ گئی۔

میں نے جاب چھوڑ کر اپنی زمینیں بیچیں اور بزنس اسٹارٹ کیا، بزنس عروج پر گیا مگر پھر میری خون پینے کی شدت بڑھتی چلی گئی میں پاگل ہونے لگتا تھا جب مجھے خون نہ ملتا تھا تبھی میری مشکل آسان ہوگئی جب میں نے ایک اسپتال کے ساتھ لنک بلڈ فاؤنڈیشن قائم کر لیاں وہاں سے مجھے دو سے تین روز کے بعد خون مل جاتا پھر میں نے بزنس بند کر دیا اور صرف خون کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ خاص طور پر لڑکیوں کا خون بہت لذیذ اور نوجوان کا خون طاقت ور ہوتا تھا۔''

☆......☆......☆

شمشاد وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اس کی کہانی عجیب و غریب تھی۔ یقین کرنا مشکل تھا البتہ وہ صوفہ ضرور ٹوٹ گیا جہاں وہ زور سے حرکت میں آیا تھا جب وہ رو رہا تھا اور میرے ہاتھوں میں درد اب تک تھا جو میں نے اس سے مصافحہ کے وقت محسوس کیا تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اگلی صبح مجھے نقاہت محسوس ہونے لگی تھی میں چلنے لگا تو جیسے چکر سا آ گیا ہو، میں دیوار کے سہارے زمین پر جا بیٹھا تھا میری آنکھوں کے سامنے ستارے ناچنے لگے تھے اور جسم میں کمزوری سی ہونے لگی تھی۔

میں نے ملازم کو آواز دی۔ میری آواز میں دم خم نہ تھا مجھے لگا جیسے ساری توانائیاں مخدوش ہو گئی ہوں...... مگر ملازم کہیں ساتھ ہی تھا وہ دوڑ کے آیا تھا۔

اس نے جلدی سے مجھے سنبھال کر بیڈ پر بیٹھایا اور پھر وہ اورنج جوس لے آیا جسے میں نے بے ہوش ہوتی آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے پیا۔

مجھے جب ہوش آیا تو ڈاکٹر کو سامنے پایا۔

"آپ کے جسم سے کافی خون نکال لیا گیا ہے۔ یاور صاحب۔" اور میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"وہاٹ......" یہ کیسے ممکن تھا۔

"کسی نے میرا خون نکال لیا تھا......"

"آپ نے کسی کو خون عطیہ کیا تھا؟" ڈاکٹر پوچھ رہا تھا۔

"جی......دیا تھا مگر اتنا زیادہ تو نہیں۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ خون نکال لیا جاتا ہے تو، خیر آپ خوراک ڈبل کر دیں دودھ لیجیے......اور میڈیسن بھی ٹائم پر لیں۔ اگلے چھ ماہ تک خون عطیہ کرنے سے گریز کریں۔"

ڈاکٹر چلا گیا مگر میرے لئے بہت سے سوال چھوڑ گیا۔

"کون نکال سکتا ہے میرا خون؟"

وہی جسے خون کی ضرورت تھی۔

اور وہ میرا دوست شمشاد ہی تھا۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتا؟ وہ بھی میرے ساتھ۔

اگلے تین دنوں میں میری طبیعت سنبھلنے لگی تھی اور میں نے آفس جوائن کر لیا تھا آفس تو امریکا میں تھا مگر میں نے اپنے بزنس کی ایک برانچ پاکستان میں بھی کھولی تھی۔

میری صحت کچھ بہتر ہو رہی تھی بہتر خوراک اور مکمل احتیاط نے مجھے چند روز میں ہی نئی زندگی عطا کر دی تھی البتہ شمشاد کا افسوس ہو رہا تھا کہ جب وہ مجھے سچائی سے آگاہ کر چکا تھا تو مجھے ہی نشانہ بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ میں اب بھی اس کے لئے دل سے دعا گو تھا اور اپنے دل میں ہمدردی کا گوشہ رکھتا تھا۔

یہ اس کی مجبوری تھی اسے آخر زندہ رہنا تھا اور خون لازمی جزو تھا ورنہ وہ واقعی مر جاتا...... یہ ایک خالصتاً حقیقی مسئلہ تھا جس کا تدارک ضروری تھا۔

پھر ایک شام اس کا فون آیا جسے میں اٹینڈ نہ کر سکا شاید کوئی ایمرجنسی تھی مگر پھر اس کا ٹیکسٹ میسج آیا۔

پیارے دوست!

مجھے معاف کر دینا میں اس رات تکلیف سے مر رہا تھا مجھے خون کہیں سے نہیں ملا پھر میں تمہارے گھر آیا کہ ہو سکتا ہے تم میری مدد کرو پھر میرا دماغ صرف خون حاصل کرنے تک محدود ہو گیا، میں نے تم کو بے ہوش کر کے مطلوبہ خون تمہارے جسم سے نکال لیا، میں تمہارا احسان مند ہوں لیکن بے انتہا افسوس اور شرمندہ بھی۔ فقط شمشاد۔

اسے اپنے فعل پر احساس ندامت تھا یہ بڑی بات تھی مگر اصل معاملہ میرے جسم سے نکلے ہوئے خون کا نہ تھا بلکہ اس خونی اور گھناؤنے عمل کا تھا جس کا شمشاد مرتکب تھا۔

"کون تھی وہ خونی لڑکی؟ جس نے اس کو انسانی خون پینے کا مشورہ دیا اور پھر اسے عادی کر کے روپوش ہو گئی۔"

اگر شمشاد اسی طرح لوگوں کا خون پیتا رہا تو معاملہ دوسری رخ اختیار کرنے والا تھا جس کی دونوں سائیڈ موت ہی موت تھی۔

میں نے کئی بار سوچا کہ اسے پولیس کے حوالے کر دوں مگر۔ بہتر حل نہ تھا اور میرے پاس اس کے خلاف واضح ثبوت نہ تھا، میں نے یہ تجویز خود ہی سوچی اور خود ہی نظر انداز کر دی، کچھ جانے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھانا عقلمندی نہ تھی۔ البتہ میں نے شمشاد کی مکمل مدد کرنے کا عزم کیا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کیونکہ وہ میرا دوست تھا اور اگر دوست کسی مشکل میں تھا تو میرا فرض تھا اس کی ہر قسم کی مدد کرنے کا۔

اس سے اگلی ملاقات کارگر ثابت ہوئی کیونکہ TV پر شمشاد ہیرو بن کر قوم کے سامنے تھا اس نے ایک بہت بڑے خطرناک گروپ کو پکڑوا دیا تھا۔

اسی شام میں فون پر رابطہ کر کے اس کی رہائش گاہ پر تھا اس کی آنکھوں میں ندامت اور پشیمانی تھی میرے جاتے ہی وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے معاف کر دو یار...... آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ میں مجبور تھا اس لئے بہک گیا تھا۔"

"بھول جاؤ سب کچھ...... اور کچھ نیا سوچو۔"

"تم نے اس خطرناک گینگ کو کیسے پکڑوایا۔"

"یار...... انہوں نے مجھے لوٹنے کی کوشش کی۔ میرے اوپر کسی چھوٹے موٹے اسلحہ کا اثر تو ہوتا نہیں...... انہوں نے فائر کیا مگر میں ایسے تھپڑ مارے کہ جو زمین پر گرا پھر دوبارہ اٹھ نہ سکا میں نے سب کو زیر کر کے پولیس کو انفارم کیا پولیس موقع پر آ گئی اور مجرم پکڑے گئے مجھے علم نہ تھا کہ وہ اشتہاری تھے اور پھر ہو گئی بلے بلے۔"

"ویری گڈ......! تم نے اچھا کام کیا...... مگر مجھے تمہاری طرف سے تشویش لاحق ہے کیونکہ تم ایک خطرناک قسم کی جنگ لڑ رہے ہو اپنی زندگی کی بقاء کی جنگ اور لوگوں کی فنا۔"

"تم درست کہہ رہے ہو مگر میں ایسا جان بوجھ کر نہیں کرتا۔ میں پچھلے کئی سالوں سے ایسا کر رہا ہوں مجھے تو لگتا ہے جیسے میں ڈریکولا یا ویمپائر بنتا جا رہا ہوں۔" وہ بولا۔

"یہ فرضی کردار ہے شمشاد...... مگر تمہاری عادتیں ضرور کسی حد تک ڈریکولا یا اس قسم کی ماورائی وجود سے ملتی جلتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... مگر میں اس سلسلے کو ختم کرنا چاہتا ہوں مگر جب تک خون مجھے نہ ملے۔ میرا دن گزارنا محال ہے۔" وہ بولا۔

"تم روزانہ حسب ضرورت خون کیسے حاصل کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یہ لمبی کہانی ہے آؤ تمہیں کچھ دکھاؤں۔"

ہم اس کے گھر سے نکل کر ایک اور ویران گھر میں آ گئے۔ یہ شہری آبادی سے الگ تھلگ گھر تھا...... ہم اندر داخل ہوئے۔

وہ ایک پرانی مکمل خوبصورت عمارت تھی، ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے وہاں تاریکی تھی اس نے لائٹ آن کی۔ نیچے شاید تہہ خانہ تھا۔ ہم سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئے وہاں اندھیرا تھا۔ زمین پر پہنچ کر اس نے لائٹ آن کی تو تہہ خانہ روشنی میں نہا گیا وہاں ایک ساتھ لمبی قطار میں دس بیڈ لگے تھے اور وہاں دس نیم بے ہوش خواتین موجود تھیں۔ ان کے جسموں میں سوئیاں لگی تھیں اور خون زمین پر پڑی تھیلیوں میں جمع ہو رہا تھا۔ یہ صرف ایک لڑکی سے خون نکل رہا تھا باقی بالکل بے حس اور بے ہوش تھیں۔

خون کو دیکھ کر شمشاد مسرت سے اچھل پڑا جونہی تھیلی مکمل ہوئی اس نے سوئی نکال کر اس کے بازو پر ٹیپ لگا دیا اور غٹا غٹ سارا خون پی گیا۔

جبکہ حیرت سے میرا دماغ سکتے میں آ گیا شمشاد اتنا ظالم ہو سکتا تھا وہ اپنی زندگی کے لئے اتنی ساری زندگی بلکہ زندگیاں گل کر رہا تھا آخر وہ سب کس جرم میں یہاں موجود تھیں۔

"شمشاد یہ ظلم ہے اس سے تو اچھا تھا تم کہ خودکشی کر لیتے تم اتنی ساری زندگیوں سے کھیل رہے ہو؟ تم واقعی ویمپائر بن چکے ہو، تم انسانوں میں جینے کے قابل نہیں ہو۔" میں بولا۔

"اس وقت کہاں تھے انسان...... جب یہی انسان میری کمزور اور نحیف شخصیت پر ہنستے تھے میرا مذاق اڑاتے تھے۔ تم سب میرا مذاق اڑاتے تھے میں کبھی بولا؟ کبھی احتجاج کیا نہیں......! تو پھر کیوں وہ مجھے جاب سے بھگا دیتے تھے اس کو دیکھو...... اس نے مجھے دھکے دے کر باہر نکلوایا تھا۔" اس نے ایک عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"وہ روہانسا ہوگیا..... رونے لگا۔" تم ٹھیک کہتے ہو۔ ان سب کا کیا قصور.....؟ ان کو بے ہوشی کا انجکشن لگا ہے ایک اور انجکشن لگاتا ہوں یہ سب نارمل ہوجائیں گی..... ان کو آزاد کردیتا ہوں مگر میرا قصور بتاؤ..... میں کس طرح جیوں گا؟"

اس نے سب کو ایک ایک انجکشن لگایا اور ہم وہاں سے باہر نکل آئے اتنی امید تھی کہ وہ عورتیں ہوش میں آنے کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں کو چلی جائیں گی۔

شمشاد کا گھر میرے گھر کے ساتھ تھا۔ اب حالت یہ تھی کہ اس کو روزانہ خون چاہئے تھا جیسے وہ کسی نہ کسی طریقے سے حاصل کرلیتا تھا۔

میرے امریکہ جانے کے دن نزدیک آرہے تھے پاکستان میں میرا بزنس اسٹیبلش ہوچکا تھا، صدف اور بچے یاد کررہے تھے اور میں نے بھی جانے کا مکمل ارادہ کرلیا تھا۔

وہ میری اپنے گھر آخری رات تھی کیونکہ اگلی صبح میری واپسی تھی میں نے سوچا شمشاد سے سلام دعا کرلوں اس کا مسئلہ نجانے کس طرح حل ہو۔ میں تو اس کی کوئی مدد بھی نہ کرسکا تھا۔

مگر اس کے گھر کی میں کوئی نہ تھا البتہ شمشاد کی کار مجھے جاتی ہوئی نظر آئی تھی وہ پرانے پل کی طرف جارہا تھا میں نے گاڑی اس کے پیچھے ڈال دی وہ اچھی رفتار میں جارہا تھا میں نے مخصوص فاصلہ رکھ کے اس کا تعاقب رکھا۔

پھر وہاں مجھے ایک کار نظر آئی شمشاد نے گاڑی روک دی اور باہر نکل آیا، ایک لڑکی بھی کار سے اتر کر نیچے آئی لڑکی نے سرخ رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔

وہ دونوں سڑک کنارے کھڑے تھے اور پھر وہ ایک دوسرے کے بالکل نزدیک آگئے کے سانس بھی سنائی دینے لگے، میں نے منہ دوسری طرف پھیرلیا۔

مگر پھر منظر بدلا..... اچانک اس کے یعنی لڑکی کے دو دانت ظاہر ہوئے اس نے اپنے لمبے دانت نکالے اور شمشاد کی گردن پر گاڑ دیئے، شمشاد ساکت کھڑا رہا۔

مجھے دکھ تھا کہ شمشاد مشکل میں تھا اور میں خاموش تماشائی بنا رہا۔

لڑکی نے اس کے جسم سے سارا خون چوس لیا..... شمشاد کو اس نے چھوڑ دیا، شمشاد کی مردہ لاش سڑک کنارے جا پڑی، لڑکی کار میں جا بیٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔

شمشاد واقعی مرچکا تھا مجھے ایک دوست کے انجام پر افسوس ہوا کاش! میں اس کی مدد کرسکتا..... اور میں امریکہ چلا گیا۔

☆......☆......☆

ایک عرصہ بعد میں واپس آیا..... شمشاد کا گھر آج بھی موجود تھا اس کی موت کا وہ لمحہ ذہن میں محفوظ تھا..... میری بیٹی رافعہ بھی میرے ساتھ آئی تھی۔

ایک رات وہ ڈری سہمی گھر آئی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑرہی تھیں۔

"پاپا ..... کیا اس دنیا میں ڈریکولا ہوتے ہیں؟" وہ بولی۔

"نہیں بیٹا..... یہ سب افسانوی کردار ہیں اصل میں ایسا کچھ نہیں۔" میں بولا۔

"مگر پاپا..... آج میں نے سچ میں ڈریکولا دیکھا، میں پرانے پل سے آرہی تھی کہ میری گاڑی بند ہوگئی، ایک لمبے دانتوں والا ڈریکولا میری طرف آیا مگر پھر واپس مڑ گیا اس نے کہا۔" تم میرے محسن کی بیٹی ہوجاؤ..... معاف کیا۔"

"شمشاد.....! مگر وہ تو عرصہ پہلے..... اپنی موت آپ مرا تھا۔" میرے دماغ میں آیا۔

ویسے ایک بات مشہور تھی کہ پرانے پل کے قریب اکثر رات کے وقت ڈریکولا دیکھا گیا تھا جو مسافروں کا خون پیتا تھا۔ میری اپنی بیٹی اس بات کی گواہ تھی..... اب آپ خود بتائیں ڈریکولا پر یقین کریں یا نہ کریں۔ ..... بے شک نہ کریں مگر میرا دوست مرنے کے بعد بھی خون پیتا ہے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تماشہ اجل

نعیم بخاری آکاش۔ اوکاڑہ

اچانک زبردست سرسراہٹ سنائی دی اور پھر نوجوان لڑکی جونہی اس طرف متوجہ ہوئی ایک عجیب الخلقت خوفناک اور ڈراؤنے جانور نے اسے اپنے جبڑوں میں دبوچ لیا کہ اتنے میں ایک اور ناقابل فراموش واقعہ رونما ہوا۔

حیرت انگیز تحیر انگیز عقل وشعور کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن سائنس فکشن کہانی

شام کا ملگجا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ دہکتا سورج دن بھر کی اپنی حدت برقرار رکھنے کے بعد بالآخر بلند و بالا پہاڑوں کی اوٹ میں چھپ رہا تھا۔ لالگی روشنی پر آہستہ آہستہ اندھیرا قابض ہو رہا تھا۔ ہارڈی جیپ کی بیک سیٹ سے بیئرز کا کاٹن اٹھاتے ہوئے جیمو سے مخاطب ہوا۔ ”مجھے شام کا یہ نظارا بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ میں یہ نظارہ سال میں صرف دو ہفتے ہی دیکھ پاتا ہوں۔“

جیمو نے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ سجاتے ہوئے جواب دیا۔ ”شہر میں کون سا تم اندھے ہو جاتے ہو وہاں بھی ڈوبتے سورج کو دیکھ کر انجوائے کیا کرو۔“

ہارڈی نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ ”تم تو بخوبی واقف ہو میری مصروفیات سے آفس میں کام کی زیادتی مجھے سر اٹھانے کا وقت نہیں دیتی ہے۔

Scanned By Bookstube.net

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور جب سے میری مینا کے ساتھ علیحدگی ہوئی ہے۔ میں اپنا فارغ ٹائم اپنی بیٹی ایلی کے ساتھ گزارنا پسند کرتا ہوں۔ میں بس کام اور اپنی بیٹی کے درمیان الجھ کے رہ گیا ہوں اپنی خواہشات کا خون بہانے کا میں خود ہی ذمہ دار ہوں۔"

جیمز نے کاٹیج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"سوری میرے دوست میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ میں تمہیں ہرٹ کروں خیر ہم پانچ سالوں سے مچھلی کا شکار کرنے آتے ہیں اور یہ بہت ہی خوش آئند بات ہے۔"

"ہاں......تم درست کہہ رہے ہو اور یہ دو ہفتے ہمارے لئے بہت ہی نایاب ہیں۔" جیمز اور ہارڈی باتیں کرتے ہوئے کاٹیج میں داخل ہوگئے اندر داخل ہوتے ہی مچھلی کی خوشبو نے ہارڈی اور جیمز کو اپنی گرفت میں کرلیا اندر ان کا تیسرا دوست فیلڈن مچھلی فرائی کرنے میں مصروف تھا جبکہ ان کا چوتھا دوست مورگن ڈش کی ٹیوننگ کرنے میں مصروف تھا۔ فیلڈن نے سلیر کو ہوا میں لہراتے ہوئے ہارڈی اور جیمز کو "ہائے" بولا۔ جس سے وہ مچھلی فرائی کررہا تھا۔ جبکہ مورگن نے ٹی وی پر نظریں جمائے ان کو ویلکم کیا تھا۔ ہارڈی نے بیئرز کا کاٹن ٹیبل پر رکھا اور ہارڈی اور جیمز ٹی وی لاؤنج میں رکھے صوفوں پر براجمان ہوگئے۔ مورگن ٹیوننگ مکمل کرچکا تو وہ ٹی وی لاؤنج کی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ مورگن نے کھڑکی کھولی اور سر باہر نکال کر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "مارتھا آجاؤ چینل سیٹ ہوچکے ہیں۔" پھر مارتھا کے سینڈل کی آواز لکڑی کی سیڑھی پر واضح طور پر سنی جاسکتی تھی۔ مورگن اور فیلڈن پہلے ہی آچکے تھے۔

فیلڈن نے جھیل سے چند مچھلیاں پکڑ کر انہیں پکانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن جیمز اور ہارڈی کو مارتھا کی وجہ سے بہت ہی حیرانگی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔

جیمز نے حیرانگی سے مورگن کو مخاطب کیا۔
"تم مارتھا کو بھی ساتھ لائے ہو۔" مارتھا مورگن کی گرل فرینڈ تھی۔

"یس......!" مورگن نے مختصر مگر لاپرواہی سے جواب دیا۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا چینل تبدیل کررہا تھا۔ اس سے پہلے کہ جیمز مزید کچھ کہتا ہارڈی نے جیمز کا پاؤں دبا کر اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔

دراصل جیمز اور ہارڈی کی حیرانگی قابل وجہ تھی کیوں کہ اس سے پہلے وہ چاروں دوست ہی آتے تھے۔

مارتھا ٹی وی لاؤنج میں آئی اور سب کے ساتھ علیک سلیک کرنے کے بعد مورگن کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ پیلے رنگ کے فراک میں ملبوس تھی اس کی سبزی مائل آنکھیں اور سنہری بال اس کو جاذب نظر آنے میں معاون ثابت ہورہے تھے۔ ہارڈی، جیمز، مورگن اور فیلڈن اسکول فرینڈ تھے، تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے جنگل میں ایک کاٹیج بنانے کا فیصلہ کیا کیوں کہ اس جنگل میں ایک جھیل تھی جس میں بے تحاشا مچھلیاں تھیں اس کے علاوہ وہ ہرن اور خرگوش وغیرہ کو شکار بھی کرلیا کرتے تھے۔ اسی مقصد کے تحت وہ آج اس لکڑی سے بنے ہوئے کاٹیج میں اکٹھے ہوئے تھے لیکن اس بار ان کے ساتھ مارتھا بھی تھی۔

مچھلی فرائی ہونے کے بعد انہوں نے ڈنر کیا اور پھر باقی خوش گپیوں میں مصروف ہوگئے جبکہ ہارڈی اپنی بیٹی سے فون پر بات کرنے لگا جسے وہ اپنی بہن مالیا کے پاس چھوڑ کر آیا تھا......!

صبح کی شروعات بہت ہی اچھے انداز میں ہوئی۔ مارتھا نے سب کے لئے سینڈوچز بنائے اس نے چند سینڈوچز ان کے کھانے کے لئے چھوڑ دیئے جبکہ باقی ہاٹ پاٹ میں ڈال کر جیپ میں ہی رکھ دیئے، اس کے علاوہ دوسرا ضروری سامان بھی ان کے اٹھنے سے پہلے ہی جیپ میں رکھ دیا۔ سب اٹھے تو مارتھا کی تیاری دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے، کیوں کہ مارتھا بہت ہی اچھی لڑکی تھی اور ان کے ساتھ مکمل گھل مل گئی تھی۔

چار بجے تک انہوں نے خوب شکار کیا اور پھر واپسی کی راہ لی۔ لیکن کاٹیج سے کچھ ہی دوری پر جب وہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

جیپ میں لگی ٹیپ ریکارڈر پر چلنے والے گانے کے ساتھ مل کر زور زور سے گانا گا رہے تھے کہ اچانک جیپ کو داہنی جانب سے ایک زوردار جھٹکا لگا تو ان سب کی چیخ نکل گئی۔

جیپ بند ہوگئی گانا بھی بند ہوگیا تھا کیوں کہ داہنی جانب سے جیپ اٹھی اور پھر دھڑام سے نیچے آئی تھی۔ جھٹکے کی وجہ سے ان کو معمولی چوٹیں بھی آئیں تھیں۔

فرنٹ سیٹ پر براجمان جیمو نے ہارڈی کو غصے سے کہا۔ ”اندھے ہوکر کیوں چلا رہے ہو اگر کسی کو زیادہ چوٹ لگ جاتی تو کیا ہوتا۔“ ہارڈی ہکا بکا داہنی جانب دیکھ رہا تھا۔ ”جیمو گاڑی کو کسی نے ٹکر ماری ہے۔“

”وہاٹ......“ مارتھا بولی تو اس کا لہجہ روہانسی تھا۔

”میں سچ کہہ رہا ہوں پتا نہیں وہ کیا چیز تھی وہ چیز ان جھاڑیوں کے پیچھے چلی گئی ہے۔“ ہارڈی نے قدآور جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا جو ہل رہی تھیں۔

مورگن نے سر کو سہلاتے ہوئے جھاڑیوں کی طرف دیکھا اور بولا۔ ”کیا وہ شیر تھا۔“

”میں نہیں جانتا۔“ ہارڈی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بس ٹکر لگی ہے میں نے جلدی سے مڑ کر دیکھا لیکن ٹریک کے اردگرد اونچی جھاڑیوں کی وجہ سے میں اندازہ نہیں لگا پایا کہ وہ کیا چیز تھی۔“ نیلاڈن کی تو جیسے گھگھی بندھ گئی تھی وہ ہنوز خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

”گاڑی اسٹارٹ کرو۔“ جیمو نے ہارڈی سے کہا تو ہارڈی جیپ اسٹارٹ کرنے لگا تھوڑی تگ و دو کے بعد جیپ اسٹارٹ ہوگئی۔ سب کی نگاہیں جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھیں جو کہ زور زور سے ہل رہی تھیں۔ جیسے ان جھاڑیوں کے پیچھے کوئی چیز بہت ہی غصے سے ان کی موجودگی کو محسوس کر رہی تھی......!

جب وہ کاٹیج پہنچے تو سب قدرے نارمل ہو چکے تھے لیکن ہارڈی کو تو جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔ اس کا ذہن راستے میں ہونے والی عجیب و غریب ٹکر میں الجھا ہوا تھا۔ واپسی پر اس نے جیپ کا بھی جائزہ لیا تھا داہنی جانب کافی بڑا ڈینٹ پڑ گیا تھا۔ بہرحال ہارڈی نے مصلحت کے تحت کسی سے ذکر نہیں کیا کہ سب پریشان ہوجائیں گے......!

شام کا کھانا بہت ہی عمدہ تیار کیا گیا تھا۔ سب نے سیر ہوکر کھایا، پھر سب نے ہلکے ہلکے میوزک پر رقص کیا۔ تقریباً 10 بجے کے قریب سب سونے کے لئے چلے گئے۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ مورگن نے ہارڈی کو جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ ہارڈی نے ناگواری سے منہ بسورتے ہوئے اٹھانے کی وجہ دریافت کیا۔ ”خیریت تو ہے مورگن......اتنی رات گئے تم مجھے کیوں اٹھا رہے ہو۔“

”کیا تمہارا گھر نیوٹاؤن دہلی میں ہے۔“ مورگن نے لمحہ ضائع کئے بغیر ہارڈی سے سوال کیا۔ مورگن کے لہجے سے فکر عیاں تھی۔ ہارڈی جلدی سے سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ ”ہاں...... میرا گھر نیوٹاؤن دہلی میں ہی ہے۔“ ہارڈی نے کہتے ہوئے وال کلاک پر نظر دوڑائی۔ رات کا 1 بج رہا تھا۔ ”تمہیں اپنے گھر رابطہ کرنا چاہئے میرے دوست...... وہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔“ مورگن نے ہارڈی کا کندھا سہلاتے ہوئے مطلع کیا تھا۔

ہارڈی نے تکیے کے نیچے رکھا ہوا موبائل نکالا اور جلدی سے اپنی بہن کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے فوراً کال اٹینڈ کرلی گئی۔ ”ہیلو ہارڈی...... میں بہت ہی فکرمند ہو رہی تھی کتنی بار میں نے ٹرائی کیا۔ لیکن تمہاری طرف شاید سگنل کا پرابلم تھا۔ اس لئے کال نہیں ہوسکی۔“ ہارڈی کی بہن مالیسا فکرمندی سے بتا رہی تھی۔

”سوری...... ڈیئر دراصل میں نے کل رات موبائل تکیے کے نیچے رکھا تھا اور آج صبح جب شکار پر گیا تو اٹھانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ جھیل کنارے موبائل سگنل ٹریک نہیں کر پاتا ہے۔ بہرحال تم بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟“

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہارڈی نے دھڑکتے دل کے ساتھ دریافت کیا تھا۔ نجانے کیوں اسے یقین ہوگیا تھا کہ کوئی انہونی ہوئی ہے۔ ''ہارڈی......'' مالیسا رونے لگی۔ ''تمہارا گھر سیلاب کی نظر ہوگیا، آج صبح 9 بجے کے قریب شہر والی جھیل کا بند ٹوٹ گیا اور پورا ٹاؤن ویلی زیر آب آگیا۔''

''اوہ...... مائی گاڈ۔'' ہارڈی سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ اسی وقت کمرے میں مارتھا، جیمز اور فیلڈن داخل ہوئے ہارڈی کی آنکھیں نم آلود ہوگئی تھیں، ضبط کا بند وکھو کے تھا تھیں مارتا سمندر کو نہیں روک پایا تھا۔ مارتھا ہارڈی کے پاس بیٹھ کر اس کی پیٹھ سہلانے لگی تھی جبکہ فیلڈن جلدی سے ایک گلاس پانی لے آیا تھا۔ ہارڈی نے زبردستی پانی کا گلاس ختم کیا اور روندھے ہوئے لہجے میں مالیسا سے مخاطب ہوا۔ ''ایلی ٹھیک ہے......؟''

''ہاں......!'' دوسری طرف مالیسا بھی رو رہی تھی۔ ''میں نے اسے کچھ نہیں بتایا...... بس تم جلدی سے آجاؤ۔''

''میں صبح ہوتے ہی نکلوں گا۔'' ہارڈی نے کہتے ہوئے کال کاٹ دی۔ سب لوگ ہارڈی کو حوصلہ دے رہے تھے۔ لیکن ہارڈی افسردہ تھا۔ پھر مورگن نے کہا۔ ''کیوں نہ نیوز دیکھی جائے۔'' سب لوگ مورگن کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں آکر بیٹھ گئے۔ مورگن نے ایک معروف نیوز چینل لگا دیا۔ وہاں پر ٹاؤن ویلی کا ہی تذکرہ تھا۔ سیلاب کافی شدت سے آیا تھا۔ اور مالی نقصان کے ساتھ ساتھ جانی نقصان بھی ہوا تھا، پھر ٹی وی پر ایک تباہ شدہ لیب دکھائے جانے لگی۔ جو کہ بری طرح سے متاثر ہوئی تھی۔

2 بج چکے تھے۔ ہیڈ لائنز شروع ہوگئیں۔ نیوز اینکر بتا رہا تھا۔ ''آج صبح 9 بجے کے قریب یو ایس کی نارتھ کی جانب بہنے والی جھیل کا بند ٹوٹ گیا۔ جس کی بدولت نہ صرف ٹاؤن ویلی تباہ ہوا بلکہ جدید تقاضوں سے مزین کروڑوں ڈالر مالیت کی لیب بھی بری طرح متاثر ہوئی۔'' ٹی وی پر ٹاؤن ویلی اور ریسرچ لیب کی تباہ حالی کی ویڈیو دکھائی جانے لگی۔ پھر ٹی وی پر ایک عمر رسیدہ شخص کو دکھایا گیا جو کہ ڈاکٹروں والے رعایتی کوٹ میں ملبوس تھا۔ یہ شخص لیب کا ہیڈ بتایا جا رہا تھا۔ نیوز اینکر کے پوچھنے پر اسی سائنس دان نے بتانا شروع کیا۔ ''سب سے خطرناک بات لیب سے فرار ہونے والے کموڈو ڈریگون کی ہے۔'' وہ بتا رہا تھا کہ ''دو کموڈو ڈریگون ناسا کے ایک مشن کے لئے استعمال کیے گئے تھے۔ انہیں ضروری ٹریننگ دینے کے بعد ایک ایسے سیارے پر بھیجا گیا۔ جہاں کا درجہ حرارت صرف کموڈو ڈریگون ہی برداشت کرسکتے تھے۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر یہ مشن ادھورا چھوڑنا پڑا اور دونوں کموڈو ڈریگون کو زمین پر اتار لیا گیا۔ لیکن پھر ناسا کے لئے مشکلات کھڑی ہوگئیں۔ کیوں کہ کموڈو ڈریگون خطرناک حد تک تبدیل ہوچکے تھے۔ ان کا وزن بڑھ گیا تھا اور ان کی جسامت میں بھی بھیانک تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ ناسا نے ان کموڈو ڈریگون کو ہمارے پاس بھیج دیا تاکہ ان پر مشاہدات کیے جاسکیں۔ وہ بہت ہی زہریلے اور خطرناک ہوچکے تھے لیکن خطرے کی بات تو یہ ہے کہ وہ کموڈو ڈریگون پانی کے ریلے کے ساتھ بہہ گئے ہیں۔ جن میں سے ایک کموڈو ڈریگون مردہ حالت میں ہمیں مل گیا ہے جبکہ دوسرا فرار ہے۔'' سائنس دان کے انکشاف پر نیوز چینل پر ایک نئی جنگ چھڑ گئی۔

مورگن نے ٹی وی آف کردیا۔ جیمز ہارڈی کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر آیا۔ تو واپسی پر مارتھا مورگن سے پوچھ رہی تھی۔ ''یہ کموڈو ڈریگون کس قسم کے جاندار ہوتے ہیں کیا یہ آدم خور ہوتے ہیں۔''

''یہ امریکہ کے گرم علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ ان کی جسامت زمین پر رینگنے والی بڑی چھپکلی جیسی ہوتی ہے۔ لیکن جسامت میں یہ عام طور پر ایک گز سے ذرا کم ہوتے ہیں۔'' مورگن نے جانکاری دی۔ جیمز مارتھا اور فیلڈن دلچسپی سے سن رہے تھے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

مورگن پھر گویا ہوا۔ ''میں نے سنا ہے کہ یہ گوشت خور جاندار ہوتے ہیں۔ اور اگر بہت زیادہ بڑے ہوجائیں اور بھوکے ہوں تو اکیلے انسان پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ اور انسان کو مار سکتے ہیں۔'' مارتھا نے ایک جھرجھری لی، مورگن رکا اور پھر بولنا شروع کیا۔ ''اب سوچو کہ ناسا نے ان کو ایک ایسے سیارے پر بھیجا جہاں کا ماحول ان کے لئے قدرے بہتر تھا۔ لیکن پھر پتا نہیں کیا ہوا ہوگا۔ کہ ان کو واپس زمین پر اتار لیا گیا۔ اور پھر ان کی جسامت بھیانک حد تک تبدیل ہوگئیں۔ خیر جس طرح سائنس دان بتا رہا تھا۔ وہ انسانی زندگی کے لئے خطرہ ہوسکتے ہیں۔ اور ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ دوسرا کموڈو ڈریگون بھی مرگیا ہو۔'' مورگن اپنی بات مکمل کرچکا تھا۔ ان کی آپس میں ہارڈی کے گھر اور کموڈو ڈریگون کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ پھر سب سونے کے لئے چلے گئے......!

ہارڈی صبح جلدی اٹھ گیا تھا۔ یا شاید وہ رات کو سویا ہی نہیں تھا۔ اس نے سب کو اٹھایا۔ انہوں نے بچی ہوئی مچھلی فرائی کی اور جلدی، جلدی کھانے لگے۔ ابھی انہوں نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ مارتھا اور مورگن کے کمرے سے بھاری وجود کے گرنے کی آواز آئی۔ سب لوگ چونک گئے، کیوں کہ کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ تمام لوگ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے کھانے میں مصروف تھے۔ مورگن نے مارتھا کو مخاطب کیا۔ ''مارتھا...... تم نے کھڑکی بند کی تھی۔''

''نن...... نہیں کھڑکی تو کھلی ہوئی تھی۔'' مارتھا نے مختصر کہا اور اٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں چیک کرتی ہوں...... آپ لوگ کھانا کھائیں۔'' مارتھا ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ باقی کھانا کھانے میں مصروف ہوگئے۔ لیکن ہارڈی کی چھٹی حس نے اس کے دل میں خطرے کی گھنٹی بجادی تھی۔ اس کی نظریں مارتھا کی پشت پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ڈائننگ ٹیبل سے مارتھا کے کمرے تک نظر جاتی تھی۔ جیسے ہی مارتھا دروازہ کھولنے لگی تو ہارڈی ہمہ تن گوش ہوگیا۔ اور جوں ہی مارتھا نے دروازہ کھولا......!

مارتھا کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ ایک بھاری بھرکم عجیب و غریب جسامت کے مالک کموڈو ڈریگون نے مارتھا کے نازک اندام وجود کو دروازے میں دبوچ لیا۔ وہ مارتھا کو دھڑ تک اپنے جبڑوں میں جکڑ چکا تھا۔ اس کے بڑے، بڑے دانت مارتھا کے جسم کو چیرتے ہوئے ہڈیوں میں پیوست ہوچکے تھے۔ مارتھا کے جسم سے نکلنے والا خون فرش کو لال کررہا تھا۔ پھر کموڈو ڈریگون نے ایک زوردار جھٹکا دیا تو مارتھا دو حصوں میں بٹ گئی۔ اس کا دھڑ فرش پر تڑپ رہا تھا جبکہ بقیہ حصہ سر سمیت بھوکا کموڈو ڈریگون ہڑپ کرچکا تھا۔ اس کے جسم سے پیلے رنگ کی پیپ بہہ رہی تھی۔ جس میں خون کی بھی آمیزش تھی۔

یہ کموڈو ڈریگون اپنے اصلی وجود سے کافی بڑا تھا۔ اور اس کے سر سے لے کر دم تک پیٹھ کے اوپر نوک دار سینگ بھی تھے۔ جو اس کے وجود کو مزید وحشت ناک بنا رہے تھے۔ کموڈو ڈریگون نے چند ثانیے رک کر اپنی لال انگارہ آنکھوں سے ان چاروں کی طرف دیکھا اور پھر مارتھا کے بقیہ اعضا کو ادھیڑنے میں مصروف ہوگیا۔ وہ لوگ فرط دہشت سے پھٹی پھٹی، آنکھوں سے غراتے چنگھاڑتے کموڈو ڈریگون کو دیکھ رہے تھے، خوف ان کی رگوں میں سرایت کرچکا تھا۔

مورگن نے ہمت دکھاتے ہوئے بندوق اٹھائی، بندوق لوڈ تھی۔ اور کموڈو ڈریگون کا نشانہ لیتے ہوئے فائر کردیا۔ فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے تمام چھرے کموڈو ڈریگون کے جسم میں ایک ہی جگہ پیوست ہوگئے۔ پیلے رنگ کا مادہ کموڈو ڈریگون کے جسم سے فوارے کی طرح نکلا تھا۔ کموڈو ڈریگون نے سر گھما کر مورگن کی طرف دیکھا۔ وہ غرا رہا تھا اور اس کے نتھنوں سے شاں، شاں کی آوازیں آرہی تھیں، وہ غصے سے غراتے ہوئے مورگن کی طرف دوڑا۔

ہارڈی جیمز اور فیلڈن پیچھے ہٹنے لگے۔ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہوکر رہ گئی تھی۔ ہارڈی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

نے بمشکل مورگن کو آواز دی۔ ”مورگن پیچھے ہٹو...... پلیز...... گو بیک...... مورگن......!“ لیکن مورگن ہنوز اسی جگہ کھڑا بندوق میں دوسرا کارتوس ڈالنے کی کوشش کررہا تھا لیکن خوف کی وجہ سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ مورگن بندوق میں کارتوس ڈالتا، آدم خر کموڈو ڈریگون مورگن سے محض دو قدموں کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا وہیں سے کموڈو ڈریگون نے غراتے ہوئے جمپ لگایا۔ مورگن بندوق میں کارتوس ڈال چکا تھا اس نے فائر کیا لیکن بے سود وہ درندہ جمپ لگا چکا تھا۔

چھرے فرش میں لگے اور مورگن کا وجود خونی کموڈو ڈریگون کے نیچے دب گیا۔ جیسے ہی خونی کموڈو ڈریگون مورگن کو دبوچے فرش پر گرا تو اس کے نیچے دبے ہوئے مورگن کے جسم سے دھپ کی آواز آئی اور اس کی چمڑی پھٹ گئی۔ خون کا فوارہ درودیوار کو سرخ کرگیا اور مورگن کی انتڑیاں فرش پر پھیل گئیں۔

وہ تینوں ساکت کھڑے تھے ایک طرف مارتھا کے بچے کچھے اعضا فرش پر بکھرے ہوئے تو دوسری طرف مورگن کی دردناک موت نے انہیں گہرے صدمے سے دوچار کردیا تھا۔

یہ ساری کارروائی چند منٹوں میں ہی وقوع پذیر ہوچکی تھی۔ انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں ملا، خونی کموڈو ڈریگون بھوکا اور زخمی ہونے کی وجہ سے ان تینوں کو نظر انداز کرکے مورگن کا سر چبانے میں مصروف تھا۔

ہارڈی، جیمو اور فیلڈن دبے قدموں سے پیچھے سرک رہے تھے۔ پیچھے ہٹتے ہوئے ہارڈی کی نظر کچن کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف اٹھی تو اس کو گیس کے تین سلنڈر نظر آئے۔ وہ لوگ تین یا چار سلنڈر بھروا کر رکھتے تھے ہارڈی کے دماغ میں اچانک جھماکا ہوا۔ ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے اس کے دماغ میں کوندا تھا۔ اس نے جیمو کے کان میں سرگوشی کی۔ ”تم میرے روم سے بندوق لے کر آؤ۔“ ہارڈی رکا اور پھر فیلڈن کی طرف متوجہ ہوا۔

”فیلڈن تم میرے...... ساتھ آؤ......!“ جیمو دبے قدموں سے ہارڈی کے روم کی طرف بڑھ گیا جبکہ ہارڈی اور فیلڈن کچن میں داخل ہوچکے تھے یہ حصہ کموڈو ڈریگون کی نظروں سے اوجھل تھا۔ جیمو جلد ہی بندوق اٹھا کر کمرے سے باہر آچکا تھا۔ اور کچن کی دیوار کے پیچھے چھپ کر خونی کموڈو ڈریگون کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی بندوق لوڈ تھی اور کارتوس سے بھرا ہوا بیلٹ جیمو کے کندھے پر لٹک رہا تھا۔ ہارڈی اور فیلڈن کچن میں گیس سلنڈرز کے اوپر مردہ خرگوش باندھ رہے تھے جو وہ کل ہی شکار کرکے لائے تھے۔ ہارڈی اپنے دماغ میں ابھرنے والے خیال کو عملی شکل دینے میں مصروف تھا۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ خونی کموڈو ڈریگون انہیں زندہ اس جنگل سے باہر نہیں جانے دے گا۔ اور یقیناً مورگن کا صفایا کرنے کے بعد ان تینوں کا ہی نمبر تھا۔

جب وہ گیس سلنڈر کے اوپر مردہ خرگوش باندھ چکے تو ہارڈی نے کچن میں زیر استعمال گیس سلنڈر کا پائپ چولہے سے نکال کر سلنڈر کا وال کھول دیا۔ گیس لیک ہونا شروع ہوچکی تھی۔ پھر اس نے باری باری مزید تینوں سلنڈرز کے وال کھول دیئے پھر ہارڈی نے فیلڈن کے کان میں سرگوشی کی۔ ”تم سامنے کے دروازے سے نکل کر مارتھا اور مورگن کے کمرے کی طرف جاؤ اور کوریڈور سے ملحقہ کھڑکی سے سلنڈر اندر پھینک دینا اور پھر جتنی پھرتی سے بھاگ سکتے ہو بھاگ جانا۔“ فیلڈن نے جیسے ہی کچھ کہنے کے لئے لب وا کیے تو ہارڈی نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لامحالہ فیلڈن ایک گیس سلنڈر بغل میں دبائے سامنے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

خونی کموڈو ڈریگون نے غراتے ہوئے فیلڈن کی طرف دیکھا اور پھر مورگن کو کھانے میں مصروف ہوگیا۔ اس کے منہ میں مورگن کی ہڈیاں چٹاخ، چٹاخ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ رہی تھیں۔ یہ آوازیں سن کر ہارڈی اور جیمو کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے اور ان

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کے گلے خشک تھے۔ ہارڈی دونوں گیس سلنڈر اٹھا کر باہر آچکا تھا۔ اور پورا کاٹیج گیس کی نا قابل برداشت بو سے بھر گیا تھا۔ گیس سلنڈروں کو دیکھ کر جیمز پلان سمجھ گیا تھا۔ جب فیلڈن نے کوریڈور کی کھڑکی کے قریب پہنچ کر اشارہ کیا تو ہارڈی نے ایک گیس سلنڈر کو ہاتھوں میں مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہوئے جیمز کو باہری جانب جانے کا اشارہ کیا۔

جیمز کچن کی دیوار چھوڑ کر خونی کموڈو ڈریگون کے سامنے آ گیا اور تیزی سے باہری دروازے کی سمت بڑھا۔ اسی وقت ہارڈی نے ہاتھوں میں دبائے ہوئے سلنڈر کو پوری قوت ساتھ کموڈو ڈریگون کی طرف اچھال دیا۔ سلنڈر کے اوپر مردہ خرگوش بندھا تھا۔ اس لئے کموڈو ڈریگون نے اسے بھی اپنا شکار سمجھا اور ایک ہی جست میں خرگوش کو سلنڈر سمیت ہوا میں ہی اپنے جبڑوں میں جکڑ لیا۔

کھڑکی سے فیلڈن ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے کھڑکی سے سلنڈر کو اندر پھینک دیا۔ کموڈو ڈریگون پہلے سلنڈر کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف لپکا تو پیچھے سے ہارڈی نے تیسرا سلنڈر پھینکا اور باہری دروازے کی جانب لپکا۔ فیلڈن بھی بھاگ چکا تھا۔ جیمز دروازے میں جگہ چھوڑے ایک گیس سلنڈر پر شست لے کر کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی ہارڈی نے جیمز کو کراس کیا۔ جیمز بھی دروازے سے باہر آ گیا۔ پھر اس نے گیس سلنڈر پر ایک فائر کیا۔ پورا کاٹیج گیس سے بھرا ہوا تھا۔

ایک ہی شعلے سے آگ بھڑک اٹھی کموڈو ڈریگون خرگوش کے چکر میں آدھا گیس سلنڈر اپنے منہ میں دبوچے ہوئے تھا۔ ایک دھماکے کے ساتھ تمام سلنڈر پھٹ گئے۔ خونی کموڈو ڈریگون کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ اور پورا کاٹیج آگ کی لپیٹوں میں گھر چکا تھا......!

وہ تینوں دوست اپنے دو بہترین ساتھی کھونے کے بعد آج زیرو نائٹ کلب میں بیٹھے بیئرز پی رہے تھے۔ اس واقعے کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ جنگل سے واپسی پر ہارڈی کو معلوم ہوا کہ حکومت نے سیلاب زدگان کو ہرجانہ ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ متاثرین کے لئے مکانات کی مرمت اور ساتھ میں ایک ایک لاکھ ڈالر دینے کا فیصلہ کیا تھا اور ایک ہفتے کے بعد ہارڈی کو مطلوبہ رقم مل گئی۔ جبکہ خونی کموڈو ڈریگون کو موت کے گھاٹ اتارنے پر ان تینوں دوستوں کو صدر کی طرف سے انعام سے بھی نوازا گیا تھا جبکہ مارتھا اور مورگن کی باقیات کو اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

اس وقت جیمز اور فیلڈن خاموشی سے اپنی ڈرنکس ختم کرنے میں معروف تھے جبکہ ہارڈی کا دماغ مسلسل کموڈو ڈریگون میں الجھا ہوا تھا۔ کیوں کہ حادثے والے دن سے ایک رات پہلے دن 9 بجے شہری جھیل کا بند ٹوٹ گیا اور پانی کا رخ جنگل والی جھیل کی طرف ہو گیا کیوں کہ جنگل والی جھیل سلوپ میں واقع تھی۔ اور اسی ریلے میں کموڈو ڈریگون بھی جنگل والی جھیل میں پہنچ گیا۔ ہارڈی کو اندازہ ہو رہا تھا کہ جھیل میں پانی آہستہ آہستہ زیادہ ہو رہا ہے۔ وہ محسوس کر رہا تھا پھر راستے میں کموڈو ڈریگون بھی اس کے شور وغل کی وجہ سے ان کا تعاقب کرنے لگا۔ پھر کموڈو ڈریگون نے ہی راستے میں جیپ کو ٹکر ماری تھی۔ ہارڈی نے دیکھ بھی لیا تھا لیکن فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ کوئی مگرمچھ ہے یا کوئی اور بلا ہے۔ اور اس وقت تو اسے کموڈو ڈریگون کے بارے میں علم بھی نہیں تھا۔

پھر جب وہ واپس کاٹیج پہنچے تو مورگن نے ٹی وی آن کرنے کا کہا تھا لیکن ہارڈی نے ہی مورگن کو منع کر دیا۔ اگر اس وقت ہارڈی ٹی وی آن کرنے دیتا تو اسے سیلاب کا پتہ چل جاتا اور اس وقت دن تھا وہ گھر جا سکتے تھے۔ لیکن اب یہ صرف ایک سوچ بن کے رہ گئی تھی۔ ہارڈی خاموش تھا اور لگتا تھا کہ یہ خاموشی مرتے دم تک اس کے ہونٹوں پر رہے گی۔ اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ستا رہے گا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

خناس

وجیہہ سحر | **دوسری قسط**

خوف و ہراس کی وادی میں خراماں خراماں سرگرداں دل گرفتہ دل شکستہ حالات سے پر اپنی نوعیت کی ناقابل یقین و ناقابل فراموش حالات سے دو چار عجیب و غریب دل و دماغ کو سوستی حیرت سے روشناس کراتی سوچ کے افق پر جھلمل کرتی تحیر انگیزی میں سب سے آگے ویران و اجاڑ وادی کے نشیب و فراز میں چنگھاڑتی و دندناتی ذہن سے محو نہ ہونے والی ایڈونچر شاہکار کہانی

اچھی کہانیوں کے متلاشی قارئین کیلئے حیرت انگیز خوفناک حیرتناک حقیقی کہانی

توقیر جب سفر سے واپس لوٹا تو رات کے بارہ بج چکے تھے۔ رُخسانہ، ایمن اور ماہین بھی بہت تھک چکی تھیں۔

توقیر نے پہلے ایمن اور ماہین کو گھر ڈراپ کیا اور جب وہ دونوں اپنے گھر آئے تو تقریباً ایک بجنے والا تھا۔ وہ بس بیڈ پر ڈھیر ہو گئے۔ توقیر نے اپنا سر دھیرے دھیرے دباتے ہوئے کہا۔

''رُخسانہ میرے لیے چائے بنا دو، میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔''

رُخسانہ بھی ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے کچن کی طرف گئی اور چائے کے دو کپ بنا کے لے آئی۔ توقیر نے چائے کا کپ لیا۔

''اگر سفر آرام دہ ہو تو انسان جہاں مرضی چلا جائے مگر اس طرح کا سفر ہو تو بہت تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ اور پھر کیا فائدہ، کیسی کیسی باتیں کر رہا تھا وہ بزرگ۔ میں اسی لیے تمہیں منع کرتا تھا۔ مجھے ان پیروں فقیروں کی باتوں پر بھروسا نہیں ہے۔''

رُخسانہ آنکھیں جھکائے جیسے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ توقیر کی بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوئی۔ ''تم نے اس کی باتوں پر غور نہیں کیا وہ کہہ رہا تھا کہ وہ جہاں ہیں، وہاں اس کا حساب کام نہیں کر رہا۔ وہ چاروں اپنے مادی وجود میں کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے نہ زمین کے اوپر اور نہ ہی زمین کے نیچے۔''

توقیر جیسے تپ گیا۔ ''یہ باتیں کسی باشعور انسان کی ہیں۔ احمق تھا وہ بزرگ، ہمیں بیوقوف بنا رہا تھا۔''

رُخسانہ گلوگیر لہجے میں بولی۔ ''بیوقوف بنا رہا ہوتا تو ہم سے پیسے لیتا، اس نے ہم سے کوئی پیسہ نہیں لیا۔''

''یہ طریقے ہوتے ہیں ان پیروں کے لوگوں کو پھانسنے کے۔'' توقیر پھر بھڑک کر بولا۔

رُخسانہ رونے لگی۔ ''تو میں کیا کروں، کہاں ڈھونڈوں اپنی حوریہ کو۔''

توقیر رُخسانہ کے قریب آ گیا۔ ''قرآن پاک پڑھو، نماز پڑھو اور خداوند کریم سے دُعا کرو۔ باقی رہی تلاش کی بات تو میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا میں ڈھونڈ رہا ہوں اپنی بیٹی کو، خدا کا کرم ساتھ ہوگا تو وہ ضرور مل جائے گی۔ تم خدا پر بھروسا رکھو اور آرام کرلو۔''

رُخسانہ آنسو پونچھتی ہوئی بستر پر دراز ہو گئی۔ دل میں دُعا کر کے سوئی کہ اسے اس کی بیٹی جس حال میں ہے خواب میں نظر آ جائے۔ ایسے ہی سوچتے سوچتے اس

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

کی آنکھ لگ گئی۔ نیند گہری ہوئی تو وہ شعور کی گرفت سے نکل کر لاشعور کی گرفت میں چلی گئی۔ اس کی آنکھیں خواب دیکھنے لگیں۔

وہ پھولوں سے بھرے لان میں حوریہ کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ اچانک اسے حوریہ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ چاروں طرف نظر دوڑاتی ہے مگر اسے حوریہ دکھائی نہیں دیتی۔ ایک بار پھر حوریہ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکراتی ہے۔ وہ آواز کی سمت کی طرف دیکھتی ہے تو اسے حوریہ فضا میں معلق دکھائی دیتی ہے۔

حوریہ نے سفید گاؤن پہنا ہوا تھا۔ اس کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے، وہ پریوں جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ آنکھوں میں خلوص کی چمک، لبوں پر مسکراہٹ بکھیرے اس نے دونوں بازو ماں کی طرف بڑھائے۔

رُخسانہ جو مبہوت نظروں سے حوریہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح بیٹی کی طرف دوڑی۔ اس کے قریب پہنچی تو پریشانی سے اس کے پیروں کی طرف دیکھنے لگی۔ "میری جان! تم اس طرح ہوا میں معلق کیوں ہو۔ میرے پاس کیوں نہیں آتی۔" اس نے بیٹی کے ہاتھوں کو چھونے کے لیے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے۔

اس سے پہلے کہ وہ حوریہ کو چھوتی، پری جیسی حوریہ بھیانک روپ دھار گئی۔ اس کے چہرے کی جلد کسی کرلے کی طرح سلیٹی مائل کھردری ہوگئی آنکھوں کا ہالہ بڑا ہوگیا اور وہ گولائی میں سرخ انگارہ ہوگئیں۔ اس کے چہرے کے نقوش بدل گئے، جلد سلوٹوں میں بدلنے لگی۔ اس کے حلق سے خوفناک غرغراہٹوں کی آواز اُبھر رہی تھی۔ وہ کسی شیرنی کی طرح چنگھاڑی تو اس کے سامنے کے اطراف کے دو دانت کسی ویمپائر کی طرح بڑھ گئے تھے۔

ہاتھوں کے ناخن بھی چار انچ تک بڑھ گئے تھے اس نے اپنے سلیٹی مائل سلوٹوں والے ہاتھ رُخسانہ کی طرف بڑھائے تو رُخسانہ پر رعشہ طاری ہوگیا۔

وہ چیختی ہوئی ہڑبڑا کر بستر پر اُٹھ بیٹھی۔ توقیر بھی اس کی چیخ کی آواز سے اُٹھ گیا۔ رُخسانہ کا سانس پھولا ہوا تھا۔ چہرہ پسینے سے تر تھا، آنکھیں سرخ ہوکر سوجی ہوئی تھیں۔ وہ سرتاپا کانپ رہی تھی۔ "وہ میری حوریہ نہیں ہو سکتی۔" وہ مسلسل بول رہی تھی۔ توقیر نے اسے پانی پلایا۔

"تم نے کوئی بُرا خواب دیکھ لیا ہے، آیت الکرسی پڑھ کر سو جاؤ۔" توقیر نے اسے بستر پر لٹایا اور اس کا سر دابنے لگا۔ "جب طرح طرح کے وہم ذہن پر مسلط ہوں تو ایسے خواب آجاتے ہیں۔ اس طرح خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہماری حوریہ کو کچھ نہیں ہوگا۔ تم بھروسا رکھو خدا پر۔"

رُخسانہ کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس کی گھبراہٹ دور نہیں ہو پا رہی تھی وہ اُکھڑے اُکھڑے سانس کے ساتھ بولی۔ "میں حوریہ کے قریب گئی تو وہ بھیانک روپ اختیار کرگئی۔"

"میں تمہیں اسی لیے منع کرتا تھا کہ پیروں فقیروں کے پاس نہ جاؤ۔ تمہارے ذہن میں اس پیر کی باتیں گونج رہی ہیں اور کچھ بھی نہیں بس اب تم خدا کا نام لے کر سوجاؤ۔" توقیر کو جیسے غصہ آگیا تھا۔

O......❖......O

یونیک ٹاؤن کی خوبصورت کوٹھی کا قفل چھ ماہ کے بعد کھلا تھا۔ کوٹھی کے ساتھ سرونٹ کوارٹر میں رہنے والا ساجد بابا دوسرے نوکروں سے کوٹھی کی صفائی کروا رہا تھا۔

ساجد بابا بھی تنہا تھے اور ان کا وہ مالک بھی جو چھ ماہ پہاڑی علاقے کے فلیٹ میں گزارتا اور چھ ماہ اس کوٹھی میں۔ ساجد بابا سرونٹ کوارٹر میں تنہا رہتے تھے۔ دوسرے ملازمین اپنا کام کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

"جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ، صاحب آنے والے ہیں۔" ساجد نوکروں کو ہدایت دے رہا تھا۔

فرش پر پوچا مارنے والی ملازمہ نے کراری آواز میں کہا۔ "چھ ماہ کی گندگی اکٹھا کر کے صفائی کراتے ہو صاحب سے چابی لے لیا کرو۔ تین روز بعد صفائی کرایا کرو۔"

ساجد تپ کر بولا۔ "مجھے سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مالک کا حکم ماننا میری ڈیوٹی ہے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

صاحب نے کہا ہے کہ جب وہ واپس آئے تو ہی یہ گھر صاف کروائیں۔ تم اب زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ جلدی کام کرو۔" یہ کہہ کر ساجد کچن کے لیے بازار سے لایا ہوا سامان کچن میں سیٹ کرنے لگا۔ اسے زرغام کے لیے کھانا بھی تیار کرنا تھا۔ اس نے کچن کی ضروری صفائی کی اور کھانا پکانے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ ساتھ ساتھ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑا رہا۔

"بس اب اس کوٹھی میں اس خناس کے ناپاک قدم پڑیں گے اور یہ کوٹھی بُرائیوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔ جوا چلے گا، شہر کے غیر مہذب لوگوں کی دعوتیں ہوں گی اور وہ اپنے ناجائز کام اس سے کروائیں گے۔ زرغام ان ناجائز کاموں کے عوض ڈھیروں پیسہ وصول کرے گا۔ پتہ نہیں کیوں میں اس گھر میں نوکری کر رہا ہوں، کیوں حرام کھا رہا ہوں۔"

ملازمہ کے بلانے پر اس نے ہنڈیا ڈھانپ دی اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ "کیا بات ہے؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا۔

"وہ اوپر والا کمرہ تو کھول دو، صفائی کرنی ہے۔"

ساجد نے ہاتھ لہرا دیا۔ "نہیں اس کمرے کی صفائی نہیں کرنی۔ اس کی چابی صاحب کے پاس ہے، وہ خود یہ کمرہ کھولتے ہیں۔"

"مرضی ہے....." ملازمہ اپنے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

کچھ ہی دیر بعد ملازم دوڑتا ہوا ساجد کے پاس آیا۔ "زرغام صاحب آگئے ہیں۔"

ساجد پھرتی سے کمرے کی چیزیں درست کرنے لگا۔ دراز قد، چھریرے بدن والا سانولا سا نوجوان گھر میں داخل ہوا۔ ملازمین نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا سوائے ساجد کے، اس نے ہاتھ ہوا میں لہرایا اور زینہ پھلانگتا ہوا بالائی منزل کی طرف بڑھا۔

اوف وائٹ تھری پیس میں وہ گریس فل دکھائی دے رہا تھا، وہ ہمیشہ پینٹ شرٹ زیب تن کرتا تھا، اسے قمیص شلوار قطعاً پسند نہیں تھی۔

نچلے پورشن کے سارے کمرے خالی تھے مگر وہ اوپری منزل کے دو کمرے ہی استعمال کرتا تھا، ایک اس کا بیڈروم اور دوسرا وہ خاص کمرہ جو اس کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔ اس کے اپنے کمرے میں جانے کے بعد ساجد دوسرے نوکروں سے مخاطب ہوا۔ "اسے سلام نہ کیا کرو، یہ تو نام کا مسلمان ہے، یہ کیا کسی کو سلام کا جواب دے گا۔ یہ تو خناس ہے، شیطان کا دوسرا روپ۔"

ایک ملازم نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "اس قدر ناپسند کرتے ہو تو اس کی ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔"

ساجد نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ "پتہ نہیں، تم لوگوں کا کام ختم ہو جائے تو چلے جانا۔ میں صاحب کے لیے چائے بنا دوں۔"

دوسرے ملازمین اپنا کام نپٹا کے چلے گئے۔ ملازمہ روبینہ سے ساجد نے کہا کہ جب تک زرغام یہاں ہے وہ برتن دھونا، صفائی اور کپڑے دھونے کا کام کرلیا کرے۔ یہ سارے کام وہ اکیلی ہی کیا کرے، صاحب کو زیادہ ملازم پسند نہیں ہے۔ ملازمہ نے کراری آواز میں کہا۔ "ہر بار مجھے کیوں بتاتا ہے، چار سالوں سے یہی روٹین ہے میں جانتی ہوں کل سے کام پر آ جاؤں گی۔ آج کا کام ختم ہوگیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ملازمہ بھی چلی گئی۔

ساجد چائے لے کر زرغام کے کمرے میں گیا، اس نے دروازہ ناک کیا۔ اندر سے آواز آئی۔ "آجاؤ....."

ساجد نے چائے میز پر رکھی۔ "بابا! ٹھیک ہو؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی میری غیر موجودگی میں۔"

"نہیں صاحب! پریشانی کیسی، آپ ہو یا نہ ہوں میرا رب میرے ساتھ ہوتا ہے۔" ساجد نے دھیرے سے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

رات دس بجے ساجد اپنے سرونٹ کوارٹر میں چلا گیا جو کوٹھی سے باہر تھا۔ زرغام نے کوٹھی کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ وہ زینہ چڑھتا ہوا بالائی منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں چابی تھی۔ اس نے اپنا خاص کمرہ کھولا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

وہ ہال نما کمرہ کافی بڑا تھا۔ اس کمرے میں پڑا ہوا سامان انتہائی ہولناک اور پُر اسرار تھا۔ سامنے دیوار پر شیشے کی بڑی بڑی کھڑکیاں تھیں جہاں سے گھر کا لان اور باہر کا حصہ دکھائی دیتا تھا۔ اس کمرے میں سہولت کے لیے کسی قسم کا فرنیچر موجود نہیں تھا۔

دیواروں پر الماریاں نصب تھیں اور چاروں اطراف اس طرح ٹیبلو تھے جیسے کوئی سائنسی لیبارٹری ہو۔ ان ٹیبلو کے بڑے بڑے درازوں میں نہ جانے کیا کچھ تھا۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ چھ ماہ کے بعد کھلنے والا کمرہ اس طرح صاف تھا۔ اس کی ہر چیز اس طرح تھی جیسے کوئی باقاعدگی سے اس کمرے کی صفائی کرتا رہا ہو۔

زرغام ایک میز کی طرف بڑھا۔ اس میز پر انگ ڈبے پڑے تھے۔ جن میں مختلف جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ اس نے جانوروں کی ہڈیوں میں سے سوّر کی کچھ ہڈیاں لیں اور دوسرے ڈبے سے انسانی کھوپڑی اُٹھائی۔

کمرے کے وسط میں جیسے کسی نے پہلے سے ہی آگ جلانے والا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ ہڈیاں لے کر اس جگہ بیٹھ گیا جہاں آگ جلانے کا سامان پڑا تھا۔

لوہے کی ایک ٹرے تھی جس میں چار لکڑیاں ایک دوسرے کے اوپر رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے جانور کی ہڈیاں ٹرے کے اردگرد جوڑ دیں، اس نے انسانی کھوپڑی کو اپنے ہاتھ کے اوپر رکھا اور اسے لکڑیوں کے اوپر لے گیا۔ آگ خود بخود بھڑک اُٹھی۔ اس نے اپنا ہاتھ جس میں اس نے انسانی کھوپڑی پکڑی ہوئی تھی۔ آگ کے اوپر کیا اور ہونٹوں سے تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھنے لگا۔

ہر میز پر کینڈل اسٹینڈ میں سولہ موم بتیاں لگی ہوئی تھیں۔ چند ہی ساعتوں میں ساری موم بتیاں خود بخود جل اُٹھیں۔ کمرے میں سرخی مائل سی روشنی پھیل گئی۔

زرغام نے آنکھیں بند کرلیں اور وہ کچھ پڑھتا رہا وہ جوں جوں پڑھ رہا تھا، کمرے کے ماحول میں تبدیلی ہوتی جارہی تھی۔

زمین میں گڑگڑاہٹ سی پیدا ہونے لگی، زلزلے کی سی کیفیت میں کمرے کی ہر چیز ہلنے لگی۔

مگر موم بتیاں ٹیبلو کی تیز حرکت کے باوجود جلتی رہیں پھر یک دم سامنے کی کھڑکیوں کے شیشے کھل گئے۔ بھونچال کی طرح ہوا کا تیز جھونکا کمرے میں داخل ہوا ساری موم بتیاں بجھ گئیں۔

زرغام نے آنکھیں کھولیں اور اس طرح گویا ہوا جیسے سامنے سے کوئی دکھائی دے رہا ہے۔ ''حوریہ، وشاء، خیام اور فواد تمہیں اس ماورائی دسنسناتی دنیا میں خوش آمدید۔ میں نے تمہاری مدد کا وعدہ پورا کیا اور اب مجھے تم لوگوں سے کیا چاہیے یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتاؤں گا۔

میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ جو چاہتے ہو کرو۔ ہار اور جیت کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ میری مدد کی اُمید مت رکھنا۔ یوں سمجھ لو کہ تمہاری شیطانی قوتوں کی آزمائش شروع ہوگئی ہے۔''

یہ کہہ کر زرغام نے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں اور کچھ پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد کمرے سے بھونچال کی کیفیت ختم ہوگئی اور کھڑکیوں کے شیشے خود بخود بند ہوگئے۔

زرغام نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں کھول دیں۔

O......❖......O

ظفر اپنی پیکنگ میں مصروف تھا اسے صبح نو بجے کی فلائٹ سے بیرون ملک جانا تھا۔ ماریہ اس کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ اس نے ناشتہ میز پر لگایا۔ ظفر بریف کیس اُٹھائے ٹیبل کے پاس سے گزر گیا۔

ماریہ جلدی سے اس کے قریب آئی۔ ''یہ کیا ناشتہ نہیں کریں گے۔''

ظفر نے اپنی ہینڈ واچ کی طرف دیکھا۔ ''مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔ میں لیٹ ہوجاؤں گا۔''

ماریہ نے اس کے ہاتھ سے بریف کیس لے لیا۔ ''ابھی صرف آٹھ بجے ہیں، آپ کی فلائٹ نو بجے کی ہے۔''

''مجھے راستے میں کسی سے ملنا ہے اور ایئرپورٹ پر بھی کچھ فارمیلٹیز پوری کرنی ہوتی ہیں۔'' ظفر نے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہاتھ بڑھا کر بریف کیس لے لیا۔

ماریہ غصے سے بولی۔ ”میرا قصور کیا ہے، نہ مجھ سے ٹھیک طرح سے بات کرتے ہیں، نہ گھر میں کھانا کھاتے ہیں۔ اس طرح کے رویے کا کیا مطلب ہے۔“

ظفر بھی بھڑک اُٹھا۔ ”تمہیں سمجھ آ گیا ہوگا کہ میں تمہارے وجود سے بھاگ رہا ہوں، مجھے تمہاری قربت گوارہ نہیں۔“

”سزا دینے سے پہلے قصور تو بتایا جاتا ہے۔ آخر میں نے کیا کیا ہے؟“

ظفر کا لہجہ گلوگیر ہو گیا، اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ”تم نے میری بیٹی وشاء سے بُرا برتاؤ رکھا تھا تم نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ تم اپنے آوارہ بھتیجے شمعون کے لیے وشاء کا ہاتھ مانگو گی۔ تم نے وشاء سے یہ بات پوچھی تھی یا نہیں؟“

ماریہ گھبرا گئی اس کی زبان پر بل آ گیا۔

”تت..... تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔“

”صرف ہاں یا ناں میں جواب دو۔“ ظفر نے اپنی آنکھیں ماریہ کے چہرے پر گاڑ دیں۔

ماریہ نظریں چراتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

”میں نے اس سے اس کی رائے پوچھی، جب اس نے انکار کر دیا تو میں نے آپ سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ میں جانتی تھی کہ جو رشتہ وشاء کو پسند نہیں، اس کے لیے آپ بھی رضامند نہیں ہوں گے۔ اس میں اس قدر غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جہاں لڑکی ہوتی ہے وہاں رشتے آتے ہیں مگر یہ بات تو صرف میرے اور وشاء کے درمیان تھی، آپ کو کس نے بتایا۔“

”ماریہ بیگم! بات صرف اتنی نہیں ہے جتنی تم بتا رہی ہو۔ میں اس معاملے کی تہہ تک جاؤں گا۔ پندرہ روز کے بعد واپس آؤں گا تو پھر تسلی سے اس معاملے کا جائزہ لوں گا۔“ یہ کہہ کر ظفر وہاں سے چلا گیا۔

ماریہ جہاں کھڑی تھی وہیں ساکت ہو کر رہ گئی۔

”شمعون تو یہ بات ظفر کو بتا نہیں سکتا تو پھر کس نے ظفر کو یہ سب بتایا۔“ وہ خود کلامی میں بڑبڑاتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

اس نے اپنا موبائل لیا اور شمعون کا نمبر ملایا شمعون نے موبائل اٹینڈ کیا۔ ”جی آنٹی! ہیلو...... ہیلو...... آپ کی آواز ٹھیک طرح سے نہیں آ رہی۔“

ماریہ بھی شمعون کی آواز ٹھیک طرح سے نہیں سن پا رہی تھی، فون پر بہت شور تھا جیسے وہ ہجوم میں کھڑا بول رہا ہو۔

شمعون اپنی جگہ سے اُٹھ کر تھوڑا پیچھے چلا گیا اور پھر ماریہ سے بات کرنے لگا۔ ”آنٹی میں ریس کورس میں ہوں۔ میرے گھوڑوں کی ریس چل رہی ہے، اس وقت مصروف ہوں، فارغ ہو جاؤں پھر آپ سے بات کروں گا۔“ یہ کہہ کر شمعون نے فون بند کر دیا۔

شمعون واپس اپنی جگہ پر بیٹھا اور تجسس سے ریس دیکھنے لگا۔

شمعون کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کے دونوں گھوڑے جیت کے قریب تھے۔ وہ گھوڑوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ وہ اس قدر تیز دوڑ رہے تھے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب سے آگے جانے والے تھے۔

شمعون اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوست بھی اس ریس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اچانک شمعون کے گھوڑوں کی حالت عجیب ہو گئی۔ وہ اس طرح اُچھلنے لگے جیسے کوئی ان پر چابک برسا رہا ہو۔

وہ ہنہناہٹ کی آواز سے پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کے اگلی ٹانگیں، ہوا میں زور زور سے مارنے لگے، وہ بُری طرح بپھر گئے تھے، یا ڈر گئے تھے۔ انہوں نے آگے دوڑنے کے بجائے پیچھے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ گھوڑوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

تماشائی پریشان ہو کے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ کتنے ہی گھوڑے زخمی ہو گئے۔ ماہر گھوڑ سوار میدان میں اُتر گئے اور صورت حال کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

شمعون اپنے دوستوں کے روکنے کے باوجود میدان میں کود پڑا۔ دوسرے گھوڑ سواروں کے ساتھ مل

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کر اس نے اپنے گھوڑوں کو قابو کیا اور گھمبیر صورت حال کو کنٹرول کر لیا۔ ریس ادھوری چھوڑ دی گئی۔

شمعون نے گھوڑے اپنے ملازم مین کے حوالے کیے۔ "لے جاؤ انہیں کسی کو بیچ دو۔ مجھے اپنے فارم ہاؤس میں یہ گھوڑے نظر نہیں آنے چاہئیں۔"

ملازم نے انکساری سے کہا۔ "سرکار ان گھوڑوں نے تو کتنی ہی ریسیں جیتی ہیں۔ یہ معمولی گھوڑے نہیں ہیں۔"

شمعون تپ کر بولا۔ "مالک میں ہوں یا تم، اونے پونے دام میں بیچ دو۔ میں نئے گھوڑے خریدوں گا۔"

شمعون بے دلی سے گاڑی میں بیٹھا اور جلد ہی وہاں سے نکل گیا۔

گھر آیا اور دھڑام سے صوفے پر براجمان ہو گیا۔ اسی دوران اسے ماریہ کے فون کا خیال آیا۔ اس نے اپنا موبائل نکالا اور ماریہ کا نمبر ملایا۔

"جی آنٹی کیا کہہ رہی تھیں؟"

"ظفر نے آج کل بہت پریشان کر رکھا ہے نہ جانے وہ وشاہ کہاں مر کھپ گئی ہے اور ظفر CBI کے آفیسر کی طرح تفتیش میں لگا ہوا ہے۔ وشاہ سے تمہاری شادی کے متعلق جو بات میں نے کی تھی، وہ نہ جانے کیسے ظفر کو معلوم ہو گئی ہے پندرہ روز کے لیے بیرون ملک گیا ہے۔ جاتے جاتے دھمکی دے گیا ہے کہ میں واپس آ کے سارے معاملے کا جائزہ لوں گا۔"

ماریہ کی بات پہ شمعون نے قہقہہ لگایا۔ "کیا ہو گیا ہے آنٹی! ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں نہ ہی وشاہ نے ملنا ہے اور نہ ہی حقائق انکل ظفر کو معلوم ہونے ہیں۔ خوامخواہ سٹریس کا شکار ہو رہی ہیں۔ آپ ان کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔"

"تم دوسرے شہر میں رہتے ہو ورنہ ابھی تمہیں گھر بلا لیتی۔ کل کوئی وقت نکال کر میرے گھر آؤ۔" ماریہ نے کہا۔

"کل نہیں..... کل میرا دوستوں کے ساتھ شکار کا پروگرام ہے۔"

شمعون کی اس بات پر ماریہ خفگی سے بولی۔

"بھائی جان اور بھابی تو گاؤں میں ہوتے ہیں۔ تم شہر میں اکیلے رہتے ہو۔ اس لیے من مانی کرتے ہو اگر بھابی تمہارے ساتھ ہوتیں تو تمہارے فضول قسم کے شوق ختم ہو جاتے۔"

شمعون نے لاپروائی سے کہا۔ "آنٹی! شمعون رشتوں کی زنجیروں میں نہیں جکڑا ہوا۔ شمعون اپنی مرضی کا مالک ہے۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھابی سے بات کرلوں گی۔"

"شوق سے کریں بات۔ مجھے انہیں شیشے میں اُتارنا اچھی طرح سے آتا ہے۔"

"تم نہیں سدھرو گے، چلو پرسوں آجاؤ، بیٹھ کے بات کریں گے۔" ماریہ نے کہا۔

شمعون نے لمبا سانس کھینچا۔ "ٹھیک ہے آپ اس قدر زور دے رہی ہیں تو میں پرسوں آجاؤں گا۔ آج کا دن تو میرے لیے اچھا نہیں ہے، دُعا کریں کہ کل شکار میں کوئی بیڈ لک نہ ہو۔"

فون سے ماریہ کے ہنسنے کی آواز آئی۔

"کیوں..... آج کیا بیڈ لک ہوئی ہے؟"

"آنٹی میرے گھوڑے جیت کے بالکل قریب تھے۔ اچانک ڈر گئے اور مخالف سمت میں دوڑنے لگے، جس سے گھوڑوں میں بھگدڑ مچ گئی اور کافی گھوڑے زخمی ہو گئے، یہ صورت حال بمشکل کنٹرول ہوئی۔" شمعون نے تجسس سے بھرپور انداز میں ماریہ کو ساری صورت حال بتائی۔

ماریہ نے اس بات کو بہت سطحی سا لیا۔ "جانور کا کب ذہنی توازن بگڑ جائے کیا پتا ہوتا ہے۔ کل کسی قسم کا خطرہ مول نہ لینا۔"

"کچھ نہیں ہوتا، میں پہلی بار تو نہیں جا رہا آپ کے لیے مرغابیاں لاؤں گا اور پکا کر بھی آپ ہی دیں گی۔"

"اچھا بابا! اپنا خیال رکھنا۔" یہ کہہ کر ماریہ نے فون بند کر دیا۔

شمعون اپنے دو دوستوں کے ہمراہ صبح صبح ہی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

شکار کے لیے روانہ ہوگیا۔
جیسا شمعون خود تھا ویسے ہی اس کے آوارہ دوست تھے۔
"اپنی رائفلز ٹھیک سے چیک کی ہیں نا، یہ نا ہو کہ رائفلز ٹھیک چلے نا اور ہم شکار کرنے کے بجائے شکار ہو جائیں۔" شمعون کے پوچھنے پر اس کے دوست نے ہنستے ہوئے کہا۔
"ایسے بیوقوف نہیں ہیں، سب کچھ اوکے ڈن ہے۔ ہاں البتہ کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں لیا، بازار سے لیتے جائیں گے۔"
شمعون نے بازار پہنچ کر جیپ روکی اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء خریدیں۔ وہ جونہی شہر سے باہر نکلا اس نے جیپ کی سپیڈ تیز کر لی۔
ایک دوست تو موبائل کا ہیڈ فون کانوں سے لگا کر میوزک سننے میں محو ہو گیا اور دوسرا شمعون سے گپ شپ میں مصروف ہو گیا۔
"یار شمعون! تو جلدی سے شادی کر لے، ہمیں بھی گھر کے پکے ہوئے کھانے ملیں، بازار کے کھانے کھا کھا کر تو دل بھر گیا ہے۔"
شمعون نے اسٹیئرنگ سے نظر گھماتے ہوئے دوست کی طرف دیکھا۔ "یار اپنی خیر مناؤ، اگر میری شادی ہو گئی نا تو تم دونوں کی چھٹی ہو جائے گی۔ پنچھی کو قید کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے پر کاٹے جاتے ہیں اور ابھی میں یہ آزادی ختم نہیں کرنا چاہتا۔ تم کیوں نہیں شادی کر لیتے۔"
"یار تیری طرح ہمارے پاس جائیدادیں تو نہیں ہیں، کہ بیٹھ کے عیش کریں، ہمیں تو پہلے پیروں پر کھڑا ہونا ہے پھر جا کے شادی ہو گی۔"
"یار تم تو سنجیدہ ہو گئے، زندگی کو انجوائے کرو۔" شمعون نے یہ کہہ کر ڈیک میں سی ڈی ڈالی اور تینوں دوست موسیقی کے مزے لوٹنے لگے۔
تین گھنٹے کے طویل سفر کے بعد وہ تینوں بہاولپور پہنچ گئے۔ اب ان کی منزل زیادہ دور نہیں تھی۔
چولستان اب تیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دوست نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "یار تم نے وشاہ کے ساتھ اچھا نہیں۔"
شمعون بڑبڑایا۔ "تمہیں اچانک وشاہ کا خیال کیسے آ گیا، اس قدر بے مزہ سفر خراب مت کرو۔"
پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا دوسرا دوست تاسف بھرے انداز میں بولا۔ "ہاں یار! تین دن اسے بھوکا پیاسا فارم ہاؤس میں جانور کی طرح زنجیروں سے باندھ کر رکھا، وشاہ کے نام لگی جائیداد کے پیپرز پر سائن لینے کے لیے تم نے اسے کاویے سے ٹارچر کیا۔ تم تھک گئے مگر ایک لڑکی ہونے کے باوجود اس نے ہار نہ مانی اور جائیداد تمہارے نام نہ کی۔ تم نے ہار مان کر اسے آزاد کر دیا اور یہ دھمکی دی کہ اس نے کسی کو تمہارے بارے میں بتایا تو تم اس کے باپ کی جان لے لو گے۔"
شمعون غصے سے گرج کر بولا۔ "میں نے تو اسے شادی کی آفر دی تھی، مجھ سے شادی کر لیتی تو خود بخود سب کچھ میرا ہو جاتا۔ جب وشاہ نے مجھ سے شادی سے انکار کیا تو میں نے اسے اغوا کیا اس معاملے میں تو پھپھو بھی میرے ساتھ تھیں، انہیں اس بات کا غصہ تھا کہ ایک گھر اور کچھ زمین کے علاوہ ساری جائیداد انکل ظفر نے وشاہ کے نام لگا دی تھی۔"
فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دوست نے نصیحت کے انداز میں کہا۔ "چھوڑو یار تمہارے اور تمہاری آنٹی کے پاس بہت کچھ ہے، اس طرح کے غلط کاموں سے بچا کرو، آخر تم عزت دار ماں باپ کے بیٹے ہو اگر ان کو تمہارے ان کاموں کی بھنک پڑ گئی تو تمہیں عاق کر دیں گے۔"
شمعون نے تفاخرانہ انداز میں سر اکڑا لیا۔ "عاق کریں گے تو کرتے رہیں، شمعون کسی سے نہیں ڈرتا، کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو شمعون کو نقصان پہنچا سکے یار پیپسی نکال موڈ اچھا کریں۔"
ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ پکڑ کر وہ دوسرے ہاتھ سے پیپسی پینے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ لوگ چولستان پہنچ گئے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

یہ بہت بڑا صحرا تھا۔ ریت کے بڑے بڑے ٹیلے بے ترتیبی سے پھیلے ہوئے تھے۔ شمعون ریت پر گاڑی بہت مہارت سے چلا رہا تھا۔ ریتلے راستوں کے نشیب و فراز پر جیپ ہچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

یہ چولستان کا گھنا جنگل تھا، دور دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔

انہوں نے اپنی رائفلیں تیار کرلیں، شمعون نے اپنے دوست کو ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھایا اور خود رائفل لے کر کھڑا ہوگیا۔

"جیپ آہستہ آہستہ چلاتے رہو، جیپ کو روکنا خطرناک ہوسکتا ہے۔" شمعون نے اپنے دوست کو ہدایت کی۔

راستے کے دونوں اطراف کانٹے دار خشک جھاڑیاں تھیں، خشک جھاڑیاں ختم ہوئیں تو انہیں ہرنوں کا غول دکھائی دیا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ فائر نہ کرسکے۔ جیپ کو دیکھ کر ہرنوں نے تیز بھاگنا شروع کر دیا اور نزدیکی ٹیلہ کراس کرکے دوسری طرف کو نکل گئے۔ اب وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

"اوہ شٹ......" شمعون نے رائفل کا دستہ جیپ کے دروازے پر دے مارا۔ ابھی دور دور تک انہیں کوئی شکار دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک ایک انتہائی خوبصورت تتلی کہیں سے اڑتی ہوئی آئی اور ان کی جیپ کے اوپر اڑنے لگی۔ شمعون کے دوست نے مسکراتے ہوئے تتلی کی طرف دیکھا۔

"شمعون دیکھو کس قدر خوبصورت تتلی ہے صحرا میں تتلی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ یہ غیر معمولی بات ہے، یہاں پر تو پھول بھی نہیں ہیں۔" اس نے اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ اوپر کیا تو وہ جیپ کے سامنے اڑنے لگی۔

شمعون نے ترچھی نظر سے اپنے دوست کی طرف دیکھا۔ "ہم یہاں تتلیاں پکڑنے نہیں آئے شکار کرنے آئے ہیں۔"

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا دوست اونچی اونچی آواز میں ہنسنے لگا۔ "ہمیں اس کاکے کو ساتھ ہی نہیں لانا چاہیے تھا۔"

"بکواس مت کرو۔" پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا دوست غصے سے بڑبڑایا۔

ان تینوں کو علم ہی نہ ہوا وہ تتلی ایک ہی ساعت میں خوبصورت غزال کا روپ دھار گئی۔ شمعون نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ "وہ دیکھو لگتا ہے کہ وہ ہرن اپنے غول سے بچھڑ گیا ہوگا۔"

شمعون نے بڑی مہارت سے ہرن پر فائر کیا، نہ جانے کیسے نشانہ خطا ہوگیا اور ہرن تیز بھاگتا رہا۔ شمعون کے دوست نے بھی اس پر فائر کیا مگر فائر کا نشانہ بار بار خطا ہوتا رہا۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر وہ جیپ اس غزال کے پیچھے دوڑاتے رہے۔

ہرن پیچ دار راستوں سے دوڑتا ہوا صحرا کے خطرناک ترین حصے تک پہنچ گیا۔ اس بار شمعون کی رائفل کا فائر غزال کے پیٹ میں جا کے لگا اور وہ پھڑک کر گر گیا۔ انہوں نے جیپ روکی اور خوشی سے اچھلتے ہوئے جیپ سے اترے۔

اکتوبر کا مہینہ تھا مگر سورج اس طرح دہک رہا تھا جیسے جون یا جولائی کا مہینہ ہو۔ دھوپ میں چمکتی ریت حرارت دے رہی تھی۔ شمعون جونہی ہرن کے قریب گیا۔ ہرن کا جسم ہوا میں تحلیل ہو کے اس تتلی کا روپ دھار گیا جو انہیں تھوڑی دیر پہلے دکھائی دے رہی تھی۔

تینوں اس تحیر آمیز منظر پر حواس باختہ تتلی کی طرف دیکھنے لگے جو اپنی خوبصورتی اور معصومیت میں کوئی بھیانک راز چھپائے ہوئے تھی۔ جس کے نازک پروں کے پیچھے روح فرسا حقیقت تھی۔ تتلی ہوا میں ایک جگہ ساکت ہوگئی اور پھر وشاہ کے روپ میں بدل گئی۔

سنسناہٹ کی ایک لہر تینوں کے وجود سے گزر گئی۔ وہ سرتاپا کانپ کے رہ گئے۔ ماحول کی جادوگری نے خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ وشاہ کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ شمعون کو اپنے گرد موت کی سرسراہٹیں محسوس ہونے لگی۔

شمعون نے حوصلے کا لمبا سانس کھینچا اور وشاہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے قریب گیا۔ "دشاہ کچھ نہیں سمجھ آرہا مجھے کہ یہ سب کیا ہورہا ہے مگر میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں، مجھے معاف کردو۔" شمعون کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہی ہوئے تھے کہ دشاہ کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ اس کی آنکھوں سے غصے کے شعلے لپکنے لگے، چہرے پر اکڑاؤ سا آگیا۔ وہ منہ کھول کر چیخی تو اس کے سامنے کے دو دانت لمبے ہوگئے، اس کے بازوؤں کی جگہ پروں نے لے لی۔ وہ خوبصورت بلا شمعون کی طرف بڑھی۔

شمعون کے جسم سے اس کی جیسے جان نکل گئی وہ بھاگنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ اس کی اعصابی طاقت کسی خوف کے دباؤ سے ختم ہوگئی۔ وہ خوبصورت بلا ایک جھٹکے سے شمعون کی طرف بڑھی اور اس کی گردن پر اپنے خونخوار دانت پیوست کردیئے۔ شمعون کی چیخیں صحرا کے سناٹے میں گونجنے لگیں۔

اس کے دونوں دوست اپنی بے جان سی ٹانگوں کو گھسیٹتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کررہے تھے۔ مگر اس خوبصورت بلا نے ان دونوں کو بھی نشانہ بنالیا۔ وہ تینوں گرم ریت پر گرے تڑپ رہے تھے۔

دشاہ نے ریت کی طرف پھونک ماری اور وہ تینوں ریت کے طوفانی بگولے کی لپیٹ میں آگئے، ایسی ریت جس کے ذرے انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔ ان تینوں کے جسم جھلستے رہے، صحرا کے سناٹوں میں ان کی چیخیں گونجتی رہیں۔ شکار کھیلنے والے اجل کا شکار ہوگئے۔

دشاہ کے بھیانک روپ نے پھر اس تتلی کا روپ لے لیا اور وہ ہوا میں کہیں گم ہوگئی۔ صحرا کے لوگوں نے مُردہ خور گدھوں کے غول دیکھے تو ان کا ماتھا ٹھنکا اور وہ جیپ کے ٹائروں کے نشانات پر چلتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے۔ تین نوجوانوں کی جھلسی ہوئی لاشیں دیکھیں تو وہ دم بخود ہوگئے۔

کچھ نوجوانوں نے آگے بڑھ کر لاشوں کی تلاشی لی ان کے موبائلز سے ان کے رشتے داروں کو ان کی ہلاکت کے بارے میں مطلع کیا۔ چولستان کے کچھ لوگوں نے ان لاشوں کو ان کے والدین تک پہنچانے کا بندوبست کرلیا۔

لاشوں کو کفن میں لپیٹ کر تابوت میں بند کیا جارہا تھا تو ایک بزرگ جو کسی گہری سوچ میں گم لاشوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شمعون کی لاش کے قریب آئے۔ "سمجھ نہیں آرہا کہ ان تینوں کو کس نے مارا ہے۔ ان تینوں کی موت بہت عجیب طریقے سے ہوئی ہے۔ اگر ان کا قتل کسی انسان نے کیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے۔ کیونکہ ان کی لاشیں ان کی جیپ کے قریب ملی ہیں۔ جنگل کے اس خطرناک ترین حصے میں نہ تو کسی اور گاڑی کے نشانات ملے اور نہ ہی کسی انسان کے۔ کوئی جنگلی جانور ہوتا تو ان کی چیر پھاڑ کر کے رکھ دیتا مگر ان کو تو کسی نے جلادیا۔"

لاش پر کفن لپیٹتے ہوئے نوجوان نے شمعون کی گردن سے کپڑا پیچھے کیا۔ "یہ دیکھیں، کسی جانور نے اس کی گردن پر دانت گاڑ کے اسے ہلاک کیا ہے۔"

بزرگ نے آگے بڑھ کر شمعون کی گردن کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ اس نے دانتوں کے دونشانوں کے درمیان انگلی رکھ کے پیمائش کی اور پھر اپنے سامنے کے دانتوں کے اطراف کے بڑے دانتوں کے درمیان میں وہی انگلی رکھی، پیمائش ایک جیسی تھی۔

بزرگ کے ہاتھ کانپنے لگے، آنکھیں باہر کو اُبل پڑیں وہ بے خود چلانے لگا۔ "لے جاؤ جتنی جلدی ہو سکے ان لاشوں کو اس صحرا سے، یہ کسی بھٹکی ہوئی شیطانی روح کا شکار ہوئے ہیں۔ لوگوں کو اکٹھا کرو، میلاد کا اہتمام کرو۔ ہم قرآن پاک پڑھ کر اجتماعی دُعا مانگیں گے، ہمارے صحرا سے کسی شیطانی روح کا گزر ہوا ہے۔"

نوجوان نے ہڑبڑا کے کہا۔ "یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا جی!"

"میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو، اس سے پہلے کہ وہ روح کسی اور کا شکار کرلے۔"

بوڑھا جیسا کھی کا سہارا لیتے ہوئے سرد خانے سے باہر آگیا۔ نوجوانوں نے جلد از جلد لاشوں کو ان کے ورثا تک پہنچادیا۔ تین گھروں پر صدمے کی بجلیاں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گر گئیں۔ شمعون کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی ماں نیم بیہوشی کی حالت میں چارپائی پر سر رکھے رو رہی تھی۔ خبر سن کر جب ماریہ وہاں پہنچی تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

شمعون سے ایک روز پہلے ہی تو اس کی بات ہوئی تھی اور یہ سب کیسے ہوگیا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ سوگواری ماحول میں بین کرتی عورتوں کی دل خراش آوازیں گونج رہی تھیں۔

ماریہ نے شمعون کی میت کو قریب سے دیکھا تو وہ بُری طرح جھلسا ہوا تھا۔

ماں کو تو اپنی ہوش نہیں تھی مگر لاش کے قریب بیٹھی ہوئی عورتیں سرگوشی کے انداز میں کھسر پھسر کررہی تھیں۔ ''اس کے علاوہ اس کے دو دوست بھی مرے ہیں، تینوں کی اموات ایک ہی انداز میں ہوئی ہیں، گردنوں پر دو دانتوں کے نشان اور جسم جھلسے ہوئے، اگر تینوں جنگلی جانوروں کا شکار ہوئے تو ان کے جسم کیسے جھلس گئے۔''

دوسری عورت نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ ''استغفار پڑھو مجھے تو یہ کوئی کالے جادو کا چکر لگتا ہے۔'' ماریہ نے عورتوں کی باتیں سنیں تو گھبراہٹ سے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس نے آگے بڑھ کر کفن کا کپڑا شمعون کی گردن سے پیچھے کیا تو اس کی گردن پر واقعی دو دانتوں کے نشان تھے، جس سے نکلنے والے خون کی رنگت کالی ہوچکی تھی اور گردن سے لے کر چہرے تک کی رنگت میں نیلاہٹ تھی، جیسے کسی نے خون چوس لیا ہو۔

ماریہ مبہوت نظروں سے لاش کی طرف دیکھتی ہوئی اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ شمعون کی ماں کو دلاسہ دینے کے لیے اس کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہوسکا وہ بس گم صم سہمی سہمی تسبیح پڑھتی رہی۔

ایک عجیب سا خوف اس کی رگوں میں سرایت کرگیا۔

کچھ دیر کے بعد وہ ڈرائیور کے ساتھ گھر واپس آگئی۔ گھر میں ایک بوڑھی ملازمہ تھی اور وہ تھی۔ ظفر تو بیرون ملک تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی جیسے خوف کے سیاہ سائے بھی اس کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوگئے۔ اس کے اندر کے خوف نے باہر کا ماحول بھی سراسیمہ بنا دیا۔ وہ سہمی سہمی سی اپنے کمرے تک چلی گئی۔

رات کی تاریکی میں ڈوبا ہوا گھر کا سناٹا ماریہ کے خوف کو مزید بڑھا رہا تھا۔ کچن سے برتنوں کے کھڑکنے کی آوازیں آئیں تو ماریہ بلاتامل بولی۔ ''بشریٰ.....''

''ت......ت......تم کیا کررہی ہو؟'' ماریہ نے پوچھا۔

''جی وہ برتن سمیٹ رہی ہوں۔ آپ کے لیے چائے بنادوں؟''

''نہیں کچھ دیر بعد بنادینا۔''

''بی بی جی! رات کا ایک بج رہا ہے۔ پھر تو بہت دیر ہوجائے گی۔''

''تم چائے رہنے دو ایسا کرو آج ادھر ہی سو جاؤ۔ زمین پر میرے کمرے میں۔'' ماریہ نے قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا بیگم صاحبہ!'' ملازمہ اُدھر ہی قالین پر سو گئی۔ ماریہ بستر پر براجمان تھی مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ عجیب عجیب اوہام ذہن میں ہلچل مچا رہے تھے۔ اسی دوران اس کے موبائل کی رنگ بجی تو وہ چونک سی گئی۔ موبائل کی سکرین پر ظفر کا نام آرہا تھا۔ ماریہ نے جلدی سے فون کانوں سے لگالیا۔ ''ہیلو......''

''کیا بات ہے تمہاری آواز کیوں کانپ رہی ہے۔'' ظفر نے پوچھا۔

''ایسے ہی عجیب سا خوف محسوس ہورہا ہے۔ تم ٹھیک ہو۔'' ماریہ نے پوچھا۔

ظفر نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ ''شمعون کے بارے میں علم ہوا مگر یہ سب کیسے ہوا؟''

''کسی نے بیدردی سے شمعون کا قتل کردیا۔''

''اوہ...... آوارہ لڑکوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے......''

''مرے ہوئے لوگوں کو تو بخش دو۔'' ماریہ غصے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سے بولی۔

"شمعون کے قتل سے تم کیوں خوفزدہ ہوگئی ہو۔" ظفر نے سوال کیا تو ماریہ سارا ماجرا بتائے بغیر نہ رہ سکی۔

ظفر مبہوت ہو کے رہ گیا۔ "یہ موت تو واقعی بہت عجیب ہے۔ خیر میں آؤں گا تو مزید اس موضوع پر بات کریں گے۔"

یہ کہہ کر ظفر نے فون بند کر دیا۔

O......✤......O

فواد کے والد حسب معمول رات کو آٹھ بجے آفس سے آئے، ایمن کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنا Lap top لے کر بیٹھ گئے اور نیٹ پر اپنے Shares چیک کرنے لگے۔

ایمن کچھ پیکٹس لے کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وقار احمد نے لیپ ٹاپ پر نظر جمائے ہی ایمن سے بات کی۔ "کیا بات ہے، آج کل تمہاری این جی او کی کوئی معروفیت نظر نہیں آ رہی کیا عورتوں کے مسائل ختم ہو گئے ہیں۔"

ایمن سرسری سے لہجے میں بولی۔ "میرا اپنا دل نہیں لگتا اب ان کاموں میں، عجیب سا ادھورا پن آ گیا ہے۔ میرے اندر...... میری اپنی فرسٹریشن ختم ہوگی تو ہی دوسروں کے مسائل حل کروں گی۔"

وقار احمد نے لیپ ٹاپ چھوڑ کر ایمن کی طرف دیکھا۔ "یہ کون سے پیکٹس لے کے بیٹھی ہو، کیا ہے ان میں؟"

ایمن پیکٹس کو ہاتھوں سے چھونے لگی۔ "ان میں فواد کے نئے سوٹ ہیں۔ جب میں فواد کے لیے وینا کا ہاتھ مانگنے اپنے بھائی کے گھر گئی تھی تو میں نے پہلے ہی فواد کی منگنی کے لیے نئے سوٹ لے لیے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بھائی جان انکار کر دیں گے۔ پتہ نہیں بھائی جان نے مجھ سے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے وینا کا رشتہ عارفین سے طے کر دیا ہے، عارفین بھی تو ان کی بہن کا ہی بیٹا ہے۔ حیثیت میں بھی ہم دونوں بہنوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے پھر ایسا کیوں؟"

وقار احمد اٹھ کر ایمن کے قریب بیٹھ گئے۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو۔ صرف حیثیت اور تعلق ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ بیٹی کے معاملے میں بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے۔"

ایمن سر جھکائے رونے لگی۔ "میرا فواد یہاں ہوتا تو میں جیسے تیسے بھائی کو منا ہی لیتی۔ میں بھی اپنے بیٹے کے ارمان پورے کرتی۔ کس قدر بضد تھا وہ وینا کے رشتے کے لیے اور آج وینا کسی اور کی ہو گئی ہے۔ اگلے جمعہ وینا اور عارفین کی منگنی ہے۔"

وقار احمد نے اس کے آنسو پونچھے۔ "تم اس طرح پریشان مت ہو، خدا کو یہی منظور ہوگا۔ میں ابھی مایوس نہیں ہوا ان شاءاللہ ہمارا فواد ضرور واپس آئے گا اور ہم اس کے لیے وینا سے بھی اچھی لڑکی ڈھونڈیں گے۔"

ایمن نے وقار احمد کے شانے پر سر رکھ لیا۔ اس کی بھیگی آنکھوں میں خواب ٹمٹماتے رہے۔ کہ ایک دن اس کا بیٹا واپس آئے گا اور وہ اپنے سارے ارمان پورے کرے گی۔ وینا اپنی ہونے والی ساس یعنی پھپھو کے ساتھ منگنی کے لیے شاپنگ میں مصروف تھی۔ اس کی والدہ نے عذرا کی بات رد نہ کی کہ وہ اپنی ہونے والی بہو کو خود شاپنگ کرائے گی۔

عذرا اور وینا نے پہلے بوتیک سے منگنی کا جوڑا لیا اور اس کے بعد وہ دونوں جیولر کے پاس چلی گئیں۔ وینا کو کافی دیر لگی اپنے لیے سیٹ پسند کرنے میں۔ اس نے سونے کا سیٹ اپنے گلے سے لگا کر دیکھا۔

"یہ کیسا لگ رہا ہے آنٹی! مجھے تو بھی اچھا لگا ہے۔" عذرا نے مسکراتے ہوئے وینا کی طرف دیکھا۔

"ہاں...... پیارا لگ رہا ہے یہی پیک کروا لیتے ہیں۔"

وینا بہت خوش تھی۔ فواد کو اس نے ایک کزن سے زیادہ کبھی کچھ نہیں جانا۔ عارفین سے بھی شادی کا فیصلہ اس کے والدین کا تھا اور وہ اس فیصلے پر خوش تھی۔ عارفین اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں منیجر تھا۔ ان دنوں وہ دو ہفتے کے لیے گھر آیا تھا۔ منگنی کے بعد اسے واپس جانا تھا۔ عذرا اور وینا کے گھروں میں منگنی کی تیاریاں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

زور وشور سے ہو رہی تھیں۔

تیاریوں میں ایک ہفتہ کیسے گزرا پتہ ہی نہ چلا۔ منگنی کا دن آن پہنچا۔ رات کا فنکشن تھا۔ ایمن کے بھائی اعجاز اور بھابی صائمہ کے خوشی کے مارے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ مہمانوں کو آٹھ بجے کا وقت دیا گیا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ وینا بھی بیوٹی پارلر سے تیار ہوکے آگئی۔ مگر ابھی تک اس کے سسرال والے نہیں پہنچے تھے۔

ایمن اور وقار احمد بھی ابھی تک اپنے گھر میں ہی تھے۔ ''بیگم جلدی کرو، ہم لیٹ ہوگئے ہیں۔'' وقار احمد گاڑی کی چابی گھماتا ہوا گیرج کی طرف بڑھا۔ ایمن تیار ہوکے اپنے بیڈروم سے نکلی تو اس نے اپنے بیڈروم کی لائٹ آف کردی اور بیڈروم کا دروازہ بند کرکے کچن کی طرف بڑھی، جہاں ملازم کام میں مصروف تھا۔

وہ ملازم کو سمجھانے لگی۔ ''بابا! گھر کا خیال رکھنا۔ رات کا فنکشن ہے ہمیں دیر ہوسکتی ہے۔''

''جی بی بی جی آپ بے فکر رہیں۔'' ملازم نے کہا اسی دوران ایمن کے بیڈروم کا دروازہ کے کھلنے کی آواز آئی۔

ایمن نے فوراً کمرے کی طرف دیکھا، کمرے کی لائٹ آن ہوئی۔ ایمن نے تعجب سے اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی بیڈروم کی چابی کی طرف دیکھا۔

''چابی تو میرے پاس ہے تو اندر کوئی کس طرح جاسکتا ہے۔'' اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اسے خدشہ ہوا کہ کوئی چور اندر گھس گیا ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی وقار کے پاس گئی۔ اس کی سانس پھول گئی۔ ''وہ......وہ......''

''کیا ہوا؟'' وقار احمد نے پوچھا۔

''اندر ہمارے بیڈروم میں کوئی ہے۔''

''ملازم ہوگا۔''

''نہیں وہ تو کچن میں ہے۔'' ایمن گھبرائی ہوئی بولی۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' وقار احمد نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ ایمن نے اسے روک لیا۔ ''تم نہ دیکھو، پولیس کو فون کرو۔''

''Relax مجھے دیکھنے تو دو۔'' وقار احمد بیڈروم تک گیا۔ بیڈروم کا دروازہ باہر سے لاک تھا اور کمرے کی لائٹس بھی آف تھیں۔

وقار احمد نے سوالیہ نظروں سے ایمن کی طرف دیکھا تو ایمن بلا تامل بولی۔ ''میں نے لائٹ آف کرکے دروازہ لاک کردیا تھا۔ مگر جب میں ملازم سے بات کر رہی تھی تو اسی دوران کسی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور لائٹ آن کی۔ میں دوڑتی ہوئی آپ کے پاس چلی گئی۔''

وقار احمد چڑ کر بولا۔ ''کیسی احمقوں جیسی بات کر رہی ہو۔ چابی تمہارے پاس ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ دروازہ کسی نے کھولا تھا۔''

ملازم وقار احمد کے قریب آیا۔ ''صاحب جی! بیگم صاحبہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔''

''چابی دو۔'' وقار احمد نے ایمن سے چابی لی اور دروازہ کھول کر کمرے کی لائٹ آن کی، ہر چیز اپنی جگہ سلیقے سے پڑی تھی۔ ایمن کی تسلی کے لیے اس نے نقدی اور زیور چیک کیا، سب کچھ پورا تھا۔

اس نے تحمل سے ایمن کو سمجھایا۔ ''کمرے سے کوئی چیز نہیں غائب ہوئی اور اگر کوئی شخص کمرے سے بھاگتا تو مجھے دکھائی دے دیتا، تم نے کسی کو کمرے کے آس پاس یا کمرے سے نکلتے دیکھا ہے؟''

''نہیں......'' ایمن کھوئی کھوئی سو بولی۔

''پھر بھی ایک دفعہ میں اور ملازم سارا گھر چیک کرلیتے ہیں۔'' وقار احمد یہ کہہ کر ملازم کے ساتھ چھت پر چلا گیا، اس نے چھت سے سڑک پر دور دور تک نظر دوڑائی، اسے ایسی کوئی نشانی نہ ملی جس سے پتہ چلے کہ گھر میں کوئی آیا تھا۔

وقار احمد اور ایمن ملازم کو گھر میں چھوڑ کر وینا کی منگنی میں چلے گئے۔

وینا اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کی منگنی کی تقریب میں اس کے والدین نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی منگنی کا انعقاد میرج ہال میں کیا گیا تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میرج ہال خوبصورت انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ ہال کی آرائش وزیبائش میں تازہ پھولوں کا استعمال کیا گیا تھا، اس لیے فضا تازہ پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔

بھی مہمان پہنچ گئے تھے مگر وینا کے سسرال والے ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔

وینا سجی ہوئی کرسی پر بیٹھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ایمن نے وینا کو دیکھا تو اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر ہی ٹھہر گئیں، وینا کو دیکھتے ہی فواد کے خیال نے اس کی آنکھیں بھر دیں۔ عذرا نے ایمن کو دیکھا تو بہن کے دل کے جذبات کو بھانپ گئی۔ وہ اس کے قریب آئی اور اس کے شانوں پر بانہیں حائل کرتے ہوئے اسے وینا کے پاس لے گئی۔ وینا کے ساتھ صوفے پر دونوں بہنیں بیٹھ گئیں۔

عذرا نے ایمن کا ہاتھ وینا کے ہاتھ کے اوپر رکھا اور بہت پیار سے بولی۔ ''آپ سمجھیں عارفین ہی آپ کا فواد ہے اور یہ آپ کی بہو ہے۔''

ایمن اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مسکرانے لگی۔

''خدا تمہیں اور عارفین کو ہمیشہ خوش رکھے۔''

اس نے وینا کے سر پر پیار دیا۔ اور پھر عذرا سے مخاطب ہوئی۔ ''عارفین اور اس کے والد کہاں رہ گئے ہیں۔ سب مہمان پہنچ گئے ہیں اور وہ دونوں ابھی تک نہیں پہنچے۔''

''بازار سے کچھ چیزیں لینی تھیں، بس وہیں لیٹ ہو گئے، میری بات ہوئی ہے، بس آ جائیں گے کچھ دیر تک۔'' عذرا نے بتایا تو ایمن ہنس پڑی۔

''یہ معاملے ہی ایسے ہوتے ہیں، عین وقت تک ہی چیزیں بازار سے آتی رہتی ہیں۔'' لڑکیوں نے ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا اور پاپ میوزک پر محورقص ہو کے منگنی کی تقریب کو پُرمزہ بنانے لگے۔

خاندان کے سب لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں وہ سب ڈانس کرنے والے لڑکوں کے گرد دائرے میں جمع ہو گئے اور تالیاں بجا بجا کر ان کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔

وینا اپنی جگہ اکیلی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ وہ دائرے کی صورت میں جمع لوگوں کی طرف دیکھ رہی تھی اسے لڑکوں کا ڈانس نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے فیروزی کلر کا لہنگا پہنا ہوا تھا۔ جس پر نگینوں کا کام تھا۔ اس نے لہنگے سے میچ کر کے نگینوں کا سیٹ پہنا ہوا تھا۔ تالیاں بجاتے ہوئے لوگوں کے ہجوم میں وینا کو فواد دکھائی دیا جس نے بادامی رنگ کی شیروانی اور پاجامہ پہنا ہوا تھا، شیروانی پر زری کا کام تھا گویا کہ وہ دولہا کا لباس تھا۔

وینا کی سراسیمہ نظریں اس طرف ہی ٹھہر گئیں فواد کا وہ سراپا وجود لوگوں میں سے اس طرح گزر گیا جیسے ہوا..... گویا وہ صرف وینا کو ہی دکھائی دے رہا تھا۔ لوگوں کے ہجوم میں سے نکلا تو وہ زندہ انسان کی طرح مادی وجود دکھائی دے رہا تھا۔

سنسناہٹ کے جھٹکے سے وینا کا پورا جسم تھرتھرا گیا۔ وہ جوں جوں وینا کے قریب آ رہا تھا اس کی تھرتھراہٹ بڑھ رہی تھی۔ وہ وینا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وینا بھی فواد کی طرف مبہوت نظروں سے دیکھتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

''فواد.....'' وینا کے کانپتے لبوں سے آواز اُبھری۔ فواد کے چہرے پر تناؤ اور آنکھوں میں نمی تھی، غصہ وغم کے یکجا تاثرات نے اس کی آنکھوں میں بہت کچھ لکھ دیا تھا۔

فواد نے وینا کے چہرے پر اپنی آنکھیں گاڑ دیں۔ ''کیا سوچ رہی ہو یہی نا کہ میں زندہ ہوں یا مُردہ..... میں زندہ ہوں تمہاری خوشیوں میں، تمہارے احساسات میں، تمہارے دل میں، مگر یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے عارفین سے شادی کی تو میں اسے زندگی سے آزاد کر دوں گا۔''

وینا کی ماں اس کے قریب آئی تو فواد کا وجود دھوئیں میں تحلیل ہو کر ہوا میں بکھر گیا۔ وینا کی ماں چلا اُٹھی۔ ''وینا! یہ دھواں کیسا تھا، تم ٹھیک تو ہو نا۔''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

وینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے فضا کو گھورتی رہی پھر چکرا کر گر گئی۔ وینا کی والدہ صائمہ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کا چہرہ تھپتھپانے لگی۔ ''وینا آنکھیں کھولو کیا ہوا۔''

وینا نے آنکھیں کھولیں تو ایک انجان سا خوف اس کی آنکھوں میں سرایت تھا۔ اس کی متلاشی نگاہیں اپنے گرد جمع مہمانوں میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ ایمن اور عذرا اس کے قریب آئیں۔ ''کس کو ڈھونڈ رہی ہو۔''

''فواد! ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے سامنے فواد کھڑا تھا.....''

''فواد! یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ہم نے تمہارے پاس تو کسی کو نہیں دیکھا۔''

وینا اپنے ہاتھوں پر زور ڈالتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے عذرا کی طرف دیکھا۔ ''آنٹی میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے اپنے پورے ہوش و حواس میں اسے دیکھا ہے، اس نے بادامی رنگ کی زری کے کام والی شیروانی اور پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ مگر اس کا جسم ہوائی تھا۔ اس کا جسم ہوا کے ہیولے کی طرح آپ لوگوں میں سے گزر گیا تھا۔''

ایمن سٹپٹا کے رہ گئی۔ وہ وینا کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی آنسوؤں سے ڈبڈباتی آنکھوں سے وینا کی طرف دیکھا۔ ''اس کی شیروانی پر براؤن دھاگے کے ساتھ گولڈن تلے کا کام تھا اور بٹن بھی گولڈن تھے۔''

''جی آنٹی..... مگر آپ کو کیسے پتہ، کیا آپ نے بھی اس کو دیکھا ہے۔'' وینا نے حیرت میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

ایمن کی آنکھوں میں رُکے ہوئے آنسو اس کے رُخساروں پر چھلک پڑے۔ ''میں نے اسے نہیں دیکھا مگر تم یہ کیوں کہہ رہی ہو کہ اس کا جسم ہوائی تھا۔''

شور سن کر وقار احمد بھی وہاں آ گئے۔ ''کیا بات ہے۔''

ایمن، وقار کی طرف لپکی۔ ''میں نے کہا تھا کہ میرا فواد ضرور آئے گا۔ ہمارے بیڈ روم میں کسی کا ہونا میرا وہم نہیں تھا میرا فواد گھر آیا تھا۔ وینا بتا رہی ہے اس نے وہی شیروانی اور پاجامہ پہنا ہوا تھا، جو آپ کو دکھا رہی تھی۔ اس نے ہمارے کمرے کی الماری سے وہی ڈریس لیا ہوگا۔''

وقار احمد نے وینا کی طرف دیکھا۔ ''یہ سب کیا کہہ رہی ہیں۔ تم صرف اتنا بتاؤ کہ تم نے فواد کو دیکھا ہے اس حال میں۔''

''جی انکل! میں نے اسے دیکھا، اس نے مجھ سے بات بھی کی۔''

وقار احمد نے کچھ اور مزید نہیں پوچھا اس نے برق سرعت سے اپنا موبائل نکالا اور کسی سے تیز تیز بولنے لگا، باہر سیکیورٹی کو الرٹ کر دو، کچھ لوگ ادھر ہال میں بھی بھیجو کچھ لوگوں نے یہاں فواد کو دیکھا ہے۔ ہر ایک کو چیک کرو، اگر فواد یہاں ہے تو وہ ہوٹل سے باہر نہ نکل پائے۔

سپیکر پر اناؤنسمنٹ ہونے لگی۔ ''اس ہال سے کوئی باہر نہ جائے۔ فواد! تم جہاں کہیں ہو ہمارے سامنے آ جاؤ۔''

ہال میں جیسے سکوت چھا گیا لوگ اپنی جگہ پر جامد ہو گئے۔ پولیس سولجرز ہال کے دروازے پر کھڑے ہو گئے فضا میں سیاہ دھوئیں کی بدلی سی نمودار ہوئی۔ ہال میں کسی قسم کی آتش زدگی استعمال نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھواں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

دھوئیں کی وہ بدلی ہوا میں تیرتی ہوئی ہال کے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وقار احمد کی بھی نظر اسی پر تھی، دھوئیں کی وہ بدلی ہوا میں پھیلتی ہوئی دروازے سے باہر چلی گئی اور پھر وہ سیاہ دھواں ہوا میں بکھر کر کہیں غائب ہو گیا۔

اسی دوران وینا کی آواز وقار احمد کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''انکل آپ نے میری پوری بات نہیں سنی، میں آپ کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ فواد کا جسم ہوائی تھا۔''

وقار احمد کے پورے جسم سے جھرجھری دوڑ گئی۔

''کیا کہہ رہی ہو؟''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"امی انکل میرا یقین کریں جب امی میرے قریب آئیں تو فواد کا ہوائی روپ ایسی ہی سیاہ بدلی میں تحلیل ہو گیا تھا جیسی ابھی فضا میں نمودار ہوئی تھی۔" وقار احمد خاموش کھڑا وینا کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا ذہن وینا کی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ایمن جذباتی انداز میں وینا سے بولی۔ "میرا فواد زندہ ہے۔ اس کا جسم ہوائی کیسے ہو سکتا ہے۔ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔"

وقار احمد، ایمن کے شانوں پر بازو حائل کرتے ہوئے اسے صوفے تک لے گیا۔ "وینا کو کوئی وہم ہوا ہے تم خود کو سنبھالو۔ ہمارا بیٹا ہمیں ضرور مل جائے گا۔"

کچھ دیر کے بعد عارفین اور اعجاز بھی آ گئے۔ ان کے سامنے کسی نے فواد کی بات نہیں کی بلکہ اس واقعہ کو نظر انداز کر کے رسم کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ عارفین اور وینا نے ایک دوسرے کو منگنی کی انگوٹھی پہنائی۔ عزیز و اقارب نے دوسری رسومات نبھائیں۔

فنکشن رات گئے تک جاری رہا۔ دوسرے رشتہ داروں نے تو اس تقریب میں بہت انجوائے کیا مگر وینا جس کی منگنی تھی، وہ بجھی بجھی سی تھی، ایسی ہی حالت میں ایمن اور وقار احمد کی بھی تھی۔ ایک عجیب سا خدشہ ان کا سینہ چیر رہا تھا۔ رات کے ایک بجے تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ تمام رشتہ دار اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ایمن اور وقار احمد بھی اپنے گھر آئے تو ملازم نے دروازہ کھولا۔

وقار احمد تو باتھ روم میں کپڑے چینج کرنے چلا گیا مگر ایمن الماری کھول کر برق سرعت سے کچھ ڈھونڈنے لگی۔ وہ بوکھلائی سی کپڑوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ وہ سارے کپڑے نکال نکال کر زمین پر پھینکنے لگی۔ وقار احمد نے اپنے کف کا بٹن بند کرتے ہوئے تعجب سے ایمن کی طرف دیکھا۔ "یہ کیا طریقہ ہے الماری سے کپڑے نکالنے کا۔"

ایمن کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ اپنے کام میں مگن تھی اس نے سارا خانہ خالی کر دیا پھر الماری کے باقی خانوں سے کپڑے نکال نکال کر باہر پھینکنے لگی۔

قابل رشک حکمران

اورنگزیب عالمگیر مغل بادشاہوں میں پہلا بادشاہ تھا، جس نے قرآن پاک حفظ کیا، وہ نہایت ہی سنجیدہ اور بردبار تھا، اس جیسا عبادت کرنے والا مغلوں کی تاریخ میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا، وہ ہفتے میں چار روزے رکھتا، اس کا مقبرہ بھی دوسرے بادشاہوں کے عظیم الشان مقبروں کے برخلاف سادہ جبکہ قبر کچی تھی۔

(بلقیس خان۔ پشاور)

اس نے ساری الماری خالی کر دی اور پھر اپنے دونوں بازو سیدھے کر کے اپنے ہاتھ اکڑا لیے اور گلوگیر لہجے میں بولی۔ "وہ بادامی شیروانی الماری میں نہیں ہے جو میں نے فواد کے لیے خریدی تھی۔ میرا بیٹا فواد گھر آیا تھا، اسی نے یہاں سے وہ شیروانی لی اور زیب تن کی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو ایمن! خود کو سنبھالو......" وقار احمد نے ایمن کو شانوں سے پکڑتے ہوئے صوفے پر بٹھا دیا۔

ایمن نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے وقار احمد کی طرف دیکھا۔ "وینا نے تو وہ شیروانی نہیں دیکھی تھی۔ تو پھر کیسے اس نے بتایا کہ فواد نے بادامی شیروانی پہنی تھی اور اس پر براؤن دھاگے اور گولڈن تلے کا کام تھا۔"

وقار احمد سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سب باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ اس نے ایمن کے بالوں کو سہلایا۔ "خدا پر بھروسا رکھو، جاؤ جا کے چینج کر لو۔"

ایمن دھیرے دھیرے قدموں سے چلتی ہوئی باتھ روم تک پہنچ گئی۔ وقار احمد کے ذہن میں وینا کا جملہ بار بار گونج رہا تھا۔ "انکل! فواد کا جسم ہوائی تھا..... اس کا جسم سیاہ دھوئیں میں تبدیل ہو گیا تھا۔"

وقار احمد کے ذہن میں سیاہ دھوئیں کی اس بدلی کا خیال بھی آنے لگا۔ پھر اس کا ذہن ماضی کے دریچوں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سے کسی بات کو دہرانے لگا۔ جب چرس بھرے سگریٹ پینے پر وقار احمد نے فواد کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تھا تو چیخ کر بولا تھا۔ ’’ڈیڈی اس دھوئیں میں کبھی آپ کا بیٹا بھی دھواں ہو جائے گا۔‘‘

اس خیال سے اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھائے۔ ’’یا اللہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ نہ ہو، میرا بیٹا زندہ ہو۔‘‘

O......◆......O

ظفر اپنے باہر کے معمولات نپٹا کے اپنے ملک واپس آ گیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ شمعون کے گھر والوں سے تعزیت کے لیے ان کے گھر گیا۔ شمعون کی بے وقت اور عجیب موت سب کے لیے پہیلی بنی ہوئی تھی۔ ظفر کو ماریہ کی حالت پر تشویش ہو رہی تھی کہ شمعون کی موت سے وہ اس قدر خوفزدہ کیوں ہے۔

’’پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کیا آیا ہے۔‘‘ ظفر نے شمعون کے والد سے پوچھا۔

شمعون کے والد نے گلوگیر لہجے میں کہا۔ ’’ہمیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے کیا، پولیس قاتل کو ڈھونڈ بھی لے تو ہمیں کون سا ہمارا بیٹا واپس مل جائے گا۔‘‘

’’مجھے آپ سے ہمدردی ہے مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کیا بات سامنے آئی ہے۔‘‘

شمعون کے والد نے لمبا سانس کھینچا۔

’’رپورٹ میں دو باتیں سامنے آئی ہیں ایک یہ کہ کسی جنگلی جانور نے ان کے جسموں سے خون چوس لیا اور دوسری بات یہ کہ ان کے جسم جھلسنے سے ان کے دل سکڑ گئے ان کے جسموں پر کوئی آتش گیر مواد استعمال نہیں ہوا۔ ان کے جسموں سے صرف ریت ملی ہے۔ گویا کہ ریت اس قدر گرم ہوگئی تھی کہ ان کے جسم جھلس گئے۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ چولستان کے اس جنگل کے قریبی علاقوں کے لوگوں کے کہنے کے مطابق جب ان لوگوں نے لڑکوں کی لاشیں اُٹھائیں تو ریت اس قدر گرم نہیں تھی اور نہ ہی ایسا ممکن ہے کہ ریت سے کوئی جھلس جائے اور پھر دور دور تک نہ ہی کوئی ایسا جنگلی جانور نظر آیا اور نہ ہی ایسی نشانی ملی جس سے معلوم ہو کہ ان تینوں کے علاوہ وہاں کوئی اور بھی تھا۔‘‘

یہ سب بتاتے ہوئے شمعون کے والد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ظفر نے ان کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ ’’ہمت رکھیں خدا کو یہی منظور ہوگا۔ تینوں لڑکوں کی موت واقعی بہت عجیب طریقے سے ہوئی ہے مگر آپ پولیس کی تفتیش میں ان کی مدد کریں۔ معاملے کی تہہ تک جائیں۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں کروں گا۔‘‘

ظفر اور ماریہ دو گھنٹے ان کے گھر گزارنے کے بعد گھر آ گئے۔

رات بارہ بجے کے بعد زرغام اپنی گاڑی میں گاؤن سے نکلا۔ شہر کے محلے اور گلیاں سنسان تھیں۔ لوگ گھروں میں گہری نیند سو رہے تھے۔

سڑکوں پر بہت کم گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ مگر جس ٹوٹی پھوٹی سڑک والا راستہ زرغام نے اختیار کیا وہاں اس کی گاڑی کے علاوہ کوئی اور گاڑی نہیں تھی۔

تھوڑے سے سفر کے بعد وہ جس سڑک پر آ گیا تھا وہ سڑک شہر کے وسیع قبرستان کی طرف جاتی تھی۔ وہ سڑک تو ہمیشہ سے ہی رات بارہ بجے کے بعد سنسان ہو جاتی تھی۔

قبرستان کے قریب پہنچ کر زرغام نے گاڑی روک لی۔ وہ گاڑی سے اُترا، اس نے پینٹ شرٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی سے کالا شاپر نکالا اور وہ شاپر لے کر قبرستان میں داخل ہو گیا۔ قبرستان کے شروع میں ہی ایک مدھم سی لائٹ لگی تھی جو قبرستان کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے کافی نہیں تھی۔

زرغام نے سیاہ شاپر سے ٹارچ نکالی اس نے ٹارچ آن کی اور شاپر سے سیاہ چغہ نکال لیا۔ اس نے شاپر زمین پر رکھا اور سیاہ چغے پہن لیا۔ چولہ کی کمر کی طرف ایک ٹوپی سی لٹک رہی تھی جسے اس نے اپنے سر پر پہن لیا۔

سیاہ گاؤن کے ساتھ لگی ہوئی اس ٹوپی نے نہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

صرف اس کا سر چھپا دیا بلکہ اس کی آنکھوں تک لٹکنے لگی۔

وہ ٹارچ کی دھیمی سی روشنی کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا۔

یہ قبرستان کئی سو سال پرانا تھا، کئی سو سال پرانی قبریں نیست و نابود ہوچکی تھیں اور ان میں نئے مُردے بھی دفنائے جاچکے تھے...... ان کئی سو سال پرانے مُردوں کی روحیں اب بھی اس قبرستان میں بھٹک رہی تھیں۔ وہ خاص نظریں جو ان روحوں کو دیکھ سکیں عام انسانوں کے پاس نہیں تھیں مگر زرعام جیسا شیطان اپنی طاقت اپنے علوم اور تجربے کی بنیاد پر اپنے آس پاس بھٹکنے والی روحوں کو محسوس کرسکتا تھا۔ بظاہر محسوس ہونے والے سناٹے میں کتنی آہ و بکا کتنی چیخیں اور کیسی کیسی دل سوز آوازیں زرعام کی قوت سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔

وہ بے خوف آگے بڑھتا جارہا تھا۔ وہ مختلف قبروں پر ٹارچ کی روشنی ڈالتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ قبریں انتہائی خستہ حال تھیں جن میں پڑے ہوئے انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

زرعام ایک ایسی ہی خستہ حال قبر کے قریب رُک گیا اس نے سیاہ شاپر سے ایک روئی کی بنی ہوئی گڑیا نکالی اور زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا۔ اس نے کھرپے کی مدد سے خستہ حال قبر کے پاس سے تھوڑی سی زمین کھودی اور اس گڑیا کو زمین میں اس طرح دفن کیا کہ اس کا سر باہر رہ گیا باقی دھڑ مٹی میں دفن ہوگیا اس نے لوہے کی ایک پن لی اور اس گڑیا کے ماتھے پر گھسا دی۔ اس عمل کے بعد وہ آنکھیں بند کرکے کچھ پڑھنے لگا کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ اس نے گڑیا پر پھونکا اور اس کے اون سے بنے ہوئے بالوں کو آپس میں گرہ لگا دی۔ اور پھر بھیانک انداز سے مسکراتا ہوا وہاں سے اُٹھ گیا۔

وہ تیز قدم پھلانگتا ہوا قبرستان سے باہر نکلنے لگا جیسے اس خاص عمل کے بعد قبرستان سے باہر نکلنے کا وقت اس کے پاس بہت کم ہے۔ اس نے کئی قبروں کو اپنے پیروں تلے روند دیا۔ وہ برق سرعت سے قبرستان سے باہر نکلا اور پھر اپنی گاڑی میں سوار ہو کے جلد از جلد اس علاقے سے باہر نکل گیا۔

O......✤......O

رُخسانہ اور توقیر نے صبح اُٹھ کر فجر کی نماز ادا کی اور پھر وہ دونوں چہل قدمی کے لیے نکل گئے۔ دینا کی منگنی میں ہونے والے واقعے کی خبر ان دونوں تک بھی پہنچ گئی تھی۔ وہ واک کرتے ہوئے اسی موضوع پر بات کررہے تھے۔

"جو کچھ مجھے ایمن نے بتایا وہ سب کیسے ہوسکتا ہے۔" رُخسانہ نے توقیر سے پوچھا۔ توقیر جوگنگ کرتا ہوا ایک لحظہ کے لیے ٹھہر گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

"کبھی کبھی خدشات ہمارے شعور پر حاوی ہو جاتے ہیں اور ہمیں وہی کچھ دکھائی دیتا ہے جس سے ہم ڈرتے ہیں۔ دینا کو ڈر تھا کہ وہ کبھی فواد کی جیون ساتھی نہ بنے کیونکہ وہ فواد کو پسند ہی نہیں کرتی تھی اس کا خدشہ فواد بن کر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا اور ایمن کی دیرینہ خواہش کہ فواد اس کا خریدا ہوا جوڑا پہنے حقیقت کا روپ دھار گئی۔ یہ سب سائیکالوجی ہے اور کچھ بھی نہیں۔"

رُخسانہ نے توقیر کی طرف گہری نظر سے دیکھا۔ "کتنی آسانی سے تم نے ان سب کو انسانی نفسیات کا نام دے دیا۔ دل دماغ جسم یہ سب جس کے بغیر بے معنی ہیں وہ ہے روح۔ جسے رب گوشت کے اس پتلے میں پھونکتا ہے۔ روح جو جسم کے مُردہ ہوتے ہی احساسات جذبات شعور سب کچھ ساتھ لے جاتی ہے۔ کیا تم روح کی حقیقت کو جھٹلا سکتے ہو۔"

توقیر بھی خاموشی سے رُخسانہ کی ساری بات سن رہا تھا دھیرے سے بولا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فواد مرچکا ہے، کیا ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ ہماری حوریہ......" ابھی توقیر پوری بات نہ کہہ پایا تھا کہ رُخسانہ اس کے کندھے سے لگ کر رونے لگی۔ "ایک سال ہوگیا ان چاروں کو لاپتہ ہوئے ہم کیا سمجھیں کہ وہ زندہ ہیں یا مُردہ۔"

توقیر نے اس کے شانے پر اپنی بانہیں دراز کرلیں۔ "اس طرح کے خدشات اپنے ذہن میں مت لاؤ۔ میرا دل نہیں مانتا مجھے لگتا ہے کہ ایک دن حوریہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اچانک ہمارے سامنے آجائے گی۔"

وہ دونوں دھیرے دھیرے چلتے ہوئے گھر آگئے، توقیر آفس جانے کی تیاری کرنے لگا اور رُخسانہ اس کے لیے ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہوگئی۔ توقیر پھرتی سے تیار ہوکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ "بیگم جلدی ناشتہ لاؤ دیر ہورہی ہے۔"

رُخسانہ نے سینڈوچ میکر کا بٹن آف کیا اور سینڈوچ نکال کر ٹرے میں رکھے اور ساتھ میں چائے کے دو کپ بھی ٹرے میں رکھ لیے وہ توقیر کے قریب آئی اور ناشتہ سرو کرنے لگی۔

اس دوران توقیر کے موبائل کی رنگ ہوئی۔ سکرین پر انسپکٹر کا نمبر دیکھ کر توقیر نے موبائل کان سے لگایا۔ "جی انسپکٹر صاحب!"

انسپکٹر کی بات سن کر توقیر جہاں تھا وہیں جیسے منجمد ہوگیا۔ چند ساعتوں کے لیے جیسے وہ پلکیں جھپکنا ہی بھول گیا۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "ہم بس ابھی پہنچتے ہیں۔"

توقیر کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر رُخسانہ بھی گھبرا گئی۔ "کیا ہوا؟ کس سے بات کررہے تھے؟" توقیر کے چہرے پر خوشی اور پریشانی کے یکجا تاثرات تھے مگر الفاظ جیسے اس کی زبان پر ہی اٹک گئے تھے وہ بمشکل بولا۔ "حوریہ مل گئی ہے مگر وہ شفاء ہسپتال میں ہے۔ وہ بیہوشی کی حالت میں ملی تھی اور ابھی تک بیہوش ہے۔ انسپکٹر کے پاس حوریہ کی تصویر تھی اس لیے انہوں نے اس کی شناخت کرلی۔ وہی حوریہ کو ہسپتال لے کر گئے ہیں۔"

"میری حوریہ مل گئی ہے۔" رُخسانہ کی آنکھیں بھیگ گئیں، مارے خوشی کے وہ اپنا دل تھام کے بیٹھ گئی۔ دونوں میاں بیوی جلد از جلد گھر سے نکل کر شفاء ہاسپٹل پہنچ گئے۔

دونوں روم نمبر 46 میں پہنچے تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا کہ حوریہ ان کے سامنے بیڈ پر لیٹی ہے۔ وہ دونوں دھیرے دھیرے چلتے ہوئے حوریہ کے بستر کے قریب آگئے۔ حوریہ ابھی تک بیہوش تھی۔ اس کے معصوم سے چہرے پر بے شمار خراشیں تھیں۔

رُخسانہ تو بے خودی میں بیٹی سے لپٹ گئی۔ توقیر بیٹی کا ہاتھ تھامے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پاسکا۔

لیڈی ڈاکٹر نے رُخسانہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ "پلیز...... آپ تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر چلے جائیں۔ میں آپ کے احساسات سمجھ سکتی ہوں مگر آپ کی بیٹی کا ٹریٹمنٹ ابھی پورا نہیں ہوا۔ ابھی تک ان کو ہوش نہیں آیا یہ خطرے سے باہر نہیں ہے۔ آپ باہر بیٹھ کر دُعا کریں۔ جونہی ان کو ہوش آیا ہم آپ کو بلا لیں گے۔" انسپکٹر بھی توقیر اور رُخسانہ کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔

"آپ کو حوریہ کہاں ملی اور اس کی یہ حالت......" توقیر نے پوچھا۔

انسپکٹر نے لمبا سانس کھینچا۔ "صبح صبح ہی قبرستان کے گورکن نے مجھے اطلاع دی کہ قبرستان میں کوئی لڑکی بیہوش پڑی ہے۔ اطلاع ملتے ہی میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ قبرستان پہنچا۔ حوریہ چند خستہ حال قبروں کے قریب بیہوش زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ سوائے سر کے حوریہ کا سارا جسم گیلے گارے سے لت پت تھا۔ بالکل ایسے جیسے گیلی مٹی کے کسی گڑھے سے نکلی ہو۔ اس کے سر کے سامنے پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ہم نے اسے بمشکل ہسپتال پہنچایا۔ نرسوں نے اس کے جسم کو صاف کیا اور اسے دوسرے کپڑے پہنائے۔ حوریہ کو ہوش آجائے تو یہ سب علم ہوجائے گا کہ اسے اس حالت تک کس نے پہنچایا ہے۔"

رُخسانہ ہاتھ میں تسبیح تھامے اوپر کی طرف دیکھنے لگی۔ "کس ظالم نے میری بیٹی کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ خدا اسے نہیں چھوڑے گا۔"

توقیر نے رُخسانہ کی طرف دیکھا۔ "بس دُعا کرو کہ ہماری بیٹی کو ہوش آجائے۔"

دونوں میاں بیوی تسبیح پڑھنے لگے اور دُعائیں مانگتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایمرجنسی روم سے نرس باہر آئی اور توقیر سے مخاطب ہوئی۔ "حوریہ کو ہوش آگیا ہے۔ آپ لوگ اس سے مل سکتے ہیں۔"

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

توقیر اور رُخسانہ کمرے میں چلے گئے۔ انسپکٹر بھی ان دونوں کے ساتھ کمرے میں چلا گیا۔ حوریہ نے آنکھیں کھولی ہوئی تھیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے رُخسانہ کی طرف دیکھا۔ ''اب آپ کی بیٹی خطرے سے باہر ہے۔''

رُخسانہ اور توقیر حوریہ کے بیڈ کے قریب آگئے۔ حوریہ نے انجان سی نظروں سے اپنے والدین کی طرف دیکھا اور پھر کوئی تاثر دیئے بغیر لیڈی ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگی۔ ''میں کہاں ہوں؟ اور یہ لوگ کون ہیں؟''

لیڈی ڈاکٹر نے توقیر اور رُخسانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تم ان لوگوں کو نہیں جانتی.....''

حوریہ نے ایک بار اجنبیت سے دونوں کی طرف دیکھا۔ ''میں نے ان کو پہلی بار دیکھا ہے۔''

رُخسانہ کچھ کہنے لگی تو لیڈی ڈاکٹر نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے ان سب کو اپنے ساتھ باہر آنے کو کہا وہ کمرے سے باہر آگئے۔

''ڈاکٹر صاحبہ! حوریہ ہمیں کیوں نہیں پہچان رہی۔'' رُخسانہ نے پوچھا۔

ڈاکٹر کچھ دیر خاموش رہی پھر دھیمے سے لہجے میں گویا ہوئی۔ ''ہم نہیں جانتے کہ حوریہ کن حالات سے گزری ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ مگر یہ بات میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی، پہلے کچھ ٹیسٹ لینے ہوں گے۔ ایک بات تو مجھے آپ لوگوں کو سمجھانی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک یہ بات ثابت نہیں ہوجاتی کہ حوریہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ آپ لوگوں نے اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش نہیں کرنی۔ اس کے ذہن پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو۔ ایک بار ٹیسٹ ہوجائیں رپورٹ آجائے پھر آپ کو سمجھاؤں گی کہ اسے کیسے ٹریٹ کرنا ہے۔''

پھر وہ انسپکٹر سے مخاطب ہوئی۔ ''آپ اسے ایک ذہنی مریض کی طرح سمجھیں اس لیے ابھی اس سے کوئی سوال جواب مت کریں۔ آپ کی تفتیش ہمارے علاج میں رکاوٹ پیدا کرے گی۔ مہربانی فرما کر آپ حوریہ کے ٹھیک ہونے کا انتظار کریں۔''

لیڈی ڈاکٹر کی بات سن کر انسپکٹر، توقیر سے مخاطب ہوا۔ ''ٹھیک ہے میں جاتا ہوں، آپ حوریہ کے ٹیسٹ وغیرہ کروالیں پھر اسے صورت حال سے آگاہ کر دیجیے گا۔''

''میں آپ سے رابطہ رکھوں گا۔ آپ کی بڑی مہربانی جو آپ نے حوریہ کو ہسپتال تک پہنچایا۔''

''یہ تو میرا فرض تھا۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے چلا گیا۔ ایک دو روز میں حوریہ کے ٹیسٹ کی رپورٹ بھی آگئی۔ توقیر اور رُخسانہ لیڈی ڈاکٹر کے آفس میں آئے۔

''آجائیں بیٹھیں.....''

پھر وہ رپورٹس ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''حوریہ کی ذہنی حالت بالکل ٹھیک ہے۔ اس کا یہ برتاؤ تشویش ناک ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں۔ شاید اس کی یہ حالت عارضی ہو۔ کچھ روز آپ کے ساتھ گزارنے کے بعد اسے شاید سب یاد آجائے۔ اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ اسے ساری صورت حال سے آگاہ کردیا جائے پھر اسے اپنے ساتھ گھر لے جائیں۔ کسی قسم کی Complications ہو تو آپ مجھ سے رابطہ کریں، میں کچھ دوائیاں لکھ رہی ہوں یہ آپ اسے باقاعدگی سے دیں۔''

توقیر نے ادویات کی پرچی لیتے ہوئے کہا۔ ''ہم ماضی کی کچھ باتیں دہرا کے اسے اپنی زندگی یاد دلانے کی کوشش کرسکتے ہیں۔''

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''جی بالکل اسے اس کی پسند ناپسند میں ایسا ماحول بنائیں کہ جس سے اسے کچھ یاد آئے۔''

توقیر اور رُخسانہ، حوریہ کو لے کر گھر آگئے۔ حوریہ کو رُخسانہ اس کے کمرے میں لے کر آئی۔ حوریہ اپنے کمرے کے درودیوار کو انجان نظروں سے دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی گویا اس کے لیے کمرے کی ہر چیز نئی تھی۔

رُخسانہ نے اسے اس کے بیڈ پر بٹھایا۔ ''تم

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آرام کرو، میں تمہارے لیے کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔'' رُخسانہ، حوریہ کے لیے کچھ کھانے کے لیے لینے چلی گئی۔ توقیر، حوریہ کے پاس آیا۔ بیٹی کو اپنے گھر دیکھ کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

وہ حوریہ کے قریب بیٹھ گیا اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ''میرے گھر کی خوشیاں لوٹ آئی ہیں، تم نہیں جانتی کہ تمہارے بغیر ایک سال ہم نے کیسے گزارا، کیسے کیسے خدشات دل میں لے کر ہم انگاروں پر چلتے رہے۔ تم ہماری اکلوتی بیٹی ہو۔ تمہیں آہستہ آہستہ سب یاد آجائے گا۔''

حوریہ جذبات سے عاری سرد آنکھوں سے توقیر کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے توقیر کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ''جب یاد آئے گا تب دیکھا جائے گا، ابھی یہ زبردستی کی محبت مجھ پہ مسلط نہ کریں۔''

توقیر سکتے کی سی کیفیت میں کھڑا ہو گیا۔ ایک بار تو دل نے یہ کہا کہ یہ لڑکی اس کی حوریہ نہیں ہو سکتی۔ پھر لیڈی ڈاکٹر کی بات یاد آئی کہ حوریہ کو ایک ذہنی مریض کی طرح ٹریٹ کریں۔ اس نے خود کو سنبھالا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رُخسانہ اس کے لیے کچھ کھانے کے لیے لے آئی۔

رُخسانہ نے ٹرے میں کچھ پھل اور سوپ رکھا ہوا تھا۔ رُخسانہ نے پھل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیئے اور سوپ لے کر حوریہ کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے چمچ میں سوپ لیا اور حوریہ کے منہ کے قریب لے کر آئی۔

حوریہ نے اپنے ہاتھ سے چمچ پیچھے کر دیا۔ ''پلیز آنٹی آپ مجھے بچے کی طرح ڈیل مت کریں۔ آپ یہ سوپ رکھ کے چلی جائیں میں پی لوں گی۔'' آنٹی کا لفظ سن کر رُخسانہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''ٹھیک ہے بیٹی! میرے ہاتھ سے سوپ نہیں پینا نہ پیو مگر مجھے آنٹی مت کہو میں تمہاری مما ہوں۔'' رُخسانہ نے انتہائی پیار سے کہا۔

''سوری! کوشش کروں گی یہ غلطی دوبارہ نہ ہو۔'' حوریہ نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

رُخسانہ نے اس کے سر پر پیار دیا اور کمرے سے باہر آگئی۔

حوریہ کے ملنے کی خبر نے وشاہ، فواد اور خیام کے گھر والوں میں افراتفری کا ماحول پیدا کر دیا۔ اُمید کی ایک لہر نے ان کے دلوں میں ہلچل مچا دی۔ مگر اس خبر نے انہیں ایک بار پھر اُداس کر دیا کہ حوریہ اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔ وہ سب حوریہ سے ملنا چاہتے تھے مگر توقیر اور رُخسانہ نے انہیں کہا تھا کہ جب حوریہ گھر آجائے گی اس وقت وہ اس سے مل لیں۔

اتوار کے روز ظفر، وقار احمد، ایمن، زبیر اور ماہین رُخسانہ کے گھر آئے۔ توقیر نے ان سب کو مہمان خانہ میں بٹھایا۔ رُخسانہ ان سب سے ملی اور پھر کچن میں جا کے چائے کے اہتمام میں مصروف ہو گئی۔ رُخسانہ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ دیکھنے میں بھی کافی چست لگ رہی تھی۔

ایمن نے توقیر کی طرف دیکھا۔ ''توقیر بھائی! بیٹی کے آتے ہی رُخسانہ کیسے کھل اُٹھی ہے۔ اولاد میں تو جان پھنسی ہوتی ہے۔ ہمارے لیے بھی دُعا کریں کہ ہماری اذیتیں بھی ختم ہو جائیں۔''

توقیر احمد نے پُراُمید لہجے میں کہا۔ ''کیوں نہیں بہن! خدا کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ جس طرح ہماری حوریہ لوٹ آئی ہے اسی طرح خیام، وشاہ اور فواد بھی لوٹ آئیں گے۔ حوریہ کے زندہ وسلامت ملنے کا بھی مطلب ہے کہ وہ تینوں بھی کہیں روپوش ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی گھر نہ آنا چاہتے ہوں یا کہیں پھنسے ہوئے ہوں کچھ بھی ہو سکتا ہے ہمیں اپنی تلاش جاری رکھنی چاہیے۔''

ظفر جو سر جھکائے خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا، تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ حوریہ آپ کو زندہ وسلامت مل گئی۔ میرے من میں طرح طرح کے خدشات جیسے پھن پھیلائے بیٹھے ہیں جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، اُمید بھی ٹوٹتی جا رہی ہے۔''

ظفر کی اس بات پر زبیر نے اس کے شانے پر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ہاتھ رکھا۔ "مایوسی کی باتیں مت کرو۔ ڈاکٹر نے اُمید دلائی ہے کہ حوریہ کی یادداشت بہت جلد واپس آسکتی ہے کیونکہ اس کی ذہنی حالت نارمل ہے۔ اس کی یہ حالت کسی حادثے کا نتیجہ ہوسکتی ہے۔ جونہی حوریہ کی یادداشت واپس آئے گی تو وہ بتاسکتی ہے کہ اس کے دوست فواد، خیام اور دشاء کہاں ہیں۔ اُمید کی اس کرن نے ہم سب میں حوصلہ پیدا کردیا ہے۔"

ماہین نے صوفے سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"حوریہ سے اس کے کمرے میں مل لیتے ہیں۔"

توقیر فوراً کھڑا ہوگیا۔ "آپ ادھر ہی بیٹھیں، حوریہ کو میں بلا کے لاتا ہوں۔"

توقیر کے جانے کے ساتھ ہی رُخسانہ چائے لے کر آگئی اس نے سب کو چائے پیش کی۔ ایمن نے رُخسانہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ "چھوڑو یہ تکلفات اِدھر ہمارے پاس بیٹھو، بیٹی کی واپسی مبارک ہو، یہ سب تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔"

رُخسانہ نے مسکراتے ہوئے ایمن کی طرف دیکھا۔ "خدا کا فضل ہے میں خوش تو بہت ہوں مگر......"

"مگر کیا.....؟" ایمن نے پوچھا۔

اتنی دیر میں حوریہ، توقیر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ حوریہ کو سب تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس نے انتہائی سادہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا بڑے سے دوپٹے کے ساتھ اس نے سکارف سے اپنے سر کو اس طرح ڈھانپا ہوا تھا کہ اس کا ایک بھی بال نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے انتہائی احترام سے سب کو سلام کیا اور ایمن اور ماہین کے پاس بیٹھ گئی۔

ایمن اور ماہین نے آنکھوں آنکھوں میں رُخسانہ کو اشارتاً کہا کہ حوریہ کی شخصیت تو بالکل بدل گئی ہے۔ حوریہ وہ حوریہ نہیں رہی اس کا یہ روپ بالکل نیا ہے۔ رُخسانہ نے اسے سب سے ملوایا اور اسے اس کے دوستوں کے بارے میں بھی بتایا مگر وہ ہر بات سے انجان تھی۔ وہ انتہائی شائستگی سے سب سے باتیں کرتی رہی پھر جونہی عصر کا وقت ہوا وہ نماز کے لیے وہاں سے چلی گئی۔

ایمن نے حیرت میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "حوریہ کو تو کچھ بھی یاد نہیں، اس کے ذہن میں تو اس کے اپنوں کی، دوستوں کی دھندلی تصویریں بھی نہیں ہیں۔ اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے یہ تو مانتے ہیں مگر حوریہ کی شخصیت میں یہ بدلاؤ کیسے......"

رُخسانہ کی پیشانی پہ سوچ کی لکیریں نمایاں ہوگئیں۔ وہ تذبذب کی سی کیفیت میں بولی۔ "میں خود بہت اُلجھی ہوئی ہوں۔ حوریہ کا یہ روپ میں خود آج پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ میرے اور توقیر کے ساتھ حوریہ کا برتاؤ ناقابلِ برداشت تھا، وہ جب سے گھر آئی ہے، کھچی کھچی سی ہے۔ بات بات پر غصہ کرنا، کمرے میں تنہا بند رہنا اور آج اس طرح ایک دم بدل جانا۔ جو کچھ حوریہ کو پسند تھا اسے وہ سب پسند نہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے چہرہ حوریہ کا ہے اور وہ کوئی اور ہے۔"

توقیر جو ظفر کے ساتھ بیٹھا تھا، رُخسانہ سے مخاطب ہوا۔ "تم جانتی ہو نا کہ حوریہ اس وقت ایک ذہنی مریض ہے جب تک وہ مکمل ٹھیک نہیں ہوجاتی تم اس کی عادات واطوار، اس کی حرکات کا اتنا نوٹس مت لو۔ ٹھیک ہے اس پر نظر رکھو مگر خود پریشان مت ہو اسے ذہنی مریض کی طرح ڈیل کرو کہ ہمیں اس کا علاج کرنا ہے۔ ڈاکٹر نے کیا کہا تھا، ذہن میں رکھو، ڈاکٹر نے کہا تھا کہ حوریہ کو اب ادویات کی ضرورت نہیں اسے ہماری ضرورت ہے۔ اسے وہ واقعات یاد دلائیں جو اس کی زندگی میں اہم تھے، ان مقامات پر اسے لے جایا جائے جو اسے پسند تھے۔"

ماہین، توقیر کی طرف متوجہ ہوئی۔ "میرے خیال میں اسے اس کی یونیورسٹی کا بھی Visit کروانا چاہیے۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ رُخسانہ نے بتایا تھا کہ چھٹیوں میں وہ پہاڑی علاقوں میں جانے کی ضد کرتی تھی۔"

رُخسانہ نے بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو ملایا۔ "پہاڑی علاقوں سے وحشت ہونے لگی ہے۔ اس حادثہ کے بعد....."

(جاری ہے)

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

قوسِ قزح

قارئین کے بھیجے گئے پسندیدہ اشعار

چھپ چھپ کے آنسو بہاتا ہے کوئی
رہ رہ کے یاد آتا ہے کوئی
کوئی جا کے کہاں پھر فریاد کرے
کانٹوں سے دل بہلاتا ہے کوئی
(محمد اسلم جاوید......فیصل آباد)

اگر وہ پوچھ لیں ہم سے، تمہیں کس بات کا غم ہے
تو پھر کس بات کا غم ہے؟ اگر وہ پوچھ لیں ہم سے
پوچھنا نہ پھر پلٹ کے، اسیر جنون کا حال
تجھ سے بچھڑ کے، جان سے گزر تو نہیں گیا
(انتخاب دعا عالم بخاری......بصیر پور)

خلقت شہر میں جس ہار کے چرچے ہیں بہت
میں وہ بازی کھیلا بھی نہیں تھا شاید
وہ ایک بادل کہ میرے نام سے منسوب ہوا
میرے صحرا میں تو برسا بھی نہیں تھا شاید
(راحل بخاری......محبوب شاہ)

ملاقاتیں نہیں ممکن ہمیں احساس ہے لیکن
تمہیں ہم یاد رکھتے ہیں بس اتنا یاد رکھنا تم
(عثمان غنی......پشاور)

دنیا نے ستم ڈھائے تو دل ٹوٹ گیا
تیری باتیں تیرا انداز وفا یاد آیا
کاش ہم تم کو منا لیتے نہ جانے دیتے
مدتوں بعد یہ احساس خطا یاد آیا
(بلقیس خان......پشاور)

بہت راز پوشیدہ ہیں اس تنہا پسندی میں
یہ مت سمجھو کہ دیوانے جہاں دیدہ نہیں ہوتے
تعجب کیا اگر دنیا ہم سے نا خوش ہے
سب سے لوگ دنیا میں پسندیدہ نہیں ہوتے
(انتخاب: کاشف عبید کاوش......بطہ موڑی ننگرام)

ہم تمہیں دل میں بسالیں گے تم آؤ تو سہی
ساری دنیا سے چھپالیں گے تم آؤ تو سہی
ایک وعدہ کرو ہم سے نہ بچھڑو گے کبھی
ناز تیرے سب اٹھالیں گے تم آؤ تو سہی
(فلک زاہد......لاہور)

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی
تم ترک تعلق کا ذکر کسی سے نہ کرنا
میں لوگوں سے کہہ دوں گی کہ فرصت نہیں ملتی
(فائزہ احمد......کراچی)

انداز اپنا دیکھتے ہیں آئینے میں وہ
زلفیں سنوار کر کبھی زلفیں بگاڑ کر
(عرفان......کراچی)

دم رخصت صبا ان نرگسی آنکھوں میں آنسو تھے
نمود صبح کے آنچل میں دیکھی کہکشاں میں نے
(شرف الدین جیلانی......ٹنڈو الہ یار)

ضروری تو نہیں کہہ دوں لبوں سے داستاں اپنی
زباں اک اور بھی ہوتی ہے اظہار تمنا کی
(محمد اقبال......کنگن پور)

سمجھا دو اپنی یادوں کو وہ
بن بلائے پاس آیا کرتی ہیں
تم دور رہ کر ستاتے ہو مگر
وہ پاس آ کر رلایا کرتی ہیں
(ایم فیضان......رحیم یار خان)

پتھر ہے مگر برف کے گالوں کی طرح ہے
وہ شخص اندھیروں میں اجالوں کی طرح ہے
الجھا ہوا اس طرح کہ سلجھنے نہ پائے
اور سلجھا ہوا اس طرح کہ مثالوں کی طرح ہے
(محمد قاسم رحمان......ہری پور)

دل کی دنیا میں یوں گھبرایا نہ کرو
موم کا شہر ہے گرمی سے پگھل جائے گا
(عمر دراز......کھنڈیاں خاص)

چاندنی رات میں خاموش ستاروں کی قسم
دل میں تیرے سوا کوئی آباد نہیں
(محمد اسحاق انجم......کنگن پور)

☆☆

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

خواب کے اندر خواب سجانا پڑجاتا ہے
کبھی کبھی اس در پہ جانا پڑجاتا ہے
رات اندھیری سے اس کو جب خوف آتا ہے
چاند کی صورت ہم کو آنا پڑجاتا ہے
ضبط کا بندھن ٹوٹنے لگ جاتا ہے لیکن
کبھی کبھی اشکوں کو چھپانا پڑ جاتا ہے
دل میں ملن کی آس جب آہیں بھرتی ہے
آنکھوں سے پھر خواب چرانا پڑجاتا ہے
طاق پہ رکھ کے انا کی شمع مجبوری کے ساتھ
کبھی کبھی ساجن کو منانا پڑجاتا ہے
کبھی کسی کی خاطر سب کو چھوڑنا پڑتا ہے
کبھی کسی کی خاطر جانا پڑجاتا ہے
ایسے بھی حالات حکیم آجاتے ہیں
کانٹوں کا بھی ساتھ نبھانا پڑجاتا ہے
(حکیم خان حکیم......کامل پور موسیٰ اٹک)

اک پاگل سی لڑکی ہوں میں
خواہش کی دیوانی ہوں میں
جب سارا عالم سوجائے
رات کو جاگتی رہتی ہوں میں
سپنے دیکھنا حق ہے میرا
تیرا ساتھ ہی چاہتی ہوں میں
چپ ہے تو پر آنکھیں بولیں
تیری محبت سوچتی ہوں میں
اپنی پناہ میں لے لے مجھ کو
ملن تمنا رکھتی ہوں میں
تیرے نام کے ساتھ ہمیشہ
نام اپنا اب لکھتی ہوں میں
تجھ سے خانم ہے وابستہ
تجھ پہ جیتی مرتی ہوں میں
(فریدہ خانم......لاہور)

خنجر سے بات کرو نہ تلوار سے پوچھو
میں قتل ہوا کیسے میرے یار سے پوچھو
فرض اپنا مسیحا نے ادا کردیا لیکن
کس طرح کٹی رات یہ بیمار سے پوچھو
کچھ بھول ہوئی ہے تو سزا بھی کوئی ہوگی
سب کچھ میں بتادوں گا ذرا پیار سے پوچھو
آنکھوں نے چپ رہ کے بھی روداد سنادی
کیوں کھل نہ سکے یہ لب واجد سے پوچھو
رونق ہے میرے گھر میں تصور سے ہی جس کے
وہ کون تھا راہی واجد در و دیوار سے پوچھو
(پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی......کراچی)

سانحے کیا کیا ہوئے اک میری ذات کے ساتھ
اکثر برسی ہیں آنکھیں بن موسم کے برسات کے ساتھ
جدائیوں میں جب قربتوں کے سلسلے چاہے میں نے
زمانے کے ہاتھ آئے سنگ میری بات کے ساتھ
میرے چہرے پہ بھی مسکراہٹ سے بدگماں نہ ہوں
کرنا پڑتا ہے سمجھوتہ بھی کبھی حالات کے ساتھ
تجھ سے بچھڑ کر کس قدر ادھورا ہوں دیکھ کبھی
زندگی گزر رہی ہے میری تلخ تجربات کے ساتھ
تیرے خیالوں کی خوشبو رچی ہے میری اطراف یوں
انمٹ یادوں کے سلسلے جیسے حسین لمحات کے ساتھ
ہم آوارہ منش لوگوں کی زندگی بھی کیا ہے نوید
مرنے کی چاہ میں جیتے اوروں کے نظریات کے ساتھ
(نوید قمر......کراچی)

چنچل ہیں کتنے شوخ مچلتے ہوئے بدن
آزاد ہرنیوں سے اچھلتے ہوئے بدن
ان کو بلا کی ٹھنڈ کا احساس تک نہیں
ہیں کتنے گرم برف پہ چلتے ہوئے بدن
سانسوں سے اپنی آگ لگادیں ہواؤں میں
جھلسا نہ دیں یہ آگ اگلتے ہوئے بدن
دل کش بھی ہیں، سڈول بھی ہیں، پری جمال بھی
یہ مرمریں، گداز، مچلتے ہوئے بدن
پھل دار ٹہنیوں سے ہیں، اپنے ہی بوجھ سے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ جھومتے، یہ گرتے، سنبھلتے ہوئے بدن
ہر روز غسل کرتے ہیں دریائے حسن میں
نظروں کی دھوپ سے یہ پگھلتے ہوئے بدن
چلتے ہیں لالہ زاروں میں راہوں سے بے نیاز
پیروں تلے گلوں کو مسلتے ہوئے بدن
موسم ہو سرد، راتیں ہوں لمبی تو کیا کریں
پی کے برہ کی آگ میں جلتے ہوئے بدن
میں بے قرار کوئی انہیں پیار تو کرے
بانہوں میں جھولنے کو مچلتے ہوئے بدن
ڈر ہے کہ صوفیوں کو بھی مدہوش کر نہ دیں
مئے کی صراحیوں سے اچھلتے ہوئے بدن
امتیاز بغیر آگ کے کٹ جائیں سردیاں
گر ہوں کہیں قریب ہی جلتے ہوئے بدن
(ایس امتیاز احمد......کراچی)

ہم نے کچھ دیپ جلائے تھے تیری گلیوں میں
کچھ خواب سجائے تھے تیری گلیوں ...... میں
تمہیں ہی سمجھ نہ آئی محبت...... ہماری
ورنہ رلائے گئے سرعام تھے تیری گلیوں میں
محفل میں تذکرہ ہو تیری گلیوں کا تو ڈر جاتے ہیں
کیونکہ دل کے ٹکڑے ہوئے تھے چار تیری گلیوں میں
اس لئے بھی نہیں آتے ہیں ظالم تیری گلیوں میں
ہم نے اک مسکراتی زندگی ہاری ہے تیری گلیوں میں
اب آئیں گے "باسط" اسی دن تیری گلیوں میں
جس دن آنا ہوگا موت نے تیری گلیوں میں
(راجہ باسط مظہر بھٹی......گوجر خان)

وفا میں اب یہ ہنر بھی اختیار کرنا ہے
وہ سچ کہے نہ کہے اعتبار کرنا ہے
یہ تجھ کو جاگتے رہنے کا شوق کب سے ہوا
مجھے تو خیر تیرا انتظار کرنا ہے
ہوا کی زد میں جلائے ہیں آنسوؤں کے چراغ
کبھی یہ جشن سر راہگوار کرنا ہے
وہ مسکرا کے نئے وسوسوں میں ڈال گیا
خیال تھا، اسے شرمسار کرنا ہے
تیرے خیال میں دن کس طرح کٹیں اپنے
کہ شغل شب تو ستارے شمار کرنا ہے
چلو یہ اشک ہی موتی سمجھ کے بیچ آئیں
کسی طرح تو ہمیں روزگار کرنا ہے
کبھی تو دل میں چھپے زخم بھی نمایاں ہوں
قبا سمجھ کے یہ دل تار تار کرنا ہے
خدا خیر! کہ یہ کوئی ضد ہے کہ شوق ہے محسن
خود اپنی جان کے دشمن سے پیار کرنا ہے
(انتخاب: راحیل بخاری......محبوب شاہ)

کیا نہ میں نے کہا، اک نظمی کینئے، زخم کھائے ہیں کتنے خوشی کیلئے
ان کے گھر میں چراغاں رہا رات بھر، ہم ترستے رہے روشنی کیلئے
اس محبت کو مخصوص کیسے کروں، یہ محبت ہے ہر آدمی کیلئے
دشمنی کے تسلسل سے کیا فائدہ، ہاتھ اپنا بڑھا دوستی کیلئے
کب سے منزل کی حسرت ہے دل میں مگر، کوئی رہبر نہیں رہبری کیلئے
آکے دنیا میں یہ علم ہوا ہم کو کتنے ہیں آزار آدمی کیلئے
اتنا آسان نہیں ہے جمال سخن، خون دل چاہیے شاعری کیلئے
(انتخاب: شرف الدین جیلانی......ٹنڈوالہ یار)

تو شخص عام قابل توقیر نہیں ہے
کوئی قول میرا لائے تحریر نہیں ہے
قابض نہیں ہوسکتا میرے قلب پہ اب تو
یہ دل ہے میرا تیری کوئی جاگیر نہیں ہے
تجھ پہ رہا ہم کو ذرہ بھر اعتبار
تیری باتوں میں اب کوئی تاثیر نہیں ہے
اپنے شہر کی دولت میں جتنا بھی نہالوں
ہاں مگر شہر محبت میں تو امیر نہیں ہے
اب بول پہ تیرے ہم کیوں غور دیں اتنا
ہے بات تیری شاہ کی تقریر نہیں ہے
وقت وہ گیا جب تم پہ مرمٹے تھے ہم راج
اب میری ذات تیری چاہ کی اسیر نہیں ہے
(سید عبادت راج......ڈیرہ اسماعیل خان)

توڑ لاؤں گا فلک سے میں دمکتا سورج
چاہئے مجھ کو ذرا دیر کو تھما سورج
دیکھ کر قوم کے حالات میرے اندر کا
مانند ماہی بے آب تڑپتا سورج

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہوگیا سرد مری قوم کے بیٹوں کا لہو
برف پگھلانے کو لاؤں گا دہکتا سورج
سوچ مفلوج ہے اور عزم ہے ہمت سے تہی
دیکھ کر روتا، بلکتا، سسکتا سورج
ظلمت شب کو مٹاتا ہے اجالوں کا امیں
قوم کی کیوں ہے پھر آنکھوں میں کھٹکتا سورج
کوچہ دھڑ میں رونق ہے بدولت اس کی
میرے سینے میں مرے دل سا دھڑکتا سورج
آگ ہے قوم مری پہ ہے ذرا سوتی سی
اب جگانے کو ہے درکار بھڑکتا سورج
جگمگا اٹھے گا اب میرا نشیمن اشعر
ہر روش نور لٹائے گا چمکتا سورج
(انتخاب: کاشف عبید کاوش...... بدموزی بٹ گرام)

بارشوں کے موسم میں دل بہت مچلتا ہے
تیرے سنگ چلنے کو تجھ سے بات کرنے کو
تیری بات سننے کو دل بہت مچلتا ہے
دل کو کیسے سمجھائیں ہم کو زندگی بھر بارشوں کے
موسم میں بھیگنا ہے اور تم کو یاد کرنا ہے
بارشوں کے لمحوں میں تجھے ہی یاد کرنا ہے
ہاں تجھے ہی یاد کرنا ہے تجھے ہی یاد کرنا ہے
(ایم فیضان..... رحیم یار خان)

جیسے جام شراب میں ڈوبے
جب سے تیرے کے شباب میں ڈوبے
ہم کو فکر وصال میں گم ہیں
شیخ اجر و ثواب میں ڈوبے
اس کی قربت میں تھا مزہ ایسے
ہم ابھی تک ہیں خواب میں ڈوبے
چند عناصر ہی شر پسند ٹھہرے
بستی ہماری عذاب میں ڈوبے
میری آنکھیں ہیں دید کی پیاسی
اور وہ ہیں حجاب میں ڈوبے
(عمران فائق...... اٹک)

لگتا نہیں ہے جی مرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصل بہار میں
کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اب اتنی جگہ باقی نہیں دل داغدار میں
کتنا بدنصیب ہے ظفر دفن کے لئے
دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں
(انتخاب: شہزاد الرحمٰن...... مردان)

محبت کے لئے مخصوص ہے دل
خمیر انس ہے انسان کی گلی
ہے تمہید محبت چشم حیراں
خودی کا ہے نشیمن قلب انساں
اسے کہتے ہیں اعجاز رسالت
جسے حل کر سکے نہ عقل ناداں
ہے جیسے ایک قطرے میں سمندر
ہے پنہاں ویسے اک گلی میں گلستاں
بشارت دو اسے خلد بریں کی
ندامت کا ہے جس کے پاس ساماں
کسی تدبیر سے نہ حل ہو مشکل
خدا کے اسم سے ہوتی ہے آساں
(چوہدری قمر جہاں علی پوری...... ملتان)

تھی بات ہے اک پرانی
کسی محلے میں رہتا تھا اک مالی
کرتا تھا وہ باغوں کی رکھوالی
کہلواتا تھا وہ خود کو ادنیٰ سا مالی
اپنا کام خود سوزی خدا سے کرتا تھا وہ مالی
باغوں کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتا تھا مالی
جب پھل پک جاتے ہیں
ہم خوب مزے سے کھاتے ہیں
سب اس مالی کی محنت کو بھلا دیتے ہیں نعیم
یاد رکھنا چاہیے یہ مالی ہے عظیم
(نعیم اللہ...... بڈالی)

☆☆

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

کل رات ہوائیں تیز تھیں
اور ٹوٹ کے بادل برسا تھا
سب گلی محلے جل تھل تھے
احساس کا صحرا پیاسا تھا
پھر بند کواڑ کے شیشوں پر
بارش نے جب دستک دی
احساس ہوا تم آئے ہو
انداز تمہارے جیسا تھا
(بلقیس خان..... پشاور)

جانے کیوں دل توڑ گئی ہے وہ
کچھ ہم سے موڑ گئی ہے وہ
دل کی حسرت دل میں رہ گئی
اتنی جلدی ہمیں چھوڑ گئی ہے وہ
میں تو کھویا تھا، اس کے سپنوں میں
اور ہمیں جھنجھوڑ گئی ہے وہ
اپنا دل تو آئینہ تھا اک
اور بے دردی سے توڑ گئی ہے وہ
ان دیواروں اور یادوں سے
میرا ناطہ جوڑ گئی ہے وہ
(عثمان غنی..... پشاور)

لوگوں نے برسائے پتھر
ہم کو بھی ہیں بھائے پتھر
جس کو میں نے جان سے چاہا
اس نے بھی برسائے پتھر
کوئی نہیں تھا پھول آنگن میں
میرے تھے ہمسائے پتھر
عشق کی راہ میں جو بھی آئے
اپنے ساتھ لائے پتھر
میری راہ میں نوکیلے سے
تم نے خوب اگائے پتھر
اس کی خاطر راہ ہم نے

اپنے جسم پہ کھائے پتھر
(قدیر رانا..... راولپنڈی)

تھا نہ بستی میں آدمی کوئی
پھر بھی آتی رہی صدا کوئی
پوری خواہش نہ ہوسکی کوئی
ہے بھلا! یہ زندگی کوئی
سیاہ مجھ سے جو آگے ہے
میرے پیچھے ہے روشنی کوئی
اپنے بچوں میں شام کو آکر
بانٹ دیتا ہے ہر خوشی کوئی
رات ہوتے ہی یوں بھی ہوتا ہے
یاد آتا ہے ہر گھڑی کوئی
کانچ اس نے بچھادیئے عاطر
یوں بھی کرتا ہے دشمنی کوئی
(رانا حنیف عاطر..... جھنڈو)

سنو جاناں
رنگین شامیں تیرے سنگ
گزارتی ہیں
بسرے ہر پل کی کچھ یادیں
نکھارتی ہیں
ہر راہ سے ہمسفر
ہوجاتا ہے
اچھوتی دھن میں کھو
جاتا ہے
تیری دھڑکنوں میں
تیری یادیں
رقص کرتی ہیں
ہر شام سحر انگیز اترتی ہے
لیکن اس موسم کے لوٹ جانے
سے پہلے
اک بار اداسیاں بھلاتی ہیں
اور تنہا سے سفر میں
رنگین شامیں تیرے سنگ

گزارتی ہیں
(احمد فراز احمد..... کابل بالا)

جب میرے پاس تو آیا تھا
دیکھ کر مجھے مسکرایا تھا
تجھ کو یاد ہیں وہ لمحے
ہنس ہنس کر ہنسانا مجھے
بات بات پر ستانا مجھے
تجھ کو یاد ہیں وہ لمحے
چھپ چھپ کر ملنا ملانا
ساری ہی باتیں مجھے سنانا
تجھے جو یاد ہیں وہ لمحے
پھر ہوگئی خبر زمانے کو
ہوگئے مجبور آنے جانے کو
تڑپ گئے ملنے ملانے کو
اک دوجے کی سننے سنانے کو
تجھ کو یاد ہیں وہ لمحے
اب تو حلیم تم آنسو بہاؤ
زندگی کو اپنی یونہی بتاؤ
یاد کرکے پچھلے چار سال
خود بھی جلو اور مجھے بھی جلاؤ
(محسن عزیز حلیم..... کوٹھا کلاں)

وطن پہ جان قربان کرو
وطن کی اونچی شان کرو
کام کرو سب اچھے اچھے
خدمت پاکستان کرو
اپنے وطن کی آن کی خاطر
تن، من، دھن قربان کرو
بن جاؤ تم سچے مسلمان
کفر کا ختم نشان کرو
وطن کی خاطر جینا مرنا
انجم سے اعلان کرو
(محمد اسحاق انجم..... کنگن پور)
☆☆

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ابھی اک رات باقی ہے

ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور

رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پوری بستی پر مسلط تھا اور بستی سے باہر ایک نوجوان پگڈنڈی پر رواں دواں تھا کہ اچانک ایک چیخ بلند ہوئی جس نے نوجوان کو تھرا کر رکھ دیا اور نوجوان حواس باختہ جیسے زمین میں گڑ کر رہ گیا اور پھر......

لفظ لفظ اور سطر سطر جسم و جاں پر سکتہ طاری کرتا اور رگوں میں لہو منجمد کرتا خوفناک شاخسانہ

شام کا پنچھی اپنے سرمئی پر پھڑپھڑاتا ہوا گزر چکا ہے۔ اور اپنے اداسی سے بوجھل پر یہیں جھاڑ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی اداسی ہر شے پر سوگواری سے لپٹی ہوئی ہے۔ تاریکی اور اجالے میں جنگ ہوئی تھی، اس جنگ میں اجالے کو شکست فاش ہوگئی۔ لہٰذا اجالا...... نیم مردہ اجالا سسکتے ہوئے منہ چھپائے تاریکی کا حصہ بن گیا۔ اور تاریکی اپنا اندھا چہرہ لئے فتح کا جشن منانے نکل آئی ہے اور اب ہر شے کو اپنے بھیانک قدموں تلے روندتی پھرتی ہے اور فتح کے نشے میں چور قہقہے لگاتی پھرتی ہے۔ چاند کسی صدمے کے زیر اثر غم سے نڈھال ہجر کی اندھی کھائیوں میں ماتم کناں ہے۔ آسمان پہ اکا دکا براجمان ستارے گم صم ہیں اور میں......

میں ٹیرس پہ کھڑا اندھیرے میں عجیب و غریب بلاؤں کے ہیولوں سے مشابہ گھروں کو دیکھ رہا ہوں۔ دس بج کر ستر ہ منٹ ہوئے ہیں۔ اب سے کچھ دیر بعد تاریخ بدل جائے گی۔ 24 نومبر شروع ہو جائے گی، اور ہر چوبیس نومبر میرے لئے بے حد بوجھل، قہر آفرین اور اذیت رساں ہوتی ہے۔ میرے اندر ایک عجیب جنگ چھڑ جاتی ہے۔ میرے لئے گھر رہنا ممکن نہیں رہتا۔ اور گھر سے باہر میرے لئے خوف، وحشت اور اذیت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ 6 راتیں گزر چکی ہیں اور ساتویں اور آخری رات باقی ہے۔ ہاں ابھی رات باقی ہے۔ خدا جانے رات گزرے گی یا نہیں...... یہ قصہ آج سے سات سال قبل شروع ہوا تھا اور کل رات ختم ہو جائے گا۔ ٹھہریئے میں آپ کو شروع سے بتاتا ہوں۔ ابھی تو ایک رات باقی ہے۔

24 نومبر 2005ء کی وہ رات مجھے اب بھی ٹھٹھرا دیتی ہے۔ اس رات کا ایک ایک پل میری آنکھوں میں زندہ ہے۔ اس شام موسم ابر آلود تھا۔ ڈوبتے سورج کو بھی سرمئی بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ میں اپنے کزن احمر کی شادی میں جانے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ یوں بھی اکیلے گھر میں بندہ کب تک بندر ہے؟ ماما میرے بچپن ہی میں مجھے چھوڑ گئی تھیں، بابا ہی نے مجھے ماں، باپ، بہن اور بھائی کا پیار دیا تھا۔ ہماری اپنی کافی زمین تھی اور بابا خود زمین کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ میں نے اپنی ابتدائی تعلیم یہیں محبوب شاہ سے حاصل کی تھی۔ بعد میں ہاسٹلز میں پڑھتا رہا۔ مجھے ماسٹرز کروانا بابا کا خواب تھا اور جس سال میں نے ماسٹرز کیا، اسی سال بابا دنیا کو الوداع کہہ گئے۔

بابا کی اچانک موت نے میرے حواس ہی چھین لئے۔ وہ صرف میرے باپ نہیں تھے بلکہ میرا ہر رشتہ ان سے وابستہ تھا۔ یہ موت بھی کس قدر سفاک اور بے رحم ہے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

نا! کسی پر کبھی رحم نہیں کرتی۔ یہ بھی نہیں دیکھتی کہ جسے چھین رہی ہے ہم سے، اس کی ہمیں کتنی زیادہ ضرورت ہے۔ ہر آنکھ کو اشکبار کر کے خدا اٹھانا اس کی فیورٹ ہابی ہے۔

ایڈیاں سوہنیاں اکھیاں دے وچ ہنجو بھرن نہ دیواں
میرا وس چلے تے یارو! کسے نوں مرن نہ دیواں

خیر تو میں بتا رہا تھا کہ میں احمر کی مہندی سے ایک دن قبل جا رہا تھا۔ احمر کزن ہونے کے علاوہ میرا اچھا دوست بھی تھا۔ زمینوں کے کچھ کام نپٹاتے نپٹاتے مجھے دیر ہوگئی۔ شام ڈھل رہی تھی۔ موسم ابر آلود تھا۔ اور میں ایسے موسم کو خوب انجوائے کرتا تھا، سو میرا موڈ بھی خوشگوار ہو چلا تھا۔ فضا میں خنکی بڑھ چلی تھی اور گاڑی میں ہیٹر آن ہونے کے باوجود ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔ ذرا دیر بعد بادلوں کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ بری طرح گرجنے لگے۔ ہوائیں بری طرح چکرانے لگیں...... موسم کے تیور بھانپتے ہی میں تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ بارش شروع ہونے سے پہلے میں کسی محفوظ مقام تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ میری یہ خواہش فطری تھی لیکن ہمیشہ وہ کب ہوتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

"چاہنے" اور "ہونے" میں بہت فرق ہوتا ہے۔

وہ نہیں ہوتا جو ہم "چاہتے" ہیں۔ ہوتا وہ ہے جو ہونا ہوتا ہے...... اس وقت بھی وہ نہیں ہوا جو ہم نے چاہا تھا، وہی ہوا جو ہونا تھا۔ بارش شروع ہوگئی۔ تیز ہوا کے ساتھ بارش کی بوچھاڑ، بھنور میں ڈولتی کشتی کی مانند چکرا رہی تھی......

بوندیں وحشیانہ انداز میں کھڑکی اور ونڈ اسکرین پر تابڑ توڑ حملے کر رہی تھیں۔ ان کی گاڑی سے ٹکرانے کی آواز ایسے تھی گویا لوہے پہ ہتھوڑا برس رہا ہو..... گاڑی چلانے میں بے حد دشواری ہو رہی تھی لیکن اب اسے یوں بیچ سڑک پر بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ میں نے گاڑی ایک سائیڈ پر کرنا چاہی تو وہ چکنی سڑک پر پھسلتی چلی گئی.....

گاڑی سڑک سے بائیں جانب اتری اور میرے قابو پاتے پاتے بھی خاردار جھاڑیوں میں گھستی چلی گئی۔ پھر بڑی مشکل سے میں اس پر قابو پانے میں کامیاب ہوا تھا۔ جھاڑی سے قدرے دور جا کر میں نے گاڑی روک لی اور بارش رکنے کا انتظار کرنے لگا۔ بجلی رہ رہ کر چمکتی تھی اور بادل جارحانہ انداز میں گرجتے تھے۔ موٹی موٹی بوندیں گاڑی پر تابڑ توڑ حملے کر رہی تھیں۔ میں نے سیٹ کی پشت سے لگ کر آنکھیں موند لیں۔ دفعتاً ہی یوں لگا کوئی چیخ سی ابھری ہو جیسے...... میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ بپھری ہوائیں چک پھیریاں کھاتی پھر رہی تھیں۔

معاً میں از سر نو بری طرح چونک گیا...... مجھے لگا تھا کہ ہزاروں لوگ مل کر ماتم کر رہے ہیں...... آندھی، طوفان وغیرہ میں اکثر ایسا ہی لگا کرتا ہے لیکن...... یہ آوازیں بہت قریب سے سنائی دے رہی تھیں گویا...... بین کرنے کی آوازیں صریحاً واضح تھیں۔ ماتم کی یہ آوازیں اس قدر واضح تھیں کہ بپھری ہواؤں کی وحشیانہ سرسراہٹیں اور گرجتے بادلوں کی جارحانہ گڑگڑاہٹیں ان کے سامنے ماند پڑ گئی تھیں حتیٰ کہ...... گاڑی پہ گولیوں کی مانند تڑاتڑ برستی بوندوں کی آواز بھی دب کر رہ گئی تھی۔ بس کوئی رو رہا تھا...... کوئی چلا رہا تھا۔ کوئی ماتم کر رہا تھا...... کوئی بین ڈال رہا تھا۔ یہ بلند آوازیں میری سماعتوں کا فریب نہیں تھیں بلکہ حقیقت تھیں۔ ایک کھلی حقیقت، جسے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہوتی...... جو خود بخود بنا کسی کوشش کے اپنا آپ منوا لیتی ہیں۔

میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا لیکن کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ جبکہ ماتمی آوازیں بدستور آرہی تھیں اور لحہ بہ لحہ ان کی تیزی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

معاً دور کسی درخت پر براجمان پنچھی نے اپنے سیاہ پر پھڑپھڑائے اور ایک لمبی اڑان بھر کر میرے سر پر منڈلانے لگا...... "مار ڈالا...... ہائے میرے بچے کو مار ڈالا ظالم نے......" یہ کانوں میں چبھتی نسوانی آواز میرے بے حد قریب ابھری تھی۔ میں نے ہڑبڑا کر دیکھا۔ مگر کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن ان کی موجودگی میں اندر تک محسوس کر رہا تھا۔

بادلوں کی گڑگڑاہٹ میں خاطر خواہ کمی ہوگئی تھی۔ ہوا بھی اب ہولے ہولے سرسرا رہی تھی۔ بارش بدستور جاری تھی اور گاہے بگاہے بجلی چمک جاتی تھی۔ تو چند ثانیے کو قرب وجوار روز روشن کی مانند عیاں ہو جاتے تھے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"اسے حساب دینا ہوگا..... اس ظلم کا، اس قتل کا حساب اسے ہر حال میں دینا پڑے گا۔" تیز چلاتی آوازیں میری پسلیاں چیر کر سیدھی دل میں گھس گئیں۔ ہراس میں لپٹی ایک سرد لہر نے میری ریڑھ کی ہڈی میں جنم لیا اور یکبارگی پورے وجود میں سرایت کرگئی۔

معاً مجھے مشرقی سمت ہیولے سے دکھائی دیئے۔ میری گاڑی کا رخ شمال کی جانب تھا۔ میں نے کھڑکی سے جھانکا..... بارش کے باعث کھڑکی کا شیشہ دھندلا ہورہا تھا۔ اس لئے باہر دیکھنا مشکل تھا۔ کھڑکی کھولنا خطرناک بھی ہوسکتا تھا۔

بہر حال تجسس نے خوف پہ قابو پالیا اور میں نے کھڑکی کھول دی۔ سرد ہوا کے جھونکے میں لپٹا خوف مجھے کپکپانے پہ مجبور کرگیا۔ ایک عجیب و غریب چارپائی پہ سفید چادر اوڑھے کوئی میت پڑی تھی اور اردگرد سینکڑوں عجیب و غریب لوگ ماتم کناں تھے۔

بجلی چمکی تو سب عیاں ہوگیا تھا..... میرا رواں رواں کانپ اٹھا۔ بارش کی بوچھاڑ کھڑکی کے راستے مجھے بھگو رہی تھی۔ "اسے حساب دینا ہوگا۔" ماتمی آوازیں نمایاں تھیں۔ وہ آواز میرے عین سامنے ابھری۔ "تم نے میرے بیٹے کو مار ڈالا ہے..... کیوں مارا تم نے اسے؟" یہ سنتے ہی میں اندر تک لرز اٹھا۔ خوف و ہراس میرے اردگرد چکرانے لگا۔ "م..... میں نے کسی کو نہیں مارا۔" مجھے اپنی آواز کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہورہی تھی۔

"تم نے مارا ہے اسے....." اس آواز میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔ "جھوٹ بولتی ہو تم۔ میں نے کسی کو نہیں مارا۔" میں اپنے دفاع میں ڈٹ گیا۔

میرے سامنے ابھرتی آواز غرانے لگی۔ "تم نے مارا ہے اسے..... میرے اکلوتے بیٹے کو مار ڈالا تم نے....."

میری ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔ وہاں دکھائی کوئی بھی نہ دے رہا تھا لیکن آواز عین کھڑکی کے پاس سے ابھر رہی تھی۔ بارش ہنوز جاری تھی مگر بوچھاڑ اب میرا چہرہ نہیں بھگو رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا۔ "گویا بیچ میں کوئی دیوار کھڑی ہوگئی ہو۔" وہ جھاڑی میں سو رہا تھا۔ تم نے کچل ڈالا اسے..... اس کی نیند بہت گہری ہوتی تھی اور تم نے تو اسے ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔ میرے اکلوتے بچے کو مار ڈالا تم نے..... کتنی منتوں مرادوں سے اسے حاصل کیا تھا۔ میں نے۔" وہ پھر رونے لگی۔

خوف سے میری بری حالت تھی۔ "اگر ایسا ہوا بھی ہے تو مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ جھاڑی میں ہے..... آئم سوری۔" میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ میرے معذرت کرنے پر وہ بھڑک اٹھی۔

"سوری؟ یہ اچھا الفاظ ملا ہے تم لوگوں کو..... تمہاری سوری کیا کسی کو زندہ کرسکتی ہے؟ بولو کیا میرا بیٹا زندہ ہوسکتا ہے؟ بولو؟" وہ چبا چبا کر بولی۔ میں چپ رہ گیا۔

"تم قاتل ہو....." وہ حلق پھاڑ کر چلائی۔ "تم قاتل ہو۔" وہ سب لوگ چلانے لگے۔ بارش رک چکی تھی۔ ماحول پر سکوت مرگ طاری تھا اور اس سکوت میں شگاف ڈالتی فلک شگاف آوازیں..... "تم قاتل ہو..... تم قاتل ہو۔"

سخت سردی کے باوجود میری پیشانی عرق آلود ہوگئی۔ دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا۔ "تم قاتل ہو" کی گونج زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی تھی۔ چاند بادلوں کا سینہ چیر کر باہر نکل آیا تھا۔ اب شفاف چاندنی ہر شے پہ لپٹی ہوئی تھی۔ یکا یک ایک عجیب واقعہ ہوا۔ میت نے سفید چادر اتار پھینکی اور اٹھ گئی۔ "ماں!" اس نے پکارا تو وہ نادیدہ شے ایک دم بیٹے کی جانب لپکی۔ "میرا بچہ..... میرا لعل زندہ ہوگیا۔" وہ اسے خود سے لپٹائے پیار کرنے لگی۔

میں سناٹے میں رہ گیا۔ اب وہ ماں بھی ظاہر ہوچکی تھی۔ اس کی شکل و صورت عجیب ہیبت ناک تھی۔ وہ بیٹے کا ہاتھ تھامے میرے پاس آئی۔ "تم نے میرے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ وہ تو ہم لوگ اتنی دیر کے لئے ہی مرتے ہیں ورنہ تو..... بہر حال اب تمہیں سزا تو بھگتنا ہوگی۔ کم از کم 7 سال تک..... ہر سال کی آج کی رات تم پہ بھاری گزرا کرے گی۔ تمہیں بھی پتہ چلے کہ ہم سے پنگا لینے کا انجام کیا ہوتا ہے....." سانپ کی سی پھنکارتی آواز سماعتوں سے سیدھی دل میں چبھی تھی۔ میری زبان گنگ ہوکر رہ گئی تھی۔ مجھے اپنا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وجود سکڑتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ لمحات صدیوں سے بھاری تھے۔ دھیرے دھیرے میری آنکھیں بند ہونے لگیں...... دل سینے میں بری طرح پھڑپھڑا رہا تھا......

اور پھر میری آنکھیں کھلیں تو میں گاڑی میں ہی تھا اور گاڑی اسی سڑک پر تھی۔ مجھے حیرت نہیں ہوئی۔ کل رات میں اس قدر حیران ہو چکا تھا کہ اس معمولی نوعیت کے واقعے پر حیرت نہیں ہوئی۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور احمر کے گاؤں کے راستے پہ ڈال دی۔ گزشتہ رات کے واقعات میری آنکھوں میں گردش کررہے تھے اور میری ریڑھ کی ہڈی میں بار بار سنسناہٹ سی دوڑ جاتی تھی۔ احمر کی شادی بھی مجھے نارمل نہ کرسکی۔

بہرکیف میں گھر واپس پہنچ گیا۔ اگلے چند روز میں، میں کسی حد تک سنبھل گیا تھا۔ لیکن بہرحال وہ بھیانک رات اپنی تمام تر ہولناکی سمیت مجھے لرزیدہ کردیتی تھی۔

وہ دسمبر کی ایک گلابی شام تھی۔ میں قریبی شہر بصیر پور سے کچھ ضروری اشیاء کی خریداری کرنے گیا تھا۔ گھر میں ہمارے پرانے ملازم تھے۔ کھانا وغیرہ اماں جتنے ہی بناتی تھیں۔ خریداری سے فارغ ہوکر میں نے چند ڈائجسٹ لینے کا سوچا کہ مطالعے سے ذہن بٹے گا۔ اس سے قبل مجھے مطالعے سے کوئی شغف نہ تھا۔ "ادھر کوئی لائبریری وغیرہ کہاں ہے؟" میں نے ایک ادھیڑ عمر سے پوچھا۔

"کیا لینا ہے؟" وہ برتن سیٹ کرنے لگا۔ "یہی ڈائجسٹ وغیرہ۔" میں نے قدرے اکتاہٹ سے بتایا۔

"اچھا تو تمہیں ڈائجسٹ لینے ہیں۔ یہ سیدھے چلتے جاؤ، آگے ایک میڈیکل اسٹور ہے، اسٹور کا نام تو مجھے یاد نہیں آرہا...... مگر اس اسٹور سے ایک دو دکانیں چھوڑ کر ٹاؤن اسکول ہے۔"

"اسکول سے ڈائجسٹ ملیں گے؟" میرا لہجہ طنزیہ ہوگیا۔ ٹاؤن اسکول میں نے دیکھ رکھا تھا۔ لیکن مطالعے سے وابستگی نہ ہونے کے باعث کسی لائبریری کے بارے میں علم نہ تھا۔ "نہیں، ٹاؤن اسکول سے ایک دو دکانیں چھوڑ کر جو میڈیکل اسٹور ہے اس سے تمہیں رسالے مل جائیں گے۔"

"میڈیکل اسٹور پہ ڈائجسٹ......؟" میں زیر لب بڑبڑایا اور اس کا شکریہ ادا کرتا آگے چل پڑا۔ اسٹور کے کاؤنٹر پر ہی مجھے میگزین وغیرہ رکھے دکھائی دیے۔ میں نے چند ڈائجسٹ سلیکٹ کیے اور ادائیگی کرکے واپس ہولیا۔ گھر تک پہنچتے پہنچتے موسم ابر آلود ہوگیا تھا۔ سورج نے بادلوں کی چادر اوڑھ لی تھی اور سردی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ میں نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی اور باہر نکل کر ملازم سے سامان نکالنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رات کے کھانے سے فارغ ہوکر میں نے ڈائجسٹ نکالے۔ ٹائٹل پہ ایک دوشیزہ کا عکس تھا۔ سمندر کے نیل مائل سبز پانی کی لہروں میں ابھرتا وہ عکس بے حد دلکش تھا۔ سرورق اتنا دلچسپ تھا کہ میں بے اختیار وہی ڈائجسٹ کھول بیٹھا۔ کہانیاں بھی کافی دلچسپ اور سنسنی خیز لگ رہی تھیں۔ میں ایک اسٹوری میں کھویا ہوا تھا۔ باہر بارش شروع ہوچکی تھی۔ اچانک ہی مجھے لگا کہ جیسے کھڑکی کے پار کوئی ہے۔ وہ میرا وہم نہیں تھا وہاں واقعی کوئی تھا۔ اس کی سرخ انگارہ آنکھیں مجھے ہی گھور رہی تھیں۔ ہراس کی ایک سرد لہر نے بے اختیار میری ریڑھ کی ہڈی میں گردش کی...... میں نے کھڑکی سے جھانکا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اسے ڈائجسٹ کی کہانی سے منسوب کرکے میں نے اس خیال سے سر جھٹکنا چاہا تاہم میں بخوبی جانتا تھا کہ وہ میرا وہم نہیں تھا...... ٹھوس حقیقت تھی۔

خیر اس دن میں ایک رشتے دار کی فوتگی پہ گیا تھا۔ ذاکر میرے بابا کے چاچا تھے۔ میں پہنچا تو جنازہ تیار تھا۔ انہیں دفنانے کے بعد میں بابا کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر وہیں بیٹھ رہا۔ سب لوگ چلے گئے تھے۔ سورج ڈوب چکا تھا اور تاریکی کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔ قبرستان زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن چونکہ شہر خموشاں تھا لہٰذا ماحول پہ موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ برگد کے درخت پہ بھی خاموشی کا راج تھا گویا پرندے تک دم سادھے ہوئے تھے۔

معاً میرے عقب میں سرسراہٹ ہوئی۔ ساتھ ہی ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ ابھری۔ میں چونک کر پلٹا اور

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سناٹے میں رہ گیا..... خوف و سنسناہٹ کی ایک برفیلی لہر ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی سر تک رینگ گئی۔ میرے سامنے ذاکر بابا کھڑے تھے..... سفید کفن میں ملبوس بلاشبہ وہ ذاکر بابا ہی تھے..... وہ ذاکر بابا جنہیں محض آدھا گھنٹہ قبل دفن کیا گیا تھا۔ وہ اپنی خونخوار آنکھوں سے مجھے گھور رہے تھے۔ میرے اندر سنسناہٹ پھیل گئی۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ دل و دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ مجھے فوراً سے پیشتر بھاگ جانا چاہئے۔ لیکن میرے قدم اٹھنے سے قاصر تھے۔ میرا وجود گویا کسی برف کی سل میں ڈھل گیا تھا۔ اچانک ذاکر بابا نے حرکت کی۔ وہ چیتے کی سی پھرتی سے مجھ پر جھپٹا۔ اس کے نوکیلے ناخن مجھے اپنی گردن میں دھنستے محسوس ہوئے۔ ایک گھٹی گھٹی سی چیخ میرے حلق میں دم توڑ گئی۔ میرے اعصاب چٹخنے لگے اور میرا ذہن غنودگی کے گہرے سمندر میں اترتا چلا گیا۔

کئی ساعتوں تک میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ میں کہاں ہوں۔ میں غالباً لیٹا ہوا تھا اور تحیر زدہ سا گھاس اور لکڑیوں سے بنی چھت کو تک رہا تھا جو سر کے اوپر تنی تھی، رفتہ رفتہ حواس بحال ہوتے گئے اور مجھے احساس ہوا کہ میں چارپائی پہ لیٹا ہوں۔ میں نے کمزوری کے باوجود گردن موڑ کر کمرے کا جائزہ لیا۔ تبھی کوئی آیا تھا۔ "او ہاں بیٹا! یہ لو پانی پی لو۔" وہ دینو بابا تھے۔ قبرستان کے گورکن ..... میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرا سر چکرا گیا۔ اور پھر ایک ایک منظر اپنی تمام تر جزئیات سمیت مجھے یاد آ گیا۔ ذاکر کا مردہ..... اس کی بے جان آنکھوں کا مجھے گھورنا..... اچانک اس کا مجھ پر جھپٹنا اور..... "ذاکر بابا کہاں گئے؟" میں نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

"ذاکر بابا؟" دینو بابا کی سوالیہ نظریں مجھ پر جم گئیں۔ میں نے اٹکتے ہوئے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

"میں جب آیا تو تم تنہا بے ہوش پڑے تھے۔ لگتا ہے ڈر گئے ہو۔" اس نے کہا تو میں اصرار کرنے لگا کہ وہ سچ تھا۔ وہ مجھے ساتھ لئے ذاکر کی قبر تک گیا اور قبر کھودنے لگا۔ وحشت ناک سناٹا پھیل چکا تھا۔ اس اس نے تابوت کھولا اور مجھے ٹارچ تھما کر اندر جھانکنے کی دعوت دی۔ میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ جھانکا اور ساکت رہ گیا۔ ذاکر بابا کی لاش موجود تھی۔

"تو پھر..... وہ سب کیا تھا؟ کیا میرا وہم؟ لیکن نہیں..... اگر وہ وہم ہوتا تو میری گردن زخمی نہ ہوتی؟" میرا ہاتھ بے اختیار اپنی گردن کو چھو گیا۔ زخم تازہ تھا۔ اک ٹیس سی ابھری تھی۔ میں بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ میرا ذہن تقریباً ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔ اور دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

☆......☆......☆

رائل بیکری سے فروٹ کیک اور رسک کے پیکٹس لے کر میں باہر نکلا تو ایک بچے کو روتے پایا۔ وہ سات آٹھ سال کا بچہ تھا۔ سرخ و سفید رنگت اور پھولے گالوں والا۔ میں بصیرپور میں کچھ شاپنگ کرنے گیا تھا۔ "آپ کیوں رو رہے ہو بیٹا؟" میں نے اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "انکل ...... میری ماما اور پاپا مجھے ادھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ "اب مجھے کبھی نہیں لے جائیں گے؟" اس نے مسلسل روتے ہوئے اٹک اٹک کر بتایا۔ میں نے اسے اٹھایا اور اسے لے کر پھر بیکری میں گھس گیا۔ اسے چاکلیٹ وغیرہ دلوا کر میں نذیر بک ڈپو پہ گیا جو رائل بیکری کے تقریباً ساتھ ہی تھی۔ نذیر بھائی سے میری اچھی سلام دعا تھی۔ "نذیر بھائی! یہ بچہ ادھر رو رہا تھا۔" میں نے انہیں تفصیلاً بتایا۔ "تم بیٹھ تو جاؤ۔" میں اسٹول گھسیٹ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے ایک لڑکے کو مسجد میں اعلان کروانے بھیج دیا۔ بچہ اب مگن سے انداز میں چاکلیٹ اور کینڈیز کھا رہا تھا۔ شام تک انتظار کے باوجود کوئی بھی نہ آیا۔ "اسے میں اپنے گھر لے جاتا ہوں۔ نذیر بھائی! آپ میرا نمبر نوٹ کرلیں۔ اس کے ورثا کے بارے میں پتہ چلے تو مجھے اطلاع کر دیجئے گا۔" انہیں نمبر نوٹ کروا کر میں اسے ساتھ لے گیا تھا۔

☆......☆......☆

"کامی! شام کو باہر مت نکلا کرو۔" کامی کو باہر سے آتے دیکھ کر میں نے تنبیہ کی۔ اسے میرے پاس آئے ایک ہفتہ ہو چلا تھا۔ اس کے والدین کا کچھ پتہ نہیں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

چلا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈائننگ ٹیبل پر آ گیا۔ ایک بات میں نے بارہا محسوس کی تھی کامی کے چہرے پر تو معصومیت تھی لیکن اس کی براؤن آنکھوں میں بلا کی چمک اور ایک سرد سا تاثر تھا۔ جو مجھے عجیب سی ناقابل بیان کیفیت میں مبتلا کر دیتا تھا۔ میرے کمرے میں ہی کامی بھی سوتا تھا۔

اسی رات ایک غراہٹ ابھری تو میں ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔ ایک بھاری جسامت کا بل ڈاگ اپنی قاتل آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کی دم تیزی سے دائیں بائیں حرکت کر رہی تھی۔ اس کے جبڑے سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور وہ مسلسل غرا رہا تھا۔ میں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ ایسا کتا پورے گاؤں میں کسی کا بھی نہ تھا۔ اگر ہوتا بھی تو یوں اندھیرے میں...... جبکہ میں دروازہ لاک کر کے سویا تھا۔ اس نے اچانک اپنی اگلی ٹانگوں کو اٹھایا اور برق رفتاری سے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں قلابازی کھا کر بیڈ سے نیچے کود گیا۔ اگر مجھے اپنی جگہ چھوڑنے میں ایک لمحے کی تاخیر ہوئی ہوتی تو وہ میرا نرخرہ ادھیڑ چکا ہوتا۔ میں نے تیزی سے اپنے بکھرے اعصاب کو مجتمع کیا اور سائیڈ ٹیبل سے ریوالور نکالا۔ اسی پل اس نے مجھ پر پھر چھلانگ لگائی۔ اس بار بچتے بچتے بھی میرا بایاں بازو اس کے خونی جبڑے کے شکنجے میں آ گیا۔ مجھے اپنے بازو میں انگارے سے گھستے محسوس ہوئے۔ درد نے پوری شدت کے ساتھ مجھ پر حملہ کیا تھا۔ تاہم بہرحال یہ سوچنے کا نہیں، عمل کرنے کا وقت تھا۔ وہ اپنے جبڑے میں میرا بازو دبوچے جھٹکے دے رہا تھا۔ درد کے مارے میری چیخیں نکل رہی تھیں۔ میں نے بمشکل تمام ریوالور کا سیفٹی کیچ ہٹایا اور نال کا رخ اس کی جانب کر کے ٹرائیگر دبا دیا۔

فضا میں پھیلے سکوت کو ایک دھماکے نے چیر دیا۔ گولی اس کی گردن پہ لگی تھی۔ اس کے دانتوں کی گرفت میرے بازو پر ڈھیلی پڑ گئی اور وہ دھپ سے کارپٹ پہ گرا۔ اس کا سرخ خون گر کے کارپٹ کو رنگین بنا رہا تھا۔ اس کے جبڑے کھلے تھے اور وہ دردناک انداز میں چلا رہا تھا۔ ریوالور میرے ہاتھ سے کھٹ سے گر گیا اور میں ہانپنے لگا۔ مجھ میں اچانک صدیوں کی تھکن سمٹ آئی تھی۔ دھیرے دھیرے اس کی غراہٹیں بھی دم توڑ گئیں۔ تب ان الجھے ہوئے لمحات میں مجھے یکدم احساس ہوا کہ کامی وہاں نہیں ہے۔

”کامی...... کامی......“ میری آواز میں فکرمندی بھی تھی اور خوف بھی۔ میں نے تیزی سے واش روم میں جھانکا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ مجھے اپنے وجود میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی۔ میں پلٹا اور...... سناٹے میں رہ گیا۔

کارپٹ پہ عین اس جگہ جہاں چند پل قبل بل ڈاگ کی لاش پڑی تھی، وہاں اب کامی کا بے جان وجود پڑا تھا۔ اس کی ہنسلی کی ہڈی میں سوراخ تھا اور اس سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے معصوم چہرے پر ابدی خاموشی چھائی تھی اور اس کی بلا کی چمکدار اور براؤن آنکھیں مجھ پر مرکوز تھیں۔ میں نے بے اختیار پلکیں جھپک جھپک ڈالیں...... وہ ناقابل یقین منظر جوں کا توں رہا۔ میرا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ یکایک کامی کا وجود بھی غائب ہو گیا...... چٹختے اعصاب کے ساتھ میں وہیں ڈھیر ہو گیا۔

☆......☆......☆

بالآخر 24 نومبر کی رات آن پہنچی...... وہ سارا دن ہی بوجھل سا تھا۔ اک نامعلوم سی بے چینی میرے رگ و پے میں خون کے ہمراہ گردش کر رہی تھی۔ مجھے اپنے کندھوں پہ اک بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ اعصاب کشیدہ سے تھے...... دھیان بٹانے کو ناول وغیرہ پڑھنا چاہا۔ مگر نہ پڑھ سکا۔ پھر میں ایک دوست سے ملنے بصیر پور چلا گیا۔ اس کے گھر بھی دل نہ لگا تو بصیر پور کی مارکیٹس چھاننے لگا۔ ”عظیم میڈیکل اسٹور“ سے چند ڈائجسٹ لئے اور گھر چلا آیا۔ دھوپ سرکتی جا رہی تھی اور سائے طویل ہو رہے تھے۔ گھر میں بھی کسی طور دل نہ بہلا...... ایک عجیب سا اضطراب تھا جس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ بالآخر میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ کھیتوں کے درمیان میں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں پھنسائے غائب دماغی سے چلا جا رہا تھا...... میرے ذہن میں پچھلی چوبیس نومبر تازہ ہوگئی تھی۔ اس بھیانک رات کے تمام واقعات اپنی تمام تر جزئیات سمیت میری آنکھوں میں گھوم رہے تھے۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سورج ڈوب گیا اور شام کے پنچھی نے نہ جانے کس بات پہ نوحہ خواں انداز میں سوگواری سے اپنے پر پھیلا دیئے تھے۔ ”آگے مت جاؤ......“

اچانک ہی کئی کے کھیت سے ایک مفلوک الحال بوڑھا برآمد ہوا۔ اس کے بڑھے ہوئے سفید بال شانوں پہ بکھرے تھے اور بے ترتیب داڑھی جھاڑ جھنکار کی مانند لگ رہی تھی۔ اس کی گدلی آنکھیں بڑی پراسرار معلوم ہوتی تھیں۔ میں اسے نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا۔ دبیز تاریکی نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کھیتوں کا سلسلہ اب ختم ہو چلا تھا اور ایک ویران سی جگہ آ گئی تھی۔ ”میں نے کہا تھا آگے مت جاؤ۔“ میں چونک گیا۔ وہ وہی بوڑھا تھا۔ تاریکی میں وہ مزید پراسرار لگ رہا تھا۔

جب میں آگے بڑھا، تب اچانک مجھے اپنے عقب میں پھڑ پھڑانے کی غیر متوقع آواز سنائی دی اور ہوا کا ایک تیز جھونکا میری کمر سے ٹکرایا۔ میں فوراً مڑا اور خوف کی ایک سرد لہر میرے بدن میں داخل ہو گئی...... وہاں کوئی نہیں تھا...... کوئی بھی نہیں...... اور تب اچانک مجھے احساس ہوا کہ یہ جگہ یکسر اجنبی ہے۔ میں غائب دماغی سے چلتا خدا جانے کہاں آن پہنچا تھا۔ میں ایک دم ہی اپنے حواسوں میں لوٹا تھا۔ تاحد نظر ویرانہ پھیلا ہوا تھا۔

چاند اگرچہ تاریکی کا سینہ چیرتے نکل آیا تھا۔ تاہم سناٹے اور ویرانی کا راج بدستور قائم تھا۔ فکرمندی میرے دل میں جاگزیں ہو گئی۔ میں نے وہاں سے نکلنے کا سوچا...... اور اندازے سے ایک جانب چل دیا۔ اکا دکا جھاڑیوں کے ہیولے بڑے پراسرار معلوم ہوتے تھے۔ چٹکی چاندنی میں اچانک میں نے دیکھا کہ چار ہیولے ایک چارپائی اٹھائے آ رہے تھے۔ میں بے اختیار ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ یہ غالباً کیکر کا درخت تھا۔ پتوں سے عاری اس کی مردہ شاخیں عجیب پراسرار انداز میں جھکی ہوئی تھیں۔ انہوں نے چارپائی لا کر میرے تقریباً سامنے رکھ دی اور اس کے گرد گول گول چکر لگانے لگے۔ میں متعجب سا دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔ ”وہ تو ٹھیک ہے لیکن میت کے پاس کون رہے گا؟“ ایک نے بلند آواز میں کہا۔

”وہ ادھر درخت کے پیچھے کوئی ہے۔ اس کو بول دیتے ہیں۔“ میری دھڑکن تیز ہو گئی۔

”آپ پلیز تھوڑی دیر میت کے پاس رک جائیں، ہمیں ذرا ایک کام سے جانا ہے۔“ ایک نے پاس آ کر مہذب انداز میں کہا، تاہم اس کی آواز سے لاپروائی مترشح تھی۔ گویا میرے رکنے یا نہ رکنے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ میں محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ میں ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا میت کے پاس جا پہنچا تو وہ چاروں ایک جانب چل دیئے۔ ”پلیز! جلدی آیئے گا۔“ میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

وہ لوگ بنا جواب دیئے آگے بڑھتے رہے۔ ان کے جاتے ہی خوف کے دہشت ناک ناگ نے میرے گرد کنڈلی مارلی اور پھن پھیلا کر جھومنے لگا۔ دھیرے دھیرے ہوا سرسرانے لگی۔ میت کے پیروں سے سر تک سفید چادر تنی تھی۔ وہ ہوا سے لرز رہی تھی...... ہوا کی سرسراہٹیں بڑھنے لگیں۔ معاً ہوا کے ایک منہ زور جھونکے نے میت کے سر سے چادر اتار دی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ مردے کا سر دھڑ سے الگ تھا اور سرخ خون نیم تاریکی میں سیاہ لگ رہا تھا۔ میں نے بے اختیار پلکیں سختی سے بھینچ لیں۔ بند پلکوں کے عقب میں بھی وہ منظر تازہ تھا۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ سی آوازوں پہ میں نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں۔

بہت سے لوگ جلتی مشعلیں تھامے اسی جانب آ رہے تھے۔ میرے گرد خوف چکرانے لگا۔ وہ ماتم کناں انداز میں چارپائی کے گرد بیٹھ گئے۔ ”ہائے شام تجھے کس نے مار ڈالا۔ یہ جو شخص کھڑا ہے اسی نے مارا ہوگا۔“ ایک شخص کی رائے پہ سب کی نظریں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔

میرا دل یکبارگی سکڑ کر پھیلا۔ جسم کے تمام مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ ”تم سچ کہتے ہو۔ اسے اسی نے مارا ہے۔“

”نن...... نہیں اسے میں نے نہیں مارا۔“ میں نے شکست زدہ آواز میں کہا۔ ”اسے اسی نے مارا ہے......“ وہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میری جانب بڑھا تو میں بے ساختہ لڑکھڑا گیا۔ ''اسے واقعی اس نے مارا ہے۔ پچھلے سال اس نے میرے وشال کو بھی اسی نے اپنی گاڑی تلے کچل ڈالا تھا۔'' نفرت میں ڈوبی مانوس آواز مجھے لرزا گئی۔

''اب تو زائلہ نے بھی کہہ دیا اور زائلہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔'' کسی نے اس کی حمایت کی۔

''میں نے اسے نہیں مارا۔'' میں پوری قوت سے حلق کے بل چلایا۔

''اسے تم ہی نے مارا ہے۔'' زائلہ زہر خند لہجے میں ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔

''سارا جھگڑا چھوڑو۔ ہم شام سے ہی پوچھ لیتے ہیں کیوں شام تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟'' ایک شخص آگے بڑھا۔ شام نے اپنا بریدہ سر ہاتھوں میں اٹھالیا اور اٹھ بیٹھا۔

مجھے اپنا وجود سکڑتا ہوا محسوس ہوا۔ دل پٹڑی سے گزرتی کسی ٹرین کی مانند دھڑ دھڑا رہا تھا۔

''مجھے اذہان عمر نے مارا ہے۔'' اس کی آواز کسی گہری کھائی سے آئی تھی۔

''اب بتاؤ! کیا تم اذہان عمر نہیں ہو؟'' زائلہ نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

میں نے بولنا چاہا مگر حلق سے آواز نہ نکلی۔ ہونٹ پھڑپھڑا کر رہ گئے۔ میں محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

''تو ثابت ہوگیا کہ شام کا قاتل یہی ہے۔ چلو پھانسی دو اسے۔'' زائلہ دیگر لوگوں سے مخاطب ہوئی وہ زور وشور سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کی پرزور تائید کرنے لگے۔

مجھے پھانسی کا پھندا اپنے سامنے لٹکتا دکھائی دیا۔ سانس گویا تھمنے لگی...... میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہوکر رہ گئی تھیں۔ جیسے میری قوت گویائی سلب ہوکر رہ گئی تھی۔ میں نے اپنے منجمد پیروں میں اپنی بچی کھچی قوت منتقل کی اور بھاگ اٹھا۔ جان بچانے کی فطری خواہش میرے لاشعور میں متحرک ہوکر مجھے بھاگنے پر مجبور کررہی تھی۔ ''ارے بھاگ رہا ہے پکڑو۔'' مجھے عقب میں مختلف آوازیں سنائی دیں ساتھ ہی بھاگتے قدموں کی دھپ دھپ......

میرا سانس بری طرح پھول رہا تھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا...... وہ سب بھاگے چلے آرہے تھے اور سب سے آگے ہاتھوں میں اپنا کٹا سر اٹھائے بھاگتا شام تھا۔ اس کی کٹی گردن سے خون بہہ بہہ کر اس کے کندھوں اور سفید کفن کو رنگین کررہا تھا۔ مجھے ایک زبردست ٹھوکر لگی اور میں بری طرح لڑکھڑا کر گرا۔ زندگی ہمیں بار بار ٹھوکر کھانے پر مجبور کردیتی ہے۔ بہادر وہ ہے جو ٹھوکر کھا کر سنبھل جائے۔ تاہم میں نہ سنبھل سکا۔ آخری منظر میں نے دیکھا کہ شام...... سربریدہ شام مجھ پہ جھک رہا ہے...... میں مٹی کے ڈھیر کی طرح پڑا رہا...... میری قوت مزاحمت ختم ہوکر رہ گئی تھی۔ پھر میرا ذہن اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

☆......☆......☆

میں نے اپنے چکراتے سر کو بمشکل اٹھایا۔ میں نہ صرف اپنے گھر میں بلکہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پہ تھا۔ میں نے گزشتہ واقعات کے بارے میں سوچنا چاہا...... مگر میرا سر پھٹنے لگا۔ اتنی دیر میں ملازم ناشتے کی ٹرے لے آیا۔ مجھے اگرچہ بھوک تو نہیں تھی لیکن جن حالات سے میں گزر رہا تھا ایسے میں توانائی کی ضرورت تھی۔ لہٰذا میں نے فریش ہوکر ناشتہ کیا۔ اور پھر کمرے میں بند ہوگیا۔ سردرد سے پھٹا جارہا تھا۔ عجیب سی بے بسی تھی...... اگلے چند دن بخیریت گزرے۔ 11 دسمبر کی سنہری دوپہر میں ہمارے گاؤں محبوب شاہ میں ایک نئی فیملی آئی۔ وہ گھر کافی عرصے سے خالی پڑا تھا جس میں وہ لوگ آئے تھے۔ یہ اس شام کی بات ہے، میں مغرب کی نماز پڑھ کر گھر واپس آنے لگا تھا کہ میں نے ایک زخمی کبوتر دیکھا۔ اس کے سفید پروں سے خون ٹپک رہا تھا۔ غالباً اسے بلی وغیرہ نے دبوچا تھا۔ لیکن کسی وجہ سے وہ بچ گیا تھا۔ وہ نئے آنے والوں کے گھر کی دیوار پہ بیٹھا تھا۔ وہ گھر مسجد سے چند قدم پر ہی تھا۔ گھر کے صحن میں نیم کا ایک پیڑ تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر کبوتر کو پکڑنا چاہا مگر وہ پھر سے اڑ کر نیم کی شاخوں میں چھپ گیا۔

میں نے دستک دی۔ دروازہ ایک عورت نے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کھولا۔ ''وہ درخت پہ ایک زخمی کبوتر....'' ابھی میرا فقرہ ادھورا تھا کہ درخت سے ایک نوعمر لڑکے نے چھلانگ لگادی۔ اس کے دونوں بازو زخمی تھے۔ ''اماں بھوک لگی ہے۔'' اس نے عورت کو مخاطب کیا۔ وہ جھٹ کھانا لے آئی اور کھانا دیکھ کر میرے اوسان خطا ہوگئے۔ انسانی بازو اور ساتھ میں خون بھرا جگ...... ''تت...... تم لوگ آدم خور ہو؟'' میں ہکلاتے ہوئے بولا۔

''آدم خور؟'' عورت نے تعجب سے دہرایا۔ اب کے میں نے کھانے پہ نگاہ ڈالی تو ساکت رہ گیا۔ چکن روسٹ تھا اور دودھ کا جگ...... یہ سب کیا ہورہا تھا۔ میرے ساتھ؟ اور ایسا کب تک ہوتا رہے گا آخر؟ کب تک؟؟؟

☆......☆......☆

محبوب شاہ کے تقریباً ساتھ ہی محض آٹھ دس منٹ کی مسافت پہ ایک چھوٹا قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں ''بابا اکبر علی شاہ'' کا مزار بھی ہے۔ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے، خیر تو میں بتارہا تھا کہ قبرستان کے تقریباً ساتھ ہی ایک نہر ہے۔ میں اس دن ایک دوست کی شادی میں گیا تھا۔ بائیک خراب ہونے کے باعث میں پیدل ہی چل پڑا۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کا سفر تھا۔ اگرچہ مجھے ایک دوست نے کہا بھی تھا کہ میں چھوڑ آتا ہوں، لیکن میں نے پیدل جانے کو ترجیح دی۔ میں دھیمے سروں میں اپنی پسندیدہ غزل ''میری آنکھوں کو آنکھوں کا کنارہ کون دے گا۔'' گنگناتا ہوا آرہا تھا۔

چاند تیرھویں سیڑھی پہ قدم رکھ چکا تھا۔ میں نہر کنارے چلتا گدلے پانی میں چاند کا روشن عکس جھلملاتا دیکھ رہا تھا۔ جب میں قبروں کے سامنے پہنچا تو مجھے قبرستان میں کسی کی موجودگی کا گمان ہوا۔ میں اسے اپنا وہم جان کر سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑا آگے جاکر مجھے نہر پار کرکے اسی قبرستان سے گزرنا تھا۔ تقریباً بیس منٹ کی دوری پر ایک بڑا پل ہے جو بذریعہ سڑک گاؤں تک پہنچاتا ہے۔ جبکہ قریب ہی کھمبا رکھ کر نہر پار کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ میں نے اسی شارٹ کٹ کا سہارا لیا تھا۔ کھمبے سے گزر کر جب میں نہر کے دوسرے کنارے پہنچا تو ٹھٹک گیا...... وہاں بیری کا ایک درخت ہے اس درخت کے ساتھ والی قبر کے وسط میں دیا ٹمٹما رہا تھا اور...... اور قبر کے گرد کوئی عورت چکر لگارہی تھی۔ اس کے کھلے بال پشت پر لہرارہے تھے۔ میرا دل ہراس کے شکنجے میں جکڑ گیا...... چند چکر لگانے کے بعد اس نے دیا اٹھا کر ایک جانب رکھا اور قبر کھودنے لگی...... پھر اس نے تیشے سے تابوت کا ڈھکن کھولا اور لاش نکال لی۔ بچے کو گود میں لٹا کر اس نے کوئی ننھی سی چیز اٹھائی...... وہ بچے کی آنکھوں میں کاجل لگارہی تھی...... کاجل لگانے کے بعد اس نے بچے کو لٹایا اور ...... بس میری برداشت یہیں تک تھی......

☆......☆......☆

اگر میں تمام تر واقعات بیان کروں تو محض وقت کا ضیاع ہوگا اور وقت...... وقت ہی تو نہیں ہے میرے پاس۔ وقت کسی تیز رفتار طائر کی مانند ہے...... بس اڑتا ہی چلا جاتا ہے۔ نہ ہی تھکتا نہ ہی رکتا ہے...... حتیٰ کہ پلٹ کر دیکھتا بھی نہیں اور ہم لوگ اس بے رخی کو ہر حال میں جھیلنے پر مجبور ہیں۔ یہ اپنے فولادی شکنجے میں انسان کو یوں جکڑتا ہے کہ اسے ہر حال میں ہر صورت اس کے پیچھے بھاگنا پڑتا ہے۔ بھلے وہ بھاگنا چاہتا ہو، یا نہیں...... وقت بلا کا سفاک ہے۔ اس کی سرشت میں وفا شامل ہی نہیں اسی لئے یہ کسی سے بھی وفا نہیں کرتا...... یہ آنکھیں پھیرنے میں پل بھی نہیں لگاتا...... رنگ بدلنے میں گرگٹ خواہ مخواہ بدنام ہے۔ وقت سے زیادہ کوئی رنگ نہیں بدل سکتا۔

خیر...... 24 نومبر کا دن پھر اپنی تمام تر بے چینیوں سمیت آن پہنچا۔ اضطراب میری نس نس میں سمایا تھا۔ بے چینی میرے خون میں شامل ہوکر رگوں میں گردش کررہی تھی۔ میری یہ کیفیت سورج طلوع ہوتے ہی ہونے لگی تھی۔ اور لمحہ بہ لمحہ یہ شدید تر سے شدید ترین ہوتی جارہی تھی...... بے چینیاں آنکھوں میں آن بسی تھیں۔ گھر میں کسی کل چین نہ ملا تو میں نکل کھڑا ہوا۔ دیپالپور میں ایک دوست سے ملنے گیا مگر وہ گھر پہ نہ تھا۔ ادھر ادھر گھوم کر کچھ وقت گزارا اور گھر کی راہ لی۔ میں گھر نہیں جانا چاہ رہا تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گھر کے خیال سے ہی مجھے وحشت ہو رہی تھی لیکن بہرحال گھر تو جانا ہی تھا۔ لیکن ہوا کچھ یوں کہ میری گاڑی خراب ہوگئی۔ اسے سروس کے لئے دے کر میں بذریعہ بس روانہ ہوا۔ بصیر پور اتر کر میں نے پیدل گھر جانے کا فیصلہ کیا کہ وقت کٹ جائے گا...... اس کے لیے بھی میں طویل راستے کا انتخاب کیا تھا۔ میں پیپسی کاٹن اور پاپ کارن لئے نہر کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ آسمان کا رنگ گدلا ہو رہا تھا اور اس گدلے آسمان پہ سورج کا سنہرا تھال دمک رہا تھا۔ سورج اپنا آدھا سفر طے کر چکا تھا۔ قریباً بیس منٹ بعد میں جنوبی سڑک پر مڑ گیا۔ میں سوچوں میں گم چلا جا رہا تھا۔

معاً مجھے لگا گویا پیر میں کسی نے خنجر اتار دیا ہو۔ میں بے ساختہ بائیں پیر پر جھک گیا۔ ایک لمبا نوکیلا کانٹا تلوے میں گھس گیا تھا۔ میں نے نچلے لب پہ دانت جمائے اور کانٹا ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔ خون کے موتی ابھر آئے تھے۔ میں لڑکھڑا کر چلا ایک درخت کے نیچے گھاس کے قالین پر دھپ سے بیٹھ گیا۔ نجانے رتجگے کا اثر تھا یا پھر تھکن کا احساس غالب آ گیا...... میرا ذہن غنودگی میں ڈوبنے لگا...... کبھی کبھی سڑک پر سے کوئی گاڑی وغیرہ گزرتی تو اس کی آواز میری سماعتوں پہ ہتھوڑے کی طرح برستی تھی۔

اور پھر میں جب آنکھیں مسلتا اٹھا تو سورج ڈوب رہا تھا۔ ارد گرد ہو کا عالم طاری تھا۔ ہوا کسی کونے کھدرے میں دبکی بیٹھی تھی۔ وحشت ہر چیز پہ لپٹی محسوس ہو رہی تھی۔ "میں اتنی دیر سوتا رہا؟" شدید حیرت سے بڑبڑاتا چل دیا۔ شام نے دھیرے دھیرے سر ابھارنا شروع کر دیا تھا اور شام پہ لپٹی اداسی کا احساس قوی تر تھا۔ دونوں اطراف کھیتوں کا سلسلہ پھیلا تھا۔ آگے جا کر میں کھیتوں کے بیچ گزرتی پگڈنڈی پہ مڑ گیا۔ میں، احمد، فہد، فرحان اور فخر اکثر اسکول سے واپسی پہ اس طرف نکل آتے تھے۔ گرما کی طویل اکتا دینے والی دوپہروں میں بیر اتارنا ہمارا پسندیدہ مشغلہ ہوا کرتا تھا، اس بیری کے بیر مجھے یوں پسند تھے کہ یہ کھٹے میٹھے تھے۔ اس سے ڈیڑھ دو فرلانگ کے فاصلے پہ امرود اور آموں کا باغ بھی ہوا کرتا تھا۔ وہ باغ اب اجڑ چکا ہے لیکن بیری ابھی سلامت ہے۔

بیری کے پاس رک کر میں یادوں میں کھو سا گیا۔ سب کی شرارتیں اور قلقاریاں یہیں کہیں بکھری تھیں۔ احمد دبئی چلا گیا، فہد کراچی سیٹل ہو چکا ہے اور فرحان...... میرے حلق میں آنسوؤں کا پھندا سا بننے لگا۔ آگے تھوڑی دوری پر ایک بیری کا درخت تھا۔ شام رات کے گلے مل رہی تھی۔ بیری کے پتوں میں ہونے والی سرسراہٹ نے مجھے چونکا دیا۔ کوئی چیز دھپ سے میرے سامنے گری تھی۔ میرا دایاں ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ مگر میں اک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ فون شاید راستے میں ہی کہیں گر گیا تھا۔ میں نے نیم تاریکی میں دیکھا۔ وہ چھوٹی سی بچی تھی۔ گول مٹول اس کے معصوم چہرے پر تفکر کے سائے تھے۔ میں نے پنسل ٹارچ نکال کر روشن کی۔ اس کا لباس کافی خستہ تھا۔ "کون ہو تم اور اتنی رات کو ادھر کیا کر رہی ہو؟"

"انکل! میں بیر اتار رہی تھی۔" اس کی آواز سے لاپرواہی مترشح تھی۔

"اتنی دیر تک یوں نہیں پھرتے بیٹا!" میں نے اسے تنبیہ کی۔

"مجھے خیال ہی نہیں رہا انکل۔ ماں نے بھی منع کیا تھا مگر...... ماں نے کہا تھا ادھر درندے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ بھی بچوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ اب تو اتنی رات ہوگئی ہے میں گھر کیسے جاؤں گی؟"

یکایک وہ رونے لگی۔ واقعی ان دنوں بچے غائب ہونے لگے تھے۔ "چلو میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

"آپ کا گھر کدھر ہے؟" میں اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ "کیا سچ میں؟" میرے اثبات میں سر ہلانے پہ وہ چل پڑی۔ مختلف پگڈنڈیوں سے گزرتی وہ آرام سے چل رہی تھی۔ جبکہ مجھے چلنے میں کافی دشواری کا سامنا تھا۔ تاریکی نے ہر چیز پر تسلط جما لیا تھا۔ سناٹے گردوپیش پھیلے تھے۔

وحشت میرا دامن تھامے ہوئے تھی اور بے چینیاں میرے اندر اتر آئی تھیں۔ میری آنکھوں میں کامی والا واقعہ لہرایا تو کسی کونے میں دبکے خوف نے اپنا سر ابھارنا شروع کر دیا۔ وہ بچی کسی چھلاوے کی طرح بھاگی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

چلی جارہی تھی۔ اس کا ساتھ دینے کی کوشش میں، میں ہانپ رہا تھا۔ بہرطور ایک کچا گھر آگیا۔ "اندر آیئے انکل!" اس نے کہا اور میں اندر بڑھتا چلا گیا۔ 2 کمرے تھے بائیں سمت غالباً واش روم تھا۔

چاند دھیرے دھیرے ابھرنے لگا۔ میری سماعتوں میں "ٹپ ٹپ" کی آواز پڑی۔ جیسے پانی میں مزید پانی قطرہ قطرہ گر رہا ہو۔ وہ بچی نجانے کہاں چلی گئی تھی۔ گھر میں اور کوئی بھی نہ تھا، سوائے خوف کے۔ جو مجھے اپنے شکنجے میں جکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹپ ٹپ کی آواز میرے ذہن پہ ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ میں ٹونٹی بند کرنے کے خیال سے آگے بڑھا۔ پنسل ٹارچ کا دائرہ ٹونٹی کے نیچے رکھے ٹب پر پڑا اور میں بے ساختہ لڑکھڑا گیا۔ وہ ٹب خون سے بھرا ہوا تھا اور اس میں انسانی اعضاء تیر رہے تھے۔ کٹے پھٹے بازو، انگلیاں اور انسانی سر...... سر کسی عورت کا تھا۔ اس کے لمبے بال خون بھرے ٹب میں چکرا رہے تھے۔ ٹونٹی سے خون قطرہ قطرہ ٹب میں گر رہا تھا۔

مجھے ایک زبردست ابکائی آئی اور کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ خوف کا شکنجہ میرے گرد تنگ ہونے لگا۔ اسی اثنا میں وہ بچی آگئی۔ "چائے پئیں گے انکل؟" اس نے پوچھا اور بنا میرا جواب سنے دائیں جانب بڑھ گئی۔ ادھر غالباً چولہا تھا۔ ادھر یقیناً چولہا تھا۔ اس بچی نے کوئی برتن چولہے پر رکھا۔ چاند کی روشنی میں برتن شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔

میں غائب دماغی سے چلتا اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ برتن کی جانب یوں کیا کہ اس کی انگلیوں کا رخ برتن میں تھا۔ پھر میری آنکھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ اس کے ننھے ننھے ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں سے سفید سیال پھوٹ رہا تھا۔ دودھ کی دھاریں کچھ دیر گرتی رہیں۔ پھر اس نے ہاتھ جھٹکا۔ دودھ گرنا بند ہو گیا۔

میرا جسم سن ہو گیا۔ میں بت بنا کھڑا رہا...... اگلا منظر دیکھ کر میری سانسیں سینے میں اٹکنے لگیں...... اس نے اپنے دونوں پیر چولہے میں رکھے...... اس کے پیر جل رہے تھے۔ ہاں! اس کے پیر جل رہے تھے۔ جلتے گوشت کی ناگوار بو ارد گرد نفوذ کر گئی۔ وہ چھوٹی سی بچی از حد اطمینان سے بیٹھی تھی۔ اس کے پیروں سے پنڈلیوں تک بدستور شعلے لپک رہے تھے۔ سرد ہوا کا ایک نوکیلا جھونکا میری کمر سے ٹکرایا۔ میرے پورے وجود میں ٹھنڈک دوڑ گئی۔ خون کی گردش تھم سی گئی۔ سینے میں چھپی دھڑکن لمبے بالوں والے منہ زور گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگنے لگی۔

وہ میری جانب مڑی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ میری جانب بڑھنے لگی۔ اس کے پیروں سے بدستور شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس کے برعکس اس کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی کرب و اذیت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری تھی اور چہرہ نشاط آمادہ تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ میں برتن تھام رکھا تھا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ دھیرے دھیرے بچی کے نقش و نگار تبدیل ہونے لگے۔ اس کا قد بڑھنے لگا اور اس کا چہرہ زائلہ کے چہرے میں تبدیل ہو گیا۔ میری سانسیں دھونکنی کی مانند چلنے لگیں۔ دل پہلو میں پارے کی مانند اچھلنے لگا۔ ذہن میں جھکڑ سے چلنے لگے۔ دماغ آندھیوں کی زد میں تھا۔ اس کے سفاک چہرے پر میرے لئے بے حد حقارت تھی۔ آنکھوں میں بلا کی سفاکی تھی۔ بے اختیار میرا دل چاہا کہ بھاگ جاؤں۔ مگر میرے قدم زمین کی دلدل میں منجمد ہو چکے تھے۔ دھنس چکے تھے۔ اس نے یکلخت دائیں ہاتھ کو حرکت دی۔ میری آنکھوں کے سامنے بجلی کا کوندا سا لپکا۔ اسی لمحے میرا چہرہ جھلس کر رہ گیا۔ بے تحاشا جلن کے احساس نے مجھے کرب و اذیت کی بھٹی میں اتار دیا۔ میں چہرے پہ ہاتھ رکھے بیٹھتا چلا گیا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ کسی نے لاتعداد انگارے میرے چہرے پر پھینک دیئے ہیں۔ گویا کانٹوں بھری چھری میرے چہرے پر چبھو دی گئی۔ درد تھا...... بے پناہ درد تھا...... اذیت تھی...... ناقابل برداشت اذیت تھی......

میری سماعتوں پر زائلہ اور وشال کے قہقہے دستک دے رہے تھے۔ نجانے کتنی دیر تک میں درد سے تڑپتا رہا...... لمحے، صدیوں پہ محیط ہو گئے تھے...... اسی بے پناہ درد و اذیت کے احساس سمیت میرا ذہن اندھی کھائیوں میں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گرتا چلا گیا...... ان کے قہقہے بدستور جاری تھے......

اور پھر تیز دھوپ کی چبھن نے مجھے کسمسانے پر مجبور کر دیا۔ میں آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ میں اپنے گھر میں گھاس پہ پڑا تھا۔ سورج عین سر پر چمک رہا تھا۔ مجھے گزشتہ رات کے واقعات یاد آئے تو جسم میں ہراس کی سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ میں نے دھیرے دھیرے اپنے چہرے کو چھوا۔ میرے ہاتھ ہولے ہولے لرز رہے تھے۔ جلد نارمل ہو کر میں تیزی سے اپنے کمرے میں گیا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ڈریسنگ ٹیبل کے قد آدم آئینے میں جھانکا۔ میرا چہرہ صحیح سلامت تھا۔ میرے لرزتے ہاتھ بے یقینی سے چہرے پہ گردش کرنے لگے۔ کیا تھا یہ سب......؟ کیا ہو رہا تھا میرے ساتھ؟ میں ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ نڈھال انداز میں بستر پہ گر گیا...... میری سوچیں ذہن میں آندھیاں چلا رہی تھیں۔

☆......☆......☆

چوبیس نومبر کی وہ صبح مہین دھند کے پردے میں لپٹی تھی۔ دھند میں ملفوف سورج ہلکا سنہری لگ رہا تھا۔ اس دن بیدار ہوتے ہی اک خالی پن سا میرے اندر اتر آیا تھا۔ اک عجیب سی ویرانی نے میرے اندر ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ میں ننگے پاؤں گھاس پہ چلتا لان چیئر پہ گر سا گیا۔ ہلکی سبز گھاس پہ شبنم کے شفاف قطرے موتیوں کی مانند دمک رہے تھے۔ موتیا اور گلاب کی خوشبو بھی میرے مزاج پہ اثر انداز نہ ہونے پائی۔

میری نگاہ ایک نیلے کاغذ پہ پڑی۔ وہ کاغذ گھاس پہ یوں پڑا تھا گویا ابھی ابھی کسی نے رکھا ہو۔ میں نے اٹھ کر دھڑکتے دل سے کاغذ اٹھا لیا۔ شبنمی قطروں کے باعث کاغذ ذرا سا نم تھا۔ 24-11-2008...... تیسری رات...... میری ریڑھ کی ہڈی میں ہراس میں لپٹی ایک برفیلی لہر نے جنم لیا اور یکبارگی، پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ ان الفاظ کا مفہوم واضح تھا۔ اور ان الفاظ نے مجھ پہ گویا لرزہ طاری کر دیا تھا۔ جسم کے تمام مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ فضا میں آکسیجن ایک دم گھٹ گئی۔

''ناشتہ اندر کریں گے یا پھر یہاں لاؤں؟'' دینو بابا کی بھانجی ریشم مودب سی پوچھ رہی تھی۔ میں نے بولنا چاہا اسے کہنا چاہا کہ میں ناشتہ نہیں کروں گا مگر...... میرے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ زبان پتھر ہو چکی تھی۔ میں نفی میں سر ہلاتا نڈھال سا وہیں گھاس پہ گر گیا۔

میں کتنی ہی دیر خالی الذہن کے عالم میں وہی پڑا رہا...... دفعتاً میری چیخ نکل گئی...... میرے جسم میں لاتعداد سوئیاں چبھنے لگیں...... میں ایکدم اچھل کر اٹھا۔ گھاس نوکیلے کانٹوں میں تبدیل ہو چکی تھی۔ کانٹے میرے پیروں میں اتر گئے...... وہاں کھڑا ہونا ناممکن تھا۔ میں پھر وہیں گر گیا۔ کانٹے پھر میرے جسم میں دھنس گئے۔ میرے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں......

یکا یک نوکیلے کانٹے پھر سے نرم گھاس میں ڈھل گئے۔ میرے جسم سے گویا ساری توانائیاں نچڑ کر رہ گئی تھیں۔ ذہن میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔ میں دانتوں تلے لب کچلتے ہوئے بے حس سا وہیں پڑا رہا۔

☆......☆......☆

عجیب جنون مسافت میں گھر سے نکلا تھا
خبر نہیں ہے کہ سورج کدھر سے نکلا تھا
میں رات ٹوٹ کے رویا تو چین سے سویا
کہ دل کا زہر میری چشم تر سے نکلا تھا
یہ اب جو آگ بنا شہر شہر پھیلا ہے
یہ دھواں میرے دیوار و در سے نکلا تھا
یہ کون پھر سے مجھے راستوں میں چھوڑ گیا؟
ابھی ابھی تو عذاب سفر سے نکلا تھا......

سیاہ تارکول کی طویل سڑک سنسان تھی۔ اک عجیب سی کشش ایک انجانی طاقت میرے قدموں سے لپٹی مجھے باہر کھینچ لائی تھی۔ میں کسی سحر زدہ معمول کی طرح چل رہا تھا۔ میرا ذہن سوچوں سے عاری تھا۔ میں پچھلے کئی گھنٹوں سے مسلسل یونہی چل رہا تھا۔ قوت ارادی گویا سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ میری حالت اس وقت کسی روبوٹ کی سی تھی۔ سڑک کے اطراف قطار در قطار سنبل کے سفید قامت درخت سر تانے کھڑے تھے۔ ان کی نیم برہنہ شاخوں پہ گلابی اور نارنجی پھول سوگواری سے مسکرا رہے تھے۔ میں تھک چکا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھا۔ مگر رک نہ سکتا تھا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ سڑک کے بائیں جانب ندی بہہ رہی تھی۔ میں نے اپنی بچی کچی تمام تر قوتوں کو مجتمع کیا اور بہ دقت ندی کی سمت مڑا۔ ہاتھوں کے پیالے میں پانی لے کر چہرے پہ چند چھپاکے مارے اور پانی پیا۔ پانی کافی ٹھنڈا تھا۔ دھیرے دھیرے مجھے اپنے اندر زندگی دوڑتی محسوس ہونے لگی۔ کچھ دیر قبل کی غائب دماغی غائب ہوگئی اور میرا ذہن کام کرنے لگا۔ قوت ارادی بھی بحال ہوگئی۔ یہ یکسر اجنبی جگہ تھی۔ مگر ہلکا سا مانوسیت کا احساس ہو رہا تھا۔ مگر یہ احساس کہیں لاشعور میں تھا۔ سورج کا دن بھر کا سفر اختتام پذیر ہونے کو تھا اور میرا سفر شروع...... وہ جو بھی جگہ تھی، مجھے وہاں سے نکلنا تھا۔ میں نے از سر نو منہ پہ پانی کے چھپاکے مارے اور اٹھا۔

پاتال کی گہرائیوں میں چھپا چاند بڑے ہی باوقار انداز میں آسمان پہ آن ٹھہرا، چاند کے عقب میں آسمان کی سیاہ چادر پہ ستارے جھلملا رہے تھے۔ میں نے اپنے بے دم وجود کو جنبش دی اور آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اردگرد کا جائزہ لیا اور اندازے سے مشرقی جانب چل دیا۔ میں اس بات سے بے خبر تھا کہ خود اپنے پیروں سے چل کر مقتل میں جا رہا ہوں یا شاید میں اتنا بھی بے خبر بھی نہ تھا۔ میری چھٹی حس مسلسل الارمنگ تھی۔ ماحول پہ دہشت ناک خاموشی طاری تھی۔ میرے چہرے پہ خوف کے سائے لرزاں تھے اور قدموں میں لغزش تھی۔ وہ خدا جانے کون سی فصل تھی، میا دھیان اس جانب نہ تھا۔ وہ جو بھی فصل تھی میری کمر تک آ رہی تھی اور میں اس کے بیچ بن گئی، پگڈنڈی پہ چل رہا تھا۔ ہوا تھم چکی تھی...... مجھ پہ تناؤ طاری تھا۔

دفعتاً میرے بائیں شانے پہ کسی ہاتھ کا دباؤ آن ٹھہرا...... میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا...... پاؤں کالی دلدل کی مانند گیلی زمین میں گڑ گئے...... میرے کندھے پر دباؤ اس قدر بڑھ گیا کہ ہڈیاں چٹختی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ میں نے رخ موڑ کر دیکھا...... وہ پراسرار چہرہ وشال کا تھا۔ اس کی سفاک ترین جگر جگر کرتی آنکھیں مجھ پہ گڑی تھیں۔ اس نے پتلے ہونٹوں پہ زہریلی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے میرا ہاتھ کلائی سمیت دبوچا اور چلنے لگا۔ میں کسی سحر زدہ معمول کی مانند اس کے ساتھ چلنے لگا۔ سامنے دور...... بہت دور آگ کے شعلے آسمان کی جانب لپک رہے تھے۔ وشال کا رخ اسی آگ کی جانب تھا۔ میں اس کا ارادہ بھانپتے ہی اندر تک لرز اٹھا۔ میں نے اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔ میری مزاحمت پہ اس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ''چھوڑو مجھے۔'' میں کلائی چھڑانے کی ناکام کوشش کرتا گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

''ہاں...... چھوڑ دیں تمہیں؟'' زائلہ کا استہزائیہ قہقہہ میری سماعتوں سے ٹکرایا...... اس کا قد تقریباً دس فٹ تک ہو چکا تھا۔ اس کے سیاہ لمبے لمبے بال گھٹنوں سے بھی نیچے پہنچ رہا تھا۔

''چلو لاؤ۔'' اس نے وشال کو اشارہ کیا اور آگ کی جانب چل دی۔ اس کے گھنے سیاہ بال کسی چادر کی طرح اس کے عقب میں زمین پہ گھسٹ رہے تھے۔ وشال مجھے پھر سے کھینچتا ہوا لے چلا۔ میں برابر مزاحمت کر رہا تھا تاہم اس کی فولادی گرفت سے نکلنا ناممکن تھا۔ آگ آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے پیلے نارنجی شعلے سمندر کی لہروں کی مانند اچھل کود کر رہے تھے۔ آگ، جو سب کو کھا جاتی ہے، سب کچھ جلا کر خاکستر کر دیتی ہے...... ایک آگ انتقام کی آگ بھی ہوتی ہے۔ یہ وہ آگ ہے جو اس وقت تک سرد نہیں پڑتی جب تک سب کچھ جلا کر راکھ نہ کر دے......

میں بھی اسی آگ کا شکار تھا۔ اور وشال کے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی...... آگ کے بلند ترین شعلے میری جانب دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ شعلوں کی تپش اتنی دور سے بھی میرا روم روم جلا رہی تھی۔ وشال مجھے بدستور گھسیٹتا چلا جا رہا تھا اور میں بدستور چلاتے ہوئے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''خدا کے لیے مجھے اس میں نہ پھینکو......'' میری دہائیاں ان پر بے اثر تھیں۔ میں اس کے ساتھ گھسٹتا اس فلک بوس آگ کے پاس جا کھڑا ہوا۔ ''خدا کے لئے مجھے اس میں نہ پھینکو...... خدا کے لئے ایسا مت کرو۔'' میں ہذیانی انداز

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں جلانے لگا۔ آگ کی تپش مجھے حال سے بے حال کررہی تھی۔ میں گڑگڑاتے ہوئے ان کی منتیں کررہا تھا۔

"تم سے کس نے کہا کہ ہم تمہیں اس میں پھینکنے لگے ہیں؟ اس میں پھینکنے سے تو تم مرجاؤ گے اور ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری موت اتنی جلدی واقع ہو اور اس قدر آسان ہو۔ ہم تمہیں تڑپا تڑپا کر ماریں گے۔ اور ابھی تو کئی راتیں باقی ہیں اذہان عمر......" زائلہ کی آواز میں کسی زخمی وحشی درندے کی سی غراہٹ تھی......اس کا لہجہ زہر زہر تھا۔

میرا دل یوں پھڑ پھڑا رہا تھا گویا سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔ کنپٹیاں سلگتی محسوس ہورہی تھیں۔ وہ منظر...... اوہ خدایا...... وہ منظر دیکھنا بہت دل گردے والے کا کام تھا۔ اور میں تو شروع ہی سے بے حد حساس واقع ہوا ہوں، اسے دیکھنا میرے بس سے باہر تھا۔ آگ کے فلک بوس شعلے، انسانی جلتے وجود، گوشت سے عاری چہرے، گردن اور بازوؤں کی پگھلتی کھال، ان کی کرب انگیز دیوانگی بھری چیخیں...... میں نے بے اختیاری میں گڑگڑا کر حواس جانے کی دعا مانگی...... دھیرے دھیرے میرا ذہن تاریکی آگ کی لپٹوں میں ڈوبنے لگا۔ دل شگاف چیخیں مدھم ہوتے ہوتے دم توڑ گئیں۔ ہوش و حواس سے بیگانہ ہونا بھی بعض اوقات کس قدر باعث نشاط ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

میں نے از سر نو ہوش و خرد کی وادی میں قدم رکھا تو حسب معمول خود کو اپنے گھر میں پایا۔ میں آم کے درخت تلے چت لیٹا تھا اور دھوپ میرے پیروں کو چھو رہی تھی۔ گزشتہ رات کے واقعات آنکھوں میں چھم سے آن اترے، میں بے ساختہ اک جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اعصاب مضمحل ہورہے تھے۔ برائے نام ناشتہ کرنے کے بعد میں کھیتوں میں نکل گیا۔ "ارے اذہان! تم تو عید کا چاند ہوگئے۔ کہیں اس لئے تو نہیں چھپ بیٹھے کہ ڈنر نہ کروانا پڑے؟" سمیر کو دیکھ کر میں چونکا۔ اس کا شگفتگی بھرا شکوہ مجھے شرمندہ کرگیا۔ اصولاً تو مجھے اس کی دعوت کرنی چاہئے تھی مگر میں اپنے حالات کی سنگینی میں کچھ یوں جکڑا تھا کہ...... میں نے اس سے گلے ملتے ہوئے فوراً دعوت دے ڈالی۔ "نہیں یار آج شام تم ہمارے گھر آرہے ہو۔ نویرہ بھی تم سے ملنا چاہتی ہے۔" اس کے اصرار پر میں نے ہامی بھرلی۔ اور پھر شام کے وقت سمیر کے گھر کی طرف چل پڑا گاڑی میں۔

میں نے گاڑی سمیر کے گھر سے قدرے فاصلے پر کھڑی کردی۔ بارش کے سبب گلی جوہڑ کی شکل دھار چکی تھی۔ مجھے بار بار لگ رہا تھا کہ کوئی میرے تعاقب میں ہے۔ میں مڑ کر دیکھتا تو سنسان گلی میرا منہ چڑا رہی ہوتی۔ دفعتاً چھپاک کی سی آواز پیدا ہوئی۔ میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ گدلے پانی میں بھنور سے اٹھ رہے تھے۔ شاید کوئی اینٹ وغیرہ گری تھی۔ میں سر جھٹک کر رہ گیا۔ سمیر اور نویرہ بھابھی بہت گرم جوشی سے ملے تھے۔ "رمشال" آجاؤ تم بھی۔" ڈائننگ ہال میں جاتے ہوئے نویرہ بھابھی نے اسے پکارا۔ لائٹ پنک سوٹ میں وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میری نظریں بار بار اس پہ اٹھ جاتیں۔ میں نے چائے کا سپ لیتے ہوئے دائیں جانب دیکھا اور ٹھٹک گیا۔ دشال اور زائلہ میری جانب ہی متوجہ تھے۔ پھر انہوں نے معنی خیز انداز میں رمشال کو دیکھا اور پھر پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے میری جانب......ان کی معنی خیز نظروں نے میری ریڑھ کی ہڈی میں برقی رو دوڑا دی۔ "کیا......کیا کرنے والے تھے وہ؟ رمشال پہ ڈالی گئی ان کی وہ معنی خیز نظر کیا معنی رکھتی تھی؟" یہ سوال میرے دماغ میں چکرانے لگا۔ پورے جسم میں چیونٹیاں سی رینگ گئیں۔ کہیں...... کہیں وہ لوگ اسے کوئی نقصان پہنچانے کا تو ارادہ نہیں...... اس خیال نے مجھے بے حد مضطرب کردیا۔ میرے لئے مزید وہاں بیٹھنا دوبھر ہوگیا۔ ان لوگوں کے اصرار کے باوجود میں اٹھ گیا۔

☆......☆......☆

اکیس جولائی کا وہ دن گرم ترین تھا۔ گرمیوں کی طویل دوپہریں مجھے شروع ہی سے ایک عجیب سی اداسی میں مبتلا کردیتی تھیں۔ وہ بھی اک ایسی ہی دوپہر تھی۔ ہر منظر جس کی زد پہ تھا۔ چار سو خاموشی چھائی تھی۔ جیسے گا ہے بگاہے مختلف پرندوں کی آوازیں منتشر کردیتی تھیں۔ میں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

آم کے پیڑ سے لپٹا تھا۔ اس پیڑ کی اونچی نیچی شاخوں سے ہرے پیلے آم جھانک رہے تھے۔ دفعتاً آم کی ایک بڑی شاخ زوردار کڑاکے سے نیچے آن گری۔ اس کے ساتھ ہی ایک سیاہ ناگ پھن پھیلائے گرا تھا، اس نے بل کھاتے ہوئے کنڈلی ماری اور ٹکٹکی باندھے مجھے گھورنے لگا۔ اس کی سیاہ چمکدار آنکھوں میں بلا کی سفاکی تھی۔ میں نے بنا ڈرے بنا خوف زدہ ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکنا شروع کردیا۔ وہ یک ٹک مجھے گھور رہا تھا۔ اور میں اگرچہ پلکیں تو جھپک رہا تھا مگر بدستور اسے گھور رہا تھا۔ کافی دیر یہ کھیل جاری رہا...... پھر ناگ نے پھن کو ذرا سا خم کیا اور اک ستائشی قہقہہ بلند کیا۔ ''بہت خوب...... تو اب تم مقابلے پر اتر آئے ہو؟'' ناگ کے حلق سے وشال کی آواز سن کر مجھے ذرہ بھی حیرت نہ ہوئی۔ ''تو دیکھتے ہیں...... کب تک مقابلہ کرتے ہو، کتنی ہمت ہے تم میں...... دیکھتے ہیں......'' وہ پھنکارا۔ میں بنا کوئی جواب دیئے اٹھ گیا۔

☆......☆......☆

''پاکستان گھوسٹ ہنٹرز آرگنائزیشن'' کی نیم پلیٹ اس کے سامنے تھی۔ وہ اندر داخل ہوا تو کوئی نوجوان بڑے مصروف انداز میں لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

''تشریف رکھیے۔'' وہ نگاہ لیپ ٹاپ اسکرین پر جمائے جمائے اس سے مخاطب ہوا۔ عمار شاہ کرسی پہ بیٹھا اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کمرے میں دیوار گیر الماری کتابوں اور فلموں سے اٹی پڑی تھی۔ اس کی نظریں دیوار پہ ٹنگی ایک پینٹنگ سے الجھ گئیں وہ ایک بے حد حسین لڑکی کی تصویر تھی۔ وہ سفید ساڑھی میں ملبوس تھی جس پہ سلور نفیس کام تھا اور اکا دکا نگینے جھلملا رہے تھے۔ سلیولیس بلاؤز اور باریک ساڑھی کا پلو بڑی بنا گلے سے ہوتا بائیں شانے کے عقب میں جھول رہا تھا۔ اس کے لمبے، سیاہ بال بکھرے تھے۔ اس کی رنگت اتنی سفید تھی کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ ساڑھی زیادہ اجلی ہے یا وہ خود...... بھرے بھرے ہونٹ نیم وا تھے اور نیلی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف ہلکورے لے رہا تھا۔ وہ بے حد پرکشش لڑکی بے حد ہراساں نظر آتی تھی۔ اس کے پیچھے آگ تھی۔ فلک بوس نارنجی، پیلی آگ...... اور اس آگ میں عجیب وغریب بے ڈھنگے، بے ہنگم سے ہیولے موجود تھے۔ ایک عجیب سی لہر عمار شاہ کے وجود کو جھنجھوڑ گئی۔ ایک بے حد عجیب مگر بے حد پراثر تاثر تھا جو اس کی رگوں میں گویا چٹکیاں کاٹنے لگا۔

''یہ تصویر راجستھان کی ایک بستی کی ہے۔ یہ لڑکی دجنتی ہے۔'' شاہ میر نے اسے انہماک سے تکتے پاکر بتایا۔

''یہ آگ......؟'' اس نے حیرت سے استفسار کیا۔ ''اس گھر میں برسوں سے بھوتوں کا قبضہ تھا۔ میں اپنی ٹیم کے ساتھ اس مکان پہ ریسرچ کرنے گیا تھا۔ مگر اتفاقاً ہمارے وہاں پہنچنے سے قبل ہی آگ لگ چکی تھی اور یہ...... دجنتی جو بلیک میجک سیکھنے کے سلسلے میں اس مکان میں رہائش پذیر تھی، بمشکل جان بچا کر نکلی تھی۔'' وہ ریوالونگ چیئر گھما کر عمار شاہ کی سمت متوجہ ہوگیا۔

وہ اگرچہ ایک عام سی شکل وصورت کا نوجوان تھا۔ اس کی صرف ناک تیکھی تھی اور سیاہ آنکھیں گہرائی کی حامل تھیں۔ تاہم اس کے عام نقوش، گندمی رنگت اور درمیانی جسامت کے باوجود وہ مقناطیسی کشش رکھتا تھا۔ اس کے ہونٹوں پہ اپنائیت سے بھرپور بے حد نرم مسکراہٹ تھی۔ عمار شاہ کو اس کے دوستانہ انداز سے لگا کہ وہ اس سے پہلی بار نہیں مل رہا۔ جیسے وہ برسوں سے اس کے ساتھ ہے۔ جب عمار شاہ اسے شازیہ کے بارے میں بتا رہا تھا تو وہ کہنی میز پر ٹکائے مٹھی بند کرکے شہادت کی انگلی کی نوک پہ تھوڑی ٹکائے ہوئے تھا۔ اور یہ اس کا مخصوص انداز تھا۔ وہ بیچ بیچ میں ضروری سوال بھی کررہا تھا۔ پیون اورنج جوس رکھ گیا تھا۔ عمار شاہ کو پینے کا اشارہ کرکے اس نے نوٹ بک دراز سے نکالی۔ ''اس کے گھر کا ایڈریس بتاؤ۔'' پین ہولڈر سے قیمتی نفیس پین نکالتے وہ گویا ہوا۔ اس نے پتہ صفحے پہ گھسیٹا اور اک گہرا سانس لے کر عمار شاہ کو دیکھا۔ ''کل شام چار بجے وہاں پہنچ جانا۔ اگر آنا چاہو تو...... آج مجھے ایک گاؤں جانا ہے۔ کل ہماری ٹیم شازیہ صاحبہ کی ''جن بلائی'' بنے گی۔'' اس کے لبوں پر مسحور کن مسکراہٹ بکھری۔ عمار بے ساختہ ہنسا۔ اس کا سیل نمبر اپنے موبائل میں محفوظ کرکے وہ اس سے گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوگیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

شاہ میر کے آفس سے نکل کر وہ پارکنگ کی جانب بڑھ گیا۔ وہ قدرے جھک کر گاڑی کا ڈور کھول ہی رہا تھا کہ اس کی کمر پہ بھرپور گھونسہ پڑا۔ اس کی کمر سنسنا اٹھی اور وہ اچھل کر گاڑی سے ٹکراتا چہرے کے بل فرش پہ جا گرا۔ اس نے قہر آلود نظروں سے حملہ آور کو گھورا۔ مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ چند ایک گاڑیاں ہی تھیں اور وہ بھی اس کی گاڑی سے فاصلے پر تھیں۔ وہ اٹھنے لگا تو ایک بھرپور تھپڑ اس کے بائیں رخسار کا مزاج پوچھ گیا۔ اس کے گال پہ چنگاریاں سی رینگ گئیں اور آنکھوں کے آگے ستارے ناچ گئے۔ اس نے لاشعوری طور پہ ہونٹ دانتوں تلے دبا کر کراہوں کا گلا گھونٹا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اگر زندگی چاہتے ہو تو شاہ میر کو منع کرو۔" سرسراتی آواز گویا فضا میں تحلیل ہوگئی۔ اس کا جبڑا سختی سے بھینچ گیا۔

"زندگی اور موت پہ اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں۔" اس کے سرد لہجے میں کسی چٹان کی سی سختی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگا۔ اس کے بعد اس کے راستے میں کوئی حائل نہ ہوا تھا۔

یاقوت اس کے گھر میں اس کی منتظر تھی۔ خود یاقوت کا گھر اس کے گھر سے زیادہ فاصلے پہ نہ تھا۔ "کیا رہا؟" وہ چھوٹتے ہی بولی۔ جواباً اس نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔

"عمار! کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم شاہ میر کو منع کردو؟ مم...... میں نے سنا ہے کہ جب یہ مخلوق انتقام پہ آتی ہے تو بہت تباہی مچاتی ہے...... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" ڈر تو اس کے لہجے سے ہی مترشح تھا۔

"ڈونٹ وری یار!" اسی دوران عمار شاہ کی والدہ زرینہ آگئیں تو موضوع تبدیل ہوگیا۔

☆......☆......☆

رات گہری تھی، ڈر بھی سکتے تھے
ہم جو کہتے تھے "کر" بھی سکتے تھے
تم جو بچھڑے اتنا بھی نہ سوچا تم نے
ہم تو "پاگل" تھے "مر" بھی سکتے تھے

یاقوت کو اتنی صبح صبح وہ اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کا حلیہ بے ترتیب تھا۔ بال بکھرے، شکنوں سے بھرپور کپڑے اور آنکھوں میں نمی......

"خیریت؟" وہ ابھی ابھی نماز سے فارغ ہوا تھا۔ رات بھر اسے بیڈ روم کے دروازے اور کھڑکی پہ کسی لڑکی کا سایہ دکھائی دیتا رہا تھا۔

"خیریت؟؟؟ تو تم...... تم ابھی شاہ میر کو منع کردو وہاں جانے سے عمار! میں امی، ابو، منزل آپی اور تمہیں کھونے کا حوصلہ نہیں پاتی خود میں۔" وہ سسک اٹھی۔

"ہوا کیا ہے یار؟ کچھ بتاؤ بھی نا!" وہ تشویش میں مبتلا ہوگیا۔

"ساری رات...... عمار ساری رات میں اک پل بھی سو نہیں پائی۔ شازیہ میرے پاس آئی تھی۔ اس نے صاف کہا ہے کہ اگر تم نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کی تو وہ ہم سب کو......" وہ بنا بات مکمل کیے رو دی۔

اس ادھوری بات کا مفہوم عمار شاہ نے پوری طرح سمجھ لیا تھا۔ "غلط! کوئی بھی زندگی اور موت پہ قادر نہیں، سوائے اللہ کے اور تم کیا سمجھتی ہو کہ جو رات قبر میں آنی ہے، وہ اگر اللہ نہ چاہے تو باہر آسکتی ہے؟ اور جو سانس آخری ہے، وہ کیا آخری نہیں ہوسکتی؟ نہیں میری جان! ایسا نہیں ہے۔" وہ اسے دھیرے دھیرے رسانیت سے سمجھانے لگا۔ بات اس کی سمجھ میں آئی یا نہیں، مگر وہ چپ ضرور ہوگئی۔

شاہ میر اپنی ٹیم کے ساتھ مقررہ وقت پر پہنچ گیا۔ وہ لوگ سامان گاڑی سے اتار رہے تھے جب عمار شاہ بھی پہنچ گیا۔

شاہ میر کی ٹیم چار افراد پر مبنی تھی۔ صائم رضا، شامل حیدر، ارسل حیدر اور خود شاہ میر ہاشمی! صائم رضا اور ارسل حیدر مختلف آلات کے ہمراہ آسیبی مقامات کے دورے کرانے کی ذمے داری نبھاتے تھے۔ شامل حیدر تمام تکنیکی معاملات سنبھالتا تھا اور عموماً آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کا تجزیہ کرنے اور سمعی و بصری مواد کو ترتیب دینے کا کام کرتا تھا۔ شاہ میر ہاشمی کا حصہ ہر کام میں ہوتا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو سرد ہوا کا جھونکا سرسراتا ہوا انہیں چھوتا ہوا گزر گیا...... "خلاف توقع شاہ میر کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس نے اسی گھر کے تہہ خانے میں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

تلاوت کر کے اور آبِ زم زم چھڑک کر تہہ خانے کے باہر حصار قائم کر دیا۔

☆......☆......☆

حلق میں چبھتے کانٹوں کے سبب اس کی آنکھ کھلی تھی۔ رات کی اندھی تاریکیاں چاروں اور اپنے پر پھیلا کر تسلط جما چکی تھیں۔ سناٹا اپنے ٹھکانے سے نکل آیا تھا اور اب کسی بھٹکی ہوئی بدروح کی مانند سارے میں چکراتا پھرتا تھا۔ اس نے بے خبر سوئے عمار شاہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے پہ بچوں کی سی معصومیت تھی۔ بے ترتیب بال پیشانی پہ بکھرے تھے اور اٹھی ہوئی مغرور ناک کی نوک زیرو پاور کی روشنی میں دمک رہی تھی۔ وہ اس کی نیند ٹوٹنے کے خیال سے دبے قدموں بیڈ سے اتری تھی۔ اس نے پانی پیا اور گلاس ابھی اس کے ہاتھ میں تھا کہ اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔ اس نے اپنا وہم گردانتے ہوئے سر جھٹک دیا۔ لیکن اگلا ہی لمحہ اس وہم کی نفی کر گیا۔ اور حقیقت کو اس کے سامنے بے نقاب کر گیا۔ ”تمہارے شوہر عمار شاہ نے ہمیں قید کروا کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی۔ اسے کہنا اب سزا کے لیے تیار رہے۔ تم لوگوں کے پاس 28 جون تک کی مہلت ہے۔ اس دن تم لوگوں کو ایسی سزا ملے گی کہ تم لوگ ...نہ زندوں میں رہو گے، نہ مردوں میں۔“ شازیہ کی پھنکارتی آواز میں زہر ہی زہر تھا۔ یاقوت سن سی کھڑی رہ گئی۔

☆......☆......☆

”کر لی نا اپنی مرضی تم نے؟ کتنی منتیں کی تھیں کہ مت کروایا۔ مگر تم...... تمہیں تو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تم ایک خود غرض انسان ہو عمار شاہ!“

”ہوا کیا ہے؟“ وہ اس افتاد پہ حیران تھا۔

”وہ...... وہ واپس آ گئی ہے عمار! شازیہ آزاد ہو گئی ہے۔“ وہ گھٹی گھٹی آواز میں چلائی۔ اور عمار کو رات میں پیش آنے والا واقعہ سنایا۔ ”وہاٹ؟“ وہ ششدر تھا۔ ”کچھ نہیں ہوتا یار! زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“ وہ اس کا گال تھپتھپاتا تسلی دینے لگا۔ مگر یاقوت کسی طور سنبھلنے میں نہ آ رہی تھی۔ مختلف اندیشے بھیانک بلاؤں کا روپ دھارے اس کے اردگرد رقصاں تھے۔ اوہام سانپ بن کر پھنکارتے تھے اور خدشات کے زہریلے بچھو لمحہ لمحہ ڈنک مارتے تھے۔ اس دن پھر اسے شازیہ دکھائی دی۔ اس دن صبح ہی سے وہ بوجھل بوجھل سی تھی۔ اک گہری اداسی ویرانی میں گھل کر اس کے اندر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی۔ اس دن چونکہ شک تھا۔ سو عمار گھر پہ ہی تھا۔ وہ کسی کام کے لیے نیچے جا رہی تھی کہ اس نے آہٹ پہ گردن ترچھی کر کے اپنے بیڈ روم کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں عمار اسے واپس آنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ ”جو چاہیے تھا مجھے کہہ دیتیں۔ تم سیڑھیاں نہ چڑھا اترا کرو۔“ اس کے لبوں کو تفاخر بھری مسکان نے چھوا۔ عمار کی محبت اسے مغرور کر دیتی تھی۔ اسی پل اس نے شازیہ کو اپنی طرف آتے دیکھا اور دھک سے رہ گئی۔ وہ لڑکھڑائی، اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گیارہ سیڑھیوں سے لڑھکتی چلی گئی۔ ”یاقوت......!“ عمار چلاتا ہوا اس کی جانب لپکا۔ اس کا دل کسی نے ریل کی پٹڑی پر رکھ چھوڑا تھا۔ اور ٹرین اپنے ہزاروں ٹن وزن کے ساتھ اس پر سے گزر رہی تھی۔ اس کا دل بری طرح کچلا جاتا تھا۔ وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتا اس تک پہنچا۔ شازیہ طنزیہ مسکراتی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے یاقوت کو اٹھا کر بھاگا تھا۔ مگر بعض اوقات انسان کی ساری پھرتیاں تقدیر کے آگے بیکار جاتی ہیں۔ یہ اسے جلد علم ہونے والا تھا۔

ہاسپٹل کے سرد کوریڈور میں بے چینی سے چکراتا عمار شاہ مسلسل یاقوت کی زندگی اور اس کا ساتھ مانگ رہا تھا۔ سنبل، زوار شاہ اور باقی لوگ بھی وہیں تھے۔ سب کے لبوں پہ یاقوت کی زندگی کے لئے دعائیں تھیں۔ لیکن اگر ہر دعا ہی قبول ہونے لگے تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہ رہے...... زندگی جنت بن جائے...... اور یہی تو ممکن نہیں ہے۔ جنت کا وعدہ تو آخرت کے لئے کیا گیا ہے وہ جنت جہاں سب کچھ اپنی مرضی کا ہوگا۔ جہاں کی حیات جہاں کی نعمتیں، جہاں کی خوشیاں دائمی ہوں گی...... کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی جہاں نہیں ہوگی۔ اس نے آپریشن روم کا دروازہ کھلتے اور ڈاکٹر کو باہر آتے دیکھا۔ وہ بے قراری بھری دیوانگی سے ڈاکٹر کی طرف لپکا۔ ”ڈاکٹر! وہ ٹھیک تو ہے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

نا؟" وہ ڈاکٹر کا سپاٹ چہرہ کھوج رہا تھا۔

"خون بہت بہہ گیا تھا اور......"

"وہ ٹھیک ہے نا؟" ڈاکٹر کی بات کاٹ کر وہ بے قراری سے بولا۔ "وہی تو بتا رہا ہوں کہ سر کی چوٹ بھی بہت شدید تھی اور پھر......"

"ڈاکٹر! مجھے صرف یہ بتائیں کہ وہ ٹھیک ہے نا؟" ڈاکٹر تیمور آفندی نے بے بسی سے اسے دیکھا جو صرف "ہاں" سننا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی سننے کا روادار نہ تھا۔

"آئی ایم سوری! شی از نو مور......" ڈاکٹر نے اس کے اعصاب پہ، اس کے حواس پہ بم پھوڑا تھا۔ بعض اوقات کوئی غیر متوقع صدمہ اتنا اچانک حملہ آور ہوتا ہے کہ ہم ڈھنگ سے حیران بھی نہیں ہو پاتے......

"شی از نو مور......" ہاسپٹل کے سرد کوریڈور میں یہ صدا چکرانے لگی۔ "شی از نو مور......" در و دیوار بین کرنے لگی۔ "شی از نو مور......" زمین سے لے کر آسمان تک بس اک صدا محیط تھی۔ "یاقوت!" وہ بے جان انداز میں ننگی فرش پہ بیٹھا۔ "شی از نو مور......" اسے لگا کہ وہ "مر" گیا ہے۔ اس نے خالی خالی نظروں سے اپنے گھر والوں کو روتے دیکھا۔ پھر اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ کر اس نے اپنے آپ سے سرگوشی کی تھی۔ "عمار شاہ مر گیا۔"

☆......☆......☆

اس کے ہجر میں چپکے سے مر گئے ہم
تھی کمال وابستگی دل کو اس آدمی کے ساتھ
گر جیتے کچھ دن اور، تو دکھاتے نبھاہ کر بھی!
وہ زندگی کی بات تھی...... گئی زندگی کے ساتھ

دفعتاً وہ چونک گیا۔ اس کی سماعتوں سے نسوانی ہنسی ٹکرائی تھی۔ کھنکتی ہوئی بھرپور ہنسی...... گویا کہیں جلترنگ بج اٹھا ہو۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ شازیہ تھی۔ "یہ تو کچھ بھی نہیں عمار شاہ! آج یعنی 28 جون کی رات تمہیں بتائے گی کہ ہم سے دشمنی کیسی مہنگی پڑتی ہے۔" اس کی آواز میں کسی چوٹ کھائے ناگ کی سی پھنکار تھی۔ اس کے اعصاب ابھی بھی چٹخائے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ اسے بے تاثر نظروں سے دیکھنے کے سوا کچھ بھی نہ کر سکا۔ کچھ دیر بعد زوار شاہ اسے زبردستی گھر لے گئے۔ سنبل پھر اس سے لپٹ کر دھاڑیں مارنے لگی۔ باقی سب بھی رو رہے تھے مگر اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا۔ وہ کسی پتھر کی مانند ساکت کھڑا رہا۔ ابھی وہ "بے یقینی" کی کیفیت میں تھا۔ تقدیر اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتی ہے؟ خدا اس کی زندگی بھی چھین سکتا ہے؟ اسے یقین نہ آتا تھا۔ اس کے کزن ڈاکٹر کامران نے اسے ٹرینکولائزر دے دیں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سوئے گا تو اس کے اعصاب بھرپور نیند کے بعد جاگ اٹھیں گے۔ پرسکون نیند، بلکہ "صرف" نیند بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ بقول کسی دانا کے کہ "غم کتنا ہی بڑا ہو، نیند سے پہلے تک ہوتا ہے۔ اگرچہ نیند کے بعد غم پھر حاوی ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی غم کے دوران کا یہ چھوٹا سا وقفہ اعصاب کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔

☆......☆......☆

اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور وہ ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔ اس کے سامنے موجود عمارت بھڑ بھڑ جل رہی تھی۔ سناٹے پہ آگ کے بھڑکنے اور چٹخنے کی آوازیں حاوی تھیں۔ ... نکہ گہری نیند سے جاگا تھا۔ لہٰذا سمجھ ہی نہ پایا کہ سامنے موجود عمارت کیسی تھی؟ ایک اس کے ذہن میں جھماکا ہوا اور پھر دھماکے ہوئے جو لگاتار ہوتے ہی چلے گئے۔ سامنے جلتی وہ عمارت محض عمارت نہیں تھی۔ وہ اس کا گھر تھا۔ اور اس کے مکین، ممی، پاپا، سنبل بھابی، زوار شاہ اور ننھا عمر شاہ...... وہ چلاتے ہوئے اس طرف لپکا۔ مگر لوگوں نے اسے تھام لیا۔ "فائر بریگیڈ کو فون کر دیا ہے۔" صمد چچا اس کے پڑوسی نے بتایا۔ "میرا گھر...... میرے گھر والے...... چھوڑیں مجھے۔" وہ ہذیانی انداز میں چلاتا خود کو چھڑانے کی ناکام سعی کر رہا تھا۔ اور تبھی اس کی نگاہ جلتی عمارت سے باہر آتی شازیہ پہ پڑی جس کے لبوں پہ حظ اٹھاتی مسکراہٹ تھی۔ وہ آگ کے بیچوں بیچ سے بڑے آرام سے چلتی آرہی تھی۔ اس کی سرخ ساڑھی سے شعلے لپٹے ہوئے تھے مگر اس کے چہرے پر تکلیف کا نشان تک نہ تھا۔ اس کے لمبے گھنے بال بھی آگ کے لباس پہنے ہوئے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھے۔ پس منظر میں آگ کے رنگ برنگے شعلے تھے اور آسمان کی جانب محوِ پرواز دھوئیں کے بادل...... اس کے اندر ایک شدید دھماکہ ہوا اور وہ نیچے گرتا چلا گیا۔ کسی ریت سے بنے بت کی طرح......

☆......☆......☆

"اب تمہاری باری ہے۔" ان کا مخاطب عمار شاہ تھا۔ وہ بری طرح چونکا۔ عمار شاہ کا چہرہ پرسکون تھا۔ میں نے بے حد حیرت سے اس کے پرسکون انداز کو دیکھا۔ اس کے سکون میں رتی برابر فرق نہ آیا تھا۔ ویسے ایک چیز کی مجھے سمجھ نہ آئی تھی کہ عمار شاہ پھر سے اس چکر میں کیسے پھنس گیا؟" میں نے شاہ میر ہاشمی کی مدد سے شازیہ کو جلا ڈالا تھا اور یہ لوگ اس کے رشتہ دار ہیں۔" عمار شاہ نے مسکراتے ہوئے دائیں آنکھ کا بایاں کونہ دبایا۔

"بکواس نہ کرو۔" ایک شخص غرایا۔

"کر لینے دو۔ یہ اس کی زندگی کی آخری بکواس ہے۔ چل شہزادے! موت کا تختہ تیرا انتظار کر رہا ہے۔"

دوسرا زہریلے انداز میں پھنکارا۔ "مرنے والے کی آخری خواہش پوری کی جاتی ہے۔ میری خواہش نہیں پوچھو گے؟" عمار شاہ نے معصومیت سے پوچھا۔ ایک شخص نے عمار شاہ کو دھکا دیا۔ اس پل میری نگاہ ایک پلاسٹک ٹب پر پڑی۔ اس میں کچھ دیر قبل لے جائی جانے والی عورت کی لاش کے ٹکڑے پڑے تھے۔ سب سے اوپر اس کا کٹا پھٹا چہرہ تھا۔ عمار شاہ نے بھی ٹب کو دیکھا اور چہرہ پھیر لیا۔

"چلو۔" ایک کریہہ صورت نے اسے بازو سے دبوچا۔ "دوست! اللہ حافظ!" اس نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے مجھے الوداعی ہاتھ لہرایا اور اطمینان سے چلتا ان کے ہمراہ ہو لیا۔ میرا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا۔ عمار شاہ کی موت میرے لئے ایک بھیانک صدمہ ہوتا۔ تھوڑے ہی وقت میں مجھے اس سے بے حد انسیت سی ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ تھا کہ آرام سے اٹھ کر مرنے چل دیا تھا۔ اس کے چہرے پر اور سیاہ روشن آنکھوں میں بلا کا اطمینان تھا۔ وہ تینوں اوجھل ہو چکے تھے۔ باہر بجلی کڑکی۔ میں یکدم گویا خواب سے جاگ اٹھا۔ "عمار شاہ!" میں ان کے پیچھے لپکا۔ کئی لوگوں نے مجھے روکنے کی کوشش کی مگر میں خود کو ان سے چھڑاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔

بارش ایک بار تواتر سے جاری تھی۔ راہداری کے دونوں اطراف کمروں پہ توجہ دیئے بنا میں آگے بڑھتا رہا۔ ایک کمرے کا ادھ کھلا دروازہ دیکھ کر میں اس میں داخل ہوا۔ مگر میرے قدم دہلیز میں ہی گڑ کر رہ گئے۔ خوف میری رگوں میں منجمد ہو گیا۔ اندر موجود شخص کی دھاڑ اور بادلوں کی دھاڑ ایک ساتھ ابھری اور میرا دل اچھل کر حلق میں پھنس گیا۔ خون میں بھوری چیونٹیاں شامل ہو کر رگوں کو کاٹنے لگیں۔ کنپٹیاں پھڑکنے لگیں اور تنفس میں تیزی آ گئی۔

اگلا لمحہ...... اگلا لمحہ میرے لئے بے حد حیرت ناک تھا...... میری آنکھوں میں اندھیرے گھسنے لگے اور میں نے لڑکھڑاتے ہوئے بے اختیار دروازے کا سہارا لیا تھا۔ ٹوکہ نما آلہ گردن تن سے جدا کرتا لکڑی کے مضبوط تختے سے ٹکرایا اور "ٹھک" کی آواز ابھری۔ دروازے پہ میری گرفت مضبوط ہو گئی اور انگلیاں برف کی مانند سفید پڑ گئی تھیں۔

ہراس بدستور مجھے دبوچے ہوئے تھا۔ اور تحیر...... دنیا جہان کا تحیر میری آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔ عمار شاہ تختہ دار پہ لیٹا تھا اور وہ لوگ بار بار کلہاڑے نما ہتھیار سے اس کی گردن کو نشانہ بنا رہے تھے۔ تاہم حیرت ناک امر یہ تھا کہ کلہاڑے کا پھل جونہی عمار شاہ کی گردن سے ٹکراتا۔ چنگاریاں سی چھوٹ جاتی تھیں اور وہ کلہاڑا کئی فٹ اور اچھل جاتا تھا۔ عمار شاہ پرسکون انداز میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ غصے میں جنونی ہو رہے تھے اور دیوانہ وار ضربیں لگا رہے تھے۔ عمار شاہ کا اطمینان دیدنی تھا۔ وہ یوں لیٹا تھا گویا کسی اور کو ضربوں کا ہدف بنتے دیکھ رہا ہو۔

پھر...... اچانک اس نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ اس کے انداز میں بجلی کی سی لپک تھی۔ میں جان ہی نہ پایا کہ ہوا کیا ہے۔ بس میں ان دونوں کی لاشوں کو نیچے فرش پہ پڑا دیکھ رہا تھا۔ عمار شاہ ایک دم مڑا، اور باوقار انداز میں چلتا میرے سامنے آ گیا۔ اس کے لبوں کے تراش میں مسکراہٹ بکھری تھی...... "یہ سب؟" میرے لہجے میں تحیر

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

و بے یقینی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ''ایک مرے ہوئے شخص کو کوئی کیا مارے گا؟''

''مطلب؟''

''مطلب۔'' میں مر چکا ہوں۔ کل شام ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں۔''

میں نے حیرت کے ایک جھٹکے سے لڑکھڑا کر دوبلیز کو تھاما۔ اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ ''میں واقعی کل شام مر چکا ہوں۔ جب میری روح کو لے جایا جا رہا تھا، تب میں نے اللہ سے التجا کی تھی کہ کچھ وقت کے لئے مجھے مہلت دی جائے۔ اصل میں میری روح اس جگہ کے اوپر سے گزرنے لگی تو میں نے جان لیا کہ یہاں کچھ بے گناہوں کا خون ہونے والا ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ سو میری روح کو یہ اجازت مل گئی۔'' وہ مجھے مختصراً بتانے لگا۔

میں ابھی بھی شاک کے زیر اثر تھا۔ وہ مزید بتاتا رہا کہ ''یہ لوگ بھی شازیہ کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جو عورت کچھ دیر قبل ان کا شکار ہوئی تھی وہ خود بھی کالا جادو کرتی رہتی تھی اور شیطان کو سجدہ کر کے مرتد ہو چکی تھی۔''

میرا جنازہ تیار ہو چکا ہے۔ میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ تم جا کر ان سب لوگوں کو بتا دو کہ وہ سب اپنے گھر جا سکتے ہیں۔ اور تم اذہان عمر! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ یہی واحد نجات کا راستہ ہے۔ میں چلتا ہوں۔ اللہ حافظ دوست!'' وہ دھیرے دھیرے ایک ہیولے میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کا وجود دھندلا پڑتا چلا گیا۔ اور پھر...... وہ اوجھل ہو گیا۔

میں بہت دیر عالم بے یقینی کے حصار میں گھرا رہا۔ پھر واپس پلٹا۔ لوگوں کی آزادی کی خوشخبری سنانے کے لئے میرے قدموں سمیت پورا وجود حیرت سے بوجھل تھا۔

☆......☆......☆

سورج ڈوب چکا تھا اور سرمئی لباس میں ملبوس شام نکل آئی تھی۔ سرد کسیلی ہوائیں سڑکوں پہ سرگشت کرنے نکل آئی تھیں۔ میں نے ہاتھ رگڑ کر حرارت پہنچانے کی کوشش کی۔ میں کسی کام سے قریبی گاؤں جلال کوٹ سے ہو کر واپس آ رہا تھا۔ زیادہ فاصلہ نہ ہونے کی بنا پر میں پیدل ہی آ گیا تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف مکئی اور سرسوں کی فصل تھی۔ اچانک مکئی کی فصل میں زبردست سرسراہٹ سی ہوئی۔ جیسے کوئی جھاڑیوں سے گزر رہا ہے۔ میں نے توجہ نہ دی۔ ''اذہان!'' اپنے نام کی پکار پہ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ چھوٹا سا ایک بچہ تھا۔ قریباً چار ساڑھے چار سال کا ہو گا۔ شام کے دھندلکے میں بھی اس کی ہیزل ترین آنکھوں کی چمک واضح تھی۔ ''کہاں جا رہے ہو؟'' اس کی آواز بہت بھاری تھی۔ جیسے کسی پختہ عمر مرد کی ہو۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

''کون ہو تم؟'' میں نے ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں پھنسائے۔

''تمہاری شامت۔'' اس نے قہقہہ لگایا اور ایک دم اچھل کر مجھ پہ جھپٹا۔ وہ مجھے لیتا ہوا نیچے گرا۔ میری آنکھوں کے گرد لاتعداد ستارے رقص کرنے لگے۔ وہ میری چھاتی پر سوار تھا اور اس کا وزن کم از کم بھی سینکڑوں پونڈ تھا۔ میں اس کے بوجھ تلے پسا جاتا تھا۔ مجھے گویا کسی نے پٹڑی پر پھینک دیا تھا۔ اور اوپر سے جیسے ٹرین گزر رہی تھی۔ مجھے سانس لینے میں بے حد دشواری کا سامنا تھا۔ سانس حلق میں اٹکنے جاتی تھی۔ ''آکسیجن لمحہ بہ لمحہ گھٹتی جاتی تھی''اللہ......اللہ!'' بے اختیار لاشعوری طور پر میرے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔ مجھے لگا بوجھ کم ہو گیا ہے۔ میں نے زیر لب آیت الکرسی کی تلاوت شروع کر دی اور بچہ حلق کے بل چلا کر غائب ہو گیا۔ میں بمشکل اٹھا۔ گردن پر خراشیں آئی تھیں۔

☆......☆......☆

موسم کے تیور بدلنے لگے تھے۔ آسمان تلے آوارہ بادل منڈلاتے پھرتے تھے۔ چونکہ دسمبر کا اواخر چل رہا تھا تو ایک عجیب سی اداسی جیسے فضاؤں میں گھلی ہوئی تھی۔ میرا آج باہر جانے کا موڈ نہیں تھا۔ میں آتش دان سلگائے بیٹھا تھا۔ سردیاں ہمیشہ سے مجھے پسند رہی ہیں۔ ''اذہان بیٹا!'' دینو بابا کی آواز پہ میں چونکا۔ ''چائے کے ساتھ کیا لو گے؟''

''پکوڑے بنوا دیں اور کباب تلنے کا کہہ دیں۔''

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

میں نے انہیں جواب دے کر ایک ناول اٹھالیا۔ آگ تاپتے ہوئے میں مطالعے میں مستغرق ہوگیا۔

اچانک ایک باریک سی چیخ ابھری۔ ایک عجیب سی چیخ...... وہ چیخ بلی کی آواز سے مشابہ تھی۔ میں نے چونک کر اردگرد دیکھا۔ پھر میری نگاہ سامنے آتش دان پہ پڑی اور میں ششدر رہ گیا۔ آتش دان کی سلگتی لکڑیوں میں ایک بلی موجود تھی۔ اس کا رنگ کوئلے کی طرح سیاہ تھا۔ چٹختی جلتی لکڑیوں سے بے نیاز وہ بصد اطمینان بیٹھی تھی۔ اور اپنی پراسرار انگوری کانچ جیسی آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

خوف نے میری ریڑھ کی ہڈی کو اپنے پنجوں تلے بری طرح سے روند ڈالا۔ ایک لکڑی چٹخی، چنگاریاں ابھریں اور بکھر گئیں۔ اسی پل، عین اسی پل بلی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنا سارا وزن اپنے اگلے پنجوں پہ ڈالا۔ وہ آگ میں انگاروں پہ کھڑی تھی مگر آگ حیرت انگیز طور پر اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ پارہی تھی۔

اس نے انگوری کانچ جیسی آنکھیں مجھ پہ جمارکھی تھیں اور اپنی مڑی ہوئی سیاہ دم کو تیزی سے ہلا رہی تھی۔ اس کی پراسرار نگاہیں میرے وجود میں گڑی جاتی تھیں اور نیزے کی انی کی طرح چبھتی تھیں۔

اگلے ہی لمحے اس نے مجھ پہ چھلانگ لگادی۔ میں نے لاشعوری طور پر بے ساختہ آنکھیں میچ لیں۔ اسی وقت دروازہ چرچرایا۔ قدموں کی چاپ ابھری اور فضا میں پکوڑوں کی خوشبو اور چائے کی سوندھی مہک پھیل گئی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو بلی غائب تھی۔ آتش دان میں سلگتی لکڑیوں اور بھڑکتے شعلوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے نگاہوں سے پورا کمرہ کھوج ڈالا۔ وہ کہیں نہ تھی۔ دینو بابا ٹرے تپائی پر رکھ کے چلے گئے۔ تو میں بے دلی سے چائے کی سمت متوجہ ہوگیا۔

☆......☆......☆

میں اس سیاہ ترین ناگ کو یک ٹک دیکھے جارہا تھا۔ وہ بہت بڑا ناگ تھا۔ اس کی سیاہ جلد خوب چمک رہی تھی۔ اس کی سیاہ چمکدار آنکھیں بڑی سحر انگیز تھیں۔ دہشت میرے گرد گھیرا ڈالنے لگی۔ اچانک میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ عمار شاہ کی آواز میرے کان میں گونجی۔

"اللہ کے کلام میں ہر مصیبت کو ٹالنے کی طاقت ہے۔"

میں نے بے اختیار آیت الکرسی پڑھنا شروع کردی۔ سانپ کی چمکدار کھال پگھلنے لگی۔ اس کی کھال تیزی سے پگھل پگھل کر مائع میں تبدیل ہورہی تھی اور وہ کسی غبارے کی مانند چرچرا کر سکڑتا جارہا تھا۔ وہ تڑپتے ہوئے تیزی سے بل کھا رہا تھا۔ اور بری طرح بل کھاتے ہوئے تیزی سے اپنی دم کو زمین پہ پٹخ رہا تھا ذرا دیر بعد وہ مکمل مائع بن چکا تھا۔

میں اک طویل سانس لے کر پلٹا۔ میری نگاہوں میں عمار شاہ کا چہرہ گھوم گیا۔ کمال کا شخص تھا وہ بھی۔

عمار شاہ مجھے صرف ایک رات کے لیے ملا تھا لیکن میری زندگی پہ چھا گیا تھا۔ میری سوچوں کے تسلسل کو سیل فون کی رنگ ٹون نے توڑا۔ میں نے ٹراؤزر سے موبائل نکال کر نمبر دیکھا۔ موبائل اسکرین پہ "رمشا کالنگ" چمک رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ عموماً سمیر کی کال آتی رہتی تھی مگر رمشال...... میں نے کال او کے کی۔ "او ہاں!"

رمشال کی سہمی سی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی۔ "کیا ہوا خیریت؟" میں نے ٹھٹک کر پوچھا۔

"سمیر بھائی کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ وہ گھر سے کھیتوں کی طرف نکلے تھے۔" وہ روہانسے انداز میں کہہ رہی تھی۔ "ان کا نمبر بھی آف ہے۔"

"میں ابھی آتا ہوں۔" بائیک نکالنے میں مجھے چند منٹ ہی لگے تھے۔ اور اگلے دو دن تک سمیر کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ رمشال کا برا حال تھا جبکہ نوریہ بھابھی کی فکرمندی نجانے کیوں مجھے مصنوعی لگتی تھی۔ اکثر رشتے دار سمیر کے گھر ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جن میں ریحان، جاذب اور شہرام بھی شامل تھے۔ جس وقت سمیر غائب ہوا، تب رمشال سو رہی تھی۔ وہ نوریہ بھابھی کو یہی بتا کر گیا تھا کہ وہ ذرا کھیتوں کا ایک چکر لگا کر آتا ہے۔ جبکہ کھیتوں میں کام کرنے والے کسی بھی شخص نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ عجیب معمہ تھا۔ اس کی کسی سے دشمنی بھی نہ تھی۔ وہ فطرتاً اپنے کام سے کام رکھنے والا صلح جو انسان تھا۔ شہرام اور ریحان کی

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بہن سمیرہ رمشال کے کمرے میں سوئی تھیں۔ باقی لوگ گیسٹ روم میں تھے۔ جبکہ میں اور شہرام ابھی ابھی باہر سے آئے تھے۔

گھر کے لان کے ساتھ لگے آم کے پیڑ تلے کوئی سایہ تھا۔ میں نے شہرام کو متوجہ کیا اور اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔ ہم دیوار کے ساتھ لگے پودوں کی آڑ لے کر دبے پاؤں آگے بڑھنے لگے۔

اس کے کندھے پہ بکھرے بالوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی لڑکی ہے۔ مگر کون ہوسکتی تھی وہ؟ آم کے پیڑ کے ساتھ ہی انار کے پودے تھے اور ہم انہی کے عقب میں کھڑے تھے۔ اس نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا تو ہم پر انکشاف ہوا کہ وہ نویرہ بھابھی ہیں۔ مگر وہ اتنی رات گئے ادھر کیا کر رہی تھیں؟ وہ پنجوں کے بل بیٹھ کر زمین کھودنے لگیں ان کا پراسرار انداز ہمیں الجھا رہا تھا۔ جب وہ کافی زمین کھود چکیں تو انہوں نے کھینچ کر کوئی چیز نکالی اور چھری سے اسے کاٹنے لگیں۔ چھری کا پھل آم کے پتوں سے چھنتی روشنی میں چمکا تھا۔

شہرام سے مزید ضبط نہ ہوسکا تو وہ ٹارچ ہاتھ میں لئے آگے بڑھا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ ''کیا کر رہی ہیں آپ؟'' شہرام کی آواز پہ وہ اچھل کر پلٹیں۔ ٹارچ کا دائرہ سیدھا ان پہ تھا اور...... جو منظر ہمیں دکھا رہا تھا۔ وہ ہمیں پاگل کر دینے کو کافی تھا۔ ہم دونوں ہی سناٹے میں رہ گئے۔ ''وہ...... ہم میں...'' وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھیں۔ میں پتھرائے ہوئے انداز میں کھڑا دیکھتا رہا...... میں ''زمین جنبد، نہ جنبد گل محمد'' کی عملی تفسیر بنا کھڑا تھا۔

☆......☆......☆

ہال روم لوگوں سے بھر چکا تھا۔ آوازیں تھیں، شور تھا...... خاموشی تھی، سکوت تھا۔ تبھی میں نے سمیرا کو دیکھا وہ اور ایک اور لڑکی رمشال کو تھام کر لا رہی تھیں۔ اس کے چہرے پہ بے یقینی ثبت تھی اور وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ اور تب، اس وقت پہلی بار اس سارے عرصے میں میرا دل دھڑکا تھا۔ رشتے دار اسے تاسف سے تکتے راستہ دیتے گئے۔ اس نے چارپائی پہ سمیر کی کٹی پھٹی لاش کو دیکھا اور اس کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ گئی وہ لڑکھڑا کر گری۔ میں بے ساختہ اس کی جانب لپکا۔ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوچکی تھی۔ ریحان جو میڈیکل کے آخری سال میں تھا، اسے ہوش میں لانے کی ترکیب کرنے لگا اور میں شدت تحیر سے رسیوں میں جکڑی نویرہ کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں اور وہ ہانپنے کے انداز میں سانس لے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اس وقت تھا سمیر کا کلائی سے کٹا ہاتھ اس کی رسٹ واچ کی وجہ سے میں نے فوراً ہی پہچان لیا تھا اور وہ اس کی کلائی نوچ کر کھا رہی تھی جب اسے شہرام نے متوجہ کیا تھا۔ شہرام ہی نے چلا چلا کر سب کو اکٹھا کیا تھا اور آم کی جڑوں سے سمیر کی لاش برآمد ہوگئی تھی۔

میں حیران تھا کہ کوئی لڑکی اس قدر سفاک اور شقی القلب کیسے ہوسکتی ہے؟ لڑکیاں تو بہت نازک دل ہوتی ہیں۔ چھپکلی تک سے ڈر جانے والی اور یہ...... بہرصورت سمیر کو اس کی آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد نویرہ سے پوچھ گچھ ہوئی۔ اس نے جو کچھ بتایا کچھ یوں ہے......

سمیر سے اس کی شادی کو چند ہفتے ہی ہوئے تھے کہ ایک رات ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ رات کو نویرہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ کافی دیر کروٹیں بدلتی رہی تاہم نیند شرارت سے مسکراتی دور جا کھڑی تھی۔ وہ یونہی اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں اس کا سایہ دیواروں پہ رینگتا پھرتا تھا۔ وہ بے دھیانی میں سائے پہ نگاہ جمائے ہوئے تھی۔ دفعتاً وہ چونکی اور ٹھٹک کر رک گئی۔ سامنے کی دیوار پہ اس کے سائے کے علاوہ ایک اور سایہ بھی موجود تھا۔ اس نے آنکھیں مسل ڈالیں۔ تاہم سایہ پھر بھی موجود رہا۔ وہ دوسرا سایہ بھی نسوانی تھا۔ نویرہ کے بال شولڈر کٹ تھے جبکہ اس کے بال کافی لمبے تھے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ لیکن سایہ موجود تھا۔ وہ بے حد خوفزدہ ہوگئی۔ وہ سمیر کو جگانے کے خیال سے پلٹی اور عین اسی وقت، اسی لمحے اس کے وجود کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اسے لگا اس کے اندر آگ سی بھر گئی ہے۔ اسی پل، اسی ساعت دوسرا سایہ غائب ہوگیا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نوریہ کو بے حد گھبراہٹ محسوس ہورہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اس کا کلیجہ ناخنوں سے کھرچ رہا ہے۔ وہ فریج کی جانب بڑھی اور پانی پیا۔ ایک نظر اس نے سوئے ہوئے سمیر پہ ڈالی اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔ فریزر میں فریز کئے کباب کھانے کے بعد اس نے بے حد رغبت سے تمام گوشت کھالیا اور جا کر سوگئی۔

اگلی صبح سمیر نے اسے جگایا۔ وہ کسی بات پہ ہنسی تو سمیر چونک گیا۔ ”چلو دانت صاف کرو۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم نے کچا گوشت کھایا ہو۔“ سمیر نے یہ بات مذاق میں کہی تھی۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ واقعی ایسا ہے۔ وہ خفیف سی ہوکر اٹھ گئی۔ اور پھر اکثر ایسا ہونے لگا کہ سارا گوشت غائب ہوجاتا۔

گاؤں کے مویشی پراسرار طور پر غائب ہونے لگے اور ایک رات...... نوریہ کو بھوک لگی تھی۔ گوشت ختم تھا اور اس سے بھوک برداشت نہیں ہورہی تھی۔ اس نے کوارٹر میں جا کر دیکھا اور چوکیدار کا شیر خوار بچہ اٹھالیا جو اس کی بھوک کی نذر ہوگیا۔

وہ بھی ایسی ہی دوپہر تھی کہ رمشال سو رہی تھی۔ سمیر بھی سو رہا تھا۔ نوریہ کو بھوک نے ستایا وہ بے تاب ہوکر باہر نکلی۔ وہ چوکیدار کو بے ہوش کرکے پودوں کے پیچھے لے گئی وہ اس کی گردن پہ جھکی ہوئی تھی کہ سمیر کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اسے نہ پاکر باہر دیکھنے نکلا تھا۔

راز فاش ہونے پر اس نے سمیر کو ہمیشہ کے لئے چپ کروادیا۔ اور اسے آم کے پاس دفنا کر گھاس برابر کردی، چوکیدار کو وہ کھاچکی تھی۔ چوکیدار کو چونکہ اسی دن اپنے بھائی سے ملنے جانا تھا۔ لہٰذا سب یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ وہاں چلا گیا ہے۔

ہم سب دم بخود بیٹھے تھے۔ جب ایک اور عجیب واقعہ ہوا۔ رسیوں میں جکڑی نوریہ کا وجود ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہوگیا۔ صوفے پہ پڑی رسیاں ہمارا منہ چڑا رہی تھیں۔ میرے ساتھ چونکہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہے تھے۔ موسم ذرا کم حیرت زدہ تھا۔ چند دن چپ چاپ سے گزر گئے۔

رمشال کی رخصتی کی بات کی گئی تھی مگر وہ ابھی بھائی کے صدمے سے سنبھل نہ پائی تھی لہٰذا اس نے انکار کردیا۔ ان کے گھر میں اس کی امی کے کزن اپنی فیملی سمیت شفٹ ہوگئے تھے یوں اس کی تنہائی کا مسئلہ حل ہوگیا۔ اس حادثے نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب اور کردیا تھا۔

☆......☆......☆

میں نے از سرنو حواس کی دنیا میں آنکھیں کھولیں تو میں اپنے کمرے میں بیڈ پہ لیٹا تھا۔ کھٹکے کی آواز پہ میں نے بدقت گردن موڑ کر دیکھا۔ دینو بابا کے ہمراہ ڈاکٹر شہریار کو دیکھ کر میں نے آنکھیں موندلیں۔ ”کیوں جوان؟ جب تیرنا ہی نہیں آتا تو سوئمنگ پول میں کودنے کی کیا ضرورت تھی؟“ ان کا لہجہ خشمگیں تھا۔

”سوئمنگ پول؟“

”جی صاحب“ مجھے صبح جلدی اٹھنے کی عادت ہے نا! تو میں یونہی ٹہلتا ہوا سوئمنگ پول کی طرف چلا گیا جہاں کنارے پہ آپ بے ہوش پڑے تھے۔“ دینو بابا کی بات پہ مجھے حیرت نہیں ہوئی۔ مجھے حیرت ہونی چاہئے بھی نہیں تھی۔ میں اپنے ساتھ پیش آنے والے حیرت ناک واقعات پہ اس قدر حیران ہوچکا تھا کہ اب مزید حیران ہونے کی گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔

”تمہارے پھیپھڑوں میں بہت پانی بھر چکا تھا۔ بروقت طبی امداد نہ ملتی تو......“ ڈاکٹر شہریار کا ادھورا جملہ مجھے تلخی سے مسکرانے پر مجبور کرگیا۔

یہ اس سے چند دن بعد کی بات ہے۔ میں جبران کے اصرار پہ اس کے گاؤں جارہا تھا۔ اس کا گاؤں پاکپتن سے ذرا آگے واقع ہے۔ گاڑی سروس کے لئے دی ہوئی تھی۔ لہٰذا میں ایک بائیک پہ جارہا تھا۔ آسمان تلے بادل ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے پھر رہے تھے۔ سردی میں اضافہ ہوچلا تھا۔ میری بائیک تیزی سے رواں تھی۔ سرد ہوائیں جیکٹ کے اندر سے ہوکر جسم میں چبھتی اور ہڈیوں کا گودا جماتی محسوس ہورہی تھیں۔ سڑک کے اطراف سرسوں کی فصل اور دیگر فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ پھر آگے جاکر ایک ویرانہ آگیا۔ یہاں زمین بنجر پڑی تھی۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اچانک بائیک کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ چند گز پھسلتے سڑک پر گھسٹتی گئی۔ پھر رک گئی۔ میں نے نیچے اتر کر جائزہ لیا اور "اوہ شیٹ!" کہہ کر رہ گیا۔ ایک نوکیلا کنکر چبھنے سے اگلا ٹائر پنکچر ہوگیا تھا۔ قریب کوئی ورکشاپ بھی نہ تھی۔ میں نے بائیک سڑک سے ہٹا کر ایک درخت تلے کھڑی کی اور ہاتھ رگڑتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ بادلوں کے سرمئی مرغولے آسمان پہ رقصاں تھے۔ سڑک کے دونوں جانب زمین بنجر پڑی تھی۔ کہیں کہیں کوئی درخت تھا۔ یا جھاڑیاں تھیں۔ دور تک جاتی سڑک ویران تھی۔ یہ سڑک ویسے بھی اتنی استعمال نہ ہوتی تھی۔ سو اس کا ویران ہونا غیر معمولی نہ تھا۔ میں اپنی سوچوں میں گم چلا جارہا تھا۔ جب "ٹپ" سے کوئی چیز میری پیشانی پہ گری اور پھسلتے ہوئے ناک سے نیچے گرگئی۔ میں نے سر اٹھایا اور مزید کئی بوندیں ٹپ ٹپ میرے چہرے پر گریں۔ میں نے ارد گرد متلاشی نظروں سے دیکھا۔ کچھ دور جنگلی کیکر کا ایک گھنا درخت تھا۔ میں نے اپنی رفتار بڑھالی اور تقریباً دوڑتا ہوا درخت تک پہنچا تھا۔ پھر بھی میرے بال اور جیکٹ کسی حد تک بھیگ ہی گئی تھی۔ میں نے جیکٹ جھاڑی اور گلے میں لپٹا مفلر گلے سے اتار کر اس کے ایک کونے سے بال خشک کیے اور پھر مفلر گردن میں یوں لپیٹ لیا کہ اس کا گیلا کونا پشت پہ جا گرا۔

بارش میں مزید تیزی آگئی تھی۔ میں نے سیل نکال کر جبران سے رابطہ کرنا چاہا۔ میرا ارادہ اسے صورت حال بتا کر مدد لینے کا تھا مگر سگنل نہ ہونے کے باعث میں نے سیل واپس جیکٹ میں ڈال لیا۔ فضا میں بارش کا دھندلا سا غبار پھیلا تھا۔ بوندیں ایک ردھم کے عالم میں گرتی چلی جاتی تھیں۔ اندازہ ہوا کہ بارش کے رکنے کا ابھی کوئی موڈ نہیں۔ میں نے ریلیکس انداز میں درخت سے ٹیک لگالی۔ اور ایک سحر کے عالم میں برستی بارش کو دیکھنے لگا۔ چار سو سرمئی سا دھندلا غبار پھیلا تھا۔ "ٹپ ٹپ ٹپ" کی آواز ایک دوسرے میں مدغم ہو رہی تھی۔ ہوا بارش کی دیوار کو کاٹتی ہوئی گزرتی تو بھنور جیسا مرغولہ سا بن جاتا تھا۔ آہ......! کتنا دلکش تھا وہ سب......! خوب صورت موسم ایسے ہی تو موڈ پہ خوشگوار اثر ڈالنے کے لیے...... میرے سوچوں کے تسلسل کو ایک عجیب سی آواز نے توڑا۔ بے حد عجیب آواز تھی وہ۔

کسی چیل کی کرخت چیخ اور سانپ کی پھنکار کا ملا جلا سا تاثر تھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ مگر کسی ذی روح کا نشان تھا، نہ ذی نفس کا...... پھر وہ آواز کدھر سے آئی تھی؟ یکلخت وہ آواز پھر ابھری اور اس کے ساتھ ہی کوئی شے "دھپ" سے عین میرے سامنے زمین پہ گری۔ نیچے گرتے ہی وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ وہ ایک مضبوط جسامت کا شخص تھا۔ بلیک ٹو پیس میں ہونے کے باوجود وہ بالکل ریلیکس تھا۔ گویا اسے سردی وغیرہ کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ اس نے چہرے پہ سیاہ نقاب چڑھا رکھا تھا اور حیرت انگیز طور پر اس کے کپڑے بالکل خشک تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سرد سا تاثر تھا۔ میں زیادہ دیر اسے دیکھ نہ پایا اور رخ پھیر لیا۔

"تمہیں بارش بہت پسند ہے؟" اس کے لہجے میں وہی سانپ کی پھنکار اور چیل کی چیخ کا ملا جلا سا تاثر تھا۔ "ہوں......" میں بارش کو چیرتی ہوا کے سبب بنتے ہوا اور پانی کے بھنور نما مرغولوں پہ نگاہ جمائے کھڑا رہا۔

"مجھے بھی بہت پسند ہوتی تھی۔ مگر اب زہر لگتی ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ یہ بارش ہی ہے۔ جس نے مجھے برباد کیا ہے۔"

"بارش بھلا کسی کو کیسے برباد کرسکتی ہے؟"

"تم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ مجھے بارش ہی نے برباد کیا ہے۔" وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولا۔ میں نے محض اسے دیکھنے پہ اکتفا کیا۔ سرد ہوا کے جھونکے بارش کی بوچھاڑ کو اپنے ہمراہ لائے تھے۔ تیز ہوا سے اس کا نقاب پھڑپھڑایا اور میں بری طرح سردی سے لرز اٹھا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے ایک جھٹکے سے نقاب کھینچ کر اتار دیا۔ مجھے حیرت وخوف کا ایک جھٹکا لگا۔ اس کا چہرہ ناک کی نوک کے نیچے سے غائب تھا۔ ناک سے لے کر سر کے پچھلے حصے تک سیدھا سپاٹ زخم تھا۔ ہونٹوں سے لے کر گردن غائب تھی۔ اس کی کٹی ہوئی آدھی کھوپڑی ہوا میں معلق تھی۔ میں نے لڑکھڑاتے ہوئے بے ساختہ درخت کا سہارا لیا تھا، بادل ایک دم زور سے دھاڑ اٹھے۔ بجلی اپنے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نادیدہ ہدف کی طرف لپک کر آئی اور غالباً اسے ہمراہ لئے فوراً ہی واپس چلی گئی۔ بادلوں کی گرج بجلی کی چمکیلی لپک، بارش کی آواز اور ہوا کی "شائیں شائیں" کے باوجود، ماحول پہ بھیانک خاموشی طاری تھی۔ سناٹا حاوی تھا۔ سکوت کا راج تھا۔ گہری اور دہلا دینے والی خاموشی...... گھمبیر سناٹا...... پاگل سا کر کے رکھ دینے والا سکوت......

وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور مستحکم قدموں سے چلتا ہوا اوجھل ہوگیا۔ مجھ پہ ابھی بھی سکتہ طاری تھا۔ میں ابھی بھی سناٹوں کی زد میں تھا۔ میں اوکاڑہ میں ایک جاننے والے کے جنازے کے ساتھ آیا تھا۔ اس کی موت پراسرار طور پر واقع ہوئی تھی۔ اس کے اپنے ہی ہاتھ گردن پہ جمے تھے گویا اس نے خود ہی اپنا گلا دبایا ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے بھلا؟ اسے دفنا کر لوگ واپس ہوئے تو میں بازار میں گھس گیا۔

اگلے روز شہرام کی سالگرہ تھی۔ اس کے لیے ایک نفیس سی شرٹ اور پرفیوم پیک کروا کے میں نے کسی لائبریری کا پوچھا۔ "عاصم لائبریری" سے تازہ شمارہ اور چند ناول لے کر میں واپس مڑا ہی تھا کہ ایک نادیدہ تھپیڑ میرا مزاج پوچھ گیا۔ میں لڑکھڑا کر لائبریری کے باہر لٹکے ڈائجسٹ اور میگزینز پہ گرا۔ میں خود تو رسیوں کی وجہ سے سنبھل گیا۔ مگر کئی ڈائجسٹ زمین بوس ہوگئے۔ Are you ok sir لائبریرین نے مجھے سہارا دیا۔ میں محض اثبات میں سر ہلا سکا...... اور جب وہ خوش شکل لڑکا نیچے گرے میگزین وغیرہ پھر سے ڈوریوں میں پھنسا رہا تھا، تب عین اسی پل اس کے عقب میں مجھے وشال دکھائی دیا۔ اس کے ہونٹوں پہ زہریلی مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے سنہرے رنگ کی روشنی نکلی جو میری آنکھوں کے ذریعے سیدھی دماغ میں گھس گئی۔ وہ آگے بڑھا تو میں سب چھوڑ چھاڑ کر اس کے پیچھے ہولیا۔ "سر اپنے ناولز تو لیتے جائیں۔" لائبریرین کی پکار پہ میں نے گھور کر دیکھا۔ وہ چپ چاپ پیچھے ہٹ گیا۔ پھر کہاں کی لائبریری اور کہاں کے ناولز...... میں کسی زومبی کے معمول کی طرح اس کے پیچھے جا رہا تھا۔ اردگرد کی ہر چیز گویا پس منظر میں چلی گئی تھی۔

میں بس وشال کو دیکھ رہا تھا آہ! کتنا اچھا تھا وہ! اس کے لئے میرا دل گہری عقیدت سے بھر چکا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ زندگی اس کے قدموں میں ہی بتا دوں۔ خدا جانے کتنا وقت گزرا تھا۔

اچانک مجھے ایک شدید ترین جھٹکا لگا۔ میرا ذہن ایک دم جھنجھنایا تو اندر کچھ لڑکھڑایا تھا۔ کوئی طلسم تھا جو ایک دم ٹوٹا تھا۔ کوئی سحر تھا جو چشم زدن میں ریزہ ریزہ ہوا تھا۔ مجھے حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں عجیب سی جگہ پہ تھا۔ اونچے اونچے گھر تھے۔ اور میں ایک گھر کے سامنے کھڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا دروازہ ایک دم کھلا اور مجھے ایک جھٹکے سے اندر کھینچ لیا گیا۔

دست حیرت نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔ گھر کے اندر قبرستان تھا۔ ہاں! بلاشبہ وہ قبرستان ہی تھا۔ پرانی شکستہ قبریں نشان عبرت تھیں۔ قبروں میں جابجا جھاڑیاں وغیرہ اگی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ ایک تازہ قبر کھدی تھی۔ اسی وقت کچھ نادیدہ لوگوں نے مجھے جکڑا اور میری شدید مزاحمت کے باوجود مجھے اس کے قریب دھکیل دیا۔

دہشت کے مارے میں حلق پھاڑ کر چلانے لگا۔ مگر وہاں کون تھا جو میری فریاد سنتا؟ کون تھا جو میری مدد کرتا؟ کوئی نہیں تھا کوئی بھی تو نہیں تھا۔

نادیدہ لوگ اب مٹی اٹھا اٹھا کر مجھ پہ پھینک رہے تھے۔ میرا دم گھٹنے لگا تھا۔ چلاتے چلاتے حلق میں خراشیں پڑ گئی تھیں۔ سانس سینے میں اٹکنے لگا تھا۔ جسم کا تمام کون خشک ہو رہا تھا۔ مٹی بڑھتی چلی جا رہی تھی...... میں ہسٹریائی انداز میں "اللہ...... اللہ!" چلا رہا تھا۔

آپ جب بھی کسی مشکل میں ہوں ذہن دل کی کسی عملی کوشش کے بغیر ہی آپ کے لاشعور سے بے اختیار اللہ کا نام نکلتا ہے۔ میری یہ پکار بھی لاشعوری تھی۔ کوئی میری مدد کرنے والا نہیں تھا۔ کوئی پکار سننے والا نہ تھا۔

لیکن نہیں...... کوئی تھا۔ کوئی تھا جس نے میری پکار سن لی تھی۔ کوئی تھا جس نے میری فریاد کے جواب میں "لبیک" کہا تھا۔ وہ جو کہتا ہے کہ میری طرف ایک قدم بڑھو میں تمہاری طرف دس قدم بڑھاؤں گا۔ پھر کیسے ممکن

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا کہ وہ میری درد میں ڈوبی پکار سن کر بھی میری مدد نہ کرتا ہوا کا ایک ہی جھونکا مجھ پر سے ساری مٹی اڑا لے گیا۔ خوف میں ڈوبی کچھ چیخیں میری سماعتوں سے ٹکرائی تھیں۔ اسی پل ایک تیز مگر دلفریب خوشبو جو بے حد نوکیلی تھی۔ میرے نتھنوں کے راستے دماغ تک پہنچ گئی اور سر میں چکرانے لگی۔ میرے حواس جاتے رہے۔ اور جب میں کچھ سمجھنے کے قابل ہوا تو میں اپنے گھر کے لان میں پھولوں کے پاس تھا۔

☆......☆......☆

کب تیری بے رخی کی شکایت تم سے کی میں نے؟
کب اپنے درد دل کی وضاحت تم سے کی میں نے؟
ہر سزا تسلیم دعا مجھ کو، مگر سن! اے میرے منصف!
"ذرا" سا رحم...... کہ محبت "تم" سے کی میں نے"

24 نومبر 2011ء کی وہ صبح بھی طلوع ہوہی گئی۔ میں نے رمشال سے ملنے کا سوچا مگر اسی رات تو ظاہر ہے میرے ساتھ کچھ ہونا لازم تھا۔ اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اس "کچھ نہ کچھ" کی لپیٹ میں وہ آئے۔ "یہ رہا آپ کا پسندیدہ ناشتہ" دینو بابا نے بھاپ اڑاتی ٹرے میرے سامنے لارکھی۔ میں نے بے دلی سے ناشتہ کیا اور ٹرے کھسکا کر اٹھ گیا۔ رگوں میں حسب معمول سوئیاں چبھ رہی تھیں۔ خون میں بے چینی تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگی تھی۔ دل کو بے قراری نے اپنی مٹھی میں لے لیا تھا اور اس کی گرفت لحہ بہ لحہ سخت سے سخت ترین ہوئی جاتی تھی۔ دہشت کسی زہریلی ناگن کی طرح بار بار ذہن میں ڈنک مارنے لگی۔ جب گھر میں رہنا میرے لئے ممکن نہ رہا تو میں باہر نکل گیا۔

میں گزشتہ 24 نومبر" کو سوچتا ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں پھنسائے مسلسل چلتا رہا۔ زمین پہ تہہ در تہہ خاموشی بچھی تھی۔ فولاد کی مضبوط ناقابل شگاف چادر کی طرح...... لیکن ہر مضبوطی "ہمیشہ" تو مضبوط نہیں رہتی۔ ہر ناقابل شگاف شے میں کبھی نہ کبھی شگاف پڑجاتا ہے۔ ہر ناقابل تسخیر چیز کبھی نہ کبھی تسخیر ہو کر رہتی ہے۔ ہر چٹان کے لئے کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوتا ہے۔ جو اسے بھربھری ریت بنا دیتا ہے۔ خاموشی کی اس فولادی چادر تلے بھی سرسراہٹ سرسرا رہی تھی اور اس چادر کو اپنے دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔ جیسے کوئی بچھو ماں کے پیٹ سے نکلنے کے لئے اس کے پیٹ کو کاٹتا ہے۔ میں خاموشی سے چپ چاپ آگے بڑھ رہا تھا۔ یکبارگی خاموشی کی فولادی چادر میں شگاف پڑ گیا۔ بالکل اچانک اور بالکل خاموشی سے...... بعض شگاف اس طرح پڑتے ہیں کہ کسی کو علم تک نہیں ہوتا۔ مگر زخم بہت بہت گہرے ہو جاتے ہیں۔

سرسراہٹ، آہٹ بن گئی اور آہٹ لمحے کے ہزارویں حصے میں شور میں ڈھل گئی۔ ہزاروں آوازیں ایک ساتھ چلا چلا کر کانوں کے پردے پھاڑنے لگیں۔ بے ربط..... بے معنی الفاظ...... مگر آوازیں اس قدر نوکیلی تھیں کہ میرے سر میں دھماکے سے ہونے لگے۔ میں نے بے اختیار دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بھینچ لئے مگر بے سود..... میں ان آوازوں سے بچنے کو سڑک پہ سیدھا سرپٹ بھاگتا چلا گیا۔ آوازیں بھی میرے ہمراہ بھاگ رہی تھیں۔ اس سامعہ شگاف شور سے بچنے کو میں نے اپنی رفتار تیز کردی۔ آوازوں کی رفتار میں تیزی آگئی۔ میں ان آوازوں کو پیچھے چھوڑنے کے چکر میں اپنی پوری قوت بروئے کار لاکر بھاگ رہا تھا اور وہ...... آوازیں...... میرے خدا!...... وہ آوازیں میرے آگے بھاگ رہی تھیں۔ گویا مجھ پہ دیوانگی طاری تھی۔ مجھے ہر حال میں ان آوازوں سے، اس شور سے دور جانا تھا، ہر قیمت پہ...... اسی لئے میں بنا کسی سمت کا تعین کئے بھاگ رہا تھا۔ دل پہلو میں پارے کی صورت اچھل رہا تھا۔ اور تب...... یکلخت...... یکلخت مجھ پہ انکشاف ہوا کہ میں برابر ایک دائرے میں بھاگ رہا ہوں۔ یہ احساس اس قدر سفاک تھا کہ میرے دل کی گہرائیاں تک ٹھٹھر گئیں۔

میں نے لاکھ سمت بدلی مگر یہ خیال مسلسل ذہن و دل میں چبھتا رہا کہ میں بدستور ایک دائرے میں چکر کاٹ رہا ہوں۔ یہ خیال ایسا جان لیوا تھا کہ میں پاگل پن کی انتہاؤں کو چھونے لگا۔

شور بڑھتا جاتا تھا۔ مسلسل بھاگتے ہوئے میں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تھک چکا تھا۔ سردی کے باوجود میرا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ دل بار بار دھڑکنوں کو چابک رسید کرتا تھا اور دھڑکنیں لمبے بالوں والے منہ زور گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑتی جاتی تھیں۔ میرا سانس سینے میں نہیں سما رہا تھا۔ پھیپھڑوں کی وہ حالت تھی گویا کسی غبارے میں آخری حد تک ہوا بھردی جائے۔ اور وہ بس پھٹنے ہی والا ہو۔ سماعت شکن شور میرے اعصاب توڑے جاتا تھا۔ میں مسلسل ایک دائرے میں بھاگ رہا تھا اور تب اچانک مجھے ٹھوکر لگی اور ٹھوکر تو لگتی ہی اچانک ہے۔ اگر کسی کو پہلے سے علم ہو تو وہ ٹھوکر کھائے ہی کیوں؟ میں لڑکھڑا کر پتھریلی زمین پہ گرا اور سانسوں پہ قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

اور تب...... ہی شور ایک دم تھم گیا۔ میرے دل کو کسی نے ہاتھ میں لے لیا اور میری وحشی دھڑکن ایک دم تھم کر رہ گئی۔ سناٹے نے آوازوں کے تھمتے ہی اپنے لمبے پر پھڑپھڑائے اور خاموشی کی دبیز، بلند چوٹی پر اپنے پنکھ سمیٹ کر بیٹھ گیا۔ میں خالی الذہنی کے عالم میں وہیں لیٹا رہا۔ وقت کے دریا کنارے لگے خزاں رسیدہ درخت سے لمحوں کے زرد پتے ایک ایک کرکے دریا میں گرتے رہے، جنہیں سبک لہریں اپنے ہمراہ لے جاتیں اور وہ آگے سرکتے جاتے کبھی نہ آنے کے لئے۔

اور پھر...... قدموں کی چاپ ابھری...... بھاری قدموں کی چاپ......! سناٹے نے دیکھا اور اپنے لمبے پروں کو پھڑپھڑایا اور پھر اڑان بھر کر کوچ کر گیا۔ میں آنے والے کو دیکھے گیا۔ خدا جانے کب رات ہوگئی؟ مجھے علم ہی نہ ہوا تھا۔

زائلہ عین میرے سامنے آکر رک گئی۔ اس کا قد بے حد طویل تھا۔ اس کے بال زمین پہ گھسٹ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں سفاکیت چمک رہی تھی اور ہونٹوں پہ زہریلی مسکراہٹ...... میرا دل ایک دم سکڑا اور پھر پوری قوت سے پھیلا۔ خون میری رگوں میں منجمد ہوگیا۔ اور دھڑکن ہراساں ہوکر دل کے فراخ سینے میں منہ چھپا گئی۔ زائلہ نے مجھے گھورا اور مجھ پہ جھکی۔ اس نے مجھے کسی چھوٹے سے کھلونے کی طرح اٹھالیا اور ایک طرف چل دی۔ میں اس کے ہاتھوں میں بری طرح مچل رہا تھا۔ مگر میری تمام تر مزاحمت اس کی فولادی گرفت کے آگے بیکار تھی۔ اس نے اچانک مجھے چھوڑ دیا۔ میں قلابازیاں کھاتا ''ٹھک'' سے زمین پہ گرا تھا۔ میں یہ جان پایا کہ درد نے مجھے کہاں کہاں سے بھینچ کیا تھا۔ بس درد ایک بگولے کی طرح میرے پورے وجود میں تڑپنے لگا۔ میں نے بے اختیار لب دانتوں تلے دبالیا مگر کراہیں باوجود اس کے، لبوں کی باڑھ پار کر گئیں۔ اور تب میں نے دیکھا کہ سامنے انگاروں کا فرش بچھا ہے۔ دہکتے، بڑے بڑے سرخ انگارے...... میرا دل پہلو سے نکل کر یک دم ان انگاروں پہ جا پڑا تھا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور دماغ بری طرح تھرا اٹھا۔ ''تمہیں ان انگاروں پہ چل کر دوسری طرف جانا ہے۔'' زائلہ نے میرے سر پہ ہتھوڑا دے مارا۔

میرا دل یوں لرزنے لگا گویا ارد گرد کی زمین میں دراڑیں پڑ گئی ہوں۔

''جاؤ'' زائلہ نے حکم دیا۔

''نن...... نہیں۔'' میرے لبوں میں لفظ ضرور لڑکھڑایا تاہم لہجہ حتمی تھا۔

''جانا تو تمہیں ہوگا اوہان عمر!'' زائلہ کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ ...... ہاں! عین اسی پل اس کی آنکھوں سے نیلگوں روشنی لپکی اور سیدھی میرے دماغ میں گھستی چلی گئی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی مدت ایک سیکنڈ کا بھی عشر عشیر تھی۔ اس کے باوجود میں سحر زدہ ہو چکا تھا۔

''جاؤ اوہان عمر! ان انگاروں پر سے گزر کر دوسری طرف چلے جاؤ۔'' میں کسی معمول کی طرح انگاروں کی طرف پلٹا۔

''اوہ! وہ انگارے کیسے دہک رہے تھے؟ جیسے سرخ سرخ پھول ہوں۔'' میں نے اپنے پیر جوتوں کی قید سے آزاد کیے اور انگاروں پہ قدم رکھ دیے۔ تپش نے میرے پیر سلگا دیئے اور انگارے کھال سے چپٹ گئے۔ میں آگے بڑھنے لگا۔ میری قوت ارادی سلب ہوگئی تھی۔ دماغ ہر قسم کی سوچوں سے خالی اور خیالات سے یکسر عاری ہوگیا تھا۔ میں بس یہ جانتا تھا کہ مجھے آگے بڑھنا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کچھ بھی پتہ نہ تھا۔ نہ مجھے جاننے کی خواہش تھی۔

انگارے میرے تلوؤں سے چپٹے کھال کو جلا رہے تھے۔ تپش کسی تند لہر کی مانند میرے پیروں کے تلوؤں سے ہوتی یکبارگی دماغ تک جا پہنچی۔ بے پناہ جلن تھی...... ناقابل بیان اذیت تھی۔ میں ہذیانی انداز میں چلانے لگا۔ پھر بھی میں آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر میرے لئے چلنا، یہاں تک کہ اپنے قدموں پہ کھڑے رہنا ناممکن ہوگیا۔ میں لڑکھڑا کر گرا اور انگاروں کے بستر پر ڈھیر ہوگیا۔ جلن بھری اذیت نے مجھے پوری طرح......

میں بری طرح حلق پھاڑ کر چلا رہا تھا۔ ''چڑ چڑڑ......'' کی آواز سے میری تمام کھال جل جل کر سکڑ رہی تھی۔ جلن ہڈیوں کو بھی پگھلا رہی تھی۔ وہ لمحے مجھ پہ کوڑے بن کر برس رہے تھے۔ لحہ بہ لحہ جل رہا تھا۔ میرے نتھنوں سے خود اپنے جلتے گوشت کی ناگوار بو بار بار ٹکرا رہی تھی، درد اور جلن کے علاوہ کوئی اور احساس باقی نہ تھا۔

''یا اللہ......!'' میرے حلق سے، ذہن و قلب سے، شعور و لاشعور سے طویل اذیت ناک چیخ ابھری تھی۔ اور میں اسی جلن اور تپش میں تڑختی کربناک اذیت سے تھلتے تھلتے حواس کھونے لگا۔ میرے ذہن پہ گاڑھی...... سیاہ دھند نے یلغار کردی اور میں حواس سے بیگانہ ہوگیا۔

☆......☆......☆

''اذہان صاحب! یہ رمشاں آپی نے بھجوایا ہے۔'' میری آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ میں کین چیئر پہ تھا۔ میں نے سب سے پہلے لرزتے ہاتھوں سے اپنے جسم کو چھوا۔ درد کا نشان تک نہ تھا۔ میں نے پیروں کے تلوؤں کو دیکھا۔ جلنے کے آثار ناپید تھے۔ اک طویل سانس لے کر میں اس لڑکے کی جانب متوجہ ہوا جو چینی کا ڈونگا لئے کھڑا تھا۔ وہ غالباً رمشاں کا ملازم تھا۔ ''کیا نام ہے تمہارا؟'' میں نے ڈونگہ اس کے ہاتھ سے لے کر ڈھکن اتارا۔ گجریلے کی سوندھی خوشبو کو سانس کے ذریعے اندر اتار کر میں نے ڈونگہ میز پر رکھا۔

''میرا نام حیات ہے جی!'' میں نے اسے پانچ سو کا نوٹ نکال کر دیا۔ جو اس نے ہچکچاتے ہوئے تھام لیا۔

''اپنی آپی کو شکریہ کہنا۔'' اس کے جانے کے بعد میں گجریلا کھانے لگا جو کہ بےحد لذیذ تھا۔

اچانک چمچ سے ایک کاغذ ٹکرایا۔ میں نے ایک انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے وہ کاغذ نکال کر دیکھا۔ ''آپ آج رات کا کھانا ادھر کھائیں گے۔ مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔''

شام کو میں وہاں پہنچا تو ضیا انکل اور سعدیہ آنٹی نے پرجوش انداز میں میرا استقبال کیا۔ حیات کولڈ ڈرنک سرو کر گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کھانا لگنے کی اطلاع پر ہم لوگ ڈائننگ روم میں چلے گئے۔ رمشاں نے دھیرے سے سلام کیا۔ رائل بلیو اینڈ گریپ کلر کے اسٹائلش سے سوٹ میں بالوں کو جوڑے میں باندھے وہ اتنی خوب صورت لگ رہی تھی کہ میں اس کے سلام کا جواب دینا بھی بھول گیا۔ کھانا شروع ہوا۔ میں نے میر کا ذکر چھیڑ دیا۔ انکل آنٹی افسردہ ہوگئے اور رمشاں کی آنکھیں بھر آئیں۔ کچھ دیر بعد انکل اور آنٹی سو گئے تو میں نے رمشاں سے پوچھا۔ ''تم نے مجھ سے کوئی بات کرنا تھی؟''

''ہاں!! اذہان وہ نوریہ......'' وہ لرزاں آواز میں بتانے لگی کہ اسے میر کے کمرے میں پھر دو تین بار نوریہ دکھی ہے۔ لیکن وہ اس کے دیکھتے ہی غائب ہوجاتی ہے۔ ایک بار تو وہ کسی بچے کی ٹانگ کھا رہی تھی۔

میں نے رمشاں کو تسلی دی اور کہا کہ ''میں کل پھر آکر انکل سے رخصتی کی بات کرتا ہوں۔'' اس کا خوف کافی حد تک کم ہوا تو میں گھر کے لئے نکلا۔ میں شارٹ کٹ سے واپس آرہا تھا۔ کھیتوں کے بیچ پگڈنڈی پہ چلتا میں اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا۔

معاً میں ٹھٹک گیا۔ پانی ''چھپ چھپ'' اچھلنے کی آواز آرہی تھی۔ جیسے کوئی نہا رہا ہو۔ اس جگہ سے تھوڑا آگے کھیتوں کو سیراب کرنے والی ندی تھی۔ غالباً اس میں کوئی نہا رہا تھا۔ میں نے موبائل کی ٹارچ روشن کرلی۔ میں آگے بڑھا، ٹارچ کی روشنی نے نہانے والے کو چھوا اور...... میں بے ساختہ تھرا اٹھا۔

مجھے گویا کسی نے برف کی سل پہ لا کھڑا کیا تھا اور میں چاہ کر بھی برف پر جمے تلوے اٹھا کر چل نہیں سکتا تھا۔

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مجھے لگا کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی بھی تو پیروں کی کھال اکڑ کر برف سے چپکی رہ جائے گی۔ خاموشی کے بہت سے لمحے سرسرا کر گزرتے رہے۔ وہ بدستور نہا رہا تھا۔ اور نہانے والا کون تھا بھلا؟ وہ سمیر تھا۔ ہاں! بلاشبہ وہ سمیر تھا۔ وہی سمیر جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے دفنایا تھا۔

''ارے از ہان تو؟ بہت گرمی تھی یار قبر میں...... تم لوگوں نے تو اتنا بھی نہیں کیا کہ ایئرکنڈیشنر ہی لگوا دیتے۔'' اس نے بولتے ہوئے ہاتھوں کی اوک میں پانی لے کر چہرے پہ چھپکا مارا۔

میں ''تک تک دیدم، دیدم نہ کشیدم'' کی عملی تفسیر بنا کھڑا تھا۔ ''آ جا! تو بھی نہا لے۔''

میری قوت گویائی تو سلب ہو چکی تھی۔ اس کا بھیگتا کفن مجھے دہشت کے سمندر میں دھکیل رہا تھا۔ ''آ نا!'' اس نے ہاتھ میری جانب بڑھایا۔ اس کا ہاتھ حیرت انگیز طور پر کافی فاصلے کے باوجود مجھ تک پہنچ گیا۔ اور میں ''زمین جنبد، نہ جنبد گل محمد'' والی کیفیت سے ایک دم نکلا تھا۔ مجھ پہ طاری حیرت کا سکتہ دہشت کی شدید ترین ضرب سے ایک چھناکے سے ترخ کر ٹوٹا تھا۔ خدا جانے خوف تھا یا بے قراری جو سینے سے اچھل کر میرے حلق میں آن پھنسی تھی۔ سرد ہوا کا ایک مضبوط جھونکا میرے سر کے بالوں کو چھوتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں یکدم پلٹا اور بھاگ اٹھا۔ میری تمام تر قوت میرے قدموں میں سمٹ آئی تھی۔ میں پگڈنڈیوں کو بری طرح روندتا سڑک کنارے جا نکلا۔ ایک درخت کا سہارا لے کر میں نے سانس بحال کی جو بری طرح پھول رہی تھی۔

چاند تاریکیوں پہ غالب آ چکا تھا۔ اسی وقت میرے عقب میں سرسراہٹ ہوئی اور میری دھڑکن یکدم تھم گئی۔ درخت کے کھردرے تنے پہ جمے میرے ہاتھ پتھر کی طرح ساکت ہو گئے۔ دل انگلیوں کی پوروں میں دھڑک رہا تھا۔ بلکہ ''پھڑک'' رہا تھا...... ساری ہمت مجتمع کر کے میں نے گردن موڑی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ میں تیزی سے چلتا گھر کی جانب بڑھنے لگا۔ خوف میرے ہمقدم تھا۔ بار بار پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ ابھرتی تھی تاہم پلٹ کر دیکھنے پر ویران سڑک سنسان پڑی ہوئی گھر تک میری یہی حالت رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ بظاہر دسمبر کی ایک عام سی صبح تھی۔ سورج کی سنہری کرنیں سردی کے وجود پر چھپیاں بن کر چھپی تھیں۔ لہٰذا سردی کو اپنا زخمی وجود سمیٹ کر جانا پڑ گیا تھا۔ میں اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس دن بھی کاموں کی فہرست تیار کر چکا تھا۔ مگر مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ دن میرے لئے کسی تاریکیاں لے کر آ رہا ہے۔ میں لاعلم تھا اس بھیانک حادثے سے۔ ہم بھی لاعلم ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں علم ہو جائے تو ہم کبھی اس بھیانک حادثے کو پیش ہی نہ آنے دیں جو ہمیں ''خالی ہاتھ'' کر دینے والا ہوتا ہے۔ کم از کم اپنی طرف سے تو پوری کوشش کر ڈالیں، بہرحال ایسا ہوتا نہیں۔ میں ناشتے کی ٹیبل پہ بیٹھا ہی تھا کہ ثمینہ آنٹی کی کال آ گئی اور انہوں نے جو خبر سنائی، اس نے ایک جھٹکے سے میرے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی۔ ساتوں آسمان بلاتوقف ایک ساتھ مجھ پہ ٹوٹ پڑے اور میرے وجود کو پاتال میں دھکیل گئے۔ ثمینہ آنٹی نے بتایا کہ ''رمشال غائب ہے۔''

میں سیل یونہی ہاتھ میں لئے تیر کی طرح اڑتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ مگر میری ساری پھرتیاں دھری کی دھری رہ گئی تھیں۔ جو ہونا تھا ہو تو ہو چکا تھا۔ سانپ گزر چکا تھا اور میں لکیر پیٹنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔

☆......☆......☆

رات کا پچھلا پہر دبے پاؤں آگے بڑھ رہا تھا۔ آسمان پہ گو کہ چاند روشن تھا مگر جب آپ کے اندر ہی تاریکیوں کا راج ہو تو بیرونی روشنیاں پھر کچھ کام نہیں دیتیں۔ ہوتا ہے بعض اوقات ایسا کہ ہم کسی شخص کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ مگر جب وہ ہم سے ''چھن'' جائے، کھو جائے، تب ہمیں علم ہوتا ہے کہ وہ تو ہمارے لئے بہت اہم تھا۔ اتنا اہم کہ اس کے بنا ہم ''کچھ بھی'' نہیں۔ جب وہ پاس تھی تب مجھے بھی اس کی، اہمیت کا اندازہ نہ تھا، اور جب مجھے پتہ چلا تھا کہ وہ میرے لئے کیا تھی تو وہ کہیں بھی نہیں تھی، میں نے اپنی جلتی آنکھوں کو ہتھیلیوں کی پشت

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سے مسلا۔ اپنے سامنے وشال کو دیکھ کر میں نے چپ چاپ سر جھکالیا۔ ''رمشال کو واپس چاہتے ہو تو تمہیں ہمارا ایک کام کرنا ہوگا۔''

میں نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''ت؟ تم نے رمشال کو......'' فرط جذبات سے مجھ سے بات مکمل نہ ہوسکی۔

''وہ صحیح سلامت ہے۔ اگر اس کی خیریت چاہتے ہو تو تمہیں ہر حال میں ہمارا کام کرنا ہوگا۔''

میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا منہ توڑ دوں۔ مگر یہ وقت تحمل سے کام لینے کا تھا۔ ''کیا کرنا ہوگا مجھے؟'' میں نے خود پہ قابو پا کر کہا۔

''تم اس کے لئے کیا کرسکتے ہو؟''

''سب کچھ۔'' میرا لہجہ حتمی تھا۔

''کام ذرا مشکل ہے۔ اس لئے سوچ لو۔''

''میں ہر کام کے لئے تیار ہوں۔ چاہے مجھے پہاڑ کھودنا پڑے۔'' میں نے اٹل لہجے میں کہا۔ مگر مجھے نہیں پتہ تھا کہ اس کے اگلے الفاظ مجھے برف میں دھکیل دیں گے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''پہاڑ تو نہیں، البتہ تمہیں قبریں ضرور کھودنی پڑیں گی، ہمیں چالیس مردے چاہئیں اور یہ کام تمہیں پرسوں یعنی چاند کی انیس کو شروع کرنا ہے۔''

☆......☆......☆

میری طبیعت اتنی خراب تھی کہ مجھے ہاسپٹل جانا پڑ گیا۔ میڈیسن لے کے میں باہر نکل رہا تھا جب تیزی سے اندر آتا ایک شخص مجھ سے ٹکرا گیا۔ ''اوہ! سوری...... ویری سوری۔'' اس نے دوا کا شاپر اٹھا کر مجھے دیا۔ ''اٹس او کے۔'' میرے لبوں کو اخلاقاً ایک پھیکی سی مسکراہٹ نے چھوا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے دائیں جانب چونکتے ہوئے انداز دیکھ رہا ہے۔ وہ اگرچہ گندمی رنگت اور عام سے نقوش کا مالک تھا۔ مگر اس کے باوجود اس کی شخصیت میں بلا کی جاذبیت تھی۔

''آپ کا نام جان سکتا ہوں؟'' اس نے دائیں ہاتھ کی مٹھی بند کرکے شہادت کی انگلی کی نوک سے ٹھوڑی کھجائی۔

''اذہان...... اذہان عمر!'' میں نے ہاتھ مصافحے کے لیے اس کی جانب بڑھایا۔

''آ تم شاہ میر ہاشمی۔'' اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دبایا اور میرے ذہن میں ایک دم جھماکا سا ہوا۔ ''عمار شاہ، شاہ میر ہاشمی، پاکستان گھوسٹ ہنٹرز آرگنائزیشن......''

''تو...... تم گھوسٹ ہنٹر ہو نا؟'' اب چونکنے کی باری اس کی تھی۔ ''میں نے عمار شاہ کا حوالہ دیا تو وہ مسکرایا۔

''ہاں۔ مجھے یاد ہے وہ حالانکہ میں جس فیلڈ میں ہوں، اس میں میرا واسطہ اتنے لوگوں سے پڑتا ہے کہ انہیں یاد رکھنا ممکن نہیں۔ مگر عمار شاہ ان لوگوں میں تھا جو ذہن و دل میں خود بخود اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔''

وہ میرے ساتھ چلتا پارکنگ تک آ گیا۔ ''ویسے تم اس چکر میں کیسے پھنس گئے؟''

''کس چکر میں؟'' میں نے غائب دماغی سے پوچھا۔

''یہی وشال وغیرہ......'' میں حیرت سے اچھلا۔

''تم جانتے ہو اسے؟''

''ظاہر ہے۔ میرا تو دن رات انہی لوگوں سے واسطہ رہتا ہے۔ اور یہ وشال، یہ تو بہت خبیث ہے یار۔''

''میری کہانی طویل ہے۔ چلو کسی ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔ کافی کا موڈ ہو رہا ہے۔'' میں نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔ اور کچھ دیر بعد ہم لوگ ایک کافی شاپ میں بیٹھے تھے۔

''وہ چوبیس نومبر 2005ء کا دن تھا۔'' میں نے بتانا شروع کیا۔ وہ کافی سے اٹھتی بھاپ کے مرغولوں کو دیکھتا ہوا میری بات سنتا رہا۔ اس نے دائیں کہنی میز پہ ٹکا رکھی تھی اور مٹھی بند کرکے شہادت کی انگلی کی نوک پہ ٹھوڑی ٹکا رکھی تھی۔ میری بات مکمل ہونے تک کافی ٹھنڈی ہوچکی تھی۔ ''آج مجھے رمشال کے گھر لے چلو ذرا۔ دیکھتے ہیں وشال کو بھی۔''

''تم اس کو کیسے جانتے ہو؟''

''یار! ابھی چھ ماہ پہلے میرے پاس ایک کیس آیا تھا۔ وہ اسی کے متعلق تھا۔ ایک لڑکے کو اس نے دبوچا ہوا تھا اور وہ لڑکا بے حد ڈرپوک تھا۔ بہرحال اب وہ ٹھیک ہے۔'' اس نے کافی کا کپ اٹھایا اور ویٹر کو آوازیں دینے لگا۔ ''تازہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کافی لاؤ یار۔ یہ تو کولڈ ہوگئی۔ مجھے کولڈ کافی پسند نہیں۔"

☆......☆......☆

سمیر کے کمرے سے سارا سامان نکلوالیا گیا تھا۔ صرف کارپٹ اور ایک گلاس ٹیبل وہیں رہنے دی گئی تھی۔ شیشے کی میز کے عین وسط میں پتھر کا نفیس، چراغ کی طرز کا چھوٹا سا شمع دان رکھا تھا۔ جس پہ ایک بڑی سی سرخ موم بتی موجود تھی۔ پاس ہی شیشے کے ایک بڑے پیالے میں مختلف اقسام کے پھول رکھے تھے۔ مغربی دیوار کے ساتھ لکڑی کا اگربتی دان پڑا تھا۔ جس میں شاہ میر کی تیار کروائی گئی کافور کی اگربتیاں لگی تھیں۔ "آؤ وضو کرلیں۔" شاہ میر واش روم کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں وضو کرچکے تھے۔ "یار! تم نے نویرہ کے گھر والوں کے بارے میں تو بتایا ہی نہیں؟" وہ اپنی شرٹ کے فولڈ کئے ہوئے بازو کھولتے ہوئے بولا۔

"ہاں! نوری کی ایک ہی خالہ تھیں۔ جو اس کی شادی کے چند ماہ بعد چل بسیں۔" مجھے جو معلوم تھا، میں نے بتادیا۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کردیا۔ پہلے اس نے اگربتیاں جلائیں پھر آ کر موم بتی کو لائٹر کا شعلہ دکھایا۔ زرد شعلہ تاریکی کو چاٹنے لگا۔ کافور کی تیز مہک کمرے میں چکرانے لگی۔ وہ آ کر میز کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ زیرلب کچھ پڑھتے ہوئے موم بتی کے شعلے کو یک ٹک گھورتا رہا۔ دس منٹ...... بارہ منٹ...... پندرہ منٹ اور پھر ٹھیک بائیس منٹ بعد اس نے پلکیں جھپکی تھیں۔ اس نے ایک پھونک ماری۔ شعلہ تھرتھرایا اور بجائے بجھنے کے مزید بھڑک اٹھا۔ اسی لمحے میں نے کمرے میں کسی وجود کی آمد محسوس کی۔ کمرے کا درجہ حرارت گھٹتا چلا گیا۔ سردی میں گھلی خوف کی نوکیلی لہر میرے وجود کو آری کی طرح کاٹتی چلی گئی۔ ہوا کا ایک تیز مضطرب جھونکا کمرے میں ادھر سے ادھر چکرانے لگا۔ اس کی سرسراہٹ واضح تھی اور وہ بے قراری سے چکرا رہا تھا۔

شاہ میر اب ٹھوڑی گھٹنوں پہ ٹکائے آنکھیں بند کئے کچھ پڑھ رہا تھا۔ بے قرار جھونکا اگربتیوں کے پاس سے تیزی سے گزرا۔ اگربتیوں کا دھواں بری طرح لہرایا، ان کے سرے پہ ننھی چنگاریاں چمکیں اور پھر وہ عام انداز میں سلگنے لگیں۔ جھونکا کھڑکی کی سمت لپکا، سفید باریک پردے بری طرح پھڑپھڑائے تھے۔ پھر وہ ایک واضح سرسراہٹ سے دروازے کی جانب بڑھا۔ غالباً وہ باہر نکلنے کی کوشش کررہا تھا۔ پھر وہ ہمارے عین سر سے گزرا۔ میں نے خوف کے بخ جھونکے کی ٹھنڈک اندر تک محسوس کی تھی۔

شاہ میر کے بال بری طرح اچھلے اور فوراً ہی نیچے ہوگئے۔ بے قرار جھونکا دیوانہ وار موم بتی کی جانب دیوانہ وار لپکا۔ زرد شعلہ پھڑپھڑاتے ہوئے لرزا اور مزید بھڑک اٹھا۔ اور پھر میں نے محسوس کیا کہ مضطرب و بے چین جھونکے نے نڈھال انداز میں موم بتی کے عقب میں سسکی سی بھری ہو جیسے۔ اسی پل...... ہاں! عین اسی پل شاہ میر نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

سسکی اب کے واضح ابھری تھی۔ خوف واذیت کی ملی جلی لذت میں ڈوبی سسکی تھی۔ وہ۔

"اپنی اصلیت بتاؤ۔" شاہ میر کا لہجہ سپاٹ تھا۔

موم بتی کا شعلہ بڑے زور سے لرزا۔

"میں نویرہ ہوں۔ پچھلے ماہ...... مجھے زائمہ نے مار دیا تھا۔ مجھے آدم خور بھی اسی نے بنایا تھا۔"

وہ شاہ میر کی ہر بات کا جواب سسکیوں کے درمیان دیتی گئی۔ اس کے جانے کے بعد کمرے کا درجہ حرارت معمول پر آ گیا تھا۔

نویرہ کی بتائی گئی جگہ سے اس کی ہڈیاں نکال کر جنازہ پڑھا کر دفنایا گیا۔

ٹھیک دو دن بعد رمشا واپس آ گئی تھی۔ شاہ میر نے ہی کوئی عمل کیا تھا۔ جس سے وشال رمشال کو واپس کرنے پہ مجبور ہوگیا تھا۔ "رمشال اپنے گھر آ چکی ہے۔ اور وشال اب تمہیں زیادہ تنگ نہیں کرے گا لیکن چوبیس نومبر کو بہرحال وہ اپنا کہا پورا کرے گا۔ میں اس کے لئے اسے مجبور نہیں کرسکتا۔ دراصل...... کچھ عرصہ پہلے میں نے اس سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ جس کی رو سے وہ میری ایک بات مان چکا ہے اور اس نے مجھ سے جو بات منوائی ہے وہ

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

بھی چوبیس نومبر کو تم سے بدلہ لینے والی ہے۔ مگر ایسا بھی نہیں کہ تم بالکل ہی بے بس ہو۔ یار! اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا ہے اور ہماری خوش قسمتی کا عالم دیکھو کہ ہم اللہ کے محبوب کی لاڈلی امت ہیں۔"

آنسو میری آنکھوں سے لڑیوں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔ میں ہمیشہ غافل رہا تھا۔ اللہ کی رحمت سے......اور ظلمتوں میں بھٹکتا پھرا تھا۔ حالانکہ "درنجات" درنجات تو میرے سامنے تھا۔ ایسا ہی ہوتا ہے......ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہم آلائشوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ایک اس در کے علاوہ در بدر نجات ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور ایک اسی در سے غافل ہوتے ہیں جہاں نجات ملنا ہوتی ہے۔

کیا اللہ کے سوا کوئی اور "قادر" ہے؟ کیا اس جیسا عظیم مرتبہ کوئی دوسرا ہے؟ خدا کے علاوہ کون ہے جو ہمیں خدا سے زیادہ دے سکے؟ کوئی نہیں.... یقیناً کوئی بھی تو نہیں۔ تو پھر آیئے! آپ بھی۔ "درنجات۔" پہ آیئے...... اللہ کا در کھٹکھٹایئے اور دیکھیے کہ آپ کو کتنی جلدی نجات ملتی ہے......آزمائش شرط ہے......

☆......☆......☆

یہاں سے میری زندگی کا ایک اور نیا موڑ شروع ہوا...... دعا کی بدولت میں اللہ کے بے حد قریب ہوگیا۔ اور اللہ......وہ تو ہے ہی ہمارے قریب......شہ رگ سے بھی قریب تر...... یہ تو انسان ہے جو جان ہی نہیں پاتا۔ انسان خدا سے غافل ہے مگر خدا انسان سے غافل نہیں۔ گناہ گاروں کے بڑے، بڑے گناہ وہ یوں پل بھر میں معاف کردیتا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کا سمندر رحمت بے حد بے حساب وسیع ترین ہے۔

بہرحال رمشال فی الحال اپنے گھر میں ہی تھی۔ شاہ میر کا مجھ سے رابطہ تھا۔ اس دوران مجھے وشال اور زائکہ اکثر دکھائی دے جاتے تھے تاہم کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ چوبیس نومبر کا سوچتے ہی مجھے تھوڑا خوف محسوس تو ہوتا تھا تاہم پہلے والی کیفیت نہ رہی تھی۔

دن اسی طرح رات کا دامن تھام کر گزرتے رہے۔ چاند سورج کا کھیل تسلسل سے جاری رہا......اور وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا۔ ویسے یہ وقت ہماروں کے بھی کس قدر تیز رفتاری سے اڑتا چلا جاتا ہے۔

"صبح اٹھتے ہی میں نے دینو بابا سے ناشتے کا کہہ دیا تھا۔ پھر ساگ، مکھن لگا پراٹھا، اچار اور پھولے پھولے آملیٹ کے ساتھ چائے کا مگ لے کر میں نے اہتمام سے ناشتہ کیا۔ یہ سوچ کر کہ کیا خبر کہ یہ میرا آخری ناشتہ ہو۔ اور پھر رمشال سے بات کرکے اسے اپنا خیال رکھنے کی تاکید کی اور پھر...... جب بے چینی نے اپنی گرفت میں میرے دل کو جکڑا تو میں باہر نکل آیا۔ وہی انجان سی قوت مجھے لئے جا رہی تھی۔ میرے روم روم کو بے قرار سوئیوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ اضطراب میرے خون میں شامل ہوکر رگوں کو گندھک کے تیزاب کی طرح کاٹ رہا تھا۔ مجھے اپنے دائیں بائیں دونوں طرف مسلسل قدموں کی آہٹ محسوس ہورہی تھی اور وشال اور زائکہ کی موجودگی کا احساس قوی تر تھا۔

ایک جگہ ایک پگڈنڈی مغربی سمت مڑ رہی تھی۔ میں سیدھا چلا جا رہا تھا جب کسی انجان قوت نے میرا رخ پگڈنڈی کی جانب کردیا۔ میں اسی پر چلتا گیا۔ فضا میں دھندلا سا غبار پھیلا تھا۔ قدموں کی چاپ کے علاوہ میری سماعتوں سے سرگوشیاں اور دبی دبی سی پراسرار ہنسی گاہے بگاہے ٹکراتی تھی اور مجھے لگتا تھا کہ میرا دل دہل کر حلق میں آگیا ہے۔

اچانک سامنے ایک سفید بلی نمودار ہوئی، اس کے ریشم جیسے چمکدار بال حرکت کرتے محسوس ہوتے تھے۔ اس کی ہلکی سنہری آنکھیں گویا میرے وجود کو چیرنے لگیں۔ وہ کاٹ، وہ اذیت ایسی جان لیوا تھی کہ میں بے اختیار بدحواس ہوکر بھاگ اٹھا۔ میرے جسم کی ساری طاقت قدموں میں سمٹ کر متحرک تھی۔ مجھے عقب میں بلی کی غراہٹیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ پھر خدا جانے کہ میں کب تک یونہی رہا۔ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔ اور پھر جب میں نے احساسات کو چھوا تو میں نے خود کو ایک طویل صحرا میں جاگتے ہوئے پایا۔

جلتا سورج عین سر پر مسلط تھا۔ گرمی تھی شدید

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ترین گرمی...... گرمی کی حدت سے میرا وجود گرمی کا اک ایسا جہنم بن چکا تھا کہ بے اختیار جی چاہتا تھا۔ اپنے بے تحاشہ بڑھے ہوئے ناخنوں سے جسم کی بوٹیاں نوچ ڈالوں۔ دل سرپٹ سینے کی سڑک پہ دوڑ رہا تھا۔ پورے وجود پہ لرزہ طاری تھا۔ پسینہ جسم کے تمام تر مساموں سے پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ بے پناہ گرمی تھی۔ ''کوئی سائبان تھا نہ جائے امان...... قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ ہر گزرتا پل مجھے آگ کے مہیب سمندر میں دھکیل رہا تھا۔ آنکھوں میں سرخ دائرے سے ناچ رہے تھے۔ مجھے شدت سے کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جو مجھے سورج دیوتا کے اندھے انتقام سے بچا سکے۔ حلق سوکھ کر کانٹا اور زبان چمڑے کا ایک ٹکڑا بن گئی تھی۔ میں ریت پر گر پڑا۔

میں نے دیکھا کہ آسمان پہ سیاہ لمبے پروں، دھنسی ہوئی سرخ آنکھوں اور نوکیلی کریہہ مڑی ہوئی زرد چونچوں والے پرندے ایک دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ مجھے ان سے بے حد خوف محسوس ہوا۔ میں بمشکل اٹھا اور لڑھائی انداز میں دوڑنے لگا۔ ایسے ہی وقت منحوس پرندوں کی ٹولی نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں اگلے ہی لمحے تیورا کر گر پڑا۔ گرم ریت سے بغلگیر ہوتے ہی پسینہ بھاپ بن کر اڑ گیا۔ میں نے بدقت آنکھیں کھولیں۔ میرے جسم میں ارتعاش برپا ہوا، اعصاب تن گئے، منحوس پرندے آہستہ آہستہ میرے گرد گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ دفعتاً مجھے اپنے پاؤں میں بے تحاشا چبھن محسوس ہوئی۔ اذیت تلوار کی طرح رگوں کو کاٹتی چلی گئی۔ میں نے تیزی سے پلٹنا چاہا مگر گردن اکڑ کر رہ گئی تھی۔ میں نے دھیرے سے پتلیوں کو گھمایا۔ جہاں تک میری نگاہ کام کر سکتی تھی۔ سرخ آسمان پہ جھلسی رنگت والے منحوس پرندے نظر آ رہے تھے۔ ان کی تعداد بڑھنے لگی۔ میری پتلیاں حلقوں میں بے چینی سے گردش کرنے لگیں۔ بے پناہ گرمی کا احساس...... ریت میں سلگتے ذرات کی چبھن...... تیزی سے بہتا پسینہ...... سب چیزیں ذہن سے محو ہو گئیں۔ یاد تھے تو بس پرندے منحوس پرندوں کی ٹولی عین میرے اوپر میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ پرندے اتنے قریب آ گئے تھے کہ میں ان کے پھولے پیٹ، دانوں سے بھری غلیظ گردنیں اور باریک پیلی اور سرخ نگاہوں سے جھانکتی وحشت دیکھ سکتا تھا۔

وقت صدیوں پہ محیط ہو گیا...... اور صدیاں محض لمحے بھر میں سمٹ کر ''پھر......'' سے اڑ گئیں۔ وہ یکلخت مجھ پہ جھپٹے...... باریک، مکروہ، خمدار چونچیں میرے جسم میں گھسیڑیں اور گردنوں کو ادھر ادھر جھٹکنے لگیں۔ اذیت آری کے دندانوں کی طرح تلوار کی نوک کی طرح میرے وجود کو کاٹتی چلی گئی۔ دفعتاً وہ پیچھے ہٹ گئے؟ کیا انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا تھا؟

میرا اندھیروں میں ڈوبتا ذہن خوش فہمیوں کے نخلستان میں کھو گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے ان کی سینکڑوں...... ہزاروں چونچیں میرے جسم میں پیوست ہو گئیں...... اذیت...... بے حد، بے پناہ اذیت...... آخری احساس اذیت کا ہی تھا۔

پھر حواس کے جلتے لمس پہ میں کرنٹ کھا کر بری طرح اچھلا۔ پرندے غائب تھے۔ رات جھولی بھر کر نکل آئی تھیں اور اب فراخ دلی سے تاریکیوں کے سکے فضا میں اچھال رہی تھی۔ پھر آسمان پہ چاند نکل آیا۔ رات کی جھولی خالی ہو گئی تھی۔ لہٰذا وہ پلو جھاڑ کر بیٹھ گئی۔ چاند کی رنگت سرخی مائل تھی تاہم روشنی اس قدر تھی کہ دن کا گمان ہوتا تھا۔

میں اٹھ کر ایک طرف چل دیا۔ عجیب سی جگہ تھی وہ۔ جھلسی ہوئی سرخ مائل ریت کے ٹیلے...... اکا دکا درخت تھے۔ انتہائی طویل قامت درخت...... سر پوری طرح اٹھا کر دیکھنے پر بھی نظریں جن کے سروں کو دیکھنے سے قاصر رہتی تھی۔ اچانک میں ٹھٹک گیا۔ میرے سامنے ایک بستی تھی۔ عجیب و غریب گھر تھے۔ تانبے کی جھلسی ہوئی رنگت والے اور دراز قد مکانوں میں رنگت والے لوگ تیزی سے چل پھر رہے تھے۔ ان کی رنگت میں چمکدار تانبے کی آمیزش تھی اور نقش عجیب پراسرار جن کو دیکھ کر پسینے چھوٹ جاتے تھے۔ ان میں عجیب بے چینی پائی جاتی تھی اور وہ عجیب سی زبان چلا کر کچھ بول رہے تھے۔ سب بے چینی سے چلاتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ان سب کا رخ مغرب کی سمت تھا۔

انجانے خوف سے میرا کلیجہ خون میں گھلنے لگا۔ میں

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بھی ان کے ہمراہ ہولیا۔ ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ کسی کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ مجھ پر توجہ دیتا۔ بستی کے عقب میں ایک بلند ترین پہاڑ تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر کچھ لوگ کھڑے تھے اور زبان اور ہاتھوں کے اشاروں سے باقیوں کو بھی وہیں وہ بلا رہے تھے۔ غالباً بستی پہ کوئی آفت آنے والی تھی۔ اس لئے سب لوگ...... میں بھی بھاگ اٹھا، مگر پتھروں پہ چلنا آسان نہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر ہی میں ہانپ اٹھا۔ تقریباً آدھا پہاڑ چڑھنے کے بعد میں بری طرح تھک گیا۔ آگے راستہ بے حد دشوار تھا جبکہ وہ لوگ یوں دوڑ رہے تھے گویا ہموار زمین پہ چل رہے ہوں اور پھر......

عجیب بھیانک گڑگڑاہٹ سی پھیل گئی۔ جیسے بپھرا ہوا طوفان آیا ہو۔ خوف نے میرا کلیجہ کھرچ ڈالا۔ لہو رگوں میں منجمد ہونے لگا۔ لوگ چلانے لگے۔ میں بری طرح بدحواس ہوکر درخت پر چڑھنے لگا۔ میرے پاؤں چھل گئے۔ کپڑے چیتھڑے بن گئے...... اور کئی بار میں گرتے گرتے بچا۔ بازوؤں اور ہتھیلیوں سے خون رسنے لگا۔ تاہم میں شاخوں تک پہنچ گیا۔ ہواؤں کی ''شائیں شائیں'' اور عجیب سی طوفانی گڑگڑاہٹ کانوں کے پردے پھاڑنے لگی تھی۔ لوگ چلاتے ہوئے عجیب عجیب حرکتیں کررہے تھے۔ میں نے پیروں کو شاخوں پہ مضبوطی سے جمایا اور پلٹ کر دیکھا۔ ساتوں آسمان ایک زبردست گڑگڑاہٹ سے مجھ پر آن گرے۔ میں یکدم توازن کھوکر گرنے لگا تاہم میں نے خود کو سنبھال لیا۔ ریڑھ کی ہڈی اور پورے وجود میں خصوصاً پیروں میں بھوری چیونٹیاں رینگ گئیں۔ بستی کی طرف سے آگ کا طوفان بہتا آرہا تھا۔ پانی کے وجود میں کھلی آگ کی لہریں اچھلتی کودتی سر پٹختی آرہی تھیں۔ ان لہروں نے جیسے ہواؤں کو ہانک کر آگے لگا رکھا تھا۔ ہوائیں سر پٹختی بین کرتیں دوڑ رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ دنیا کے تمام لوگ، تمام بدروحیں سینہ پیٹتے ہوئے ماتم کرتے نوحہ کناں ہیں۔ ان کے بین کلیجہ چیرے دے رہے تھے۔ آن واحد میں آگ کا دریا پہاڑ سے سر پٹخنے لگا۔

''شرر...... شرر......'' کی آوازوں سے فضا دہل دہل اٹھی۔ ہوائیں موقع پاتے ہی فضا میں پرواز کر گئیں۔ اب صرف آگ کا چھلتا ابھرتا دریا تھا۔ تب میں نے کئی لوگوں کو لڑھک کر اس میں گرتے دیکھا۔ وہ آگ کے نارنجی شعلوں میں گم ہوئے اور اگلے ہی لمحے ان کے ڈھانچے، گوشت پوست سے یکسر عاری ڈھانچے سطح آگ پہ ابھر آئے۔

میرے جسم کا تمام خون یکبارگی خشک ہوگیا۔ دل مرغ بسمل کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ آگ کی لہروں نے اچھل کر درخت کو چھوا اور میں تھرا اٹھا۔ منہ زور لہریں دوسری بار جونہی واپس پلٹیں، درخت کے مضبوط قدم اکھڑ گئے اور وہ لڑکھڑا کر تیزی سے نیچے گرنے لگا۔ اس کا رخ آگ کے دریا کی طرف تھا۔ میں نے گرتے درخت سے پہاڑ پر چھلانگ لگادی۔ چوٹیں تو آئیں ہوں گی مگر مجھے احساس نہ ہوسکا۔ اسی پل لہروں نے اوپر کا رخ کیا۔ میں اگرچہ ان کی پہنچ سے دور تھا تاہم آگ جیسے پانی کے چند چھینٹے میرے ہاتھوں پہ اچھل کر پڑے۔ میرے ہاتھ کو جیسے تیزاب نے چاٹ لیا تھا۔ اذیت نے اپنا شکنجہ سخت کردیا۔ طویل قامت بھاری درخت ایک دھماکے سے گرا۔ لمحہ بھر کو دریا میں...... نارنجی دریا میں شگاف سا پڑ گیا تھا۔ نارنجی آگ کی لہریں نیچے بیٹھتی چلی گئیں۔ اور اگلے ہی لمحے درخت کو ڈبو کر اوپر آگئیں تھیں۔ چند لمحے بعد درخت سطح پر ابھرا تو بالکل کوئلہ تھا۔ جیسے نجانے کتنی دیر جلتا رہا ہو......

آگ میں بڑے بڑے بلبلے سے بن رہے تھے۔

تب مجھے خوف ودہشت کے سوا کچھ یاد نہ رہا تھا۔ میں اکیلا تھا اور کوئی میری مدد کرنے والا نہ تھا۔ لیکن نہیں...... کوئی تھا...... کوئی تھا جو میری شہ رگ سے بھی نزدیک تھا۔ اور وہ کون تھا؟ اللہ...... بے شک اس کے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں۔ ''یا اللہ......'' میں حلق پھاڑ کر چلا اٹھا۔ گونج زمین سے آسمان تک گئی۔

دفعتاً ایک بجلی سی کوندی اور دماغ ودل کے تاریک ترین گوشے بھی یکبارگی روشن ہوگئے۔ دعائے سریانی نے میرے دل سے سر ابھارا اور بے اختیار لبوں پہ جاری ہوگئی۔ میری مٹھی میں پتھر کا ایک چھوٹا سا کنکر آگیا تھا۔ میں نے بے خیالی میں وہ دریا میں پھینک دیا، آگ کا دریا سمٹ کر کم ہوا تھا۔ میں یونہی بے خیالی میں چھوٹے

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

چھوٹے کنکر دریا میں پھینکنے لگا۔ میری آنکھیں اگرچہ دیکھ رہی تھیں مگر ذہن و دل دعائے سریانی کے مفہوم کے علاوہ ہر خیال سے یکسر عاری تھے۔ اور تبھی میں نے بتدریج کم ہوتی لہروں میں وشال اور زائلہ کو جلتے پگھلتے دیکھا۔ وہ بار بار کچھ چلاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر مجھے دیکھتے تھے۔ میری سماعتیں ان کی آوازیں سننے سے قاصر تھیں۔ میری سماعتوں میں تو دعائے سریانی کی آوازیں تھیں جو نجانے کون لوگ میرے ساتھ مل کر ادا کر رہے تھے۔ انتہائی خوش الحان آوازیں...... سماعتوں میں رس گھولتی آوازیں .....

تمام آگ زمین میں جذب ہوگئی تھی وشال اور زائلہ سمیت...... شاید...... بلکہ یقیناً ہمیشہ ہمیشہ کے لئے...... زمین سے آسمان تک پوری کائنات میں دعائے سریانی کا ورد پھیلا تھا۔ میں بے قرار ہو کر سجدے میں گر گیا اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

کافی دیر بعد سجدے سے سر اٹھا کر میں نے آنسوؤں سے تر چہرے پہ تشکرانہ انداز میں ہاتھ پھیرے...... میرے اندر کی ساری بے چینیاں سارا اضطراب سارے خوف کہیں بھاپ بن کر تحلیل ہوگئے تھے اور ان سب کی جگہ کیف، سکون اور گہری طمانیت نے لے لی تھی...... اچانک بہت سارے لوگوں نے مجھے کاندھوں پہ اٹھالیا۔ وہ خوشی سے ناچ رہے تھے۔ اس عذاب سے نجات پانے پر۔ میں نے انہیں اشاروں سے سجدہ شکر بجالانے کو کہا اور خود بھی اللہ کی اطاعت کے لئے سر جھکالیا۔ میری تقلید میں بھی سب کے سر سربسجود ہوگئے۔

☆......☆......☆

سرسوں کے ساگ اور مکئی کی سوندھی خوشبو کو محسوس کرتے میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دھوپ کھڑکیوں سے جھانک رہی تھی۔ "تم......؟" رمشال کو دیکھ کر مجھے حیرت کا جھٹکا لگا۔ وہ آملیٹ کی پلیٹ میز پر رکھ رہی تھی۔ پاس ہی ساگ کا ڈونگہ اور مکئی کی روٹیاں رکھی تھیں۔ "ہاں میں...... میں نے سوچا کہ خود ہی یہاں چلی آؤں کہ آپ کا تو مجھے رخصت کروانے کا کوئی ارادہ نہیں۔" اس کے ملیح چہرے پر خفگی کے سائے تھے۔ نکاح کے بعد میں پہلی بار اسے یوں فرصت سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ میں اب خوف و خدشات کی قید سے آزاد تھا۔ اللہ فرماتا ہے۔ "میں رب ہوں میرے پاس ظلم نہیں۔ اور میں ظلم نہیں کرتا...... بس طلب کر...... پالے گا......" اللہ کے پاس واقعی ظلم نہیں، وہ ظلم نہیں کرتا۔ ظلم تو ہم کرتے ہیں خود اپنے آپ پر...... اللہ کی ذات سے غافل ہو کر...... اللہ کی یاد سے غافل ہو کر...... ہم اپنی اصلیت یعنی خدا کی "بندگی" اس کی اطاعت کو بھول کر دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ تب ہمیں سنبھالنے کے لیے خدا درد کی تکلیف کی، آزمائش یا مصیبت کی ٹھوکر لگاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص عالم دیوانگی میں چاند پر نظر جمائے جا رہا ہوتا ہے۔ وہ یہ تک بھول چکا ہوتا ہے کہ راستہ دشوار ہے اور اسے بہرحال زمین پہ ہی چلنا ہے۔ اسے ہوش میں لانے کے لئے ایک ٹھوکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ٹھوکر اسے سامنے دیکھنے پر مجبور کرتی ہے اور یوں وہ مزید ٹھوکریں کھانے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں ہوش میں لانے کے لیے خدا پریشانی کی ٹھوکر لگاتا ہے۔ سو اگر ہم سنبھل جائیں تو ٹھیک ورنہ پھر مزید ٹھوکریں ہمارا مقدر ہوتی ہیں۔ اگر پہلی ہی ٹھوکر پہ ہم خدا سے رجوع کرلیں تو بڑی آسانی سے مزید ٹھوکریں کھانے سے بچ سکتے ہیں۔

لیکن اکثر ہم لوگ سارا دوش قسمت کو دے کر بری الذمہ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اگر کوشش کریں بھی تو ادھر ادھر لوگوں کو اپنے مسائل بتاتے پھرتے ہیں اور یوں بجائے ٹھوکر کھا کر "سنبھلنے" کے ہم بھٹک جاتے ہیں، گمراہ ہو جاتے ہیں اور "گمراہی" صرف "تباہی" لاتی ہے۔

ہمیں مصیبت میں یہ دعا کرنی چاہئے کہ "اے اللہ! اگر یہ آزمائش ہے، تو ہمیں اس میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اگر یہ مصیبت ہے، ہمارے گناہوں کی پاداش ہے، تو ہمارے گناہ معاف فرمادے...... کہ بے شک تیری رحمت ہمارے گناہوں سے بڑی ہے......" اور پھر تاثیر دیکھیں۔ مصیبت کے وقت واویلا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صبر مانگنا چاہیے کہ "صبر" کا "اجر" بہت زیادہ ہے۔

"اچھا! تو جناب رخصتی تو آپ کی ہو چکی اب ذرا

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

میرے کپڑے تو دھو دینا اور پہلے یہاں آ کر میرا سر دباؤ۔ پھر اپنے ہاتھ سے مجھے ناشتہ کروانا اور پھر میری وارڈ روب اور کمرہ بھی صاف کر دینا اور......"

"بس بس...... خوش فہمیوں کے سمندر سے نکل آئیں۔ رخصتی تو سب کے سامنے ہوگی۔ میں تو آج اس لئے آئی تھی کہ آپ کے ساتھ جا کر برائیڈل ڈریس کا آرڈر دینا ہے۔ ایک یونیک سا آئیڈیا ہے میرے ذہن میں۔" وہ میری نظروں سے پزل ہوتی، ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اور میں اسے "ناشتہ کر کے آ جایئے گا۔ میں اماں جنتے کے پاس کچن میں ہوں۔" وہ گھبرا کر باہر نکلنے لگی کہ میری پکار پہ تھم گئی۔ "آئم ویری لکی کہ مجھے تم ملی ہو۔" اس کے گال دہک اٹھے اور نظریں جھک گئیں۔ "اس کے لئے میرا نہیں، اللہ کا شکر ادا کریں۔ اور آج غالباً آپ نے نماز نہیں پڑھی اس لئے قضا پڑھ لیں۔ مجھے آ لینے دیں۔ دیکھتی ہوں کیسے نماز کی پابندی نہیں کرتے آپ۔" وہ خفگی سے بولتی تیزی سے باہر نکل گئی اور میں مسکراتے ہوئے وضو کرنے چل دیا۔ اور دیر تک وضو کے ذریعے اپنے گناہ دھوتا رہا اور پھر خدا کے حضور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے، اپنی کوتاہیوں، اپنے گناہوں کی معافی مانگنے جھک گیا۔

اللہ نے جو ہمیں لاتعداد نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ان میں سے صرف ایک نعمت کا شکر اگر ہم پہلی سانس سے لے کر آخری سانس تک ادا کرتے رہیں تو بھی نہ کر سکیں گے۔ اور وہ جو ہمیں ہمارے لاتعداد گناہوں کے باوجود اتنی نعمتیں عطا کئے جا رہا ہے تو کیا ہم، دن میں محض پانچ بار اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے؟ جبکہ اس میں فائدہ بھی ہمارا ہے۔ آدھ گھنٹے بعد جب میں نماز سے فارغ ہو کر ناشتہ لئے کچن میں گیا تو رمشال اماں جنتے کو کرسی پر بیٹھائے خود برتن دھو رہی تھی۔ مجھے خوشی ہوئی کہ اس کے اندر انسانیت ہے اور ساتھ ہی خود پہ شرمندگی بھی ہوئی۔ میں نے فریج کھول کر پانی نکالا۔ میں پانی پی رہا تھا کہ رمشال نے ایک جھٹکے سے گلاس مجھ سے جھپٹ لیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا۔

"کھڑے ہو کر پانی نہیں پیتے۔" مجھے بے اختیار جھرجھری آ گئی۔ یہ تو مجھے پتہ تھا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا اسلام میں منع ہے۔ کھانا کھانا بھی۔ مگر میں اکثر بلکہ بیشتر لاپروائی برت جاتا تھا۔ اب رمشال نے جو بتایا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم دیکھ لو کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے کس قدر بدصورت شیطان تمہارے ساتھ پینے میں شریک ہوتا ہے تو تم کبھی پانی ہی نہ پیو۔" الفاظ شاید اور ہونگے مگر مفہوم یہی ہے۔

اور اب تو ریسرچ سے بھی ثابت ہو گیا ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا پینا صحت کے لئے مضر ہے۔" وہ چمچے صاف کرتے ہوئے نرمی سے بول رہی تھی۔ "توبہ توبہ...... میں اتنا عرصہ بے خبر رہی......" اماں جنتے باہر بھاگیں اور میں سوچ رہا ہوں اور نادم ہو رہا ہوں کہ ہم اپنے دین سے اپنے مذہب سے، اپنی "بھلائی" سے کس قدر دور ہیں۔

ہم اکثر کچھ چیزیں یہ سوچ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ریسرچ میں ان کا استعمال مضر صحت قرار دیا گیا ہے جبکہ اسی چیز سے ہمیں اسلام میں منع کیا گیا ہوتا ہے...... تو ابھی وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ابھی وقت کی "نبض" پہ ہماری انگلی ہے۔ کل "ہم" وقت کی مٹھی میں ہونگے اور ہماری زندگی کی نبض پہ وقت کی انگلی ہوگی اور وقت کسی کو معاف نہیں کرتا۔ اللہ کو راضی کر لیں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیں، دنیا بھی سنورے گی اور آخرت بھی۔ ورنہ اللہ کی نافرمانی کی سزا بہت کڑی ہے۔ نمرود، فرعون، شداد اور ان جیسے ہزاروں لوگ آپ کے سامنے نشان عبرت ہیں۔ ہر کام کے لئے اللہ ہی سے مدد مانگیں...... وشال کی اور زائلہ کی مثال اور انجام آپ کے سامنے ہے۔ ابھی اک رات باقی ہے۔ زندگی کی تاریک رات...... پھر اس کے بعد قبر کی راتیں بھی ہماری منتظر ہیں۔ خصوصاً پہلی رات...... تو اس رات کے لئے کیا تیاری کی ہے آپ نے؟ خدارا حبیبِ خدا کی خوشنودی ہی اس ہولناک رات میں سہارا دے گی۔ تیاری کر لیں۔ ابھی اک رات باقی ہے......!!!

Scanned By Bookstube.net
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM